کشف الباری
عما في صحيح البخاري
کتاب الجهاد والسیر
جلد اول
شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی
مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دار العلوم، کراچی

''کشف الباری عما فی صحیح البخاری'' اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ وثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ ''کشف الباری'' عوام وخواص، علما وطلبہ ہر طبقے میں الحمد للہ یکساں مقبول ہورہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دار العلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے ''کشف الباری'' سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جارہے ہیں۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللّٰہ بقاء ہ بالعافیۃ) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمد للہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہوجاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروح حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہوجاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا ۔ اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کرکے کرسکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

جب پہلی بار ''کشف الباری'' کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے ''کشف الباری'' کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ''فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ''کشف الباری'' کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یک جا ہوگئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ **تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے**۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نورالبشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دارالعلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقھما اللہ تعالیٰ لأمثال أمثالہ، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبِ تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیتِ تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرتِ والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیل حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہوگئے۔ حضرت صاحبِ تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

تاثرات

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

حدیثِ رسول قرآن کریم کی شرح ہے

﴿لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول اللّٰه ﷺ" (ص:۲۴)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج۴ص:۱۰) پر لکھا ہے "فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب" یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت "ربنا وابعث فيهم رسولا ......" کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا فى الحكمة أن العلم بأحكام اللّٰه التى لا يدرك علمها إلا ببيان الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم، والمعرفة بها ومادل عليه فى نظائره، وهو عندى مأخوذ من الحكم الذى بمعنى الفصل بين الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه" یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کرکے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا...: ﴿واذكرن مايتلى فى بيوتكن من آيات اللّٰه والحكمة......﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمالِ دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مرادِ الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت ...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر و تشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن يطع الرسول فقد اطاع الله ....."

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت و خصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت و تدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب ''الفصل'' میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

''خطبات مدراس'' میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع و نقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علم حدیث کے سو فنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع و ترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقینِ یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ و قلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب و تدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد و عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگر چہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب و تدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب ''الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ'' ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کر دیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور...... ''إن كتاب البخاري أصح الكتابين صحيحا، وأكثرهما فوائد'' اور امام نسائی فرماتے ہیں " أجود هذه الكتب كتاب البخاري" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب " حجة الله البالغه"(ص:۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے" پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے "لامع الدراری" کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص:٧ ج١)"

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کر دیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی "أعلام الحدیث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مهلب بن احمد بن ابی صفرہ" المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد "ابو عبداللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۹ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح "الکواکب الدراری" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی، شواهد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی "فتح الباری" امام بدر الدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی "عمدۃ القاری" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی "التوشیح" امام قسطلانی کی "ارشاد الساری" علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی "تیسیر القاری" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبدالهادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اوران کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اوران کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھران کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوران کے خاندان کی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھران کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اوراحادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی خدمات تدریس حدیث اوران کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمت حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر "لامع الدراری" اور سنن ترمذی پر "الکوکب الدری" جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملامحمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح "بذل المجہود" سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انورشاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انورشاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور " الابواب والتراجم" موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح "اوجز المسالک" موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی "تکملة فتح الملهم" اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخرالدینؒ کی " إيضاح البخاری" اور " الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر " الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی "امداد الباری" شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتوی کا "حاشیہ مشکوۃ" حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی "معارف ترمذی" اوراس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کرسکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظرانداز کرسکتا ہے۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصاً صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر " كشف البارى عما فى صحيح البخارى" ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آ کر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چلکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعہ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ و متداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے ''کشف الباری'' جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ...... " لایغني کتاب عن کتاب " لیکن ...... " مامن عام إلا وقد خص عنه البعض " کے قاعدے کے مطابق ''کشف الباری'' اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقتۃً واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

''کشف الباری عما فی صحیح البخاری'' کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆☆☆☆

کتاب الجہاد والسیر (جلد اوّل)

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19436

کشف الباری (کتاب الجہاد)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب وتحقیق

حبیب اللہ زکریا

۱۴۳۴ھ 2013

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
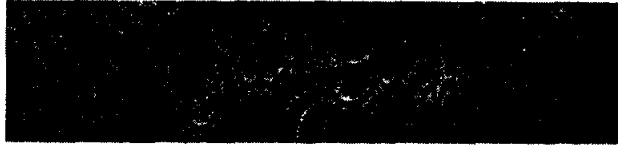
الرقم	أسماء الأبواب	الصفحة
*	كتاب الجهاد والسير	٤٥
١	باب فضل الجهاد والسير	٤٩
٢	باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله	٦١
٣	باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء	٦٩
٤	باب درجات المجاهدين في سبيل الله	٨٤
٥	باب الغدوة والروحة في سبيل الله	٩٥
٦	باب الحور العين وصفتهن	١٠٣
٧	باب تمني الشهادة	١١٠
٨	باب فضل من يصرع في سبيل الله	١١٩
٩	باب من ينكب في سبيل الله	١٢٣
١٠	باب من يجرح في سبيل الله عزوجل	١٣٠
١١	باب قول الله تعالىٰ: ﴿قل هل تربصون بنا إلا إحدى الحسنيين﴾	١٣٤
١٢	باب قول الله تعالىٰ: ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه ......﴾	١٣٨
١٣	باب عمل صالح قبل القتال	١٥٤
١٤	باب من أتاه سهم غرب فقتله	١٦١
١٥	باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا	١٧١
١٦	باب من اغبرت قدماه في سبيل الله	١٧٥
١٧	باب مسح الغبار عن الرأس في السبيل	١٨٢
١٨	باب الغسل بعد الحرب والغبار	١٨٧
١٩	باب فضل قول الله تعالىٰ: ﴿ولاتحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا......﴾	١٨٩
٢٠	باب ظل الملائكة على الشهيد	١٩٧
٢١	باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا	٢٠٠

فہرست مضامین

کتاب الجہاد والسیر

فهرس أسماء المترجم لهم على ترتيب حروف الهجاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا بے پایاں کرم اور احسان ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رئیس المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت معالیہم کے درس صحیح بخاری کی ایک اور جلد ترتیب، تحقیق اور تعلیق کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج سے دو سال قبل بندہ کو کشف الباری کا کام تفویض کیا گیا تھا، اس وقت یہ خیال وگمان بھی نہیں تھا کہ اس قلیل عرصہ میں یہ جلد آپ کے سامنے زیور طبع سے آراستہ ہو کر آجائے گی۔ فللّٰہ الحمد ولہ الشکر۔

یہ جلد صحیح بخاری کی کتاب الجہاد سے متعلق ہے، جس میں کل اٹھانوے (۹۸) ابواب کی تشریح، تعلیق، تحقیق اور ترتیب کے ساتھ آگئی ہے، اس جلد میں بھی ان تمام امور کا التزام کیا گیا ہے، جن کا اہتمام کتاب الایمان وکتاب العلم کی جلدوں میں کیا گیا اور دوران ترتیب وتعلیق اسی نہج کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا اہتمام مذکورہ بالا جلدوں میں کیا گیا، البتہ اس جلد میں دو امر ایسے ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

احادیث کی تشریح میں کہیں کہیں عربی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں، بحمد اللہ اس جلد میں ایسی تمام عبارتوں کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے، تاکہ عربی میں کمزور استعداد کے حاملین قاری بھی ان سے آسانی سے استفادہ کرسکیں۔

تراجم رجال کے تحت رُواۃ سند کے احوال وتذکرہ بیان کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، چونکہ کتاب الجہاد صحیح بخاری جلد اول کے تقریباً آخر میں ہے اور کتاب الوضوء سے کتاب الجہاد تک کشف الباری کا کام ابھی تک نہیں ہوا، اس لئے ہم نے جہاں بھی حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ مثلاً ”ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب ......“ یا ”ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الزکوۃ، باب ......“ تو اس سے مراد صحیح بخاری کی مذکورہ کتاب اور باب ہے اور اگر کسی راوی یا شخصیت کا نام پہلی بار کتاب الجہاد کے کسی باب میں آیا ہے تو وہیں ان کا تذکرہ بھی لکھ دیا گیا ہے اور اگر کشف الباری کی ابتدائی تین جلدوں میں ان کا تذکرہ ہے تو بقید صفحہ نشاندہی کر دی گئی ہے۔

....

احقر کو اپنی علمی بے بضاعتی اور میدان تحقیق میں اپنی ناتجربہ کاری ونو واردگی کا نہ صرف احساس ہے، بلکہ اس کا مکمل اعتراف بھی ہے۔ تاہم محض توکلاً علی اللہ، حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے حکم اور آپ کی توجہات و

عنایات اور دعاؤں سے اس عظیم خدمت کا بیڑہ اٹھالیا ہے، عین ممکن ہے کہ اس میں بلا قصد وارادہ غلطیوں کا صدور ہو گیا ہو، لہذا حضرات اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی فروگذاشت پر نظر پڑے تو احقر کو اس سے مطلع فرمائیں۔

....

اس کتاب کی ابتداء سے انتہاء تک ترتیب وتحقیق کے دوران احقر کو جن حضرات کی راہ نمائی حاصل رہی ان میں سب سے بلند نام حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بعد حضرت استاذ مکرم مولانا نور البشر صاحب دامت معالیہم (نگران شعبہ تخصص فی الحدیث، رفیق شعبہ تصنیف واستاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی) کا ہے کہ ان کی راہ نمائی بندہ کو قدم قدم پر حاصل رہی، بصورت دیگر کتاب کا اس قدر جلد قارئین کے سامنے آنے کا امکان ہی نہیں تھا۔

کتاب کی مکمل پروف ریڈنگ احقر نے خود ہی کی ہے، البتہ بعض احادیث کی تخریج، فہرست وغیرہ کی تیاری اور بعض حوالہ جات کی تخریج میں برادر محترم مولانا خرم سعید صاحب، استاذ جامعہ فاروقیہ، عزیزم کفایت اللہ زکریا اور عزیزی محمد اسماعیل عاطف وغیرہ نے تعاون کیا، اللہ تعالی ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علمی وعملی ترقیوں سے نوازے۔ نیز بندہ ان تمام حضرات اساتذہ ومخلصین ومحبین کا بھی نہایت شکر گذار ہے جن کی حوصلہ افزائی اور دعائیں احقر کو حاصل رہیں۔

....

آخر میں تمام قارئین سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت معالیہم کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالی حضرت کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر تادیر بعافیت قائم ودائم رکھے اور ملک و بیرون ملک جو علمی افادات کا سلسلہ (بالخصوص جامعہ فاروقیہ کراچی کی صورت میں) تقریبا نصف صدی سے جاری ہے اس کو تا قیامت جاری وساری رکھے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

نیز احقر مرتب کے لئے بھی خصوصی دعا فرمائیں کہ بقیہ کام کو اللہ تعالی آسان فرمائے، جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق بخشے اور اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے اور ہمارے لئے، ہمارے اساتذہ ومشایخ اور والدین ومتعلقین کے واسطے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے۔

حبیب اللہ زکریا

رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٠ - کتاب الجهاد والسیر

نسخوں کا اختلاف

بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں عنوان میں ''کتاب'' مذکور نہیں ہے، صرف ابن شبویہ اور نسفی نے عنوان اسی طرح ذکر کیا ہے۔(۱)

پھر بسملہ تمام نسخوں میں مذکورہ بالا عنوان سے موخر ہے۔ البتہ نسفی کے نسخہ میں بسملہ عنوان سے مقدم ہے۔(۲)

جہاد کے لغوی معنی

یہ باب ''مفاعلہ'' کا مصدر ہے۔اس کے معنی محنت، مشقت اور کوشش کے آتے ہیں۔اس معنی میں بکسر الجیم مستعمل ہے۔بفتح الجیم بروزن سَحاب سخت بنجر زمین کو کہا جاتا ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۷۸)۔

(۲) حوالۂ بالا۔

(۳) تاج العروس (۲/مادة جهد، ص۳۲۹)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۷۸)، جہاد کی مشروعیت کے مقصد اور اس کی ضرورت کو جاننے کے لئے کشف الباری، کتاب المغازی (ص۱۲-۳۶) دیکھئے۔

اصطلاحی تعریف

جہاد کی اصطلاحی تعریف ہے: "قتال الکفار لتقوية الدين" (۱) یعنی دین کی مضبوطی اور استحکام کے لئے کفار سے لڑنا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وشرعا: بذل الجهد في قتال الكفار"۔ (۲) اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے "لإعلاء كلمة الله تعالى" کا اضافہ فرمایا ہے۔ (۳) یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کافروں سے لڑنے میں کوشش کرنا۔

جہاد کی صورتیں

علماء نے جہاد کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں:-

۱۔ جہاد مع الکفار، ۲۔ جہاد مع الفساق، ۳۔ جہاد مع الشیطان اور ۴۔ جہاد مع النفس۔

تفصیل ان کی یہ ہے کہ جہاد مع الکفار ہاتھ، مال، زبان اور دل سے ہوتا ہے۔

اور جہاد مع الفساق ہاتھ، پھر زبان، پھر دل سے ہوتا ہے۔

اور جہاد مع الشیطان کا مطلب یہ ہے کہ وہ دل میں جو شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، یا برے اعمال کو مزیّن بنا کر پیش کرتا ہے ان سے گریز کیا جائے۔

جہاد مع النفس یہ ہے کہ دینی امور کے سیکھنے، ان پر عمل کرنے میں آدمی اپنے آپ کو مشغول رکھے، پھر اسے سکھانے میں لگا رہے۔ (۴)

اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ ایک جہاد ظاہری ہوتا ہے دوسرا باطنی۔ جہاد ظاہری تو وہی ہے جو کفار وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے اور جہاد باطنی اپنے نفس کی ناجائز امور میں مخالفت اور شریعت کی اتباع کا نام ہے۔

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۹۲)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص۳)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص۷۸)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص۳)۔

اس کے بعد آپ یہ سمجھئے کہ بعض روایات میں اس جہاد کو جو نفس اور باطن کے ساتھ ہوتا ہے "جہاد اکبر" قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جہاد مع الکفار تو کبھی کبھی ہوتا ہے، جب کہ نفس کے ساتھ آدمی کا مقابلہ ہر وقت اور ہر آن رہتا ہے، اس لئے یہ اہم اور اکبر ہے۔ (۱) چنانچہ بیہقی نے کتاب الزہد (۲) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے اور فرمایا: "رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر"۔ (۳)

جہاد فرض کفایہ ہے یا فرض عین؟

اس کے بعد یہ بات سمجھئے کہ علمائے امت کا جہاد کے حکم میں اختلاف ہے، چنانچہ جمہور علماء جہاد کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ جہاد جو مع الکفار ہوتا ہے وہ فرض کفایہ ہے کہ کچھ لوگوں کی ادائیگی سے تمام امت سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی جہاد مع الکفار کے لئے نہ نکلے تو پوری امت گنہگار ہوگی۔

لیکن اگر خدانخواستہ کفار دار الاسلام پر حملہ کردیں تو اس صورت میں اس علاقے کے لوگوں پر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے، حتی کہ اگر ان کا حملہ بڑھتا چلا جائے تو پھر جہاں جہاں ان کا رخ ہوگا وہاں کے لوگوں کے لئے جہاد فرض عین ہوجائے گا۔ (۴) اور ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ جہاد سارے مسلمانوں پر فرض عین ہوجائے۔

---

(۱) تعليقات لامع الدراري (ج٧ص ٢٠٧ و ٢٠٨)۔

(۲) إتحاف السادة المتقين (ج٨ص ٦٥٧)، وتعليقات لامع الدراري (ج٧ص ٢٠٨)۔

(۳) انظر كشف الخفاء للعجلوني (ج١ص ٢٤٤)۔ علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے: "قال الحافظ ابن حجر في تسديد القوس: هو مشهور على الألسنة، وهو من كلام إبراهيم بن أبي عبلة"۔ چنانچہ محمد بن زیاد المقدسی فرماتے ہیں: "سمعت ابن أبي عبلة وهو يقول لمن جاء من الغزو: قد رجعتم من الجهاد الأصغر، فما فعلتم بالجهاد الأكبر جهاد القلب؟" (سير أعلام النبلاء، ج٦ص ٣٢٥)۔ اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أصل له، ولم يروه أحد من أهل المعرفة بأقوال النبي صلى الله عليه وسلم"۔ مقدمة مشارق الأشواق إلى مصارع العشاق (ج١ص ٣١)۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر ۱۰۵ میں لکھتے ہیں:

"صوفیاء کی کتابوں میں "رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر" کو صحیح حدیث کہا گیا ہے، لیکن عسقلانی (کشف الخفاء ج۱ص ۴۲۴) کا قول ہے کہ امام نسائی نے اسے ابراہیم بن عبلہ کا کلام بتایا ہے الفاظ کی رکاکت زبردست قرینہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہوسکتا اور نہ ہی حدیث کی متداول کتابوں میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے متبحر محدث نے دیکھا ہے......"۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ص ۳۰۷ و ۳۰۸)

(۴) بدائع الصنائع (ج٢ص ٩٨) فصل: وأما بيان كيفية فرض الجهاد ......، والهداية (ج٢ص ٥٥٨)۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "بنایہ" میں عمرو بن دینار، عطاء بن ابی رباح، ابن شبرمۃ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالی سے نقل کیا ہے کہ جہاد مطلقا واجب ہی نہیں ہے۔(۱) جب کہ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے جہاد ہر حال میں فرض عین ہے۔(۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جہاد کا کیا حکم تھا اس سے متعلق تفصیل "باب وجوب النفير" میں آرہی ہے۔ انشاء اللہ اس پر وہیں گفتگو ہوگی۔

مشروعیت جہاد

جہاد کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ پر جو احکام نازل ہوتے ہیں آپ ان کو علی الاعلان بیان کر دیا کریں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين﴾ (۳) "سو سنا دیجئے کھول کر جو آپ کو حکم ہوا اور مشرکین کی پروانہ کیجئے"۔

اس کے بعد پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجادلۂ حسنہ کی اجازت دی گئی اور فرمایا گیا: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (۴) یعنی "بلایئے اپنے رب کی راہ پر، پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دیجئے ان کو جس طرح بہتر ہو"۔

پھر اس کے بعد جب ہجرت الی المدینہ ہوئی تو ابتداءً مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی۔ یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو اس حملہ کو روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير﴾ (۵) کہ "حکم ہوا ہے ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ تعالی ان کی مدد کرنے پر قادر ہے"۔

پھر اس کے بعد ارشاد ہوا: ﴿فإذا انسلخ الأشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم

---

(۱) البناية (ج۲ص۷۸۹)۔

(۲) أوجز المسالك (ج۸ص۱۹۹)، وتنظيم الأشتات في حل عويصات المشكوة (ج۳ص۹۰)۔

(۳) الحجر/۹٤۔

(٤) النحل/۱۲٥۔

(٥) الحج/۳۹۔

وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد ......إلخ﴾ (۱) کہ ”پھر جب گذر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو، جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر ہر جگہ ان کی تاک میں“۔ چنانچہ یہاں مطلقا جہاد اقدامی اور جہاد دفاعی کا حکم نازل ہوگیا۔ (۲)

١ - باب : فَضْلِ ٱلْجِهَادِ وَالسِّيَرِ .

سیر کے لغوی معنی

سیر - بكسر السين المهملة وفتح الياء - سيرة کی جمع ہے، اس کے معنی طریقہ کے آتے ہیں اور باب اس کا ”ضرب“ ہے۔ (۳)

سیر کے اصطلاحی معنی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مختلف غزوات اور معرکوں میں جو حکمت عملی اور طریقہ رہا ہے وہ سیر کہلاتا ہے۔ (۴)

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس ترجمۃ الباب سے مقصد جہاد کی فضیلت، اس کی اہمیت اور اس پر مرتب اجر و ثواب کو بیان کرنا ہے۔ (۵)

---

(۱) التوبة /۵۔

(۲) انظر البناية للعينى (ج۲ص۷۸۹)؛ وزاد المعاد في هدي خير العباد (ج۳ص۶۹-۷۲)۔

(۳) انظر.تاج العروس (ج۳ص۲۸٦و ۲۸۷)، مادة "سار"، وعمدة القاري (ج١٤ص۷۸)، والكرماني(ج۱۲ص۹۲)۔

(٤) انظر عمدة القاري (ج١٤ص۷۸)، والمغرب (ج۱ص۴۲۷)، حيث قال الإمام المطرزي: "و...... إلا أنها غلبت في لسان الشرع على أمور المغازي؛ كالمناسك على أمور الحج۔"

(۵) عمدة القاري (ج١٤ص۷۸)۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ» /التوبة: ۱۱۱ ، ۱۱۲/ .
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الحُدُودُ الطَّاعَةُ .

اختلاف نسخ

ترجمۃ الباب کے تحت ذکر کردہ مذکورہ بالا آیات میں صحیح بخاری کے مختلف نسخوں کا اختلاف ہے، چنانچہ نسفی اور ابن شبویہ کی روایت اسی طرح ہے، اصیلی اور کریمہ کے نسخوں میں دونوں آیتیں مکمل مذکور ہیں۔ جبکہ ابوذر کی روایت میں پہلی آیت ﴿وعدا عليه حقاً﴾ تک ہے، پھر "إلى قوله: ﴿والحافظون لحدود الله وبشر المؤمنين﴾" ہے۔(۱)

آیات کا شان نزول

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیات بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر نازل ہوئیں۔ ہوا یوں کہ جب مدینہ منورہ سے ستر افراد پر مشتمل جماعت عقبہ کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئی تو اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا تھا: "اشترط لربك ولنفسك ماشئت" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے جو شرط ہم سے منوانا چاہتے ہیں منوالیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے لئے تو شرط یہ ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لئے شرط یہ ہے کہ جس چیز سے تم اپنے مال و جان کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حفاظت کرو۔ اس پر انصار نے عرض کیا کہ اگر یہ شرطیں ہم نے پوری کردیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الجنة" اس وقت انصار کے دل خوشی سے باغ باغ ہوگئے اور کہنے لگے یہ سودا تو بڑا نفع بخش ہے۔ اب اس سودے کو نہ خود ضائع کریں گے اور نہ آپ سے اس کو ضائع کرنے کی خواہش کریں گے۔(۲)

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) بيان القرآن (ج۱ ص۱۴۳) مع تغيير يسير۔

آیات کا ترجمہ

بلاشبہ اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے؟ تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو خوش خبری سنا دیجئے۔

ان آیات کو ذکر کرنے کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جیسا کہ معروف عادت ہے کہ اپنی طرف سے ترجمہ قائم کرنے کے بعد آیات ذکر کرتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ آیات ترجمۃ الباب کے لئے دلیل ہیں۔(۱) چنانچہ یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان آیات کے ذکر کرنے سے جہاد کی فضیلت پر دلیل پیش کرنا ہے۔

قال ابن عباس: الحدود الطاعة۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے۔(۲)

مذکورہ تعلیق کا مقصد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تعلیق کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ آیت میں جو ''حدود'' کا

---

(۱) دیکھئے کشف الباري (ج۱ص۱۷)، ومقدمة لامع (ص۳۲۹و ۳۳۰)۔

(۲) انظر فتح الباري (ج٦ص٤)، وتغليق التعليق (ج۳ص۴۳۰)۔

لفظ ﴿والحافظون لحدود الله﴾ میں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اطاعت الٰہی ہے کیونکہ جو اللہ تعالی کا مطیع وفرماں بردار ہوتا ہے وہ اس کے ہر حکم کو بجالانے والا اور جن چیزوں سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرنے والا ہوتا ہے۔تو گویا یہ تفسیر باللازم کی قبیل سے ہے(۱)، چونکہ مقررہ حدود کی حفاظت اطاعت الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتی اس لئے حفاظت حدود کے لئے اطاعت لازم ہوگی۔

٢٦٣٠ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا مالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قالَ : سَمِعْتُ الْوَلِيدَ بْنَ الْعَيْزَارِ : ذَكَرَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ(٢) : سَأَلْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ ؟ قالَ : (الصَّلَاةُ عَلَى مِيقَاتِهَا) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ ٱللهِ) . فَسَكَتُّ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَوِ ٱسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي . [ر : ٥٠٤]

تراجم رجال

۱۔حسن بن صباح

یہ ابوعلی الحسن بن صباح بن محمد بزار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان و نقصانه" کے تحت آچکا ہے۔(۳)

۲۔محمد بن سابق تمیمی

یہ ابوجعفر محمد بن سابق تمیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(١) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٧٩)۔

(٢) قوله: "عبد الله بن مسعود رضي الله عنه": الحديث، تقدم تخريجه في باب مواقيت الصلاة۔

(٣) كشف الباري (ج٢ ص٤٦٧)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوصايا، باب قضاء الوصي ديون الميت ......۔

۳۔ مالک بن مغول

یہ مالک بن مغول کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔ الولید بن عیزار

یہ ولید بن عیزار بن حریث عبدی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۵۔ ابوعمرو الشیبانی

یہ ابوعمرو سعد بن ایاس بن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۶۔ عبداللہ بن مسعود

یہ مشہور صحابی، حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

مندرجہ بالا حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حدیث کے الفاظ میں سے "الجهاد فی سبیل الله" بھی ہے جسے نماز اور برالوالدین کے بعد افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔(۵)

اور حدیث کی باقی تشریح کتاب الصلاۃ میں "باب مواقیت الصلاۃ" کے تحت گذر چکی ہے۔

۲۶۳۱ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ(۶) رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ ، وَإِذَا ٱسْتُنْفِرْتُمْ فَٱنْفِرُوا) . [ر : ۱۵۱۰]

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوصایا، باب الوصایا، و قول النبی ﷺ ......۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۲۵۷)۔

(٥) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٧٩)۔

(٦) قوله: "عن ابن عباس رضي الله عنهما": مر تخريجه في الحج، باب لايحل القتال بمكة۔

تراجم رجال

۱۔علی بن عبداللہ

یہ مشہور محدث، امام علی بن عبداللہ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(۱)

۲۔یحیی بن سعید

یہ یحیی بن سعید بن فروخ القطان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث، حضرت سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکا۔(۳)

۴۔منصور

یہ مشہور محدث، ابوعتاب منصور بن معتمر کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۵۔مجاہد

یہ ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت آچکے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲۷۸)۔

(٤) كشف الباري (ج۳ص۲۷۰)۔

(٥) كشف الباري (ج۳ص۳۰۷)۔

٦۔طاوس

یہ مشہور تابعی،حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۷۔ابن عباس رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کا تذکرہ "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے تحت نقل کیا جاچکا۔(۲)

لاهجرة بعد الفتح ۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ وہ ہجرت جو مکے سے مدینہ منورہ کی طرف لازمی اور ضروری تھی وہ اب فتح مکہ کے بعد فرض اور ضروری نہیں رہی۔(۳)

یہ مطلب نہیں ہے کہ ہجرت بالکل منقطع ہوگئی ہے،چنانچہ سنن ابی داود میں حضرت معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لاتنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة، ولاتنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها"۔ (٤)

''کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ ہجرت موقوف نہ ہوگی تاوقتیکہ توبہ موقوف نہ ہواور توبہ اس وقت تک موقوف نہیں ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے''۔

اس لئے حدیث باب میں اس ہجرت خاص کے ختم ہونے کا ذکر مراد ہے جو مکے سے ہوا کرتی تھی۔

---

(۱)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین......۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص٤٣٥)۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٠)۔

(٤) سنن أبي داود (ج۱ ص٣٣٦)، كتاب الجهاد، باب في الهجرة هل انقطعت؟ رقم (٢٤٧٩)۔

پہلے یہ حکم تھا کہ جو شخص بھی، جہاں بھی مسلمان ہو جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے لئے مدینہ منورہ میں اس کا قیام کرنا ضروری اور لازمی تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ شروع اسلام میں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد اور قوت وشوکت کم ہونے کی بناء پر ہر اسلام قبول کرنے والے پر مدینہ کی طرف ہجرت فرض تھی۔ تاکہ مسلمانوں کی قوت اور تعداد یکجا ہو جائے لیکن جب اللہ تبارک وتعالی کے فضل سے مکہ مکرمہ فتح ہو چکا اور لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے اور سارا حجاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملداری اور فرمانروائی میں آ گیا تو ہجرت من مكة الى المدينة کی فرضیت ساقط ہو گئی اور یہ حکم منقطع ہو گیا۔ (۱)

یا یوں کہا جائے کہ جو شہر فتح ہو جاتا تھا وہاں سے ہجرت کا حکم اٹھ جایا کرتا تھا کیونکہ وہ شہر فتح کے بعد دار الاسلام میں شامل ہو جاتا تھا۔ وہاں سے پھر ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہتی تھی۔

یا یوں کہا جائے کہ جس ہجرت کی نفی کی جا رہی ہے وہ ہجرت مندوبہ ہے اور وہ ہجرت جس کو ثابت کیا جا رہا ہے وہ ہجرت مفروضہ ہے، چنانچہ ہجرت مفروضہ من دار الكفر الى دار الاسلام اب بھی باقی ہے جب دار الکفر میں احکام اسلام پر عمل ممکن نہ ہو۔ (۲)

ولكن جهاد ونية۔

اور لیکن جہاد اور نیت خالصہ باقی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ ہجرت جو جہاد کے لئے یا کسی اچھی نیت سے ہو مثلاً دار الکفر سے دار الاسلام منتقل ہو جانا جبکہ دار الکفر میں احکام پر عمل میں رکاوٹ نہ ہو، طلب علم کے لئے نکلنا وغیرہ اس کا ثواب اور حکم باقی ہے۔ (۳)

وإذا استنفرتم فانفروا۔

اور جب تمہیں قتال کے لئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔

اس جملہ کی تشریح انشاء اللہ آگے "باب وجوب الغزو" کے تحت آئے گی۔

---

(۱) انظر أعلام الحديث (ج۲ ص ۱۳۵٤ و ۱۳۵٥)، وأيضاً فتح الباري (ج۱ ص ۳۸ و ۳۹)۔

(۲) بذل المجهود (ج۱۱ ص ۳۷۳)۔

(۳) انظر فتح الباري (ج٦ ص ۳۹)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

مذکورہ بالا حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بالکل واضح ہے جو "ولكن جهاد ونية، وإذا استنفرتم فانفروا" سے ظاہر ہے۔(۱)

۲٦٣٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ، عَنْ عائِشَةَ(۲) رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، نُرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ ، أَفَلَا نُجَاهِدُ ؟ قالَ : (لَكُنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ) . [ر : ١٤٤٨]

تراجم رجال

۱۔ مسدد

یہ مشہور امام حدیث مسدد بن مسرہد بن مسربل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات مختصرا "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکے۔(۳)

۲۔ خالد

یہ خالد بن عبد اللہ الطحان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۳۔ حبیب بن ابی عمرہ

یہ حبیب بن ابی عمرہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٧٩)۔

(۲) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": تقدم تخريجه في كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔

(۳) كشف الباري (ج٢ ص٢)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من مضمض و استنشق ......۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔

۴۔ عائشہ بنت طلحہ

یہ عائشہ بنت طلحہ تیمیہ قرشیہ رحمۃ اللہ علیہا ہیں۔(۱)

۵۔ عائشہ بنت ابی بکر

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۲)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

مذکورہ بالا حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "نری الجهاد أفضل العمل" میں ہے۔(۳)
اور حدیث کی مکمل تشریح "کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور" کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۶۳۳ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا عَفَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو حَصِينٍ : أَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ(۴) قالَ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ ، قالَ : (لَا أَجِدُهُ) . قالَ : (هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ ، فَتَقُومَ وَلَا تَفْتُرَ ، وَتَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ) . قالَ : وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ . قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ ، فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ .

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۲۹۱)۔

(۳) انظر فتح الباري (ج٦ص٤و٥)۔

(٤) قوله: "أن أبا هريرة رضي الله عنه": الحديث أخرجه مسلم في صحيحه (ج۲ص١٣٤)، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، رقم (١٨٧٨)، والترمذي (ج۱ص۲۹۱) في فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضائل الجهاد، رقم (١٦١٩)، والنسائي في كتاب الجهاد، باب مايعدل الجهاد في سبيل الله عزوجل (ج۲ص٥٦)، رقم (٣١٣٠)۔

تراجم رجال

۱۔اسحاق بن منصور

یہ ابویعقوب اسحاق بن منصور کوسج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب حسن إسلام المرء" کے تحت آچکا۔(۱)

۲۔عفان بن مسلم

یہ عفان بن مسلم الصفار انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ہمام

یہ ہمام بن یحیی بن دینار عوذی شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔محمد بن جحادۃ

یہ محمد بن جحادہ ایامی ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔ابوحصین

یہ ابوحصین بن عاصم اسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۶۔ذکوان

یہ ابوصالح ذکوان الزیات رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۷۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(٦)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص ٤٢٠)۔

(۲)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب دفع السواك إلى الأكبر۔

(۳)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب ترك النبي ﷺ والناس الأعرابي حتى ......۔

(۴)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الإجارة، باب كسب البغي والإماء۔

(۵)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ۔

(٦) كشف الباري (ج۱ص٦٥٨و٦٥٩)۔

أن أبا هريرة رضي الله عنه حدثه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: دلني على عمل يعدل الجهاد۔

ذکوان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ میری کسی ایسے عمل کی طرف راہ نمائی کیجئے جو جہاد کے مماثل اور مساوی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوسکا "لم أقف على اسمه"۔(۱)

قال: لا أجده۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو نہیں پاتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جہاد کے مساوی اور کوئی عمل نہیں ہے۔(۲)

قال: هل تستطيع إذا خرج المجاهد أن تدخل مسجدك فتقوم ولاتفتر، وتصوم ولاتفطر؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے استفسار کیا کہ جب مجاہد (جہاد کے لئے) نکل پڑے تو تم یہ کرسکتے ہو کہ اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور مسلسل نماز میں کھڑے رہو اور نہ تھکو، مسلسل روزے رکھتے رہو اور افطار نہ کرو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کا مساوی عمل یہ ہے کہ ایک آدمی مسلسل نماز پڑھتا رہے اور درمیان میں آرام بھی نہ کرے اور اس پر تھکاوٹ بھی ظاہر نہ ہو، اسی طرح مسلسل روزے رکھتا رہے اور افطار بھی نہ کرے، تب اس آدمی کا عمل مجاہد کے جہاد کے برابر اور مساوی ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

قال. ومن يستطيع ذلك؟

تو اس آدمی نے کہا کہ اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟

یعنی مسلسل نماز کا پڑھنا اور نہ تھکنا، مسلسل روزے رکھنا اور افطار نہ کرنا یہ کون کرسکتا ہے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی دوسروں پر یہ بالکل واضح

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ ص٥)۔

(۲) انظر عمدة القاري (ج٦ ص٨٢)۔

فضیلت اور برتری ہے اور یہ فضیلت اس بات کی متقاضی ہے کہ جہاد کے مساوی اور کوئی عمل نہیں ہے۔(۱)

قال: أبوهريرة: إن فرس المجاهد ليستن(۲) في طِوَله (۳) فيكتب له حسنات۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کا گھوڑا اجورسے میں اچھل کود کرتا ہے اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ کے اس قول کو یہاں موقوفاً نقل کیا ہے اور یہی روایت آگے "باب الخيل ثلاثة" کے تحت "زيد بن اسلم عن أبي صالح" کے طریق سے مرفوعاً ذکر کی گئی ہے۔(۴)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

مذکورہ بالا حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بالکل واضح ہے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جہاد کے مساوی اور مماثل اور کوئی عمل نہیں ہے۔(۵)

۲ - باب: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

نسخ کا اختلاف

تمام نسخوں میں مومن کی صفت میں مجاہد اسم فاعل کے وزن پر ہے اور کشمیہنی کی روایت میں یہ لفظ صیغہ مضارع کے ساتھ یجاهد ہے۔(۶)

---

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص٥)۔

(۲) قال العلامة الفتني: "استن استنانا: أي عدا لمرحه ونشاطه شوطا أو شوطين ولا راكب عليه .... فاستن بتشديد نون: وهو أن يرفع يديه ويطرحهما معا ......"۔ انظر مجمع بحار الأنوار (ج٣ص١٣٢و ١٣٣)، باب السين مع النون۔

(۳) الطِّوَل والطِّيَل بالكسر: الحبل الطويل يشد أحد طرفيه في وتد أو غيره والطرف الآخر في يد الفرس؛ ليدور فيه، ويرعى، ولا يذهب بوجهه۔ انظر مجمع بحار الأنوار (ج٣ص٤٧) مادة "طول"۔

(٤) انظر شرح القسطلاني (ج٥ص٣٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص٨٣)۔

(٥) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٨٢)۔

(٦) انظر فتح الباري (ج٦ص٦)۔

مقصد ترجمۃ الباب

اس ترجمۃ الباب کا مقصد مجاہد کی فضیلت کو بیان کرنا ہے کہ جو شخص اللہ کے رستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ صحیح نیت لے کر نکلتا ہے وہی سب سے افضل آدمی ہے۔

ماقبل کے باب سے ربط ومناسبت

گذشتہ باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا تھا کہ سب سے افضل عمل جہاد اور قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سب سے افضل آدمی وہ ہے جو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کے فریضے سے وابستہ رہے اور اسے انجام دیتا رہے اور اس میں اپنی جان ومال لگادے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ . تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ . يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ» /الصف : ۱۰-۱۲/ .

مذکورہ آیات کا ترجمہ

''اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی سوداگری نہ بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو (جب ایسا کروگے تو) اللہ تعالی تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے''۔(۱)

---

(۱) بیان القرآن (ج۱۲ ص ٤)۔

مذکورہ آیات کے ذکر کرنے کا مقصد

ترجمۃ الباب کے اثبات پر مذکورہ آیات سے استدلال مقصود ہے، یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان کے بعد سب سے بہترین تجارت "جهاد في سبيل الله بالمال والنفس" ہے۔ جیسا کہ آیات سے واضح ہے۔ لہذا جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے افضل ہوگا۔

٢٦٣٤ : حدّثنا أَبو اليمانِ : أَخبَرَنا شُعَيبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَني عَطاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (١) حَدَّثَهُ قالَ : قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟ فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مُؤْمِنٌ يُجاهِدُ في سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمالِهِ) . قالُوا : ثُمَّ مَنْ ؟ قالَ : (مُؤْمِنٌ في شِعْبٍ مِنَ الشِّعابِ ، يَتَّقِي اللهَ ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ) . [٦١٢٩]

تراجم رجال

١۔ ابوالیمان

یہ ابوالیمان الحکم بن نافع حمصی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

٢۔ شعیب

یہ ابوبشر شعیب بن ابی حمزہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کا تذکرہ "بدء الوحي" کی چھٹی

---

(٢) قوله: "أبا سعيد الخدري رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً في صحيحه (ج٢ ص٩٦١) في كتاب الرقاق، باب العزلة راحة من خلاط السوء، رقم (٦٤٩٤)، ومسلم في صحيحه (ج٢ ص١٣٦) كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط، رقم (٤٨٨٧-٤٨٨٨)، والنسائي (ج١ ص٣٥٨) كتاب الزكاة، باب من يسأل الله عزوجل ولايعطى به، رقم (٢٥٧٠)، و(ج٢ ص٥٤) كتاب الجهاد، باب فضل من يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله، رقم (٣١٠٧)، والترمذي (ج١ ص٢٩٥) في فضائل الجهاد، باب ماجاء أي الناس أفضل؟، رقم (١٦٦٠)، وأبو داود (ج١ ص٣٣٦) كتاب الجهاد، باب في ثواب الجهاد، رقم (٢٤٨٥)، وابن ماجه (ص٢٨٦) في أبواب الفتن، باب العزلة، رقم (٣٩٧٨)۔

حدیث کے تحت آچکا۔(۱)

۳۔الزہری

یہ مشہور امام حدیث، محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۲)

۴۔عطاء بن یزید اللیثی

یہ عطاء بن یزید لیثی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔ابو سعید الخدری

یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید سعد بن مالک خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب من الدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکا ہے۔(۴)

قيل: يا رسول الله

کسی کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسول۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس قائل کا نام معلوم نہیں ہوسکا، البتہ اتنی بات ہے کہ اسی طرح کا سوال حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(۵)

أي الناس أفضل؟

کونسا آدمی سب سے افضل ہے؟

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مؤمن يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله"۔

تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل آدمی وہ مومن ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی

---

(۱) كشف الباري (ج۱ ص۴۷۹و۴۸۰)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص۳۲٦)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب لا تستقبل القبلة بغائط ......۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۸۲)۔

(٥) انظر فتح الباري (ج٦ ص٦)۔

جان و مال کے ساتھ جہاد کرے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید مومن سے یہ مراد ہے کہ جو پہلے واجبات عینیہ کو ادا کرے پھر اسے جہاد کی فضیلت جان و مال کے ساتھ حاصل ہو۔ یہ بالکل مراد نہیں کہ جہاد تو کرے لیکن دیگر واجبات و فرائض کر ترک کردے، چنانچہ اس صورت میں مجاہد کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ اس میں مجاہد کا اللہ تبارک وتعالی کی رضا کے لئے اپنی جان اور مال کو لگاتا ہے اور اس کا نفع بھی متعدی ہے۔(۱)

قالوا: ثم من؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا کہ پھر کون افضل ہے؟

یعنی اس مجاہد (جو اپنی جان و مال اللہ کے رستہ میں لگادے) کے بعد سب سے افضل آدمی کون ہے؟

قال: مؤمن في شعب من الشعاب يتقي الله، فيدع الناس من شره۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ آدمی افضل ہے جو کسی گھاٹی میں جا بیٹھا ہو، اللہ تعالی سے ڈرتا ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ و مامون ہوں۔

"شعب" -بكسر الشين المعجمة وسكون العين المهملة- گھاٹی کو کہتے ہیں، اس کی جمع شِعاب ہے۔(۲)

لوگوں کے ساتھ اختلاط افضل ہے یا خلوت نشینی؟

حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کے بعد سب سے افضل اس آدمی کو قرار دیا ہے جو کسی گھاٹی میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر جا بیٹھے اور وہاں اللہ کی عبادت کرتا رہے اور اس سے ڈرتا رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلوت نشینی جلوت سے افضل ہے۔

لیکن یہ افضلیت علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت ہے جبکہ فتن کا دور دورہ ہو، آدمی کے لئے اپنا ایمان بچانا مشکل ہو جائے تو خلوت نشینی ہی افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی آدمی جلوت اور لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کرسکتا ہو، اسے فتنوں میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، ایمان کی حفاظت کے لئے بھی معاون ثابت ہو رہا ہو تو اس کے

---

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص٦)۔

(۲) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٨٣)، وأيضا انظر مجمع بحار الأنوار، (ج٣ص٢٢٣) حيث قال: "هو ما انفرج بين جبلين"۔

لئے پھر یہ خلوت نشینی صحیح اور درست نہیں ہوگی۔

چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ نووی رحمہم اللہ نے جمہور علمائے امت کا مذہب یہی نقل کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے بشرطیکہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ نہیں۔

اس کے برخلاف ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خلوت نشینی ہی افضل ہے اور وہ حدیث باب اور ان احادیث، جن میں یہی مضمون وارد ہوا ہے، سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مجاہد کے بعد سب سے افضل خلوت نشین کو قرار دیا ہے۔(۱)

جمہور کی طرف سے جواب

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے جمہور کی طرف سے دو جواب دیئے ہیں:

ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ یہ حدیث شدید فتنوں اور جنگوں کے زمانہ پر محمول ہے جب آدمی کا اپنا ایمان بھی محفوظ نہ رہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل وہ شخص ہے جس کی اذیتوں سے لوگ محفوظ نہ رہتے ہوں اور وہ لوگوں کی ایذاءرسانی سے صبر نہ کرسکتا ہو۔(۲)

اس کی وجہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ ذکر فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم، جمہور صحابہ و تابعین، علماء اور زہاد لوگوں کے ساتھ جلوت ہی میں رہتے تھے۔ اور اختلاط وجلوت کے منافع حاصل کرتے تھے جیسے نماز جمعہ کی حاضری، باجماعت نماز، نماز جنازہ، عیادت مریض اور ذکر اللہ کے حلقے وغیرہ۔(۳)

اور جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: "المؤمن الذی یخالط الناس، ویصبر علی أذاهم، أعظم أجرا من المؤمن الذي لایخالط الناس، ولایصبر علی أذاهم"۔(۴)

---

(۱) انظر فتح الباري (ج۱۳ ص۴۳)، وشرح النووي على مسلم (ج۲ ص۱۳۶)۔

(۲) انظر شرح النووي على مسلم (ج۲ ص۱۳۶)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) أخرجه الترمذي في سننه (ج۲ ص۷۷) في كتاب صفة القيامة، باب، رقم (۲۵۰۷) وابن ماجه في سننه (ص۲۹۲) في أبواب الفتن، باب الصبر على الأذى، رقم (٤۰۳۲)۔

یعنی ''وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ اختلاط رکھتا ہو اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہو اس کا اجر اس مومن سے بہت زیادہ ہے جو لوگوں کے ساتھ اختلاط نہ رکھتا ہو اور ان کی اذیتوں پر صبر نہ کرتا ہو۔''(۱)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ سارا اختلاف اس وقت ہے جب کہ فتنہ عام نہ ہو۔ اور اگر فتنہ عام ہو تو خلوت ہی افضل ہے کیونکہ عام فتنے میں محظورات میں جا پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔ چنانچہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی اصحاب فتن پر آتا ہے لیکن اس کے اثرات غیر اصحاب فتن پر بھی واقع ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة﴾ ۔(۲) یعنی ''ڈرتے رہو اس فتنے سے جو تم میں سے صرف ظالم لوگوں کو نہیں پہنچے گا، بلکہ غیر ظالمین پر بھی وہ عذاب آئے گا۔''(۳)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث بالا کی مطابقت ترجمۃ الباب سے بالکل ظاہر ہے جس میں مجاہد کو افضل الناس قرار دیا گیا ہے۔(۴)

٢٦٣٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ(٥) قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، وَٱللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ ، كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ ، وَتَوَكَّلَ ٱللهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ بِأَنْ يَتَوَفَّاهُ : أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، أَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ) . [ر : ٣٦]

---

(١) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٤)۔

(٢) الأنفال /٢٥۔

(٣) انظر فتح الباري (ج١٣ ص٤٣)، نیز دیکھئے، كشف الباري (ج٢ ص٨٥-٨٨)۔

(٤) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٣)۔

(٥) قوله : "أباهريرة رضي الله عنه": الحديث تقدم تخريجه في كتاب الإيمان، باب الجهاد، من الإيمان، انظر كشف الباري (ج٢ ص٣٠٥)۔

تراجم رجال

ا۔ابوالیمان،۲۔شعیب،۳۔زہری

ان تینوں کے لئے سابقہ سند کے پہلے تین افراد دیکھئے۔(۱)

۴۔سعید بن المسیب

یہ امام التابعین، حضرت سعید بن المسیب قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل" کے تحت گذر چکے۔(۲)

۵۔ابو ہریرہ

یہ مشہور مکثر صحابی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت آچکا۔(۳)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "مثل المجاهد في سبيل الله– والله أعلم بمن يجاهد في سبيله– كمثل...... إلخ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والے کی مثال (اور اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں کہ کون اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے) روزہ دار اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے کی طرح ہے۔

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ "والله أعلم بمن يجاهد في سبيله" جملہ معترضہ واقع ہوا ہے، جس سے مقصود اخلاص نیت کی طرف اشارہ کرنا ہے، یعنی اس کی نیت کا حال اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں چنانچہ اگر اس کی نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھی تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔لیکن اگر اس کی نیت دنیا، مال اور شہرت کا حصول ہو تو اس

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۳۲٦)و(ج۱ص٤٧٩ و٤٨٠)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص٦٥٩)۔

نے اللہ کے رستے کے ساتھ دنیا کو بھی شریک کیا اور اس کا یہ جہاد نافع بھی نہیں ہوگا۔(۱)

حدیث بالا کی مکمل تشریح "کتاب الإیمان، باب الجهاد من الإیمان" کے تحت گذر چکی ہے۔(۲)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث بالا کا ترجمۃ الباب کے ساتھ انطباق واضح ہے جس میں مجاہد فی سبیل اللہ کو روزے دار، عبادت گذار کے مثل قرار دیا گیا ہے اور اس پر مرتب اجر وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔(۳)

۳ – باب : اَلدُّعاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجالِ وَالنِّسَاءِ .

ماقبل کے باب سے ربط ومناسبت

سابقہ ابواب میں یہ بیان ہوا تھا کہ جہاد سب سے افضل عمل اور مجاہد سب سے افضل آدمی ہے۔ چنانچہ جب مجاہد اور جہاد کا یہ رتبہ اور فضیلت ہے تو اس فضیلت ورتبے کو حاصل کرنے کے لئے دعاء بھی کرنی چاہئے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر تابعین وغیرہ سے جہاد وشہادت کی دعاء منقول ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ جس طرح مرد جہاد اور شہادت کی دعاء کر سکتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی جہاد اور شہادت کی دعاء کر سکتی ہیں۔ اس دعائے شہادت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، اور کوئی فرق نہیں۔(۴)

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٤)۔

(۲) انظر كشف الباري (ج٢ ص٣٠٥-٣١٠)۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٤)۔

(٤) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٥)۔

اور علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امر پر خاص طور سے اس لئے تنبیہ فرمائی ہے کہ شہادت کی دعاء کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کافروں کا غلبہ ہو جائے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں۔ لیکن چونکہ یہ صورت مقصود نہیں ہوتی اس لئے اگر کوئی آدمی اپنے لئے شہادت کی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ مقصد عظیم کو حاصل کرنے کے لئے غیر مقصود کو برداشت کیا جا سکتا ہے اور کفار کا غلبہ مطلوب اور مقصود نہیں، بلکہ غیر مقصود و غیر مطلوب ہے، چنانچہ مقصد عظیم کے لئے اس غیر مقصود کو گوارا کر لیا جاتا ہے۔(۱)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شہادت کی دعاء کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ کفار کا غلبہ بھی ہو جائے، ہمارا مقصود تو شہادت ہے، بس ہمیں شہادت مل جائے۔ رہے کفار تو ان کے علاج کے لئے ہمارے دوسرے بھائی موجود ہیں جو ان کو روکنے کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے شہادت کی دعاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار کے غلبے کا اس میں احتمال پیدا ہو اور ان کا تسلط لازم آئے۔

وَقَالَ عُمَرُ : اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي بَلَدِ رَسُولِكَ .

اور حضرت عمرؓ نے (بطور دعاء یہ) فرمایا تھا کہ اے اللہ! مجھے اپنے رسول ﷺ کے شہر میں شہادت عطا فرمائیے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "زید بن أسلم عن أبیه عن عمر" کے طریق سے موصولاً "کتاب فضائل المدینة، باب کراهیة النبي ﷺ أن تعری المدینة" کے تحت نقل کیا ہے اور اس پر وہیں کلام بھی گذر چکا ہے۔(۲)

مذکورہ تعلیق کو ذکر کرنے کا مقصد

چونکہ اس تعلیق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعائے شہادت کا ذکر ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس تعلیق کو بطور استدلال علی الترجمۃ ذکر فرمایا ہے۔(۳)

---

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص ١٠)۔

(۲) دیکھئے صحیح البخاري (ج١ص ٢٥٣و ٢٥٤) کتاب فضائل المدینة، باب کراهیة النبي ﷺ أن تعری المدینة، رقم (١٨٩٠)۔

(۳) کشف الباري (ج١ص ١٧٧)، ومقدمۂ لامع (ص ٣٢٩، ٣٣٠)۔

٢٦٣٦ : حدّثنا عبدُ اللهِ بن يوسفَ ، عن مالكٍ ، عن إسحٰقَ بنِ عبدِ اللهِ بنِ أبي طلحة ، عن أنسِ بنِ مالكٍ رضيَ اللهُ عنهُ [(١)] أنّهُ سمعهُ يقولُ : كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يدخلُ على أمِّ حرامٍ بنتِ ملحانَ فتُطعِمُهُ ، وكانتْ أمُّ حرامٍ تحتَ عُبادةَ بنِ الصّامتِ ، فدخلَ عليها رسولُ اللهِ ﷺ فأطعمَتْهُ ، وجعلَتْ تفلي رأسَهُ ، فنامَ رسولُ اللهِ ﷺ ثمَّ استيقظَ وهوَ يضحكُ ، قالتْ : فقلتُ : وما يُضحِكُكَ يا رسولَ اللهِ ؟ قالَ : (ناسٌ من أمّتي ، عُرِضوا عليَّ غزاةً في سبيلِ اللهِ ، يركبونَ ثبجَ هذا البحرِ ملوكًا على الأسرّةِ ، أو : مثلَ الملوكِ على الأسرّةِ) . شكَّ إسحٰقُ ، قالتْ : فقلتُ : يا رسولَ اللهِ ، ادعُ اللهَ أنْ يجعلَني منهم ، فدعا لها رسولُ اللهِ ﷺ ، ثمَّ وضعَ رأسَهُ ثمَّ استيقظَ وهوَ يضحكُ ، فقلتُ : وما يُضحِكُكَ يا رسولَ اللهِ ؟ قالَ : (ناسٌ من أمّتي ، عُرِضوا عليَّ غزاةً في سبيلِ اللهِ) . كما قالَ في الأوّلِ . قالتْ : فقلتُ : يا رسولَ اللهِ ، ادعُ اللهَ أنْ يجعلَني منهم ، قالَ : (أنتِ منَ الأوّلينَ) . فركبتِ البحرَ في زمانِ معاويةَ بنِ أبي سفيانَ ، فصُرِعتْ عن دابّتِها حينَ خرجتْ منَ البحرِ ، فهلكتْ .

[٢٦٤٦ ، ٢٧٢٢ ، ٢٧٣٧ ، ٢٧٦٦ ، ٥٩٢٦ ، ٦٦٠٠]

تراجم رجال

١۔ عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

٢۔ مالک

یہ امام دارالہجرۃ، حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کا تذکرہ "بدء الوحي" کی

---

(١) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً (ج١ص٣٩٢)، في كتاب الجهاد والسير، باب فضل من يصرع في سبيل الله فمات فهو منهم، رقم (٢٧٩٩، ٢٨٠٠)، و(ج١ص٤٠٣)، باب غزوة المرأة في البحر، رقم (٢٨٧٨،٢٨٨٧)، و(ج١ص٤٠٥)، باب ركوب البحر، رقم (٢٨٩٤، ٢٨٩٥)، وفي كتاب التعبير(ج٢ص١٠٣٦)، باب الرؤيا بالنهار، رقم (٧٠٠١، ٧٠٠٢)، ومسلم في صحيحه (ج٢ص١٤١) في كتاب الإمارة، باب فضل الغزو في البحر، رقم (٤٩٣٤)، وأبوداود(ج١ص٣٣٥)، في الجهاد، باب فضل الغزو في البحر، رقم (٢٤٩٠)، والترمذي (ج١ص٢٩٤) في فضائل الجهاد، باب ماجاء في غزو البحر، رقم (١٦٤٥)، والنسائي (ج٢ص٦٢) في الجهاد، باب فضل الجهاد في البحر، رقم (٣١٧٣)، وابن ماجه (ص١٩٩) في أبواب الجهاد، باب فضل غزو البحر، رقم (٢٧٧٦)۔

دوسری حدیث کے تحت آچکا ہے۔(۱)

۳۔اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ

یہ ابویحیی اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس، ......" کے تحت گذر چکے۔(۲)

انس بن مالک

یہ مشہور صحابی، خادم رسول، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

أنه سمع يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل على أم حرام بنت ملحان، فتطعمه۔

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے تو ام حرام رضی اللہ عنہا ان کو کھانا کھلاتی تھیں۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا

یہ مشہور صحابیہ ام حرام بنت ملحان مالک بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی رضی اللہ عنہا ہیں۔ان کا تعلق مدینہ منورہ میں انصار کے معروف قبیلے بنوالنجار سے ہے۔

آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں(۴) اور ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۲۸۹و۲۹۰) اور امام مالک کے مزید حالات کے لئے دیکھئے، كشف الباري (ج۲ص۸۰)۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص۲۱۳)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(٤) انظر تهذيب الكمال (ج۳۵ص۳۳۸)۔

(۵) سير أعلام النبلاء (ج۲ص۳۱٦)۔

یہ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ اوران کے نام میں اختلاف ہے، چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أقف لها على اسم صحيح" (۱) اور بعض حضرات نے ان کا نام "الرميصاء" اور بعض نے "الغميصاء" بیان کیا ہے۔ (۲) لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کے اوصاف ہیں نہ کہ ام حرام کے نام۔ (۳)

صحیح قول کے مطابق ان کا پہلا نکاح حضرت عمرو بن قیس بن زید بن سواد انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ (۴) اور عمرو بن قیس کو واقدی نے بدریین میں شمار کیا ہے اور ابو اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ شہدائے احد میں سے تھے۔ (۵) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اہل مغازی کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (۶)

ان سے ام حرام رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے ہوئے، قیس اور عبداللہ۔ (۷)

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ان کے ایک بیٹے محمد پیدا ہوئے۔ (۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت اکرام کیا کرتے، ان کے پاس تشریف لے جاتے اور وہاں کبھی کبھار قیلولہ فرماتے تھے۔ (۹)

اور یہ ان صحابیات میں سے تھیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ (۱۰) ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی دعاء بھی فرمائی۔ (۱۱)

---

(۱) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج٤ ص٤٤٣)۔

(۲) كذا أخرجه أبو نعيم، كما في الإصابة (ج٤ ص٤٤١)۔

(۳) الإصابة (ج٤ ص٤٤١)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٣٥ ص٣٣٩)۔

(٥) الإصابة (ج٣ ص١١)، والمغازي للعلامة الواقدي (ج١ ص١٦٢)، باب تسمية من شهد بدراً من قريش والأنصار۔

(٦) فتح الباري (ج١١ ص٧٣)۔

(٧) الطبقات لابن سعد (ج٨ ص٤٣٥)۔

(٨) انظر الطبقات لابن سعد (ج٨ ص٤٣٥)۔

(٩) تهذيب الكمال (ج٣٥ ص٣٣٩)۔

(١٠) الطبقات لابن سعد (ج٨ ص٤٣٥)۔

(١١) تهذيب الكمال (ج٣٥ ص٣٣٩)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ۲۷ یا ۲۸ ھجری کو یہ اپنے شوہر عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کی طرف جہاد کے لئے نکلیں۔(۱)

اور یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں رومیوں کی سرکوبی کے لئے نکلا تھا، اس طرح یہ پہلی بحری جنگ بھی تھی جس کی پیشین گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے اور اس جنگ میں مسلمانوں نے قبرص کو فتح کیا، واپسی میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی سواری کے لئے خچر آگے بڑھایا گیا اور اس پر سوار ہوتے ہوئے آپ گر گئیں اور شہید ہو گئیں اور وہیں دفن بھی ہوئیں۔(۲) ان کی قبر زیارت گاہ عام اور مرجع خلائق ہے اور اسے "قبر المرأة الصالحة" سے موسوم کرتے ہیں۔(۳) علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انگریز اور دوسرے غیر مسلم بھی ان کی قبر مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔(۴)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرتی ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھانجے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عطاء بن یسار، عمیر بن الاسود العنسی اور یعلی بن شداد بن اوس رحمہم اللہ شامل ہیں(۵)۔ اور ان کے شوہر حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔(۶)

ان سے کئی احادیث مروی ہیں اور ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے۔(۷) رضي الله عنها وأرضاها۔

ایک اشکال

حدیث باب میں ابھی یہ ذکر ہوا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ علیہ السلام کو کھانا کھلاتی تھیں۔ اور وہ آپ کے سر میں جوئیں تلاش کرتی تھیں۔

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(٢) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٦و٨٧)۔

(٣) حلية الأولياء (ج٢ ص٦٢)۔

(٤) سير أعلام النبلاء (ج٢ ص٣١٧)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج٣٥ ص٣٣٩)۔

(٦) الإصابة (ج٤ ص٤٤٢)۔

(٧) خلاصة الخزرجي (ص٤٩٧)۔

اب یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہ تو اجنبیہ تھیں، خلوت بالاجنبیہ تو جائز نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں کیسے تشریف لے جاتے تھے؟

جوابات ·

علماء نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں، چنانچہ ابن وھب، ابوالقاسم جوہری، داودی اور ابن عبدالبر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔ (۱) یہی قول مہلب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ (۲)

اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد یا دادا کی خالہ تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی والدہ بنوالنجار سے تھیں۔ (۳)

لیکن حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری تاویلات غلط ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ قرار دینا خواہ نسبی ہو یا رضاعی کسی بھی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالائیں جو رضاعی ہیں یا نسبی ہیں وہ مشہور ومعروف ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا ان میں سے نہیں ہیں۔ ہاں عبدالمطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو بن زید، بنوعدی بن النجار کی خاتون ضرور ہیں اور ام حرام رضی اللہ عنہا بھی نجاریہ ہیں۔ یہ ایک رشتہ ایسا ہے کہ اس پر مجازی خالہ کا اطلاق ہوسکتا ہے اور مجازی خالہ ہونے سے ان کا ذورحم ہونا لازم نہیں آتا۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے جس میں آپ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: "هذا خالي" کہ یہ میرے ماموں ہیں۔ کیونکہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوزہرہ سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کے اقارب میں سے تھے۔ چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نہ تو حضرت آمنہ کے نسبی بھائی تھے نہ رضاعی۔ (۴)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) فتح الباري (ج۱۱ ص۸۷)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ ص۱۰)۔

(۳) شرح النووي على مسلم (ج۲ ص۱٤۱)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۸٦)۔

(٤) فتح الباري (ج۱۱ ص۸۷)۔

ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔(۱)

لیکن اس کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے قریب قریب کا ہے اور اس وقت حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔(۲)

اور حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ان کے کسی محرم کی موجودگی میں تشریف فرما ہوا کرتے ہوں۔ کیونکہ عادۃً مخدوم کے آنے پر خادم اور اس کے اہل خانہ موجود ہوتے ہیں۔(۳)

لیکن اس جواب پر بھی اشکال ہے وہ یہ کہ آگے حدیث میں ہے "وجعلت تفلي رأسه" کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے جوئیں نکالتی تھیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر وہ غیر محرم تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو کیسے چھوتی تھیں؟(۴)

اس اشکال کا قاضی ابوبکر ابن العربی نے بعض علماء کے حوالے سے یہ جواب دیا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ وفساد میں واقع ہونے سے مامون ہونے کی وجہ سے اس بات کی اجازت تھی کہ اجنبیات کے ساتھ خلوت کریں۔(۵)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ خصوصیت کے لئے دعوی کافی نہیں۔ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔(۶)

دلیل کیا ہے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو احسن الأجوبۃ قرار دیتے ہوئے

---

(۱) الخصائص الکبری (ج۲ ص۲٤۷) باب اختصاصه صلی الله علیه وسلم بإباحة النظر إلی الأجنبیات والخلوة بهن۔

(۲) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۸)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۸٦)۔

(٤) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۹)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱٤ ص۸٦)۔

(٦) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۸)۔

فرماتے ہیں کہ دلائل واضح ہیں(۱)۔ چنانچہ غیر محرم سے جو خلوت کی ممانعت کی گئی ہے وہ خوف فتنہ کی وجہ سے کی گئی اور اس لئے کی گئی کہ شیطان نفس کے اندر کوئی برا وسوسہ معصیت کا نہ ڈال دے اور آپ علیہ السلام معصوم تھے، آپ کے حق میں خلوت بالاجنبیہ جائز تھی، وہاں کوئی کھٹکا نہ معصیت کے اندر مبتلا ہونے کا ہے اور نہ کوئی اندیشہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے یا اغراء اور بہکانے کا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''الخصائص الکبری'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقال ابن حجر: الذي وضح لنا بالأدلة القوية أن من خصائص النبي صلى الله عليه وسلم جواز الخلوة بالأجنبية والنظر إليها، وهو الجواب الصحيح عن قصة أم حرام بنت ملحان في دخوله عليها، ونومه عندها، وتفليتها رأسه، ولم يكن بينهما محرمية، ولا زوجية"۔(۲)

سراج الدین ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ نے جو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، اپنے بعض مشائخ سے یہی نقل کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخصائص الکبری'' میں بھی یہی نقل فرمایا ہے اور یہی جواب مستند معلوم ہوتا ہے۔(۳)

وكانت أم حرام تحت عبادة بن الصامت۔

اور ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

حدیث کے مختلف طرق میں تعارض

حدیث کے مذکورہ بالا ٹکڑے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پہلے سے تھیں۔ لیکن آئندہ جو روایات آرہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں بعد میں آئی ہیں۔ چنانچہ "باب غزوة ركوب البحر" میں "محمد بن يحيى بن حبان بن أنس" کے طریق میں ہے "فتزوج بها عبادة، فخرج بها إلى الغزو۔" (۴) اسی طرح "باب غزوة

---

(۱) حوالہ بالا (ج ۱۱ص ۸۹)۔

(۲) الخصائص الكبرى (ج ۲ ص ۲٤۷ و ۲٤۸)، باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بإباحة النظر إلى الأجنبيات والخلوة بهن۔

(۳) حوالۂ سابقہ (ص ۲٤۸)۔

(٤) انظر صحيح البخاري (ج ۱ ص ٤۰٥)، باب ركوب البحر، رقم (۲۸۹٤، ۲۸۹٥)۔

المرأة فی البحر" میں "أبو طوالة عن أنس" کی روایت میں "فتزوجت عبادة بن الصامت" ہے(۱) اور مسلم کی روایت میں صراحت کے ساتھ "محمد بن یحیی بن حبان عن انس" ہی کے طریق میں "فتزوجت بها عبادة بعدُ" ہے۔(۲)

مذکورہ تعارض کا حل

شارحین حدیث نے اس تعارض کے تین جوابات ارشاد فرمائے ہیں:-

۱۔علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے پہلے ان سے نکاح کیا ہو، بعد میں طلاق واقع ہوگئی ہو، پھر حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا ہو اور ان کی غزوۂ احد میں شہادت کے بعد دوبارہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا ہو۔(۳)

۲۔علامہ نووی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالی نے اس تعارض کا جواب یہ دیا ہے کہ جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پہلے آئیں ان میں اخبار عمایؤ ول ہے یعنی جو واقعہ بعد میں ہوا اس کی خبر دی گئی ہے۔(۴)

۳۔علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا اولاً عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ان کے بعد پھر عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔(۵)

اسی آخری جواب کی تائید حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے، چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والذي يظهر لي أن الأمر بعكس ما وقع في الطبقات وأن عمرو بن قيس تزوجها أولا، فولدت له، ثم استشهد هو وولده قيس منها، وتزوجت بعده بعبادة"۔(۶)

---

(۱) انظر صحيح البخاري (ج۱ص۴۰۳)، كتاب الجهاد، باب غزوة المرأة في البحر، رقم (۲۸۷۷، ۲۸۷۸)۔

(۲) انظر الصحيح لمسلم (ج۲ص۱۴۲)، كتاب الإمارة، باب فضل الغزو في البحر، رقم (۴۹۳۵)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ص۷۶)۔

(۴) انظر شرح مسلم للنووي (ج۲ص۱۴۲)، وفتح الباري (ج۱۱ص۷۳)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۳۵ص۳۳۹)۔

(۶) انظر فتح الباري (ج۱۱ص۷۳)، وكذا انظر الطبقات لابن سعد (ج۸ص۴۳۴)۔

وجعلت تفلي رأسه

اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوئیں تلاش کرنے لگیں۔

تفلي: یہ باب ضرب سے فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے "فلیا" اس کا مصدر ہے اور "فلی" سر سے جوئیں وغیرہ نکالنے اور اس کو تلاش کرنے کو کہا جاتا ہے۔(۱)

اشکال

حدیث کے مذکورہ بالا ٹکڑے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے جوئیں نکالتی تھیں۔ تو اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جوئیں تو پسینہ وغیرہ کی بدبو اور میل کچیل سے پیدا ہوا کرتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ تو بہت خوشبو دار تھا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں جوؤں کی موجودگی کا کیا مطلب؟

مذکورہ اشکال کے جوابات

۱۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں گرد و غبار کی وجہ سے جوئیں پیدا ہوگئیں ہوں اور وہ آپ کو اذیت نہ پہنچاتی ہوں۔(۲)

۲۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسروں کے کپڑوں سے چڑھ گئی ہوں۔(۳)

۳۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سر میں جوئیں وغیرہ تو نہ ہوں، ویسے ہی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کو راحت پہنچانے کے لئے اِدھر سے اُدھر کرتی ہوں۔(۴)

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٦)، ومجمع بحار الأنوار (ج٤ ص١٧٧)، مادة "فلى"۔

(۲) قال محمد طاهر الفتني: "...... ولم يكن القمل يؤذيه تكريماً له"۔ مجمع بحار الأنوار (ج٤ ص١٧٧)۔

(۳) الكوكب الدري (ج ٢ ص٤٣١)، وتعليقات بذل المجهود (ج١١ ص٣٩٤)۔

(٤) حوالۂ بالا، و بذل المجهود (ج١١ ص٣٩٤)، وأيضاً انظر أوجز المسالك (ج٨ ص٣٧٤)، وشرح المناوي على الشمائل المحمدية (ج٢ ص١٨٦)۔

فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم استيقظ وهو يضحك، قالت: فقلتُ: وما يضحكك يا رسول الله؟ قال: "ناس من أمتي عرضوا عليّ غزاة في سبيل الله، يركبون ثبج (۱) هذا البحر ملوكا على الأسرة، أو مثل الملوك على الأسرة"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوگئے اور کچھ دیر بعد ہنستے ہوئے جاگے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کس چیز نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے اس سمندر کی پشت پر بادشاہوں کی طرح تخت پر سوار ہوں گے۔

مذکورہ عبارت کا مطلب

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ان مجاہدین کی، جو سمندری جہاد کریں گے، صورت مثالی دکھلائی گئی تھی کہ وہ جنت میں تختوں پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اہل جنت کی صفت میں بیان کیا ہے ﴿علی سرر متقابلین﴾ (۲) کہ "وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" اور فرمایا ہے: ﴿علی الأرائك متکئون﴾ (۳) کہ "پلنگوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے" اور یہی قول ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (۴)

قاضی عیاض (۵) اور علامہ قرطبی (٦) رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ان مجاہدین کی دنیوی صلاح وفلاح، وسعت وفراخی رزق کی طرف اشارہ ہے۔

---

(۱) قوله: "ثبج"۔ بفتح الثاء والباء الموحدة بعدها جيم۔ قال الخطابي في أعلام الحديث (ج۲ص۱۳۵٦): "ثبج البحر: متنه ومعظمه، وثبج كل شيء: وسطه"۔ وانظر عمدة القاري (ج١٤ص٨٦)۔

(۲) الصافات /٤٤۔

(۳) المطففين/۲۳۔

(٤) التمهيد (ج١ص٢٣٢)، وفتح الباري (ج١١ص٧٤)، وشرح ابن بطال (ج٥ص١٠)۔

(۵) دیکھئے فتح الباري (ج١١ص٨٤)۔

(٦) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٨٦)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تایید اور قاضی عیاض پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قلت: وفي هذا الاحتمال بعد، والأول أظهر"۔(۱)

''ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی بات ظاہر کے خلاف ہے، ابن عبدالبر کی بات زیادہ بہتر ہے۔''

شك اسحاق

شک اسحاق کی طرف سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث میں "ملوكا على الأسرة، أو مثل الملوك على الأسرة" جو شک کے ساتھ بیان ہوا ہے تو یہ شک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اسحاق بن عبداللہ کو ہوا ہے۔

لیکن یہی روایت "أبو طوالة عن أنس" کے طریق سے بھی مروی ہے، اس میں بغیر شک کے "مثل الملوك على الأسرة" ہے۔(۲)

قالت: فقلت: يارسول الله، ادع الله أن يجعلني منهم، فدعا لها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالی سے میرے لئے دعاء کیجئے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء فرمائی۔

ثم وضع رأسه ثم استيقظ وهويضحك، فقلت: وما يضحكك يا رسول الله؟ قال: ناس من أمتي عرضوا علي غزاةً في سبيل الله– كما قال في الأول–

پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر رکھا (یعنی سوگئے) پھر ہنستے ہوئے جاگے تو میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے والے قول کی طرح فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں گے۔

---

(۱) دیکھئے فتح الباري (ج۱۱ ص۷٤)۔

(۲) انظر فتح الباري (ج۱۱ ص۷٤)، وأيضاً الصحيح للبخاري (ج۱ ص٤۰۳)، كتاب الجهاد، باب غزو المرأة في البحر، رقم (۲۸۷۷، ۲۸۷۸)۔

قالت: فقلت: يا رسول الله، ادع الله أن يجعلني منهم۔ قال: "أنت من الأولين"۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالی سے آپ میرے لئے دعاء کیجئے کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، تم پہلے فریق کے ساتھ ہوگی۔

فركبت البحر في زمن معاوية بن أبي سفيان، فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت۔

چنانچہ وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ان کے ساتھ سمندری سفر پر نکلیں اور سمندر سے واپس ہوتے ہوئے اپنے جانور سے گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔

مذکورہ بالا عبارت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب وہ شام کے گورنر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا، اس وقت حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے بحری سفر کا واقعہ پیش آیا اور ان کو اللہ تبارک وتعالی نے شہادت نصیب فرمائی۔

حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے، لیکن عام اہل سیر کی رائے یہی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔(۱)

قاضی عیاض اور بعض دوسرے حضرات کا میلان اس طرف ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ واقعہ ہوا۔(۲)

لیکن تاریخی حیثیت سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ اہل تاریخ نے اس واقعے کے متعلق تین تاریخیں لکھی ہیں:

ا۔ ابن الکلبی، خلیفہ بن خیاط اور ابن ابی حاتم وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے۔(۳)

---

(۱) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۵)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۷۵)۔

(۲) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۵)۔

(۳) حوالہ بالا، وشرح ابن بطال (ج۵ ص۱۱)۔

۲۔ یعقوب بن سفیان اور ابن زید وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ھ کا ہے۔(۱)

۳۔ ابن جریر طبری نے واقدی، ابن لہیعہ اور ابو معشر المدنی السندھی سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت اور ۳۳ھ کا ہے۔(۲)

بہر حال جس زمانہ کا بھی یہ واقعہ ہو، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں پیش آیا ہے کیونکہ آپ کی شہادت ۳۵ھ ذی الحجہ میں ہوئی ہے۔

اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے چنانچہ وہ تینوں تاریخوں کو تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: "والأول أصح، وكلها في خلافة عثمان أيضاً؛ لأنه قتل في آخر سنة خمس وثلاثين"۔(۳) والله أعلم

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا انطباق

علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب کے ترجمہ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حدیث اور ترجمۃ الباب کے درمیان مناسبت نہیں ہے، کیونکہ ترجمہ میں تمنائے شہادت کا اور حدیث میں تمنائے غزو کا ذکر ہے۔(۴)

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تمنائے غزو کا ثمرۂ عظمی شہادت ہی ہے کیونکہ جہاد میں شرکت کا اصل مقصد شہادت فی سبیل اللہ کا حصول ہے۔(۵)

---

(۱) فتح الباري (ج۱۱ ص۷۵)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۸۷)۔

(۲) فتح الباري (ج۱۱ ص۷٦)۔

(۳) حوالہ بالا۔ وإليه مال العلامة الأبي المالكي، انظر إكمال إكمال المعلم (ج٥ ص ۲٦۰)، وأيضا انظر هذا البحث في الكامل لابن الأثير (ج۳ ص٤۸)، ذكر فتح "قبرس"۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص۱۱)۔

(٥) انظر عمدة القاري (ج۱٤ ص۸٥)، وفتح الباري (ج٦ ص۱۱)۔

٤ - باب : دَرَجاتِ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ . يُقَالُ : هٰذِهِ سَبِيلِي وَهٰذا سَبِيلِي .

ماقبل کے باب سے ربط ومناسبت

ماقبل باب میں دعائے شہادت کا ذکر تھا، اب اس باب میں شہادت کے نتیجے میں مجاہد کو جو درجات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ مجاہد جو اللہ ہی کے لئے خالص جہاد اور قتال کرتا ہو اور دنیا کی شہرت وغیرہ کی طرف اس کی نظر نہ ہو اس کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے جنت میں اعلی درجات تیار کر رکھے ہیں۔(۱)

یقال: هذه سبیلی، و هذا سبیلی۔

کہا جاتا ہے هذه سبيلي (تانیث کے ساتھ) اور هذا سبيلي (تذکیر کے ساتھ)۔

اس عبارت کے ذکر کرنے کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس عبارت سے یہ ہے کہ لفظ "سبیل" کو مذکر ومؤنث دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اور یہی امام فراء کا مذہب ہے، چنانچہ فراء نے قرآن کریم کی آیت ﴿ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا﴾ (۲) کے بارے میں فرمایا ہے کہ "يتخذها" کی ضمیر آیاتِ قرآن کی طرف لوٹ رہی ہے اور آپ چاہیں تو اسے سبیل کی طرف بھی لوٹا سکتے ہیں کیونکہ وہ کبھی کبھار مونث ہوتا ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٨٨)۔

(۲) لقمان/٦۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص٨٩)، وفتح الباري (ج٦ ص١١)، وانظر النهاية لابن الأثير (ج٢ ص٣٣٨)، قال ابن الأثير رحمه الله: "فالسبيل في الأصل: الطريق ويذكر ويؤنث، والتانيث فيها أغلب"۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : «غُزًّى» /آل عمران: ١٥٦/ : وَاحِدُهَا غَازٍ. «هُمْ دَرَجَاتٌ» /آل عمران: ١٦٣/ : لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

ابوعبداللہ البخاری فرماتے ہیں کہ "غزا" جمع ہے اور اس کا واحد "غاز" ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿یا أیها الذین امنوا لاتکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانهم إذا ضربوا فی الأرض أو کانوا غزی ...... إلخ﴾ (۱) میں "غزی" کا جو لفظ ہے وہ غاز کی جمع ہے۔

هم درجات، لهم درجات۔

چونکہ "درجات" کا حمل "هم" پر درست نہیں اس لئے امام ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقدیر "لهم درجات" بیان کی ہے، جب کہ بعض دوسرے حضرات نے "هم ذوو درجات" کی تقدیر نکالی ہے۔(۲)

٢٦٣٧ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (٣) رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (مَنْ آمَنَ بِٱللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ، وَصَامَ رَمَضَانَ ، كَانَ حَقًّا عَلَى ٱللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، جَاهَدَ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ : (إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ ، أَعَدَّهَا ٱللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، ما بَيْنَ ٱلدَّرَجَتَيْنِ كما بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ ٱللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ – أُرَاهُ – فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ) .

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ ، عَنْ أَبِيهِ : (وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ) . [٦٩٨٧]

---

(۱) آل عمران /١٥٦۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص١١)۔

(۳) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج٢ص١١٠٣) كتاب التوحيد، باب ﴿وكان عرشه على الماء﴾، رقم (٧٤٢٣) والحديث من إفراده۔

تراجم رجال

۱۔ یحیی بن صالح

یہ یحیی بن صالح وحاظی شامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔ فلیح

یہ ابو یحیی فلیح عبدالملک بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۔ ھلال بن علی

یہ ہلال بن علی بن اسامہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دو حضرات کا مفصل تذکرہ "کتاب العلم، باب من سئل علماً وهو مشتغل في حديثه ......" کے تحت آچکا ہے۔(۲)

۴۔ عطاء بن یسار

یہ ابو محمد عطاء بن یسار ہلالی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب كفران العشير وكفر دون كفر" کے تحت گذر چکے۔(۳)

۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے تفصیلی حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۴)

قال النبي صلى الله عليه وسلم:"من آمن بالله ورسوله، وأقام الصلاة، وصام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة"۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب إذا كان الثوب ضيقا۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص ۶۳)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲۰۴)۔

(۴) كشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جو شخص اللہ پر اوراس کے رسول پر ایمان لایا، نماز ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالی پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔

ایک اشکال اوراس کے جوابات

یہاں حدیث باب میں صلاۃ وصوم کا تو ذکر ہے، لیکن حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں۔ حالانکہ جس طرح نماز اور روزے اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں اسی طرح زکوۃ اور حج بھی بنیادی رکن ہیں۔

علامہ کرمانی اور ابن بطال رحمہما اللہ نے یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ حدیثِ باب میں زکوۃ اور حج کے مذکور نہ ہونے کی وجہ ان دونوں کا اس وقت تک فرض نہ ہونا ہے۔(۱)

حافظ صاحب نے جواب یہ دیا ہے کہ یہاں حج اور زکوۃ کا ذکر کسی راوی سے حذف ہوگیا ہے کیونکہ ترمذی کی روایت جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں حج کا ذکر موجود ہے(۲) اور اسی میں حضرت معاذ فرماتے ہیں: "لا أدري أذكر الزكاة أم لا؟"۔(۳)

اور حافظ صاحب نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث کا مقصد ارکان اسلام کا استیعاب نہیں ہے، اسی لئے نماز اور روزے کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔(۳)

"كان حقا على الله أن يدخله الجنة" میں حق بطریق فضل وکرم ہے، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی پر اس شخص کو جنت میں داخل کرنا واجب ہے، بلکہ مطلب یہ ہے اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔(۴)

جاهد في سبيل الله أو جلس في أرضه التي فيها۔

خواہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اس جگہ بیٹھا رہے جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔

---

(۱) انظر شرح الكرماني (ج۱۲ص۹۸، ۹۹)، وشرح ابن بطال (ج۵ص۱۳)۔

(۲)انظر الجامع للترمذي (ج۲ص۷۹)، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة، رقم (۲۵۳۰)۔

(۳) انظر فتح الباري (ج٦ص۱۲)۔

(۴) حوالہ بالا۔

اس عبارت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جو جہاد نہ کرسکتا ہو تسلی دے رہے ہیں کہ وہ بھی اجر سے محروم نہیں ہے کیونکہ ایمان پر استقامت اور دیگر فرائض کی ادائیگی کا التزام اسے جنت میں پہنچادے گا، اگرچہ اس کا درجہ مجاہدین کے درجہ سے کم ہو۔(۱)

فی سبیل اللہ کا مطلب

اب یہ سمجھئے کہ ''سبیل اللہ'' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ایک معنی اس کے عام ہیں، ہر وہ عمل خیر جس کا مقصد رضائے الٰہی اور تقرب الی اللہ ہو اس پر سبیل اللہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے فرائض کی ادائیگی، نوافل دیگر عبادات وطاعات کا اہتمام وغیرہ، یہ اطلاق فی سبیل اللہ کا عام ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کتاب الجمعہ میں "عباية بن رفاعة" کے طریق سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:

"أدركني أبو عبس وأنا أذهب إلى الجمعة، فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من اغبرت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار"۔(۲)

''حضرت عبایہ بن رفاعۃ فرماتے ہیں کہ میں جمعے کی ادائیگی کے لئے مسجد جارہا تھا، مجھے حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ ملے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں اللہ اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادیتا ہے'' یعنی جہنم کی آگ اسے نہ چھوئے گی۔

یہاں ذہاب الی الجمعۃ پر حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی اور انہوں نے ذہاب الی الجمعۃ کو سبیل اللہ سے تعبیر کیا۔ یہ اطلاق عام ہے۔

۲۔دوسرے معنی فی سبیل اللہ کے خاص ہیں، وہ جہاد اور قتال ہے، چنانچہ جب فی سبیل اللہ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد قتال ہوا کرتا ہے۔(۳)

---

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص١٢)، وشرح ابن بطال (ج٥ص١٣)۔

(۲) انظر صحيح البخاري (ج١ص١٢٤)، كتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، رقم (٩٠٧)۔

(۳) انظر النهاية لابن الأثير الجزري (ج٢ص٣٣٨، ٣٣٩)، مادة "سبل" وشرح القسطلاني (ج٥ص٤٩)۔

فقالوا: یا رسول اللّٰه، أفلا نبشر الناس؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیدیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے والے صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے: "قال معاذ: ألا أخبر بهذا الناس؟" (۱)، یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ (۲)

قال: "إن في الجنة مائة درجة أعدها اللّٰه للمجاهدين في سبيل اللّٰه، ما بين الدرجتين كما بين السماء والأرض"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو منازل ہیں، جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے اس کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے۔ دو منزلوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کا درمیانی فاصلہ۔

جنت کے درجات کتنے ہیں؟

جنت کے درجات کتنے ہیں اس میں اختلاف ہے، حدیث باب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے کل درجات سو ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا گیا ہے: "يقال يعني لصاحب القرآن: اقرأ وارق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلتك عند آخر آية تقرؤبها"۔ (۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے درجات قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں، نیز حدیثِ مذکورہ بالا سے بھی اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ جنت کے درجات قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے مطابق ہیں اور قرآن مجید کی آیات (٦٦٦٦) تو معروف ہی ہیں۔ اس لئے صرف سو درجات کا جنت میں ہونا کیسے قابل قبول ہوگا؟

---

(۱) انظر الجامع للترمذي (ج۲ ص۷۹)، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء في صفة درجات الجنة، رقم (٢٥٣٠)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص١٢)۔

(۳) انظر الجامع للترمذي (ج۲ ص١١٩)، أبواب فضائل القرآن، باب (إن الذى ليس في جوفه من القرآن كالبيت الخرب)، رقم (٢٩١٤)، وسنن أبي داود (ج١ ص٢٠٦)، كتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل في القراءة، رقم (١٤٦٤)۔

اس اشکال کا جواب حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ "إن في الجنة مائة درجة" والی روایت سے درجات کبار مراد ہیں اور درجات صغار کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا۔ اور جنت کے تمام منازل قرآن کی آیات کے برابر ہیں۔(١)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے سیاق سے یہ معنی لازم نہیں آتے کہ درجات جنت سو ہی ہیں بلکہ اور بھی ہیں، لیکن چونکہ ذکر مجاہدین کا ہو رہا ہے اس لئے صرف ان ہی کے درجات کی تعیین کی گئی ہے۔(٢)

جنت کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ کتنا ہے؟

یہاں حدیث باب میں آیا ہے: "مابین الدرجتین کما بین السماء والأرض" کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان فاصلے کی مقدار اتنی ہوگی جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہوتی ہے۔

اب آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ روایات اس سلسلے میں مختلف ہیں۔

چنانچہ ترمذی شریف کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے:

"...... ثم قال: "هل تدرون كم بينكم و بينها؟" قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "بينكم و بينها (مسير) خمسمائة سنة"۔(٣)

ابن ماجہ، سنن ابی داود اور ترمذی ہی کی ایک اور روایت جو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں آتا ہے: قال: "فإن بعد مابينهما إما واحدة وإما اثنتان أو ثلاث وسبعون سنة......" (٤) کہ زمین اور آسمان کے درمیان اکہتر، بہتر یا تہتر سال کا فاصلہ ہے"۔

---

(١) تعليقات الشيخ الكاندهلوي على الكوكب الدري (ج٣ص ٣١٠)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ص ١٢)۔

(٣) انظر الجامع للترمذي (ج٦ص ١٦٥)، أبواب تفسير القرآن، (باب ومن) سورة الحديد، رقم (٣٢٩٨)۔

(٤) انظر سنن ابن ماجه (ص١٧و١٨)، كتاب السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، رقم (١٩٣) وسنن أبي داود (ج٢ص ٢٩٣)، أول كتاب السنة، باب في الجهمية، رقم (٤٧٢٣)، والجامع للترمذي (ج٢ص ١٦٩)، أبواب تفسير القرآن، (باب) ومن سورة الحاقة، رقم (٣٣٢٠)۔

تعارض کے جوابات

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت وہم ہے، کہ کسی راوی نے روایت سے چار سو بیس سے زائد سالوں کو ساقط کر دیا۔ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال ہے۔(۱)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں میں جمع وتطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس روایت میں اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا ذکر آیا ہے وہاں سرعت سیر مراد ہے اور جہاں پانچ سو سال کا ذکر آیا ہے وہاں بطوء سیر مراد ہے، یعنی سرعت سیر کے اعتبار سے اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا فاصلہ بنے گا اور بطوء سیر کے اعتبار سے پانچ سو سال کا فاصلہ بنے گا۔(۲)

علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ روایتوں کے درمیان یہ تفاوت سائر (چلنے والے) کے اعتبار سے ہے، کیونکہ انسان کی چال اور گھوڑے کی چال میں ظاہر ہے کہ فرق ہوتا ہے۔(۳)

پھر ترمذی کی ایک اور روایت، جو "محمد بن جحادة عن عطاء عن ابی هريرة" کے طریق سے مروی ہے، میں وارد ہوا ہے کہ جنت کے اندر ہر دو درجے کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: في الجنة مائة درجة، مابين كل درجة مائة عام"۔ (۴) اور طبرانی کی ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔(۵)

یہ پانچ سو سال والی روایت اس روایت کی تائید کرتی ہے جس میں آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن سو سال والی روایت مشکل بن جاتی ہے۔ اب یا تو اسے تکثیر پر حمل کیا جائے یعنی یہ کہا جائے سو سال تحدید کے لئے نہیں ہیں، بلکہ کثرت کو بیان کرنا مقصود ہے تو اشکال ختم ہوگا، یا پھر وہی حافظ صاحب والا جواب اختیار کیا جائے جس کو ابھی ہم اوپر ذکر کر چکے۔

---

(۱) انظر فيض الباري (ج۳ ص ۴۲۰)۔

(۲) انظر فتح الباري (ج۱۳ ص۴۱۳ و ۴۱۴)۔

(۳) بذل المجهود (ج۱۸ ص۲۵۷)۔

(۴) انظر الجامع للترمذي (ج۲ ص) أبواب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة، رقم (۲۵۲۹)۔

(۵) انظر مجمع الزوائد للهيثمي (ج۱۰ ص۴۱۹)، كتاب أهل الجنة، باب في درجات الجنة۔

فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس۔

اور جب تم اللہ تعالی سے طلب کروتو فردوس طلب کرو۔

"فـردوس" وہ باغ کہلاتا ہے جس میں ہر چیز ہوتی ہے، پھول پھلواری بھی اس میں ہوتی ہیں، کھانے پینے کا سامان بھی اس میں ہوتا ہے اور نہریں بھی اس میں ہوتی ہیں۔(۱)

اس کی جمع "فَرادِیس" آتی ہے۔(۲)

فإنه أوسط الجنة وأعلى الجنة۔

بے شک فردوس جنت کا افضل اور اعلی حصہ ہے۔

"أوسط" سے مراد یہاں افضل ہے۔(۳)

اور علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اوسط سے مراد متوسط ہو یعنی فردوس جنت کے درمیان واقع ہے اور جنت نے اسے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔(۴)

أراه قال: "وفوقه عرش الرحمن"۔

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ یحیی بن صالح کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس میں شک ہے کہ میرے استاذ فلیح نے شاید یہ کہا ہے:"وفوقه عرش الرحمن" ۔لیکن اس روایت کو یحیی بن صالح کے علاوہ فلیح کے دیگر شاگردوں نے بغیر شک کے نقل کیا ہے، جیسا کہ اسماعیلی کے نسخے میں یونس بن محمد وغیرہ کی روایت ہے۔(۵)

ومنه تفجر أنهار الجنة۔

اور فردوس ہی سے جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔

بعض حضرات نے "منه" کی ضمیر عرش کی طرف لوٹائی ہے۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عرش سے جنت

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص٩٠)۔

(۲) مجمع بحار الأنوار (ج٤ص١١٥) مادة "فردس"۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩٠)۔

(٤) انظر شرح ابن بطال (ج٥ص١٢)۔

(٥) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

کی نہریں پھوٹتی ہیں۔(۱)

لیکن ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "منه" کی ضمیر کو عرش کی طرف لوٹانا وہم ہے، بلکہ یہ ضمیر "فردوس" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور معنی اس صورت میں ہوں گے کہ فردوس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔(۲)

"تفجر" اصل میں تتفجر تھا، اس سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے اور "التفجر" کے معنی پھوٹنے کے ہیں۔(۳)

قال محمد بن فليح عن أبيه: "وفوقه عرش الرحمن"۔

محمد بن فلیح نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ فردوس کے اوپر اللہ تبارک وتعالی کا عرش ہے۔

تعلیق کے ذکر کرنے کا مقصد اور تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس تعلیق سے یہ بیان کرنا ہے کہ اس روایت کو جب فلیح کے بیٹے نے روایت کیا تو انہوں نے بغیر شک کے جزم کے ساتھ "وفوقه عرش الرحمن" فرمایا۔ اور یحیی بن صالح کی طرح شک کے ساتھ بیان نہیں کیا۔(۴)

اس تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں "عن إبراهيم عن محمد بن فليح عن أبيه" کے طریق سے موصولاً نقل فرمایا ہے، اس کے علاوہ امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو "يونس بن محمد، عن فليح" کے طریق سے بلا شک کے روایت کیا ہے۔(۵)

وفوقه عرش الرحمن۔

اکثر راویوں کی روایت میں "فوقه" ظرفیت کی بناء پر نصب کے ساتھ ہے۔(۶) البتہ مشارق میں ہے کہ

---

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص١٣)۔

(۲) انظر فتح الباري (ج٦ص١٣)۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

(۴) حوالۂ بالا۔

(۵) تغليق التعليق (ج٣ص٤٣١)، وأخرجه البخاري (ج٢ص١١٠٤) في كتاب التوحيد، باب ﴿وكان عرشه على الماء﴾، رقم (٧٤٢٣)۔

(٦) انظر فتح الباري (ج١٣ص٤١٤)۔

ابو محمد اصیلی رحمہ اللہ علیہ نے اس لفظ کو مرفوع نقل کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مرجوح قرار دیا ہے۔(۱)

اگر نصب کے ساتھ ہے تو مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ فردوس کے اوپر اللہ کا عرش ہے۔ اور اگر رفع کے ساتھ ہے تو اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ فردوس کی چھت عرش الرحمٰن ہے۔ اس صورت میں "فوقہ" کے معنی چھت کے ہوں گے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "إن في الجنة مائة درجة" سے لے کر "مابين الدرجتين كما بين السماء والأرض" تک میں ہے۔ اور مناسبت بالکل واضح ہے۔(۲)

٢٦٣٨ : حدّثنا مُوسٰى : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجاءٍ ، عَنْ سَمُرَةَ (۳)، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي ، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا ، قالَا : أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ) . [ر : ٨٠٩]

تراجم رجال

۱۔ موسیٰ

یہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے تحت نقل کئے جا چکے۔(۴)

---

(۱) انظر فتح الباري (ج۱۳ ص٤١٤)۔

(۲) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٨٩)۔

(۳) قوله: "عن سمرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناسَ إذا سلم، رقم (٨٤٥)۔

(٤) كشف الباري (ج١ ص٤٣٣)۔

۲۔ جریر

یہ جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۱)

۳۔ ابورجاء

یہ ابورجاء عمران بن ملحان عطاردی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۲)

۴۔ سمرۃ

یہ مشہور صحابی، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۳)

أما هذه الدار فدار الشهداء: یہ جملہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے شہداء کی منزلیں جنت کی ارفع واعلی منازل ہیں۔ (۴)

یہ حدیث بعینہ اسی سند کے ساتھ کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے اور اس کی دیگر تشریحات بھی۔ (۵)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی مناسبت ترجمے کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "هي أحسن و أفضل إلخ" سے ہے۔ (۶)

٥ – باب : الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، وَقابِ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ .

(١) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد۔

(٢) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب التیمم، باب الصعید الطیب وضوء المسلم، ......۔

(٣) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحیض، باب الصلاة علی النفساء وسنتها۔

(٤) شرح القسطلاني (ج٥ص٣٨)۔

(٥) کتاب الجنائز، باب بلا ترجمة، بعد باب ما قیل في أولاد المشرکین، رقم (١٣٨٦)۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ ص٩١)۔

سابق باب کے ساتھ مناسبت

سابق باب میں مجاہدین کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو درجات اور منازل تیار کر رکھے ہیں ان کا بیان تھا۔ اب اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجاہدین ان درجات کو صرف صبح یا صرف شام کا وقت بھی اللہ کے رستے میں دے کر حاصل کر سکتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صبح اور شام کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔(۱) اور یہ کہ جنت میں ایک ذراع برابر جگہ کی کیا فضیلت ہے؟(۲)

۲۶۳۹ ـ حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَد : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَس بْن مالِكٍ(۳) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَغَدْوَةٌ في سَبِيلِ ٱللهِ أَوْ رَوْحَةٌ ، خَيْرٌ مِنَ ٱلدُّنْيَا وَما فِيهَا) . [۲٦٤۳]

تراجم رجال

ا۔ معلّٰی بن اسد

یہ معلّٰی بن اسد البصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٩١)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص١٤)۔

(۳) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً (ج١ ص٣٩٢)، كتاب الجهاد والسير، باب الحور العين وصفتهن، رقم (٢٧٩٦)، وكتاب الرقاق (ج٢ ص٩٧٢)، باب صفة الجنة والنار، رقم (٦٥٦٨)، ومسلم (ج٢ ص١٣٤)، كتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم (٤٨٧٣)، والترمذي (ج١ ص٢٩٤) أبواب فضائل الجهاد، باب ماجاء في الغدو والرواح في سبيل الله، رقم (١٦٥١)۔

(٤) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحيض، باب المرأة تحيض بعد الإفاضة۔

۲۔وهیب

یہ وهیب بن خالد بن عجلان باهلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے۔(۱)

۳۔حمید

یہ ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید الطّویل خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله ......" کے ذیل میں آچکا۔(۲)

۴۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

عن النبي ﷺ قال: لغدوة في سبيل الله أو روحة، خير من الدنيا و ما فيها۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، اللہ تعالی کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام لگانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔

حدیث کی لغوی تشریح

"غدوة" - بالفتح- کے معنی ہیں صبح کے وقت ایک مرتبہ نکلنا اور "غدو" کالفظ صبح سے زوال کے وقت تک کو شامل ہے۔(۴)

"روحة" - بالفتح - کے معنی ہیں ایک مرتبہ شام کو نکلنا اور "رواح" کالفظ زوال کے بعد سے رات تک کے وقت کو شامل ہے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۱۸)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۵۷۱)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(٤) مجمع بحار الأنوار (ج۲ص۳۸۸) مادة "روح" وعمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

(٥) مجمع بحار الأنوار (ج٤ص١٣) مادة "غدا" وعمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

حدیث کا مطلب

ابن المہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خیر من الدنیا" کا مطلب یہ ہے کہ اس تھوڑے سے زمانے کا ثواب اور بدلہ جنت میں دنیا کے تمام زمانوں سے بہتر ہے۔(۱)

ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "غدوة" اور "روحة" کے ذریعے جو ثواب حاصل ہوگا وہ بہتر ہے اس ثواب سے جو دنیا وما فیہا کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کر کے حاصل کیا جائے۔(۲)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس قول کی تایید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً نقل کیا ہے:

"قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم جيشاً فيهم عبد الله بن رواحة، فتأخر ليشهد الصلاة مع النبي صلى الله عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده لو أنفقت مافي الأرض ماأدركت فضل غدوتهم"۔ (۳)

کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے لئے رک گئے، (جب آپ کو معلوم ہوا) تو فرمایا، خدا کی قسم! تم اگر جو کچھ زمین میں ہے اس کو خرچ کرڈالو تب بھی ان کے غدوہ کی فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتے۔"

صبح وشام کی تخصیص کی وجہ

یہاں صبح شام کا ذکر غالباً صرف اس لئے کردیا گیا ہے کہ صبح یا شام ہی کو سفر پر روانہ ہونے کا دستور تھا، ورنہ اگر کوئی شخص دن کے درمیانی حصے میں خدمتِ دین کے کسی سلسلے میں جائے تو یقیناً اس کے اس جانے کی بھی وہی فضیلت ہے۔(۴)

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ ص۱٤)۔
(۲) انظر فتح الباري (ج٦ ص١٤)۔
(۳) انظر فتح الباري (ج٦ ص١٤)۔
(٤) معارف الحديث (ج١ ص١٦١)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح اور ظاہر ہے۔(۱)

٢٦٤٠ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ ابْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ [(۲)]، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ . وَقالَ : لَغَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ) .

تراجم رجال

ا۔ابراہیم بن المنذر

یہ ابواسحاق ابراہیم بن المنذر بن عبداللہ قرشی اسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔محمد بن فلیح

یہ ابوعبداللہ محمد بن فلیح بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۔ أبی

"أب" سے فلیح عبدالملک بن سلیمان خزاعی اسلمی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

۴۔ہلال بن علی

یہ ہلال بن علی بن اسامہ قرشی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان چاروں حضرات کا تذکرہ "کتاب العلم، باب من

---

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص٩١)۔

(۳) قوله: "عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا(ج١ ص٤٦١)، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة، رقم (٣٢٥٣)، و(ج٢ ص٩٧٢) كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، رقم (٦٥٦٨)، والترمذي في جامعه (ج١ ص٢٩٤)، أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في الغدوة والروحة في سبيل اللّٰه، رقم (١٦٤٩)۔

سئل علما وهو مشتغل فی حدیثه، ......" کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

۵۔عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ

یہ عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ عمرو بن محصن انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۶۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے ذیل میں آ چکے۔(۳)

قال: لقابُ قوسٍ في الجنة خير مما تطلع عليه الشمس وتغرب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت میں ایک کمان برابر جگہ بھی اس پوری کائنات سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

"قاب" — بتخفيف القاف وآخره موحدة— مقدار کو کہتے ہیں۔(۴)

اور علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"قاب القوس: مابین السية والمقبض" (۵)"یعنی کمان کے قبضے اور گوشے کے درمیان کا فاصلہ "قاب" کہلاتا ہے"۔

اور امام مجاہد سے اس کے معنی "قدر ذراع" مروی ہیں۔اس صورت میں "قوس" کے معنی ذراع کے ہوں گے، قبیلہ ازدشنوءۃ کی لغت میں "قوس" ذراع کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ ناپا جائے۔(۶) اگلے باب کی روایت میں ایک لفظ قید —بکسر القاف وبعدها تحتانية۔ بھی آیا ہے، اس کے معنی بھی مقدار کے ہیں۔(۷)

اور حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جنت اتنی بہترین اور پاکیزہ جگہ ہے کہ وہاں کی ایک ہاتھ برابر یا

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص -٦٢)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب المساقاة، باب حلب الإبل على الماء۔

(۳) كشف الباري (ج١ص٦٥٩)۔

(٤) انظر فتح الباري (ج٦ص١٤)۔

(٥) أعلام الحديث (ج٢ص١٣٥٧)۔

(٦) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص١٤)۔

ایک کمان برابر جگہ بھی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔(۱)

اور "خير مما تطلع الشمس وتغرب" سے مراد "خير من الدنيا ومافيها" ہی ہے۔(۲)

وقال:لغدوة أو روحة في سبيل الله خير مما تطلع عليه الشمس وتغرب۔

اورفرمایا، اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام کے لیے نکلنا بہتر ہے اس ساری کائنات سے جس پر سورج طلوع اورغروب ہوتا ہے۔

اس جملہ کی تشریح ابھی ماقبل میں باب کی پہلی حدیث کے تحت گذر چکی۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ کے پہلے جزء کے ساتھ مطابقت "لغدوة أو روحة في سبيل الله" میں ہے۔اور جزء ثانی کے ساتھ مناسبت "لقاب قوس في الجنة ...... إلخ" میں ہے۔(۳)

٢٦٤١ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيانُ . عَنْ أَبِي حازِمٍ . عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ(٤) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ في سَبِيلِ ٱللهِ أَفْضَلُ مِنَ ٱلدُّنْيَا وَما فِيهَا) . [٢٧٣٥ ، ٣٠٧٨ ، ٦٠٥٢]

---

(١) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج١ص١٩٤)۔

(٢) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩١)۔

(۳) حوالۂ سابقہ۔

(٤) قوله: "عن سهل بن سعد رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج١ص٤٠٥)، كتاب الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله، رقم (٢٨٩٢)، و(ج٢ص٩٤٩)، كتاب الرقاق، باب مثل الدنيا في الآخرة، رقم (٦٤١٥)، ومسلم في صحيحه (ج٢ص١٣٤)، كتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم (٤٨٧٤و ٤٨٧٥)، والترمذي في جامعه (ج١ص٢٩٤) في فضائل الجهاد، باب ماجاء في الغدو والرواح في سبيل الله، رقم (١٦٤٨)، وباب ماجاء في فضل المرابط، رقم (١٦٦٤)، والنسائي في الصغرى(ج٢ص٥٥) في كتاب الجهاد، باب فضل غدوة في سبيل الله، رقم (٣١٢٠)۔

تراجم رجال

۱۔قبیصة

یہ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔سفیان

یہ مشہور امام محدث حضرت سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکے ہیں۔(۱)

۳۔ابوحازم

یہ ابوحازم سلمۃ بن دینار مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴۔سہل بن سعد

یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔(۲)

حدیث کی تشریح ماقبل میں گذر چکی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا انطباق

حدیث کی مطابقت ترجمۃ کے ساتھ بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ اس میں بھی غدوۃ اور روحۃ کا ذکر اور ان دونوں اوقات میں اللہ کے راستے میں نکلنے کی فضیلت کا بیان ہے۔(۳)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۲۷۵—۲۸۰)۔

(۲) ان دونوں کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص٩٢)۔

٦ - باب : الحُورِ الْعِينِ . وَصِفَتُهُنَّ يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ . شَدِيدَةُ سَوَادِ العَيْنِ .
شَدِيدَةُ بياضِ العينِ .

ماقبل سے ربط ومناسبت

باب سابق میں ''درجات المجاہدین'' کا ذکر تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجاہدین کے لئے خصوصی طور پر سو درجات اور منازل تیار کر رکھے ہیں۔

اب اس باب میں ضمناً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان منازل میں حوریں بھی ہوں گی اور ان کی صفت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر دنیا میں جھانک لے تو ساری دنیا روشن ہو جائے اور کائنات خوشبو سے بھر جائے ......(۱)۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالی نے شہداء کے لئے قسم قسم کے انعامات تیار کر رکھے ہیں ان میں حوریں بھی شامل ہیں پھر ان حوروں کی مختلف صفات کو بیان کیا گیا ہے۔

يحار فيها الطرف۔

نظریں (ان کو دیکھ کر) حیرت زدہ ہو جائیں گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حور کی وجہ تسمیہ بیان فرما رہے ہیں کہ حور کو حور اس لئے کہا جاتا ہے کہ نظریں ان کے حسن کو دیکھ کر حیران ہو جائیں گی۔(۲) گویا حور "حیرۃ" سے مشتق ہے۔

لیکن اس پر علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ "حیرۃ" تو اجوف یائی ہے اور حور اجوف واوی ہے، چنانچہ اجوف واوی کو اجوف یائی سے مشتق قرار دینا کیسے درست ہوگا؟(۳)

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ص٩٣)۔

(۲) إرشاد الساري (ج٥ص٣٩)۔

(۳) انظر فتح الباري (ج٦ص١٥)۔

اس اعتراض کا جواب حافظ صاحب نے یہ دیا ہے کہ یہاں اشتقاق اکبر مراد ہے اور اس میں اکثر حروف میں مشتق اور مشتق منہ کا اتحاد کافی ہوتا ہے اور تمام حروف کے اندر اتحاد ضروری نہیں ہوتا۔ اور اشتقاق صغیر مراد نہیں۔(۱)

شديدة سواد العين، شديدة بياض العين۔

آنکھوں کی شدید سیاہی والیاں، شدید سفیدی والیاں۔

یہ عین کی تفسیر ہے۔ اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔(۲)

الحور العین کی لغوی تحقیق

لفظ "حور" حوراء کی جمع ہے، امام ابن سیدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حوراء وہ ہے جس کی آنکھوں کی سفیدی بہت زیادہ ہو، اس کی آنکھوں کی سیاہی بھی بہت شدید ہو، آنکھ کی پتلی گول ہو، پلکیں باریک ہوں اور پلکوں کے اردگرد سفیدی ہو۔(۳)

اور حوراء کے معنی "بیضاء" کے بھی کئے گئے ہیں یعنی وہ عورت جو سفید ہو۔(۴)

عِین – بكسر العين المعجمة وسكون الياء– عيناء کی جمع ہے اور عیناء کے معنی ہیں وہ عورت جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں اور جو حصہ آنکھوں کا سفید ہوتا ہے اس کی بیاض میں شدت ہو اور جو حصہ سیاہ ہوتا ہے اس میں سیاہی کی شدت ہو۔(۵)

«وَزَوَّجْنَاهُمْ» /الدخان: ٥٤/ : أَنْكَحْنَاهُمْ.

اور ہم ان کا نکاح (حوروں) سے کریں گے۔

(۱) حوالہ سابقہ وانظر لتفصيل أنواع الاشتقاق مراح الأرواح (ص٤–٥)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص١٥)۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٩٣)۔

(٤) المعجم الوسيط (ج١ ص٢٠٦)۔

(٥) انظر فتح الباري (ج٦ ص١٥)، وانظر النهاية لابن الأثير (ج٣ ص٣٣٣) مادة "عين"۔

عبارت مذکورہ کا مقصد

اس جملہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الدخان کی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿وزوجناهم بحور عين﴾ اوراس کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ بالکل واضح ہے، کیونکہ اس میں بھی "حور عین" کا تذکرہ ہے۔(۱)

اور "زوجناهم" کی تفسیر جو "أنكحناهم" سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے یہ ان کے استاذ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جبکہ اس کی ایک دوسری تفسیر "زوجناهم": جعلناهم أزواجاً أزواجاً" یعنی ہم نے انہیں جوڑے جوڑے بنایا۔ بھی کی گئی ہے۔(۲)

٢٦٤٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ(۳) ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ ، لَهُ عِنْدَ ٱللهِ خَيْرٌ ، يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى ٱلدُّنْيا ، وَأَنَّ لَهُ ٱلدُّنْيا وَما فِيها ، إِلَّا الشَّهِيدُ ، لِما يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهادَةِ ، فَإِنَّهُ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى ٱلدُّنْيا ، فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرَى) . [٢٦٦٢]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان"

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٩٣)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج١ ص٣٩٥)، كتاب الجهاد، باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، رقم (٢٨١٧)، ومسلم (ج٢ ص١٣٤) كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله، رقم (٤٨٦٨)، والترمذي (ج١ ص٢٩٣) أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في ثواب الشهداء، رقم (١٦٤٣)، والنسائي (ج٢ ص٦٠)، كتاب الجهاد، باب مايتمنى أهل الجنة، رقم (٣١٦٢)۔

کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔معاویۃ بن عمرو

یہ معاویۃ بن عمرو ازدی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ابو اسحاق

یہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔حمید

یہ ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید الطّویل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب خوف المومن من أن يحبط عمله ......" کے ذیل میں آچکا۔(۴)

۵۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات "كتاب الإيمان ، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی اللہ کا بندہ جسے مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ سے خیر وثواب ملا ہے، دنیا و مافیہا کو پاکر بھی دوبارہ یہاں آنا پسند نہیں کرے گا۔جب کہ اس کے لئے دنیا و مافیہا کی ساری چیزیں ہو جائیں۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو جائے گا، اللہ تعالی کی نعمتوں کا مشاہدہ کرے گا اور ان سے لطف وحظ اٹھائے گا تو وہ اس پر راضی نہ ہوگا کہ دوبارہ دنیا میں لوٹ آئے، اگر چہ اس کو دنیا کی ساری چیزیں دے دی جائیں۔

---

(۱) كشف الباري (ج۱ ص۶۵۷)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب إقبال الإمام على الناس ......۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۵۷۱)۔

(٥) كشف الباري (ج۲ ص٤)۔

إلا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة، فإنه يسره أن يرجع إلى الدنيا، فيقتل مرة أخرى"۔

سوائے شہید کے، چونکہ وہ شہادت کی فضیلت ومرتبے کو دیکھے گا تو اس کے لئے یہ بات خوش کن ہوگی کہ دوبارہ دنیا میں لوٹ جائے اور پھر سے شہید ہو جائے۔

شہید اور غیر شہید کے مراتب کا فرق

حدیث بالا میں شہید اور غیر شہید کے فرق مراتب کا ذکر ہے کہ عام جنتی سے ایک شہید کی فضیلت ومرتبت بہت زیادہ ہوگی، اسی وجہ سے شہید جب اللہ تعالی کے انعامات واحسانات کا مشاہدہ کرے گا تو اس کی تمنا یہ ہوگی کہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور پھر شہید ہو جائے۔

یہاں حدیث باب میں "فیقتل مرة أخرى" وارد ہوا ہے، جب کہ بخاری ہی کی ایک روایت میں "فيقتل عشر مرات" آیا ہے۔(۱) دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں، دونوں سے مراد بار بار اور کثرت سے شہید ہونا ہے۔(۲)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ترجمہ کے تحت اس لئے داخل فرمایا ہے کہ اس حدیث میں اس سبب کا ذکر ہے جس کی وجہ سے شہید دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنے کی اور شہادت کی تمنا کرے گا کیونکہ شہید کے مشاہدے میں اس پر اللہ تعالی کی نعمتیں آئیں گی اور اللہ تعالی اس کی حوروں سے نکاح کروائے گا، جن میں سے ہر ایک حور کی صفت یہ ہوگی کہ اگر وہ دنیا میں جھانک لے تو وہ پوری کی پوری روشن ہو جائے، انہی نعمتوں اور حوروں کو دیکھ کر وہ دنیا میں آنے اور شہادت کی تمنا کرے گا، تا کہ اللہ تعالی کے اکرام، اس کی نعمتوں اور فضل کو مزید حاصل کرے۔(۳)

---

(۱) انظر الصحيح للبخاري (ج۱ ص۳۹۵)، كتاب الجهاد والسير، باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، رقم (۲۸۱۷)۔

(۲) مرقاة (ج۷ ص۲۷۶)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ ص۱۵)۔

۲۶۴۳ : قالَ : وَسَمِعْتُ أنسَ بْنَ مالِكٍ[1] : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَرَوْحَةٌ في سَبيلِ اللهِ ، أَوْ غَدْوَةٌ ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيا وَما فِيهَا ، وَلَقابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ ، أَوْ مَوْضِعُ قِيدٍ - يَعْنِي سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيا وَما فِيهَا ، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضاءَتْ ما بَيْنَهُمَا ، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا ، وَلَنَصيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيا وَما فِيهَا) . [ر : ۲۶۳۹]

بعض حضرات نے ”قید“ کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ تصحیف ہے، حقیقت میں یہ لفظ ”قد“ ہے اور ”قد“ اس کوڑے کو کہا جاتا ہے جو غیر مدبوغ کھال سے بنایا گیا ہو۔(۲)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دعوائے تصحیف کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ معنیً کلام صحیح ہے۔(۳)

اور یہ بات گذشتہ باب میں گذر چکی کہ ”قاب“ اور ”قید“ کے معنی مقدار کے بھی آتے ہیں۔(۴)

قاب اور سوط کی تخصیص کی وجہ اور مراد

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”عرب کا یہ رواج تھا کہ جب چند سواروں کا قافلہ چلتا تو جو سوار منزل پر اترتے وقت جہاں قیام کرنا چاہتا، وہاں اپنا کوڑا ڈال دیتا، پھر وہ جگہ اسی کی سمجھی جاتی اور کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہ کرتا۔ تو اس حدیث میں کوڑے کی جگہ سے مراد دراصل اتنی مختصر سی جگہ ہے، جو کوڑا ڈال دینے سے کوڑے والے سوار کے لئے مخصوص ہو جاتی ہے، جس میں وہ بستر لگا لے، یا خیمہ ڈال لے......۔

اسی طرح کا ایک دستور یہ تھا کہ جب کوئی پیدل آدمی کسی جگہ منزل کرنا چاہتا تھا تو وہ اپنی

(۱) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": مرّ تخريج هذا الحديث في الباب السابق۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۰۱)۔

(۳) حوالۂ بالا۔

(۴) فتح الباري (ج٦ص١٤)۔

کمان وہاں ڈال دیتا تھا اور اس طرح وہ جگہ اس کے لئے مخصوص ہو جاتی تھی، پس اس حدیث میں کمان کی جگہ سے مراد گویا ایک آدمی کی منزل ہے..........."۔(۱)

ولـو أن امـرأة من أهل الجنة اطلعت إلى أهل الأرض لأضاء ت ما بينهما ولملأته ريحا، ولنصيفها على رأسها خير من الدنيا ومافيها۔

اور اگر اہل جنت کی ایک عورت بھی دنیا والوں کی طرف جھانک لے تو اس کے درمیان کے تمام حصوں کو روشن کردے اور اس کو خوشبو سے بھر دے۔ اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

یہاں حوروں کی صفت بتائی گئی ہے کہ ایک حور بھی اگر دنیا میں جھانک لے تو آسمان اور زمین کے درمیان کو روشن کردے۔(۲) یہ اس کے حسن کا بیان ہے۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ دنیا کو خوشبو سے بھر دے۔ یعنی وہ جو خوشبو استعمال کرتی ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ پوری دنیا کو خوشبو سے بھر سکتی ہے۔

"نصيف" — بفتح النون وكسر الصاد المهملة— خمار یعنی اوڑھنی کو کہتے ہیں۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا انطباق

ترجمۃ کے ساتھ حدیث کا انطباق "ولو أن امرأة....." میں ہے کیونکہ ترجمے میں "الحور العين وصفتهن" آیا ہے اور یہاں "امرأة" سے مراد حور ہی ہے۔ پھر حور کی بعض صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک صفت تو "ولو أن امرأة من أهل الجنة اطلعت إلى أهل الأرض لأضاء ت" ہے اور دوسری صفت کا بیان "ولنصيفها على رأسها خير من الدنيا ومافيها" میں ہے۔(۳)

(۱) معارف الحديث (ج۱ص۱۶۱و۱۶۲)، كتاب الإيمان۔

(۲) إرشاد الساري (ج۵ص۴۰)۔

(۳) انظر عمدة القاري (ج۱۴ص۹۵)۔

(٤) حوالۂ بالا (ج۱۴ص۹۴)۔

۷ – باب : تَمَنِّي الشَّهَادَةِ .

سابق باب سے ربط

سابقہ ابواب میں قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت، اہمیت اور مرتبے کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا اور شہید کے درجات وغیرہ کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما رہے ہیں کہ قتال میں شرکت اور شہادت کی تمنا کرنی چاہئے جب کہ اس کی تمنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہو۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمے کو قائم کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔(۱)

دراصل اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ تمنائے شہادت تو مستلزم ہے تمنائے موت کو اور تمنائے موت منہی عنہ ہے تو پھر شہادت کی تمنا کرنا کیسے درست ہوگا؟

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کو قائم کر کے یہ بتلایا کہ تمنائے شہادت کی تو ترغیب دی گئی ہے، اس لئے اس کی تمنا کرنا جائز اور درست ہے اور مذکورہ بالا توہم اور اشکال کو دور فرمایا ہے، چنانچہ موت کی تمنا تب ممنوع ہوتی ہے جب دنیاوی مصائب سے تنگ ہو کر آدمی موت کی تمنا کرتا ہے۔(۲)

مذکورہ بالا اشکال کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصل میں کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو قصداً و بالذات تو درست نہیں ہوتیں، لیکن تبعاً و ضمناً اگر پائی جائیں تو درست ہو جاتی ہیں، جیسا کہ جہاد کے وقت کافروں کے بچوں کو اور ان کی عورتوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن اگر آپ شب خون مارتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا اور ضمناً عورتیں بھی قتل ہو جاتی ہیں اور بچے بھی مارے جاتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اسی طرح تمنائے شہادت کے ضمن میں اگر تمنائے موت آ جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

---

(۱) انظر عمدة القاري (ج١٤ ص٩٥)۔

(۲) لامع الدراري (ج٧ ص٣١٢)۔

٢٦٤٤ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزّهريّ قال : أخبرني سعيد بن المسيّب : أنّ أبا هريرة رضي الله عنه[1] قال : سمعت النّبيّ ﷺ يقول : (والّذي نفسي بيده ، لولا أنّ رجالاً من المؤمنين ، لا تطيب أنفسهم أن يتخلّفوا عنّي ، ولا أجد ما أحملهم عليه ، ما تخلّفت عن سريّة تغزو في سبيل الله ، والّذي نفسي بيده ، لوددت أنّي أقتل في سبيل الله ثمّ أحيا ، ثمّ أقتل ثمّ أحيا ، ثمّ أقتل ثمّ أحيا ، ثمّ أقتل) . [٢٨١٠ ، ٦٧٩٩ ، ٦٨٠٠ ، وانظر : ٣٦]

تراجم رجال

۱۔ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی بھری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔شعیب بن ابی حمزہ

یہ ابوبشر شعیب بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کا تذکرہ "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے تحت گذر چکا۔(۲)

۳۔الزہری

یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۳)

۴۔سعید بن المسیب

یہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب قرشی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب

(١) قوله: "أن أبا هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان، انظر كشف الباري (ج٢ص ٣٠٥)۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٤٧٩ و٤٨٠)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٣٢٦)۔

من قال: إن الإيمان هو العمل" کے تحت گذر چکے۔(۱)

۵۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

قال: سمعت النبي ﷺ يقول: والذي نفسي بيده، لو لا أن رجالا من المؤمنين ...... في سبيل الله۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کے دل مجھ سے پیچھے رہ جانے پر خوش نہیں ہوتے اور میرے پاس بھی ان لوگوں کو سوار کرانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تو میں کسی بھی ایسے سریہ سے جو اللہ کے راہ میں نکل رہا ہو، پیچھے نہ رہتا۔

مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کے دل جہاد سے رہ جانے پر خوش نہیں اور وہ لوگ تیاری جہاد پر بھی قدرت نہیں رکھتے یا تو سواری وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ کی بناء پر اور سواری وغیرہ کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی نہیں تھا۔(۳) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تطییب قلوب کے لئے کبھی کبھار پیچھے رہ جاتے تھے، تاکہ ان کے دل آزردہ نہ ہوں۔

یہاں حدیث میں "لا تطيب أنفسهم" وارد ہوا ہے، اس حدیث کو جہاں ابو زرعہ(۴) اور ابو صالح(۵) نے نقل کیا ہے تو اس میں "ولولا أن أشق على أمتي" آیا ہے۔

چنانچہ روایت باب ان دیگر دو طرق کی تفسیر ہے، یعنی مشقت سے مراد یہ ہے کہ ان مسلمانوں کے دل ناخوش

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ص۱۶)۔

(٤) صحيح البخاري (ج۱ص۱۰)، كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان، رقم (۳٦)۔

(۵) صحيح البخاري (ج۱ص٤۱۷)، كتاب الجهاد، باب الجعائل والحملان في السبيل، رقم (۲۹۷۲)۔

ہوں گے۔ کیونکہ وہ آلات سفر کی عدم موجودگی کی وجہ سے جہاد کی تیاری کی استطاعت نہیں رکھتے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس کا انتظام دشوار تھا۔(۱)

اس مضمون کی مزید تایید اس طریق سے بھی ہوتی ہے جس کو ہمام بن منبہ نے روایت کیا ہے، چنانچہ اس میں ہے: "لكن لا أجد سعة فأحملهم، ولايجدون سعة فيتبعوني، ولاتطيب أنفسهم أن يقعدوا بعدي" (۲) یعنی "میرے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ میں ان کو سوار کرواؤں، نہ ہی ان کے پاس اتنی گنجائش ہے کہ وہ میرے ساتھ چلیں اوران کے قلوب بھی اس بات پر خوش نہیں کہ میرے بعد وہ بیٹھے رہیں۔"

والذي نفسي بيده، لوددت أني أقتل في سبيل الله، ثم أحيا، ثم أقتل، ثم أحيا، ثم أقتل، ثم أحيا، ثم أقتل۔

اور قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

اشکال

اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بالیقین معلوم تھا کہ آپ قتل نہیں ہوں گے تو پھر آپ نے یہ تمنا کیوں کی؟

شراح نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ کسی فضل اور خیر کی تمنا کرنا اس کے وقوع کو مستلزم نہیں ہوتا۔(۳)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں جہاد کی فضیلت اور اس میں شہادت میں مبالغہ مقصود ہے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی فضیلت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر ابھارنا چاہتے ہیں۔(۴)

(۱) انظر فتح الباري (ج٦ص١٦)۔

(۲) انظر الصحيح لمسلم (ج٢ص١٣٣)، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، رقم (٤٨٦٣)۔

(۳) انظر فتح الباري (ج٦ص١٧)۔

(٤) حوالۂ بالا۔ وعمدة القاري (ج١٤ص٩٦)۔ حدیث کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کشف الباري (ج٢ص٣٠١-٣١٤)۔

کیا "والذي نفسي بيده، لوددت"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ شیخ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ کلام "لوددت أن أقتل ...... إلخ" مدرج فی الخبر ہے اور یہ کلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ پھر شیخ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو بعيد" یعنی یہ دعوی بعید از قیاس ہے۔(۱)

اور حافظ صاحب نے بھی اپنے استاذ کی موافقت فرمائی ہے۔(۲)

ہمارے اسلاف میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنبیہ بھی فرمائی ہے۔(۳)

لیکن یہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے، کیونکہ ترمذی شریف میں کہیں بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس پر کوئی تنبیہ موجود نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔(۴)

ہاں، البتہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں "عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ......" کی صراحت کے بعد اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔(۵)

اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مدرج فی الخبر نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور "كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان" میں بھی یہ روایت گذری ہے۔(۶)

---

(۱) فتح الباري (ج۶ص۱۷)۔

(۲) حوالۂ بالا۔

(۳) فيض الباري (ج۳ص۴۲۳)۔

(۴) بلکہ معلوم ہونا چاہئے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سرے سے اس روایت کو اپنی سنن میں لیا ہی نہیں ہے، چہ جائیکہ اس پر تنبیہ موجود ہو، دیکھئے المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي (ج۷ص۱۶۶)، وتحفة الأشراف (ج۱۰ص۲۰)، وکشف الباري (ج۲ص۳۰۵)۔

(۵) عن الموطأ للإمام مالك بن أنس (۲/۴۶۲، ۴۶۳)، كتاب الجهاد، باب الترغيب في الجهاد، الحديث الثاني من الباب۔

(۶) دیکھئے کشف الباري (ج۲ص۲۹۹)۔

بہر حال فیض الباری میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ کلام مدرج فی الخبر ہے، درست معلوم نہیں ہوتا۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ "والذي نفسي بيده لوددت اني أقتل في سبيل الله ثم أحيى ثم أقتل الخ" سے ظاہر ہے۔

٢٦٤٥ : حدّثنا يُوسُف بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ : حَدَّثَنَا إِسْماعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ(١) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ . ثُمَّ أَخَذَهَا خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ ، وَقالَ : ما يَسُرُّنَا أَنَّهُمْ عِنْدَنَا) . قَالَ أَيُّوبُ : أَوْ قالَ : (ما يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا) . وَعَيْنَاهُ تَذْرِفانِ . [ر : ١١٨٩]

تراجم رجال

ا۔ یوسف بن یعقوب الصفار

یہ یوسف بن یعقوب الصفار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲) ان کی کنیت ابو یعقوب ہے (۳) کوفہ کے رہنے والے تھے، اسی لئے کوفی سے مشہور ہیں اور یہ بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔(۴)

یہ اسحاق بن سلیمان الرازی، اسماعیل بن علیہ، بکر بن سلیم الصواف، حماد بن اسامہ، عاصم بن علی، عبدالرحمن بن محمد المحاربی، محمد بن اسماعیل الجبلی، وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید الاموی اور ابو بکر بن عیاش رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سے

---

(١) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت۔

(۲) تهذيب الكمال (ج٣٢ص٤٨٤)۔

(۳) طبقات ابن سعد (ج٦ص٤١٤)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٣٢ص٤٨٥)۔

روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں شیخین، ابراہیم بن ابی داود البُرُلُّسِيُّ، عبداللہ بن احمد بن حنبل، عبد اللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابن ابی الدنیا، ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی، ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی اور یعقوب بن شیبۃ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(۱)

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۲)

ابوبکر بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة من أهل الخير"۔(۳)

آجری فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں ابوداود سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ما سمعت إلا خيرا"۔(۴)

ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صالح، وليس له في البخاري سوى موضع واحد في الجهاد"۔(۵)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر فرمایا ہے اور کہا: "يُغرِب"۔(۶)

سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۷)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی توثیق فرمائی ہے۔(۸)

شیخین نے ان سے روایتیں لی ہیں۔(۹)

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۳۲ص ۴۸۵و ۴۸۶)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۳۲ص۴۸۶)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) تهذيب التهذيب (ج۱۱ص ۴۳۲)۔

(٦) الثقات لابن حبان (ج۹ص۲۸۱)۔

(۷) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج۲ص۴۰۲)۔

(۸) تقريب التهذيب (ص۶۱۲)، رقم الترجمة (۷۸۹۷)۔

(۹) الكاشف (ج۲ص۴۰۲)، رقم الترجمة(٦٤٦١)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ ابھی ابن قانع کے حوالے سے گذرا ان سے کتاب الجہاد میں صرف یہی ایک روایت لی ہے۔(۱)

ابوالعباس الاحول اور حافظ موسی بن ہارون رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی۔(۲) واللہ أعلم رحمه الله تعالى رحمة واسعة۔

۲۔اسماعیل بن علیہ

یہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ابن علیہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۳۔ایوب

یہ ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان" کے تحت آچکا۔(۴)

۴۔حمید

یہ حمید بن ہلال بن ہبیرہ عدوی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۵۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۶)

---

(۱) مزید دیکھئے خلاصة الخزرجي (ص ٤٤٠)، وعمدة القاري (ج١٤ص٩٦)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج٣٢ص٤٨٦)، والكاشف (ج٢ص٤٠٢)۔

(۳) كشف الباري (ج٢ص١٢)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص٢٦)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب يرد المصلي من مرَّ بين يديه۔

(٦) كشف الباري (ج٢ص٤)۔

قال: خطب النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: "أخذ الراية زيد فأصيب، ثم أخذها جعفر فأصيب، ثم أخذها عبدالله بن رواحة فأصيب، ثم أخذهاخالد بن الوليد عن غير إمرة، ففتح له"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: جھنڈا زید بن حارثہ نے لے لیا ہے پھر وہ شہید ہو گئے۔ پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، پھر اسے عبداللہ بن رواحہ نے ہاتھ میں لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے، پھر اسے خالد بن ولید نے ہاتھ میں بغیر کسی کے ان کو امیر بنائے لے لیا اور ان کو فتح دی گئی۔

یہ واقعہ غزوۂ موتہ کا ہے جس کی مکمل تشریح اور وضاحت ان شاء اللہ کتاب المغازی میں آئے گی۔(۱)

وقال: "مايسرنا أنهم عندنا" قال أيوب: أو قال: "مايسرهم أنهم عندنا" وعيناه تذرفان۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لئے یہ بات خوش کن نہیں کہ وہ ہمارے پاس ہوتے۔ ایوب فرماتے ہیں کہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ان کے لئے یہ بات خوشی کی نہیں کہ وہ ہمارے ہاں ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

یہاں حدیث میں ایوب سے سختیانی مراد ہیں، ان کو شک ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آیا یہ ارشاد فرمایا: "مايسرنا أنهم عندنا" یا "مايسرهم أنهم عندنا" ارشاد فرمایا۔(۲)

دونوں صورتوں میں حدیث کا جو مفہوم نکلے گا اسے ہم نے ترجمہ کے تحت واضح کر دیا ہے۔ والله أعلم

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ "مايسرهم أنهم عندنا" میں ہے، وہ اس طرح کہ جب وہ لوگ شہادت کی کرامت اور فضیلت کا مشاہدہ کریں گے تو ان کو یہ بات پسند نہ ہوگی کہ دوبارہ دنیا کو لوٹ جائیں مگر یہ کہ دوبارہ شہید ہو جائیں۔(۳)

---

(۱) دیکھئے کشف الباري، کتاب المغازي (ص ٤٧٧)۔

(۲) عمدة القاري (ج ١٤ ص ٩٦)۔

(۳) حوالہ بالا، وفتح الباري (ج ٦ ص ١٧)، ولامع الدراري (ج ٧ ص ٢١٣)۔

٨ – باب : فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِي سَبِيلِ ٱللهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ .

باب سابق سے ربط

سابقہ ابواب میں بار بار مجاہدین اور شہداء فی سبیل اللہ کی فضیلتوں کا ذکر آیا ہے، اس باب میں اس شخص کی فضیلت ومرتبت کا بیان ہے جو اللہ کے راستے میں کسی سواری وغیرہ سے گر کر مر جائے کہ وہ بھی شہید ہے اور اس کو بھی شہداء کا اجر ملے گا۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا اور وہ سواری سے گر کر فوت ہو گیا تو اس کو شہید جیسی فضیلت حاصل ہوگی۔(۱)

اس سے قطع نظر کہ جہاد کے لئے جاتے ہوئے فوت ہو گیا ہو اور جہاد کی نوبت بھی نہ آئی ہو اور یا یہ کہ واپسی میں اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔

اس تفصیل سے معلوم یہ ہوا کہ شہید صرف مقتول ہی نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں نکلے اور اس کو موت آ جائے خواہ کسی بھی طریقے سے ہو، اس کا اجر پکا ہے۔(۲)

وَقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى ٱللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى ٱللهِ» /النساء: ١٠٠/ . وَقَعَ : وَجَبَ .

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص٩٦)۔

(٢) فيض الباري (ج٣ص٤٢٣)۔

اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ کے ذمے۔''(۱)

آیت کے ذکر کرنے کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت سے ترجمۃ الباب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے راستے میں نکل کھڑا ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کروں گا اور ان کے دین کی مدد اور اس کے لئے لڑوں گا، لیکن درمیان میں اس کو موت آ گئی تب بھی اس کو ہجرت اور شہادت کی فضیلت حاصل ہوگی۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ آیت کی مناسبت

آیت کی مناسبت ترجمے کے ساتھ "ثم یدرکه الموت" میں ہے کہ موت عام ہے اس سے کہ قتل ہو جائے یا کسی سواری سے گر جائے یا اور کوئی سبب ہو۔(۳)

وقع: وجب۔

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، انہوں نے آیت بالا میں وارد لفظ "وقع" کی تفسیر "وجب" سے کی ہے، یعنی اللہ عزوجل پر اس کا ثواب واجب ہے۔(۴)

فائدہ

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مصداق اللہ عزوجل کے قول: "ومن یخرج من بیته مهاجرا......" میں ہے کہ اسی طرح کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ جو اللہ کے راستے میں مر جائے وہ شہید ہے۔

---

(۱) بیان القرآن (ج۱جز۲ ص۱۵۰)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص١٨)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص٩٧)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص١٨)۔

چنانچہ انہوں نے ابن وہب .... عن عقبة بن عامر الجهني سے مرفوعا (۱) نقل فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من صرع عن دابته (في سبيل الله) فمات فهو شهيد"۔(۲)

چونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر پوری نہیں اترتی تھی اس لئے اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ فرمایا ہے۔(۳)

٢٦٤٦ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَىٰ بْنِ حَبَّانَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ خالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قالَتْ : نَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ، ثُمَّ ٱسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ ، فَقُلْتُ : ما أَضْحَكَكَ ؟ قالَ : (أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ ، يَرْكَبُونَ هٰذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ ، كالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ) . قالَتْ : فَادْعُ ٱللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ ، فَدَعَا لَهَا ، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا ، فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا ، فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا ، فَقَالَتْ : ٱدْعُ ٱللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ ، فَقَالَ : (أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ) . فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا ، أَوَّلَ ما رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ ، فَلَمَّا ٱنْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ . [ر : ٢٦٣٦]

تراجم رجال

۱۔ عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت نقل

---

(۱) مجمع الزوائد (ج۵ص۲۸۳و۳۰۱)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۱۷، ۱۸)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص١٨)۔

(٤) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه": الحديث، قد مر تخريجه آنفا في باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء۔

کیا جاچکا ہے۔(۱)

۲۔اللیث

یہ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمن فہمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے تحت گذر چکے۔(۲)

۳۔یحیی

یہ یحیی بن سعید بن قیس انصاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب صوم رمضان احتساباً من الإيمان" کے تحت آچکے۔(۳)

۴۔محمد بن یحیی بن حبان

یہ محمد بن یحیی بن حبان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب ....." کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۵)

۶۔ام حرام بنت ملحان

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا مفصل تذکرہ پیچھے "باب الدعاء بالجهاد والشهادة ....." کے تحت ہم نقل کر چکے ہیں۔

اس حدیث کی مکمل تشریح ماقبل میں گذر چکی۔

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۲۸۹)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۳۲٤)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۳۲۱)، نیز دیکھئے، كشف الباري (ج۱ص۲۳۸)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من تبرز على لبنتين۔

(۵) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت **"فصرعتها فماتت"** میں ہے، کیونکہ ام حرام رضی اللہ عنہا اللہ کے راستے ہی میں گری تھیں۔(۱)

۹ - باب : مَنْ يُنْكَبُ فِي سَبِيلِ اللهِ .

باب سابق کے ساتھ مناسبت

سابق باب میں اس شخص کی فضیلت کا بیان تھا جو اللہ کے راستے میں سواری وغیرہ سے گر کر فوت ہو جائے اور اس باب میں اللہ کے راستے میں جس شخص کا کوئی عضو زخمی اور خون آلود ہو، یا اس کو نیزہ لگ جائے اس کی فضیلت کا ذکر ہے۔

مقصد ترجمہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا کوئی عضو جہاد میں خون آلود ہو جائے یا اس کو نیزہ لگ جائے۔(۲)

ترجمۃ الباب کی لغوی تشریح

یہاں ترجمہ میں دو لفظ آئے ہیں: ۱۔ ینکب، ۲۔ یطعن۔

يُنكَبُ نَكْبَة سے مشتق ہے اور نکبہ یہ ہے کہ عضو کسی چیز کے لگ جانے کی وجہ سے زخمی ہو جائے اور خون آلود ہو جائے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص٩٧)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص١٩)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص١٩)۔ وقال ابن الأثير الجزري رحمه الله في النهاية (ج٥ص١١٣): "النَّكبة: وهي مايصيب الإنسان من الحوادث"۔ فتكون أعم۔

یُطعَن طعن سے مشتق ہے اور طعن کہتے ہیں القتل بالرماح کو، یعنی کسی کو نیزے سے مارنا۔(۱)

٢٦٤٧ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الحَوْضِيُّ : حَدَّثَنا هَمَّامٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ ، عَنْ أَنَسٍ[۲] رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْوَامًا مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ إِلَى بَنِي عامِرٍ فِي سَبْعِينَ ، فَلَمَّا قَدِمُوا : قالَ لَهُمْ خالِي : أَتَقَدَّمُكُمْ ، فَإِنْ أَمَّنُونِي حَتَّى أُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَإِلَّا كُنْتُمْ مِنِّي قَرِيبًا ، فَتَقَدَّمَ فَأَمَّنُوهُ ، فَبَيْنَما يُحَدِّثُهُم عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَوْمَؤُوا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَأَنْفَذَهُ ، فَقَالَ : ٱللّٰهُ أَكْبَرُ ، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ، ثُمَّ مالُوا عَلَى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوهُمْ إِلَّا رَجُلًا أَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ -- قالَ هَمَّامٌ : فَأُرَاهُ آخَرَ مَعَهُ -- فَأَخْبَرَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ ﷺ : أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوا رَبَّهُمْ ، فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ ، فَكُنَّا نَقْرَأُ : أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا ، أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا ، فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا . ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ، عَلَى رِعْلٍ ، وَذَكْوَانَ ، وَبَنِي لِحْيَانَ ، وَبَنِي عُصَيَّةَ ، الَّذِينَ عَصَوُا ٱللّٰهَ تعالى وَرَسُولَهُ ﷺ .

[٢٦٥٩ ، ٢٨٩٩ ، ٣٨٦٠–٣٨٦٥ ، **٣٨٦٨–٣٨٧٠** ، وانظر : ٩٥٧]

تراجم رجال

۱۔ حفص بن عمر

یہ حفص بن عمر حوضی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔ ہمام

یہ ہمام بن یحیی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(۱) النهاية لابن الأثير (ج۳ص۱۲۷)۔

(۲) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مرتخريجه في كتاب الوتر، باب القنوت قبل الركوع وبعده۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب ترك النبي ﷺ والناس الأعرابي ......

۳۔اسحاق

یہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس ......" کے تحت آچکے ہیں۔(۱)

۴۔انس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکا۔(۲)

قال: بعث النبي صلى الله عليه وسلم أقواما من بني سليم إلى بني عامر في سبعين۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی سُلیم کے ستر لوگوں کو قبیلہ بنو عامر کی طرف بھیجا۔

ایک وہم اوراس کا ازالہ

حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ وہم ہے کیونکہ جن کی طرف بھیجا گیا تھا وہ بنوسُلیم ہیں اور جنہیں بھیجا گیا وہ قراء ہیں جوانصار سے تعلق رکھتے تھے۔(۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ جن کی طرف ستر قراء کی جماعت کو روانہ کیا گیا تھا وہ بنو عامر ہیں، رہے بنوسُلیم تو انہوں نے ان قراء کے ساتھ غدر کیا تھا اور انہیں شہید کرڈالا تھا۔اور یہاں وہم جوہوا ہے وہ امام بخاری کے شیخ حفص بن عمر کو ہوا ہے کیونکہ یہی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں "موسى بن إسماعيل عن همام" کے طریق سے نقل فرمائی ہے اوراس میں ہے: "أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث خاله أخٌ لأم سُليم في سبعين راكبا، وكان رئيس المشركين عامر بن الطفيل ......"(٤)۔ شاید اصل عبارت

---

(١) كشف الباري (ج٣ص٢١٣)۔

(٢) كشف الباري (ج٢ص٤)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ص١٩)۔

(٤) الحديث أخرجه البخاري في كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع، ورعل، ......، رقم (٤٠٩١)۔

یوں تھی: "بعث أقواما معهم أخو أم سليم إلى بني عامر" لیکن عبارت یوں بن گئی من بني سليم۔(۱)

اس لئے یہ کہنا کہ "بعث النبي صلى الله عليه وسلم أقواماً من بني سليم إلى بني عامر" صحیح نہیں ہے۔(۲)

فلما قدموا قال لهم خالي:

جب وہ آ گئے تو میرے ماموں نے کہا۔

"خال" سے مراد حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳) جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

حضرت حرام بن ملحان

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی حضرت حرام بن ملحان مالک بن خالد بن زید بن حرام نجاری انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

یہ بدری صحابی ہیں، چنانچہ اپنے بھائی سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں بھی ان کو شرکت کا شرف حاصل ہے۔(۵)

غزوہ بئر معونہ میں یہ اپنے دیگر ساتھیوں حضرت منذر بن عمرو اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ شہادت سے سرفراز ہوئے اور عامر بن طفیل نے ان کو قتل کیا تھا۔(۶)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ بئر معونہ کے واقعے میں صرف زخمی ہوئے تھے، چنانچہ ایک صحابی ضحاک بن سفیان کلابی...... جو اپنے اسلام کو چھپاتے تھے...... نے ان کے علاج ومعالجے کے لئے

---

(۱) فتح الباري (ج۶ ص۱۹)۔

(۲) اس واقعے کی تفصیل کے لئے دیکھئے کشف الباري، كتاب المغازي (ص ۲۶۱)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱۴ ص۹۸)۔

(۴) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج۱ ص۳۵۲)، ومعرفة الصحابة (ج۲ ص۱۵۷)۔

(۵) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج۱ ص۳۵۲)۔

(۶) حوالہ بالا اور غزوہ بئر معونہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، کشف الباري، كتاب المغازي (ص ۲۶۱)۔

اپنی قوم کی ایک عورت کے حوالے کیا، جہاں انہوں نے کچھ اشعار کہے، جس سے ان کی حقیقت ان پر منکشف ہوگئی تو انہوں نے ان کو قتل کرڈالا، لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔(۱)

فقتلوهم إلا رجل أعرج صعد الجبل۔

پس انہوں نے سب کو قتل کردیا سوائے ایک لنگڑے آدمی کے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ ان غداروں نے ان تمام قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کردیا ایک لنگڑے صحابی کے علاوہ، کہ وہ چونکہ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے، اس لئے بچ گئے۔

"رجل أعرج" سے مراد حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ ہیں اور بنو دینار بن نجار سے ان کا تعلق تھا۔(۲)

"رجل أعرج" کو منصوب بھی پڑھا گیا ہے، یعنی "رجلا أعرج" ۔ یہاں جو مرفوع نقل ہوا ہے اس بارے میں علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عرب کے قبیلے ربعی کی لغت ہے کہ وہ مستثنی کو مرفوع پڑھتے ہیں۔(۳)

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمے کے ساتھ مطابقت "فطعنه فأنفذه" میں ہے کہ ان غداروں میں سے ایک آدمی نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جو ان کے جسم سے آر پار ہوگیا۔

---

(۱) "وقيل: إن حرام بن ملحان ارتث يوم بئر معونة، فقال الضحاك بن سفيان الكلابي – وكان مسلما يكتم إسلامه – لامرأة من قومه: هل لك في رجل إن صح كان نعم الراعي؟ فضمته إليها، فعالجته، فسمعته يقول:

أتت عامر ترجو الهوادة بيننا ... وهل عامر إلا عدو مداجن

إذا ما رجعنا ثم لم تك وقعة ... بأسيافنا في عامر أو نطاعن

فلا ترجونا أن يقاتل بعدنا ... عشائرنا والمقربات الصوافن

فوثبوا عليه، فقتلوه۔" انظر الاستيعاب بهامش الإصابة (ج۱ ص۳۵۳) والإصابة (ج۱ ص۳۱۹)۔

(۲) فتح الباري (ج۷ ص۳۸۷)۔

(۳) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۰۵)۔ حدیث باب کی مزید تفصیل اور اس میں مذکور واقعے کے لئے دیکھئے کشف الباري، كتاب المغازي (ص۲۶۱-۲۶۸)۔

٢٦٤٨ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ (١) : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَانَ فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ ، وَقَدْ دَمِيَتْ إِصْبَعُهُ ، فَقَالَ : (هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ ، وَفِي سَبِيلِ ٱللهِ ما لَقِيتِ) . [٥٧٩٤]

تراجم رجال

ا۔موسی بن اسماعیل

یہ ابوسلمہ موسی بن اسماعیل تبوذ کی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ابوعوانہ

یہ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کا تذکرہ "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۳۔اسود بن قیس

یہ مشہور تابعی حضرت اسود بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔جندب بن سفیان

یہ صحابی رسول، حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

---

(١) قوله: "عن جندب بن سفيان رضی الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً (ج٢ص٩٠٨)، كتاب الأدب، باب مايجوز من الشعر والرجز والحداء ومايكره منه، رقم (٦١٤٦)، و مسلم (ج٢ص١٠٩)، كتاب الجهاد والسير، باب مالقي النبي صلى الله عليه وسلم من أذى المشركين والمنافقين، رقم (٤٦٥٤)، والترمذي في جامعه (ج٢ص١٧٢)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة والضحى، رقم (٣٣٤٥)۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٤٣٣و٤٣٤)۔

(۳)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العيدين، باب كلام الإمام والناس في خطبة النعيد ......۔

(۴)حوالہ بالا۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في بعض المشاهد وقد دميت إصبعه۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوے میں شریک تھے کہ آپ کی ایک انگلی خون آلود ہوگئی۔

"مشاهد" سے مراد مغازی ہے اور اس کو مشاہد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ شہادت کی جگہ ہے۔(۱)

اور حدیث پاک میں بیان کیا گیا واقعہ غزوہ احد کا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگلی زخمی ہوگئی تھی۔(۲)

فقال:

هل أنتِ إلا إصبع دَميت وفي سبيل الله ما لقيت

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی اور جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ اللہ کے راستے میں پہنچی۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر پڑھا ہے، جب کہ قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں یہ آیا ہے: ﴿وما علمناه الشعر وماينبغي له﴾ (۳) کہ "ہم نے ان کو شعر کی تعلیم دی ہے نہ شعر کہنا آپ کے لئے مناسب ہے"؟

اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رجز ہے اور رجز شعر نہیں ہے، جیسا کہ امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ کیونکہ رجز کہنے والے کو "راجز" تو کہا جاتا ہے شاعر نہیں، اس لئے کہ شعر میں یہ ضروری ہے کہ وہ بیت تام

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٩٩)۔

(۲) حواله بالا وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٠٦)۔

(۳) يس/٦٩۔

ہواور عروض کے مسلمہ اوزان کے مطابق مقفی ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ شعر کہنے کا قصد بھی کیا گیا ہو۔ اتفاقی طور پر زبان سے کسی مقفی عبارت کا نکلنا شعر نہیں کہلاتا۔(۱)

۲۔ بعض حضرات نے آیت کریمہ ﴿وماعلمناه الشعر﴾ کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس میں مشرکین مکہ کے اس قول کا رد ہے جس میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ معروف معنی میں شاعر تھے اور نہ شعر گوئی آپ کا معمول تھا۔

۳۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا کلام کو شعر قرار بھی دیا جائے تو کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انشاء شعر ممنوع ہے، انشاد شعر نہیں۔ اور انشاء شعر اور انشاد شعر علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں۔ چنانچہ شاعر وہ ہوتا ہے جو شعر کی تخلیق کرتا ہو، تشبیب کے اشعار کہتا ہو، مدح وذم کرتا ہو اور فن کے مختلف روپ دکھاتا ہو، جبکہ اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بری رکھا اور ان کے مرتبے کی حفاظت کی ہے۔(۳)

اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ "كتاب الأدب، باب مايجوز من الشعر" میں آئے گی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت "وقد دميت إصبعه" میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلی پتھر کے لگنے سے خون آلود ہوگئی تھی۔(۴)

١٠ - باب: مَنْ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِ ٱللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

مقصد ترجمۃ الباب

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے راستے میں زخمی ہوجانے والے شخص کی فضیلت بتلا رہے ہیں۔(۵)

(۱) شرح الكرماني (ج١٢ص١٠٦)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔ مزید دیکھئے شرح ابن بطال (ج٥ص١٩، ٢٠)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص٩٩)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٠)۔

اللہ تبارک وتعالی کی راہ میں زخم کا آنا بڑی فضیلت کی بات ہے، اللہ کے ہاں اس زخم کی عمدہ خوشبو ہوگی اور اس میں سے جو خون نکلے گا اس کی بھی بڑی عظمت ہوگی، لیکن شرط یہ ہے کہ فی سبیل اللہ وہ زخم لگا ہو، چنانچہ کوئی آدمی اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے خلوص کے ساتھ جاتا ہے تو اس کی یہ فضیلت ہے اور اگر ریاء ونمود کے لئے جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس میں شامل نہیں۔

۲٦٤٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ (۱) : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (وَٱلَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، وَٱللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ ، إِلَّا جاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاللَّوْنُ لَوْنُ ٱلدَّمِ ، وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ) . [ر : ۲۳٥]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف دمشقی تنیسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔مالک

یہ امام مالک بن انس اصبحی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کا تذکرہ "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت آچکا۔(۲)

۳۔ابی الزناد

یہ ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

---

(۱) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الطهارة باب مايقع من النجاسات في السمن والماء۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۲۸۹ و ۲۹۰) امام مالک کے لئے مزید دیکھئے، كشف الباري (ج۲ص۸۰)۔

۴۔اعرج

یہ عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۵۔ابوہریرہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت خوب تفصیل سے گذر چکے۔(۲)

حدیث کا ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کوئی بھی شخص اللہ تعالی کے راستے میں زخمی نہیں ہوتا اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے لئے کون زخم کھاتا ہے مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ رنگ تو خون ہی کا ہوگا مگر اس سے پھوٹنے والی خوشبو مشک کی ہوگی۔

حدیث پاک میں اللہ تبارک وتعالی کے راستے میں زخمی ہونے والے شخص کی فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ اللہ کے راستے میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اللہ کے لئے دی گئی قربانی کی نشانی اس کے جسم پر ہوگی اور وہ خون آلود جسم لے کر دربار الٰہی میں حاضر ہوگا اور اس خون سے بو خون کی نہیں بلکہ خوشبو مشک کی پھوٹ رہی ہوگی۔

حدیث میں کونسا زخم مراد ہے؟

"في سبيل الله" سے مراد تو جہاد ہی ہے کہ زخمی جہاد میں ہوا ہو، لیکن لفظ ہر اس زخم کو شامل ہے جو اللہ کے لئے لگا ہو اور اس کو بھی جس میں آدمی اپنے حق کا دفاع کرتے ہوئے زخمی ہو جائے۔(۳)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۰و۱۱)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۰۰)، وشرح ابن بطال (ج۵ص۲۰)۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ زخم سے مراد وہ زخم ہو جس کی وجہ سے زخم بھرنے سے پہلے آدمی کی موت واقع ہو جائے، نہ کہ وہ زخم جو دنیا میں مندمل ہو گیا ہو کیونکہ زخم کے بھرنے سے زخم اور سیلان دم کا اثر آخر میں ختم ہو جاتا ہے، لیکن یہ اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ زخم کے بھر جانے کی صورت میں اس کو کوئی بھی فضیلت حاصل نہ ہوگی، لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہاں وہ شخص مراد ہے جو قیامت کے دن ایسی حالت میں حاضر ہو کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ دنیا سے رخصتی کے وقت زخم اپنی حالت پر برقرار رہے۔(۱) چنانچہ اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں ہے: "علیه طابع الشهداء" (۲) کہ "اس پر شہداء کی مہر ہوگی" اور مہر یہ زخم ہے جس سے خون بہہ رہا ہے۔

والله أعلم بمن يكلم في سبيله۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوتا ہے۔

یہ حدیث میں جملہ معترضہ ہے، مقصود اس سے یہ ہے کہ اخلاص نیت بھی ہو، زخمی ہونا صرف اللہ کے لئے ہو، ریاکاری کے لئے نہ ہو تو اس کو یہ ثواب حاصل ہوگا ورنہ نہیں۔(۳)

علماء نے لکھا ہے کہ شہید کو اسی حالت میں جس میں وہ شہید ہوا ہے اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی فضیلت کی گواہی اور سند بھی ہو کہ اس نے اپنی جان اللہ کی طاعت میں قربان کر دی تھی۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمے کے ساتھ مناسبت "لايكلم أحد في سبيل الله إلخ" میں ہے، کیونکہ کلم کے معنی جرح ہی کے ہیں۔(۵)

چنانچہ حدیث باب میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہونے کی فضیلت، مرتبہ اور ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص ٢٠)۔
(۲) مجمع الزوائد للهيثمي (ج٥ص٢٩٧)۔
(۳) عمدة القاري (ج١٤ص ١٠٠)۔
(٤) فتح الباري (ج٦ص ٢٠)۔
(٥) عمدة القاري (ج١٤ص ١٠٠)۔

١١ - باب: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: «هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الحُسْنَيَيْنِ» /التوبة: ٥٢/. وَالحَرْبُ سِجَالٌ.

ماقبل کے ساتھ ربط

سابقہ ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مختلف طریقوں سے مجاہد اور شہید کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کرتے آرہے تھے، اس باب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مجاہد بہرحال کامیاب ہے کہ وہ میدان جہاد سے غازی بن کر لوٹ آئے یا اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں جاتے ہیں ان کو دو خوبیوں میں سے ایک خوبی ضرور ملتی ہے، چنانچہ اگر وہ ظفر مند ہوتے ہیں اور جہاد میں کامیاب رہتے ہیں تو ان کو اللہ تعالی اجر عطا فرماتا ہے، غنیمت بھی بعض اوقات ملتی ہے اور ثواب تو بہرحال ملتا ہی ہے اور اگر وہ شہید ہو جاتے ہیں تو شہادت کا عالی اور عظیم منصب ان کو ملتا ہے۔(۱)

والحرب سجال۔

اور لڑائی ڈولوں کی کھنچائی جیسی ہے۔

اس جملے کی مکمل تشریح تو گذر چکی ہے۔(۲) البتہ یہاں اس کے ذکر کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ لڑائی ڈولوں کی کھنچائی جیسی ہے کہ جس طرح کنویں پر ڈول ہوتا ہے، ایک فریق کے ہاتھ میں ہو تو دوسرا انتظار کرتا ہے، اسی طرح بالعکس۔ اسی طرح جنگ کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی ایک فریق غالب آجاتا ہے تو کبھی دوسرا، چنانچہ اگر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے تو ان کو فتح حاصل ہوتی ہے اور اگر مشرکین اور کفار غالب رہیں تو مسلمانوں کو شہادت کا رتبہ ملتا ہے، مسلمان بہرحال کامیاب ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٠)، وشرح ابن بطال (ج٥ص٢١)۔

(۲) دیکھئے كشف الباري (ج١ص٥٠٠)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٢١)، وكشف الباري (ج١ص٥٠٠)۔

مذکورہ جملے کا آیت سے ربط

آیت کریمہ سے "الحرب سجال" کی مناسبت واضح ہے، اس لئے کہ "حسنیین" سے مراد ظفر اور شہادت ہے اور مذکورہ جملہ دونوں معنوں کو متضمن ہے۔(۱)

٢٦٥٠ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ(٢) أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ هِرَقْلَ قالَ لَهُ : سَأَلْتُكَ كَيْفَ كانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ ، فَزَعَمْتَ أَنَّ الحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ ، فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ، ثُمَّ تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ . [ر : ٧]

تراجم رجال

۱۔ یحیی بن بکیر

یہ یحیی بن عبداللہ بن بکیر مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ اللیث

یہ ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں کے حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے تحت آچکے۔(۳)

۳۔ یونس

یہ ابویزید یونس بن یزید ایلی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" کے تحت گذر چکا۔(۴)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠١)۔

(٢) قوله: "أن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما": تقدم تخريجه في أول الكتاب(بدء الوحي)، انظر كشف الباري (ج١ ص٤٧٧) الحديث السادس۔

(٣) كشف الباري (ج١ ص٣٢٣ و ٣٢٤)۔

(٤) كشف الباري (ج٣ ص) نیز دیکھئے كشف الباري (ج١ ص٤٦٣)۔

۴۔ابن شہاب

یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات مختصراً "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۱)

۵۔عبید اللہ بن عبد اللہ

یہ ابوعبداللہ عبید اللہ بن عبد اللہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب متى يصح سماع الصغير؟" کے تحت نقل کئے جا چکے۔(۲)

٦۔عبد اللہ بن عباس

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث اور "كتاب الإيمان، باب كفران العشير......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۷۔ابوسفیان

یہ مشہور صحابی ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

اس حدیث کی مکمل تشریح "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے تحت گذر چکی ہے۔(۵)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت ومناسبت بقول علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ "فزعمت أن الحرب

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۳۲٦)۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص)، نیز دیکھئے، كشف الباري(ج۱ص٤٦٦)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص٤۳٥)، و(ج۲ص۲۰٥)۔

(٤) كشف الباري (ج۱ص٤۸۰)۔

(٥) انظر كشف الباري (ج۱ص٤۷۷)، الحديث السادس ۔

بینکم سجال" میں ہے اور یہ بات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حسنیین میں الحرب سجال کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی کو متضمن ہیں۔(۱)

علامہ ابن المنیر کا ارشاد

اور علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں "وکذلك الرسل تبتلى ثم تكون لهم العاقبة" کی وجہ سے ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اسی صورت میں إحدى الحسنيين کے معنی متحقق اور حاصل ہوں گے، اس لئے کہ اگر رسولوں نے فتح پائی اور غلبہ حاصل کیا تو دنیا و آخرت انہی کی ہوگی اور اگر ان کے دشمنوں کو نصرت اور فتح حاصل ہوئی تو رسولوں کے لئے آخرت ہوگی اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔(۲)

حافظ صاحب کی توجیہ

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے قول کی نفی کرتا ہے نہ اس کے معارض ہے، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ پہلا قول زیادہ مناسب اور اولی ہے کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی نقل ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں، جب کہ ہرقل کا قول تو مختلف قدیم کتب سے اخذ کردہ ہے اور انہی کتب کے اعتماد پر مبنی ہے۔(۳)

فائدہ

علامہ قزاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "دول" کی دال مثلثہ ہے، چنانچہ عرب اسے دُوَل، دَوَل اور دِوَل پڑھتے ہیں۔ "العرب تقول: الأيام دُول و دَول و دِول: ثلاث لغات"۔(۴)

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۰۱)، و فتح الباري (ج٦ص۲۱)۔

(۲) المتواري (ص۱۵۰)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص۲۱)۔

(٤) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۰۱)۔

۱۲ – باب : قَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا ٱللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَما بَدَّلُوا تَبْدِيلاً» /الأحزاب: ۲۳/.

ماقبل سے مناسبت

گذشتہ ابواب میں جہاد میں شرکت اور اس کی فضیلت وغیرہ کا بیان تھا، اس باب میں میدان جنگ میں ثابت قدمی اختیار کرنے کا ذکر ہے، کیونکہ جہاد کی فضیلت ثابت قدمی وثبات قلبی کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتی ہے، ورنہ یہ شرکت وبال کی صورت بھی اختیار کرسکتی ہے کہ فرار ہوجائے، پھر دنیا وآخرت کے خسارے کا موجب بن جائے۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب میں یہ بتلایا ہے کہ جو آدمی اللہ سے اس بات کا عہد کرے کہ میں جہاد کے لئے جاؤں گا اور اللہ کی راہ میں قتال کروں گا تو اس کو اس پر ثابت قدم بھی رہنا چاہئے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے ایسے لوگوں کی تعریف وتوصیف اور مدح فرمائی ہے۔

۲٦٥۱ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الخُزَاعِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسًا . حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ : حَدَّثَنَا زِيَادٌ قالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ ، عَنْ أَنَسٍ[1] رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : غابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ ، لَئِنِ ٱللهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيَنَّ ٱللهُ ما أَصْنَعُ . فَلَمَّا كانَ

---

(۱) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج۲ص۵۷۹)، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، رقم (٤٠٤٨)، وفي (ج۲ص ۷۰۵) كتاب التفسير، باب ﴿فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر، ومابدلوا تبديلا﴾، رقم (٤٧٨٣)، ومسلم (ج۲ص۱۳۹)، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، رقم (٤٩١٨)، والترمذي (ج۲ص۱۵۵)، أبواب تفسير القرآن، باب "ومن سورة الأحزاب"، رقم (۳۲۰۰)۔

يَوْمَ أُحُدٍ ، وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ ، قالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ، يَعْنِي أَصْحَابَهُ ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ، يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ . ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ، فَقَالَ : يَا سَعْدُ ابْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ ، قالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ما صَنَعَ . قالَ أَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَثَمَانِينَ : ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ ، فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ . قالَ أَنَسٌ : كُنَّا نُرَى ، أَوْ نَظُنُّ : أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ .

تراجم رجال

ا۔محمد بن سعید الخزاعی

یہ محمد بن سعید بن الولید خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوعمرو یا ابو بکر ہے، بصرہ کے رہنے والے تھے۔(۱) اور ''مردویہ'' ان کا لقب ہے(۲)۔

یہ عبدالاعلی بن عبدالاعلی، زیادہ بن الربیع، خالد بن الحارث، زکریا بن یحیی بن عمارۃ، عون بن عمرو القیسی، ہشام بن محمد بن کلبی اور ابوتمیلہ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، امام ابوزرعہ، ابو حاتم، حرب بن اسماعیل، یعقوب بن سفیان، محمد بن ابراہیم بن سعید البوشنجی، محمد بن غالب تمتام، محمد بن یوسف بن الترکی اور احمد بن محمد الاصبہانی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(۳)

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کان ثقة صدوقا''۔(۴)

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۲۵ ص۲۷۷ و ۲۷۸)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص۲۲)۔

(۳) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج۲۵ ص۲۷۸)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۲۵ ص۲۷۹)۔

سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۱)

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۳)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۴)

اصحاب اصول ستہ میں سے صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ (۵) اور وہ بھی صرف دو مواقع پر، ایک یہاں اور دوسری کتاب المغازی میں۔ (٦)

ان کا انتقال ۲۳۰ھ میں ہوا۔ (۷) رحمه الله رحمة واسعة۔

۲۔ عبدالاعلی

یہ عبدالاعلی بن عبدالاعلی السامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۸)

۳۔ عمرو بن زرارۃ

یہ عمرو بن زرارۃ بن واقد ہلالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۹)

۴۔ زیاد بن عبداللہ العامری البکائی

یہ زیاد بن عبداللہ بن الطفیل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۱۰) ابو محمد ان کی کنیت ہے۔ (۱۱) یہ بنو عامر بن صعصعہ کی

---

(۱) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج۲ ص ۱۷٥)۔

(۲) حاشية تهذيب الكمال (ج۲٥ ص۲۷۹)۔

(۳) تقريب التهذيب (ص ٤٨٠)۔

(٤) الثقات لابن حبان (ج۹ ص ٦٤)۔

(٥) تهذيب التهذيب (ج۹ ص ۱۹۰)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ ص ۲۲)۔

(۷) تهذيب التهذيب (ج۹ ص ۱۹۰)۔

(۸) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الغسل، باب إذا ذكر في المسجد أنه جنب، ......۔

(۹) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاة، أبواب سترة المصلي، باب قدر كم ينبغي أن يكون......۔

(۱۰) تهذيب الكمال (ج۹ ص ٤٨٥)۔

(۱۱) طبقات ابن سعد (ج٦ ص ۳۹٦)۔

شاخ بنوالبکاء سے تعلق رکھتے تھے اسی لئے ان کو العامری اور البکائی کہا جاتا ہے۔(۱) کوفہ کے رہنے والے تھے اس بنا پر کوفی کہلاتے ہیں۔(۲)

یہ عبدالملک بن عمیر، حمید الطویل، عاصم الاحول، اعمش، منصور، حصین، محمد بن اسحاق، یزید بن ابی زیاد اور حجاج بن ارطاۃ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، احمد بن عبدۃ الضبی، ابوغسان النہدی، اسماعیل بن توبہ، سہل بن عثمان، یوسف بن حماد، عمرو بن زرارۃ، عبدالملک بن ہشام السدوسی النحوی، عبداللہ بن سعید بن ابان الاموی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(۳)

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو أشرف من أن يكذب في الحديث"۔(۴)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس، حديثه حديث أهل الصدق"۔(۵)

اسی طرح امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں نقل فرمایا ہے:

"ما أرى كان به بأس، كان ابن إدريس حسن الرأي فيه...... كان صدوقا"۔(۶)

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق"۔ (۷)

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولـزياد بن عبدالله ...... أحاديث صالحة، وقد روى عنه الثقات من الناس، وما أرى برواياته بأسا"۔(۸)

جب کہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كـان فـاحـش الـخـطـأ كثير الوهم، لايجوز الاحتجاج

---

(۱) الأنساب للسمعاني (ج۱ ص۳۸۲)۔

(۲) سير أعلام النبلاء (ج۹ ص۵)۔

(۳) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج۹ ص۴۸۶ و ۴۸۷)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۹ ص۴۸۷)، وحاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج۱ ص۴۱۱)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج۹ ص۴۸۷)۔

(۶) حوالہ بالا۔

(۷) سير أعلام النبلاء (ج۹ ص۶۱)۔

(۸) الكامل لابن عدی (ج۳ ص۱۹۳)۔

بخبره إذا انفرد، وأما فيما وافق الثقات في الروايات فان اعتبر بها معتبر فلا ضير ......، وكان يحيى بن معين سيء الرأي فيه"۔(۱)

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "يكتب حديثه، ولايحتج به"۔(۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضعیف" اسی طرح ایک اور جگہ پر فرمایا: "ليس بالقوي"۔(۳)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "...... وكان عندهم ضعيفا، وقد حدثوا عنه"۔(۴)

عبداللہ بن علی ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألت أبي عنه، فضعفه"۔(۵)

اسی طرح علی ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كتبت عنه شيئا كثيرا، وتركته"۔(٦)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كثير المناكير"۔(۷)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو "الضعفاء الكبير" میں ذکر کیا ہے۔(۸)

آپ نے زیاد بن عبداللہ سے متعلق اقوال جرح وتعدیل ملاحظہ کئے کہ بعض محدثین نے ان کو توثیق وتعدیل کی ہے تو بعض نے تضعیف وتجریح، یہاں تک ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے تساہل میں معروف ہیں انہوں نے بھی ان کے بارے میں "فاحش الخطأ" اور "کثیر الوہم" جیسے الفاظ استعمال کئے، لیکن سمجھنے کی بات یہاں پر یہ ہے کہ

اولا- تو زیاد بن عبداللہ مطلقا ضعیف نہیں ہیں، بعض حضرات نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے۔

ثانیا- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی یہ حدیث مغازی اور جہاد کے باب میں ذکر فرمائی ہے اور زیاد بن عبداللہ مغازی میں ثقہ ہیں، چنانچہ حافظ صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس كتاب المغازي عند أحدٍ أصح منه عند زياد البكائي، وزياد في نفسه

---

(۱) تعليقات تهذيب الكمال (ج۹ص٤٨٩)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۹ص٤٨٨)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) طبقات ابن سعد (ج٦ص٣٩٦)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج۹ص٤٨٨)۔

(٦) حوالہ سابقہ۔

(۷) سير أعلام النبلاء (ج۹ص٦)۔

(۸) الضعفاء الكبير (ج۲ص۷۹، ۸۰)۔

ضعيف، ولكن هو من أثبت الناس في هذا الكتاب، و ذلك أنه باع داره وخرج يدور مع ابن إسحاق حتى سمع منه الكتاب"۔(۱)

"یعنی زیاد بکائی سے زیادہ صحیح کتاب المغازی کسی اور کے پاس نہیں ہے، یہ اگر چہ فی نفسہ ضعیف ہیں، لیکن اس کتاب (المغازی) میں وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا گھر بیچا اور محمد بن اسحاق کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، یہانتک کہ ان سے پوری کتاب سنی"۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سمعت يحيى بن معين يقول: زياد البكائي في ابن إسحاق ثقة، كأنه يضعّفه في غيره"۔(۲)

اسی طرح عثمان بن سعید الدارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألته عن البكائي؟ فقال: لابأس به في المغازي، وأما في غيره فلا"۔(۳)

مزید فرماتے ہیں: "سألت يحيى، قلت: عمن أكتب المغازي ممن يروي عن يونس أو غيره؟ قال: اكتبه عن أصحاب البكائي"۔(۴)

اور یحیی بن آدم رحمۃ اللہ علیہ ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "ما أحد أثبت في ابن إسحاق منه؛ لأنه أملى عليه إملاءً مرتين"۔(۵)

اور صالح جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو على ضعفه أثبتهم في المغازي"۔(٦)

ان تمام اقوال سے معلوم یہ ہوا کہ زیاد بن عبداللہ البکائی اگر چہ ضعیف ہیں، لیکن "مغازی" میں ثقہ ہیں۔

ثالثاً۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگر چہ ان کی روایت ذکر کی ہے، لیکن متابعۃً اور عبدالاعلی بن عبدالاعلی کی روایت کے ساتھ مقروناً ذکر کی ہے اور پھر بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔(۷)

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۹ص٤٨٩)۔

(۲) حوالہ سابقہ (ج۹ص٤٨٧)۔

(۳) تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي (ص١١٤)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(٥) تهذيب التهذيب (ج۳ص٣٧٦)۔

(٦) الكاشف (ج۱ص٤١١)۔

(۷) هدى الساري (ص٤٠٤)۔

یہ بخاری کے علاوہ مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ کے بھی راوی ہیں۔(۱)

ہارون الرشید کے زمانے میں ۱۸۳ھ کو ان کا انتقال ہوا۔(۲) رحمه الله رحمة واسعة

۵۔حمید الطّویل

یہ ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید خزاعی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۶۔انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه......" کے ذیل میں آچکے۔(۴)

قال: غاب عمي أنس بن النضر عن قتال بدر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن النضر بدر کے میدان سے غائب رہے تھے۔

یہاں غیبوبت سے مراد تخلف ہے یعنی پیچھے رہ گئے تھے، یہ مطلب نہیں کہ وہ بدر میں شریک ہوکر غائب ہوگئے تھے۔(۵)

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۶)

ان سے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما روایت حدیث کرتے ہیں۔(۷)

---

(۱) الکاشف (ج۱ص۴۱۱)۔

(۲) طبقات ابن سعد (ج٦ص٣٩٦)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص۵۷۱)۔

(٤) کشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۵) فیض الباري (ج۳ص٤۲٤)۔

(٦) الإصابة (ج۱ص۷٤)، والإستیعاب بهامش الإصابة (ج۱ص۷۱)، ومعرفة النصحابة (ج۱ص۲۲٤)۔

(۳) معرفة الصحابة (ج۱ص۲۲٤)۔

یہ غزوہ احد میں شہید ہوئے اور شہادت کے وقت ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے اور مشرکین نے ان کا مثلہ بھی بنایا تھا۔ كما فى حديث الباب ـ

فقال: يارسول الله، غبت عن أول قتالٍ قاتلت المشركين، لئن الله أشهدني قتال المشركين ليرين الله ماأصنع۔

چنانچہ ابن النضر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! میں اس پہلی لڑائی سے جس میں آپ نے مشرکین سے قتال کیا غائب رہا تھا، اب اگر اللہ تعالی نے مشرکین کے خلاف قتال میں مجھے حاضری عطا فرمایا تو اللہ تعالی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں؟

"أول قتال" سے مراد غزوۂ بدر ہے کیونکہ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔(۱)

فلما كان يوم أحد وانكشف المسلمون، قال: اللهم إنى اعتذر إليك مما صنع هؤلاء - يعني أصحابه- وأبرأ إليك مما صنع هؤلاء - يعني المشركين- ثم تقدم، فاستقبله سعد بن معاذ۔

پس جب جنگ احد ہوئی، مسلمان ہٹ گئے تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! میں میرے ساتھیوں کی طرف سے انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس پر آپ کے سامنے معذرت کرتا ہوں اور میں برأت کا اظہار کرتا ہوں ان مشرکین کی حرکات سے، پھر وہ آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کا سامنا ہوا۔

"انكشف المسلمون" میں عبارت کا حسن ملاحظہ کیجئے کہ انکشف فرمایا یعنی ہٹ گئے اور انہزم نہیں کہا کہ مسلمان شکست کھا گئے۔(۲)

فقال: يا سعد بن معاذ، الجنة ورب النضر، إني أجد ريحها من دون أحد۔

فرمایا اے سعد بن معاذ! کہاں؟ نضر کے رب کی قسم! جنت تو میرا مطلوب ہے، میں تو احد کے پاس سے جنت

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٣)۔

(۲) شرح الكرماني (ج١٢ ص١٠٨)۔

کی خوشبو پارہا ہوں۔

"الجنة" یا تو منصوب ہے اور تقدیر عبارت یوں ہوگی "أريد الجنة" یا مرفوع اور مرفوع ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت "مطلوبي في الجنة" ہوگی۔(۱)

"نضر" سے مراد یا تو ان کے والد ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نضر ان کے بیٹے ہوں۔ چنانچہ ان کے ایک بیٹے بھی تھے جن کا نام نضر تھا۔(۲)

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کے قول "إني أجد ريحها من دون أحد" میں دو احتمال ہیں:

۱۔ ان کا یہ قول حقیقت پر محمول ہو کہ جنت کی خوشبو واقعی ان کو آرہی ہو کیونکہ جنت کی خوشبو تو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ ان کا یہ قول مجاز پر محمول ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ جنت اسی جگہ پر ہے جہاں قتال ہو رہا ہے، کیونکہ جنت کا حصول ان ہی جگہوں پر ہوتا ہے۔(۳)

قال سعد: فما استطعت يا رسول الله ما صنع۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یا رسول اللہ! انہوں نے جو کیا وہ میں نہ کرسکا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ نے جس طرح اقدام کیا، اس اقدام میں ان کو جن ہولناک سختیوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کو اسی سے زائد جو زخم پیش آئے اس طرح کا اقدام مجھ سے نہ ہوسکا اور انہوں نے جس طرح میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھائی وہ میں نہ دکھا سکا۔(۴)

قال أنس: فوجدنا به بضعا و ثمانين ضربة بالسيف أو طعنة برمح أو رمية بسهم، ووجدناه قد قتل وقد مثل به المشركون، فما عرفه أحد إلا أخته ببنانه۔

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٢٣)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ ص٢٣)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٢٣)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر تلوار، نیزے اور تیر کے اسی سے زیادہ زخم پائے اور ہم نے انہیں اس حالت میں پایا کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کیا تھا، چنانچہ انہیں ان کی بہن (ربیّع بنت النضر رضی اللہ عنہا) کے سوا کوئی بھی پہچان نہ سکا، انہوں نے بھی ان کو انگلی کے پورے سے پہچانا۔

"بنان" انگلی کے پورے کو کہتے ہیں۔(۱)

یہاں روایت میں "بنان" کا لفظ آیا ہے، جب کہ کتاب المغازی کی روایت میں شک کے ساتھ "بشامة أو ببنانه" وارد ہوا ہے۔(۲)

علامہ عینی اور حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر رواۃ نے بنان ہی روایت کیا ہے۔(۳)

قال أنس: كنا نُرى -أو نظن- أن هذه الآية نزلت فيه وفي أشباهه ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه﴾ إلى آخر الآية۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے ان کے اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿من المؤمنين ...... ﴾ کہ اہل ایمان میں ایسے جوان مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا وہ وعدہ جو انہوں نے اللہ تعالی سے کیا تھا، ان جوان مردوں میں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض اس (ساعت سعید) کا انتظار کر رہے ہیں۔ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویے میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

"قطعى نحبه" علامہ زمخشری نحب کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"...... عبارة عن الموت؛ لأن كل حي لابد له من أن يموت، فكأنه نذر لازم في رقبته، فإذا مات فقد قضى نحبه أي: نذره"۔(۴)

یعنی "قضاء النحب" موت سے کنایہ ہے، کیونکہ ہر زندہ چیز کو بہر حال مرنا ہے، گویا کہ یہ اس کی گردن پر نذر لازم ہے اور جب وہ مر گیا تو اس نے اپنی نذر پوری کر دی۔

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۰۹)۔

(۲) انظر الصحيح للبخاري (ج۲ص۵۷۹)، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، رقم (۳۸۲۲)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٣)، فتح الباري (ج٦ص٢٣)۔

(٤) الكشاف (ج٣ص٥٣٢)۔

وَقالَ:(١) إِنَّ أُخْتَهُ ، وَهْيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ ٱمْرَأَةٍ ، فَأَمَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بالْقِصَاصِ ، فَقَالَ أَنَسٌ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ ، لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا ، فَرَضُوا بِالْأَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّ مِنْ عِبَادِ ٱللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى ٱللهِ لَأَبَرَّهُ) .
[٣٨٢٢ ، ٤٥٠٥ ، وانظر : ٢٥٥٦]

ترجمۂ حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان (انس بن النضر) کی بہن نے کسی عورت کا دانت توڑ ڈالا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا (کہ قصاصا ان کی بہن کا بھی ایک دانت توڑا جائے) تو حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا، چنانچہ اس عورت کے اہل خانہ دیت پر راضی ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح مکمل تفصیلات کے ساتھ "كتاب الصلح، باب الصلح في الدية" کے تحت گذر چکی ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت آیت مذکورہ بالا میں ہے، اس لئے کہ آیت مذکورہ انہیں حضرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے عہد پورا کیا تھا اور ثبات قدمی وقلبی کا مظاہرہ کیا تھا اور جو عہد کو پورا کرنے کے منتظر تھے۔(٢)

(١) الحديث مرّ تخريجه في كتاب الصلح، باب الصلح في الدية۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٢)۔

٢٦٥٢ : حدّثنا أَبو اليَمانِ : أَخبَرَنا شُعَيبٌ ، عَنِ الزُّهرِيِّ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَني أَخِي ، عَنْ سُلَيْمانَ – أُرَاهُ – عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ خارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ (١) : نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي المَصاحِفِ ، فَفَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا ، فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصارِيِّ ، الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ شَهادَتَهُ شَهادَةَ رَجُلَيْنِ ، وَهُوَ قَوْلُهُ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا ٱللهَ عَلَيْهِ» . [٣٨٢٣ ، ٤٥٠٦ ، وانظر : ٤٤٠٢ ، ٤٧٠٢]

تراجم رجال

١۔ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

٢۔شعیب

یہ ابوبشر شعیب بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں کے حالات "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے تحت گذر چکے۔(٢)

٣۔اسماعیل

یہ اسماعیل بن ابی اویس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان ، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(٣)

---

(١) قوله: "زيد بن ثابت رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا(ج٢ص٥٨٠)، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، رقم (٤٠٤٩)، و(ج٢ص٧٠٥)، كتاب التفسير، باب ﴿فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر......﴾، رقم (٤٧٨٤)، و(ج٢ص٧٤٦) كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم (٤٩٨٨)، والترمذي في جامعه (ج٢ص١٤٢)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، رقم (٣١٠٤)۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٤٨٩و٤٨٠)۔

(٣) كشف الباري (ج٢ص١١٣)۔

۴۔ أخي

"أخي" سے مراد ابوبکر عبدالحمید بن عبداللہ ابی اویس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۵۔ سلیمان

یہ ابومحمد سلیمان بن بلال قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

٦۔ محمد بن ابی عتیق

یہ محمد بن عبداللہ بن ابی عتیق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۷۔ ابن شہاب

یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکا۔(۴)

۸۔ خارجہ بن زید

یہ مشہور تابعی حضرت خارجہ بن زید بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۹۔ زید بن ثابت

یہ مشہور صحابی، کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔(٦)

قال: نسختُ الصحف في المصاحف، ففقدتُ آية من سورة الأحزاب كنتُ أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بها۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب حفظ العلم۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص٦٥٨)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب مكث الإمام في مصلاه بعد السلام۔

(٤) كشف الباري (ج۱ ص٣٢٦)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت......۔

(٦) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب مايذكر في الفخذ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحیفوں کو میں نے مصاحف میں لکھا تو سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کو جس کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا نہیں پایا۔

یہاں "جمع قرآن" سے متعلق مشہور واقعے کی طرف اشارہ ہے، جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔(۱)

فلم أجدها إلامع خزيمة بن ثابت الأنصاري۔

چنانچہ وہ آیت مجھے خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مل گئی۔

حضرت خزیمۃ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ

یہ مشہور انصاری صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت بن الفاکہ بن ثعلبہ بن ساعدۃ الخطمی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۲) ابوعمارہ ان کی کنیت ہے۔(۳) اور "ذوالشہادتین" سے معروف ہیں۔(۴)

ان کی والدہ کبشۃ بنت اوس الساعدیۃ ہیں۔(۵)

ان کی ایک بیوی جمیلہ بنت زید بن خالد ہیں، جن سے حضرت خزیمہ کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ جبکہ دوسری اہلیہ صفیہ بنت عامر بن طعمہ ہیں، جن سے حضرت خزیمہ کے بیٹے عمارہ ہیں۔(۶)

یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔(۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے (۸) لیکن ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام ترمذی، ابن عبدالبر اور لالکائی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بدری ہیں۔(۹) جب کہ اصحاب المغازی

---

(۱) دیکھئے كشف الباري كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن (ص ٤١)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج٨ص٢٤٣)۔

(٣) الثقات لابن حبان (ج٣ص١٠٨)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٤)۔

(٥) الإصابة (ج١ص٤٢٥)۔

(٦) الطبقات لابن سعد (ج٤ص٣٧٨)۔

(٧) الإصابة (ج١ص٤٢٥)۔

(٨) تهذيب الأسماء واللغات (ج١ص١٧٥)۔

(٩) تهذيب التهذيب (ج٣ص١٤١)۔

نے ان کو بدریین میں شمار نہیں فرمایا ہے، ابن البرقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو غیر بدریین میں شمار فرمایا ہے اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قيل :إنه بدري، والصواب: أنه شهد أحدا ومابعدها" ۔(۱) اور عسکری وغیرہ نے تو ان کو اہل احد میں بھی شمار نہیں فرمایا ہے۔(۲)

ذوالشہادتین سے ملقب ہونے کی وجہ

ان کو "ذو الشہادتین" کہنے کی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدااور قیمت ادا کرنے کے لئے اعرابی کو ساتھ چلنے کے لئے فرمایا، اس دوران کچھ دوسرے لوگوں نے اس اعرابی سے وہ گھوڑا زیادہ قیمت پر خریدنے کے لئے کہا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قیمت ادا کرنے لگے تو اس نے گھوڑے کی بیع پر گواہ طلب کئے، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گھوڑا خریدا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم تو بیع کے وقت موجود نہیں تھے، تم نے کیسے گواہی دی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آسمان کی خبریں آپ کے پاس آتی ہیں ان میں ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں، یہ واقعہ تو زمین کا ہے، اس میں ہم آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا۔(۳) اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔

فتح مکہ کے دن بنی خطمہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور جنگ جمل وصفین میں یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے، لیکن قتال میں شریک نہیں ہوئے اور جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما شہید ہوگئے تو یہ قتال میں شریک ہوئے۔(۴)

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ عمارہ بن خزیمہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شریک تو ہوئے لیکن انہوں نے نیام سے تلوار نہیں نکالی

---

(۱) سير أعلام النبلاء (ج۲ص۴۸۵)، وتهذيب التهذيب (ج۳ص۱٤۱)۔

(۲) تهذيب التهذيب (ج۳ص۱٤۱)۔

(۳) انظر سنن أبي داود (ج۲ص۱۵۲) كتاب القضاء، باب إذا علم الحاكم صدق الشاهد الواحد يجوز له أن يحكم به، رقم (۳٦۰۷)، وسنن النسائي (ج۲ص۲۲۸) كتاب البيوع، باب التسهيل في ترك الإشهاد على البيع، رقم (٤٦۵۱)۔

(٤) تهذيب الأسماء واللغات (ج۱ص۱۷٦)۔

اور جنگ صفین میں بھی حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں عمار (ابن یاسر) کے قتل ہونے تک تلوار نہیں اٹھاؤں گا تا کہ دیکھوں کہ اسے کون قتل کرتا ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، وہ فرمارہے تھے "تقتله الفئة الباغية" چنانچہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو انہوں نے فرمایا: "قد بانت لي الضلالة" کہ کس کی غلطی ہے یہ بات مجھ پر واضح ہوگئی، پھر میدان جنگ میں داخل ہوئے اور قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(۱)

ان کی شہادت کا یہ واقعہ ۳۷ھ کا ہے۔(۲)

مسند احمد کی روایت ہے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کرر ہے ہیں۔اور اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور فرمایا: "صدق بذلك رؤياك" کہ اپنے خواب کو سچا کرو۔تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی پر سجدہ کیا۔(۳) یعنی اپنی پیشانی آپ کی پیشانی پر رکھ دی۔جیسا کہ "طبقات" کی ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔(۴)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے صاحبزادے عمارہ، حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ، عمارہ بن عثمان بن حنیف، عمرو بن میمون الاودی، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابوعبداللہ الجدلی، عبداللہ بن یزید الخطمی، عبدالرحمن بن ابی لیلی اور عطاء بن یسار رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(۵)

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔(۶)

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۸ احادیث روایت کی ہیں۔(۷)

اور اصحاب اصول ستہ میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی حضرات ائمہ نے ان کی روایات لی ہیں۔(۸) رضي الله عنه وأرضاه.

---

(۱) الإصابة (ج۱ص٤٢٦) ـ وأيضا انظر مسند الإمام أحمد (ج٥ص٢١٤)۔

(۲) سير أعلام النبلاء (ج۲ص٤٨٥)۔

(۳) مسند أحمد (ج٥ص٢١٥)، وكذا أخرجه ابن سعد بسنده، انظر الطبقات (ج٤ص٣٨٠)۔

(٤) طبقات ابن سعد (ج٤ص٣٨١)۔

(۵) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال (ج٨ص٢٤٤)۔

(٦) حوالہ بالا۔

(۷) تهذيب الأسماء واللغات (ج١ص١٧٦)۔

(۸) تهذيب الكمال (ج٨ص٢٤٥)۔

الـذي جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادته شهادة رجلين، وهو قوله: ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه﴾۔

جن کی شہادت (گواہی) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا اور (وہ آیت جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصاحف میں نہیں ملی تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو انہوں نے سنا تھا) اللہ تعالی کا قول: ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه﴾ ہے۔

گواہی کے جس واقعے کا حوالہ حدیث باب میں دیا گیا ہے وہ ابھی ماقبل میں گذر چکا ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت بالکل واضح وظاہر ہے کہ اس حدیث میں اسی آیت کا ذکر ہے جس پر ترجمہ قائم کیا گیا ہے۔(۱)

١٣ – باب : عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ .

ماقبل سے مناسبت

گذشتہ ابواب میں مختلف عنوانات کے ساتھ جہاد وقتال کی اہمیت، فضیلت اور اس پر مرتب اجر کا ذکر ہے، اب اس باب میں اس عمل قتال کی قبولیت کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ قتال سے پہلے کچھ نیک کام بھی کرنے چاہئیں تا کہ برکت ہو۔

مقصد ترجمہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد اس ترجمے سے یہ ہے کہ صالح اور دیندار شخص کو اس کے اعمال پر جو اجر دیا جاتا ہے وہ فاسق کو نہیں دیا جاتا، اس لئے عمل صالح کو مقدم کرنا چاہئے تا کہ دوسرے سے زائد اجر کا حامل ہو، چنانچہ حدیث باب کی دلالت اس پر بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اسلام عمل صالح ہے

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٤)۔

اور حدیث میں اس کی تقدیم کا حکم دیا گیا ہے۔(۱)

وَقَالَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ : إِنَّمَا تُقَاتِلُونَ بِأَعْمَالِكُمْ .

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم اپنے اعمال کی بدولت ہی قتال کرتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی تمہیں نیک اور اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہے اور اس کی وجہ سے قتال میں کامیابی ہوتی ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے، بخلاف اس کے کہ اگر قتال کرنے والوں کے اعمال برے ہوں تو پھر وہ ناکام ہوجایا کرتے ہیں۔(۲)

اس تعلیق کو امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے "سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن ابن حَلبس عن أبي الدرداء" کے طریق سے کتاب الجہاد میں موصولاً نقل فرمایا ہے۔(۳)

دراصل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے دو حصے ہیں، ایک حصہ تو وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے، دوسرا حصہ وہ ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ بنایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "تغلیق التعلیق" میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے...... عن سعيد بن عبدالعزيز عن ربيعة بن يزيد، أن أبا الدرداء قال: "أيها الناس، عمل صالح قبل الغزو، فإنما تقاتلون بأعمالكم"۔(۴)

اب اثر مذکور کے پہلے حصے کو تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ بنایا اور دوسرے حصے کو تعلیق کی صورت میں نقل فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "عن سعيد بن عبدالعزيز عن ربيعة بن يزيد عن أبي الدرداء" کے طریق میں انقطاع ہے، کیونکہ ربیعۃ بن یزید کا سماع حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے طریق میں ربیعۃ بن یزید اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان "ابن حلبس" کا واسطہ ہے اور اس میں صرف "إنما تقاتلون بأعمالكم" کا ذکر ہے۔

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲۱۷)۔

(۲) فيض الباري (ج۳ص۴۲۴)۔

(۳) تغليق التعليق (ج۳ص۴۳۱)۔

(۴) حوالہ بالا۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حصے کو جو متصل ہے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردیا اور جو حصہ سند منقطع کے ساتھ تھا اس کو ترجمہ میں ذکر فرمایا، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ اس سے غافل نہیں تھے۔(۱)

وَقَوْلُهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ ما لَا تفعلُونَ . كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا ما لَا تَفْعَلُونَ . إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ» /الصف: ٢-٤/ .

اور اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں، اللہ تعالی تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا کہ وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔(۲)

آیت کریمہ کا تعلق دعوے سے ہے، نہ کہ دعوت سے

اکثر لوگوں کو بے عمل عالم کے وعظ و نصیحت کرنے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ خود عمل نہیں کرتے تو ان کو نصیحت نہیں کرنی چاہئے، یہ تو ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾ کے خلاف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا تعلق دعوے سے ہے، دعوت سے نہیں لہذا کسی ایسی بات کا دعویٰ تو جائز نہیں جس پر عمل نہ ہو، لیکن دعوت دینا اور وعظ و نصیحت کرنا جائز ہے، وہ اس میں داخل نہیں۔ فافهم ولا تغفل۔

آیات کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیات اور ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے پہلی دو آیتوں میں اس شخص پر عتاب فرمایا ہے جو یہ کہے کہ میں اچھا کام کروں گا پھر نہ کرے۔ اور اس کے بعد آیت ﴿إن الله يحب الذين ......﴾ میں اس شخص کی تعریف فرمائی ہے جو میدان جنگ میں ثابت قدمی

(۱) فتح الباري (ج٦ ص ٢٤)۔

(۲) ترجمہ از بیان القرآن (ج ۲ سورۃ الصف)۔

دکھائے اور پھر قتال کرے۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں اس آدمی کی مدح ہے جو کہے بھی اور کر کے بھی دکھائے اور اس کا قول جہاد کی تیاری کے سلسلے میں قتال سے قبل عمل صالح ہے جس کو اس نے قتال پر مقدم کیا ہے۔(۱)

اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود آیات میں "صفا" کا لفظ ہے کہ وہ صف بناتے ہیں اور ان کا قتال سے قبل صف بندی کرنا عمل صالح قبل القتال ہے۔(۲)

۲۶۵۳ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(۳) يَقُولُ : أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أُقَاتِلُ وَأُسْلِمُ ؟ قَالَ : (أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ) . فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (عَمِلَ قَلِيلاً وَأُجِرَ كَثِيرًا) .

تراجم رجال

۱۔ محمد بن عبدالرحیم

یہ ابو یحیی محمد بن عبدالرحیم بن ابی زہیر العدوی البزاز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۲۔ شبابة بن سوار الفزاری

یہ ابو عمرو شبابة بن سوار الفزاری المدائنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۳۔ اسرائیل

یہ ابو یوسف اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۶)

---

(۱) المتواري (ص ۱۵۱)۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ص ۱۱۰)۔

(۳) قوله: "البراء": الحديث أخرجه مسلم (ج۲ص ۱۳۸) كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، رقم (۴۹۱۴)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحيض، باب الصلاة على النفساء وسنتها۔

(۶) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب من ترك بعض الاختيار ......۔

۴۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔البراء

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب الصلاۃ من الإیمان" کے تحت گذر چکے۔(۱)

یقول: أتى النبيّ صلى الله عليه وسلم رجلٌ مقنعٌ بالحديد۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کا خود پہن کر ایک آدمی آئے۔

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کا نام اصرم عمرو بن ثابت الاشہلی بتلایا ہے۔(۲)

حضرت عمرو بن ثابت اشہلی رضی اللہ عنہ

یہ عمرو بن ثابت بن وقیش بن زغبۃ بن زعوراء بن عبد الاشہل رضی اللہ عنہ ہیں، کبھی کبھار دادا کی طرف منسوب ہوکر عمرو بن وقیش بھی کہلاتے ہیں۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ان کی والدہ ہیں۔اصرم یا اصیرم ان کا لقب ہے۔(۳)

ابن اسحاق نے مغازی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرو بن ثابت کا واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "أخبرني عن رجل دخل الجنة، ولم يصل صلاة؟" کہ مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتلاؤ جو جنت میں داخل ہوگئے اورانہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی پھر خود ہی فرماتے: "هو عمرو بن ثابت"۔(۴)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص ۳۷۰-۳۷۶)۔

(۲) شرح الکرماني (ج۱۲ص ۱۱۱)۔

(۳) الإصابة (ج۲ص ۵۲٦)۔

(٤) حوالہ بالا، و فتح الباري (ج٦ص ۲۵)۔

اسی طرح ابن اسحاق نے حصین بن محمد سے اور وہ محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کے منکر تھے، جنگ احد والے دن اسلام کی حقانیت ان پر ظاہر ہوگئی تو انہوں نے اپنی تلوار اٹھائی اور قوم میں آئے اور لوگوں کے درمیان داخل ہوگئے اور خوب قتال کیا یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے، ان کی قوم نے جب ان کو زخمی حالت میں معرکہ میں پایا تو پوچھا تم یہاں کیسے؟ آیا اپنی قوم پر شفقت کھا کر آئے ہو یا اسلام میں رغبت کی بناء پر؟ تو حضرت عمرو بن ثابت نے فرمایا: بلکہ اسلام میں رغبت کی وجہ سے آیا ہوں اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لڑائی لڑی اور جو کچھ زخم وغیرہ کا لگنا تھا وہ لگا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمام احوال سن کر) فرمایا: "إنه من أهل الجنة"۔(۱)

"مقنع بالحديد" کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے خود پہن رکھا تھا، (۲) یہ قناع سے ہے اور قناع اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے۔(۳) چونکہ خود کے ذریعے سر کو ڈھانپا جاتا ہے اس لئے جو خود پہنے اسے "مقنع" کہتے ہیں۔(۴)

اور اس کے معنی "المتغطي بالسلاح" کے بھی ہیں، یعنی جس نے اپنے کو اسلحے کے ذریعے ڈھانپ رکھا ہو۔(۵)

اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس نے اپنے چہرے کو آلات حرب سے ڈھانپ رکھا تھا۔(۶)

فقال: يا رسول الله، أقاتل أو أسلم؟

تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! قتال کروں یا اسلام قبول کروں؟

قال: "أسلم ثم قاتل"۔ فأسلم ثم قاتل فقتل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام قبول کرو پھر قتال کرو۔ چنانچہ اس آدمی نے اسلام قبول کیا، پھر قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو پہلے اسلام قبول کرنے کو کہا کیونکہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار ایمان پر

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) النهاية لابن الأثير (ج٤ص١١٤)، مادة "قنع"۔

(۳) مختار الصحاح (ص٥٥٣) مادة "قنع"۔

(٤) النهاية (ج٤: ١١٤)، مادة قنعَ۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص٢٥)۔

ہے، چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور جہاد میں شریک ہوئے۔ یہاں تک شہید ہوگئے، ماقبل میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات آچکی کہ یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "عمل قليلا وأجر كثيرا"۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل تو تھوڑا کیا اور اس پر اجر اس کو بہت زیادہ ملا۔

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالی تھوڑے سے عمل پر بھی بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں، اور یہ بندوں پر اللہ تعالی کا احسان وکرم ہوتا ہے۔(۱)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت "أسلم، ثم قاتل، فأسلم ثم قاتل" میں ہے، کہ انہوں نے غزوے میں شرکت سے قبل عمل صالح بلکہ أفضل الاعمال یعنی اسلام کو اختیار کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد قتال کیا۔(۲)

تنبیہ

علامہ عینی (۳) اور علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہما اللہ (۴) نے حدیث باب کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے افراد میں شمار کیا ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والحديث من إفراده" کہ اس روایت کی تخریج میں امام بخاری متفرد ہیں، لیکن جیسا کہ تخریج میں گزرا یہ حدیث صحیح مسلم كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة میں بھی موجود ہے۔(۵)

اسی طرح علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین میں حدیث باب کو ذکر کیا ہے اور فرمایا: "متفق عليه، وهذا لفظ البخاري"۔(٦)

اس لئے حدیث باب کے متعلق یہ کہنا کہ یہ افراد بخاری میں سے ہے صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٦)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ ص٢٤)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٦)۔

(٤) ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث (ج١ ص١٢٢)۔

(٥) صحيح مسلم (ج٢ ص١٣٨)، رقم (٤٩١٣ و ٤٩١٤)۔

(٦) رياض الصالحين (ص٣٩٤)، كتاب الجهاد، رقم (١٣١٠)۔

١٤ – باب : مَنْ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ .

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد اس وہم کو دور کرنا ہے کہ اگر کوئی میدان جنگ میں دورانِ قتال مارا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس کے تیر سے مارا گیا، مسلمان کے تیر سے یا کافر کے، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ ترجمے اور حدیث باب کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ معرکہ کا مقتول شہید ہے، اگرچہ قاتل نامعلوم ہو۔(۱)

٢٦٥٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو أَحْمَدَ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ(٢): أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ ، وَهْيَ أُمُّ حارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حارِثَةَ – وَكانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ، أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ – فَإِنْ كانَ فِي الجَنَّةِ صَبَرْتُ ، وَإِنْ كانَ غَيْرَ ذٰلِكَ ، ٱجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكاءِ ؟ قالَ : (يَا أُمَّ حارِثَةَ ، إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الجَنَّةِ ، وَإِنَّ ٱبْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى) .

[٣٧٦١ ، ٦١٨٤ ، ٦١٩٩]

تراجم رجال

۱۔محمد بن عبداللہ

اس میں شراح بخاری کا اختلاف ہے کہ یہاں سند میں محمد بن عبداللہ سے کون مراد ہیں۔

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ فرمایا کہ یہ محمد بن یحیی بن عبد اللہ الذہلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ان کو دادا کی طرف منسوب کر دیا ہے، یعنی محمد بن عبد اللہ، جب کہ وہ محمد بن یحیی بن

(۱) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ص١٩٥)۔

(٢) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج٢ص٥٦٧)، كتاب المغازي، باب فضل من شهد بدرا، رقم (٣٩٨٢)، و(ج٢ص ٩٧٠و٩٧٢)، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، رقم (٦٥٥٠)، و(٦٥٦٧)، والترمذي (ج٢ص١٥١) أبواب تفسير القران، باب ومن سورة المؤمنون، رقم (٣١٧٤)۔

عبد اللہ ہیں۔(۱) اور کلاباذی نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔(۲)

اور ابوعلی بن السکن کی روایت میں ہے: "حدثنا محمد بن عبد الله بن المبارك المخرمي" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور کوئی راوی ہیں، اب اگر ابن السکن نے اپنی طرف سے یہ نسبت بیان کی ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، ورنہ معتبر ہے۔ نیز اسی روایت کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید میں "محمد بن يحيى الذهلي عن حسين بن محمد وهو المروزي" کے طریق سے نقل فرمایا ہے۔(۳)

چنانچہ مراد اگر محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ الذہلی ہیں تو ان کے حالات "كتاب العيدين، باب التكبير أيام منى وإذا غدا إلى عرفة" کے تحت آچکے ہیں۔

اور اگر مراد محمد بن عبد اللہ بن المبارک المخرمی ہیں تو ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ نقل کیا جاتا ہے۔

یہ حافظ محمد بن عبد اللہ بن المبارک القرشی المخرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ابوجعفر ان کی کنیت ہے اور حلوان کے قاضی تھے۔(۴) ۱۷۰ھ کے بعد ان کی ولادت ہوئی۔(۵)

یہ ابو معاویہ الضریری، یحییٰ القطان، ابن مہدی، ابو عامر العقدی، ابو اسامہ، اسحاق بن یوسف الازرق، حسن بن موسیٰ الاشیب، شبابۃ بن سوار، اسود بن عامر شاذان، زکریا بن عدی، صفوان بن عیسیٰ، معلی بن منصور الرازی، حجین بن المثنی، ابونوح عبد الرحمن بن غزوان، یحییٰ بن یوسف، یزید بن ہارون، حسین بن محمد بن بہرام اور یعقوب بن ابراہیم بن سعد رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام بخاری، ابوداود، نسائی، ابوحاتم، ابراہیم الحربی، یعقوب بن سفیان، ابن خزیمہ، ابن بجیر، ابن ابی الدنیا، عبد اللہ بن محمد الفرھیانی، محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، یحییٰ بن محمد صاعد اور حسین بن اسماعیل محاملی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(۶)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۱۱)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۰٦)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص۲٦)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۲٥ص٥۳٤)۔

(٥) سير أعلام النبلاء (ج۱۲ص۲٦٥)۔

(٦) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج۲٥ص٥۳٤-٥۳٦)۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا، کیا تم نے عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما کی یہ حدیث "كنا نغسل الميت منا يغتسل، ومنا من لايغتسل" (کہ ہم میت کو غسل دیتے تھے، تو ہم میں سے کچھ بعد میں غسل کرتے اور کچھ غسل نہیں کرتے تھے) لکھی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مخرم کی جانب ایک نوجوان ہے جس کو محمد بن عبداللہ کہا جاتا ہے، وہ اس حدیث کو ابوهشام المخزومی عن وهیب کے طریق سے نقل کرتا ہے، اس سے وہ حدیث لکھ لو۔(۱)

ابوبکر الباغندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان حافظاً متقنا"۔(۲)

نصر بن احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان محمد بن عبد الله المخرمي من الحفاظ المتقنين المأمونين"۔(۳)

عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كتب أبي عنه، وهو صدوق ثقة، سئل أبي عنه، فقال: ثقة ثقة"۔(۴)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة كان حافظا"۔(۵)

ایک مرتبہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو لوگ ان کے اردگرد جمع ہوگئے، پھر جب سب چلے گئے تو علی بن المدینی سے پوچھا گیا: "من وجدت أكيس القوم؟ فقال: "هذا الغلام المخرمي"۔(۶)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۷)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۸)

نیز فرماتے ہیں: "كان أحد الثقات، ما رأينا بالعراق مثله"۔(۹)

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۲۵ص۵۳۶)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) تهذيب التهذيب (ج۹ص۲۷۳)۔

(۵) حوالہ بالا۔ وقال أيضا: "ثقة مأمون"۔ تعليقات تهذيب الكمال (ج۲۵ص۵۳۷)۔

(۶) سير أعلام النبلاء (ج۱۲ص۲۶۷)۔

(۷) الثقات لابن حبان (ج۹ص۱۲۱)۔

(۸) تهذيب الكمال (ج۲۵ص۵۳۷)۔

(۹) تهذيب التهذيب (ج۹ص۲۷۳)۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کان حافظا"۔(١)

مسلمہ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کان أحد الثقات، جلیل القدر"۔(٢)

ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کان ثبتاعالما"۔(٣)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "من أئمة الأثر"۔(٤)

یہ صحیح بخاری، ابوداود اور نسائی کے راوی ہیں۔(٥)

۲۵۴ھ کو ان کا انتقال ہوا۔(٦) رحمه الله رحمة واسعة۔

٢۔حسین بن محمد بن بہرام تمیمی

یہ حسین بن محمد بن بہرام تمیمی مروزی مؤدب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(٧) ابواحمد ان کی کنیت ہے۔(٨) جیسا کہ سند میں بھی مذکور ہے۔ بغداد کے رہائشی تھے۔(٩)

یہ اسرائیل، جریر بن حازم، ابوغسان محمد بن مطرف، شیبان النحوی، ابن ابی ذئب، مبارک بن فضالۃ، ایوب بن عتبہ، خلف بن خلیفہ، شریک النخعی اور ابواویس المدنی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، احمد بن منیع، ابراہیم بن سعید الجوہری، عبدالرحمن بن مہدی، جو ان سے بہت پہلے وفات پا گئے تھے، ابوخیثمہ، محمد بن رافع، یحیی، ابن ابی شیبۃ، ذہلی، ابراہیم حربی، اسحاق حربی، محمد بن عبداللہ بن مبارک اور عباس الدوری رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(١٠)

---

(١) تهذيب التهذيب (ج٩ص ٢٧٣)۔

(٢) تهذيب التهذيب (ج٩ص ٢٧٣)۔

(٣) حوالہ بالا (٩: ٢٧٤)۔

(٤) الكاشف (ج٢ ص١٨٩)۔

(٥) حوالہ بالا۔

(٦) حوالہ بالا۔ وسیر أعلام النبلاء (ج١٢ ص ٢٦٧)۔

(٧) تهذيب الكمال (ج٦ ص ٤٧١)۔

(٨) طبقات ابن سعد (ج٧ص٣٣٨)۔

(٩) تهذيب الكمال (ج٦ ص ٤٧١)۔

(١٠) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج٦ص ٤٧١و ٤٧٢)۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة"۔(۱)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"۔(۲)

معاویہ بن صالح الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال لي أحمد بن حنبل: اكتبوا عنه، وجاء معي إليه، وسأله أن يحدثني"۔(۳)

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وكان يحفظ"۔(۴)

سبط بن العجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۵)

ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو ثقة"۔(۶)

ابن وضاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سمعت محمد بن مسعود يقول: "حسين بن محمد ثقة"، وسمعت ابن نمير يقول: "حسين بن محمد بن بهرام صدوق"۔(۷)

البتہ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تقلید میں ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حسین بن محمد بن بہرام کو مجہول قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الاعتدال'' میں نقل فرمایا ہے: "مجهول، كذا قاله أبو حاتم"۔(۸)

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن ابی حاتم نے ''الجرح والتعدیل'' میں جہاں حسین بن محمد کو ذکر کیا وہاں حسین بن محمد المروزی البغدادی التمیمی المعلم اور حسین بن محمد بن بہرام کے درمیان تفریق کی اور اول کے بارے میں لکھا: سمعت أبي يقول: "أتيته مراراً بعد فراغه من تفسير شيبان، و سألته أن يعيد عليَّ بعض المجلس، فقال: بكر، بكر، ولم أسمع منه شيئا" یعنی ''میرے والد کو میں نے کہتے سنا کہ میں کئی مرتبہ ان کے تفسیر شیبان سے فارغ ہونے کے بعد ان کے پاس گیا ان سے درخواست کی کہ مجالس تفسیر میں سے بعض کا مجھے اعادہ کروادیں تو انہوں نے

---

(۱) طبقات ابن سعد (ج۷ص۳۳۸)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج٦ص٤٧٣)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) الكاشف (ج١ص٣٣٥)۔

(۵) حوالہ بالا، (حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف)۔

(٦) تهذيب التهذيب (ج٢ص٣٦٧)۔

(۷) حوالہ بالا۔

(۸) ميزان الاعتدال (ج١ص٥٤٧)، وتعليقات تهذيب الكمال (ج٦ص٤٧٤)۔

(ہرمرتبہ یہی) کہا کہ صبح آ ؤاوران سے میں نے کچھ بھی نہیں سنا"۔اوردوسرے کے بارے میں لکھا ہے: وسمعته یقول: "هو مجهول"۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک ہی ہیں، لیکن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ ان کو پہچان نہ سکے اس لئے مجہول قرار دے دیا۔(١)

یہ اصول ستہ کے راوی ہیں۔(٢)

٢١٣ھ یا ٢١٤ھ کوان کا انتقال ہوا۔(٣) رحمه الله رحمة واسعة۔

٣۔شیبان

یہ ابومعاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(٤)

٤۔قتادة

یہ قتادة بن دعامہ سدوسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

٥۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب ......" کے تحت آ چکے۔(٥)

أن أم الربيّع بنت البراء وهي أم حارثة بن سراقة أتت النبيّ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ام الربیّع بنت البراء جو حارثہ بن سراقہ کی والدہ ہیں تشریف لائیں۔

---

(١) تعليقات تهذيب الكمال (ج٦ ص٤٧٣ و ٤٧٤)، وتهذيب التهذيب (ج٢ ص٣٦٧)۔

(٢) الكاشف (ج١ ص٣٣٥)۔

(٣) حوالہ بالا، والكامل لابن الأثير (ج٥ ص٢١٩)۔

(٤) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب كتابة العلم۔

(٥) كشف الباري (ج٢ ص٣ و٤)۔

ایک اہم تنبیہ

بخاری کے تمام نسخوں میں "ام الربیّع بنت البراء" آیا ہے، لیکن یہ وہم ہے، اس پر حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تنبیہ کی ہے اور فرمایا کہ صحیح "ام حارثة بن سراقة بن الحارث بن عدی ......" ہے۔ اور ام حارثہ ربیع بنت النضر ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، اس لئے ربیع سے پہلے ام کا لفظ درست نہیں۔(۱)

دوسرا وہم روایت میں ربیّع کو بنت البراء کہنا ہے۔ جبکہ صحیح بنت النضر ہے، کیونکہ ربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا کے نسب میں کوئی بھی براء نامی شخص نہیں ہے شاید یہ لفظ "ربیّع عمة البراء" ہے اور براء بن مالک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور یہ دونوں حضرت ربیّع بنت النضر رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔(۲)

چنانچہ یہی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ کے طریق سے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے: عن أنس أن الربيع بنت النضر أتت النبي صلى الله عليه وسلم، وكان ابنها حارثة بن سراقة أصيب يوم بدر......۔(۳)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ صحیح ربیع بنت النضر ہے، نہ کہ ام الربیع بنت البراء۔

نیز ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ انساب، مغازی اور اسماء الصحابۃ کی کتابیں بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ام حارثہ ربیع بنت النضر عمۃ انس رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔(۴)

حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

یہ حارثہ بن سراقہ بن الحارث بن عدی الانصاری النجاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٧)، وفتح الباري (ج٦ ص٢٦)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٢٦)۔

(۳) الجامع للترمذي (ج٢ ص١٥١)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة المؤمنون، رقم (٣١٧٤)۔

(٤) أسد الغابة (ج٧ ص١٠٩)، اوران کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلح، باب الصلح في الدية۔

(٥) الإصابة (ج١ ص٢٩٧)۔

یہ بدر کے دن شہید ہوئے، چنانچہ امام احمد، طبرانی، بخاری، نسائی، ترمذی رحمہم اللہ تعالی سب کا اتفاق اس پر ہے کہ یہ بدر میں شہید ہوئے۔ اور ابن اسحاق، موسی بن عقبہ اور ابو الاسود نے بھی ان کو ان صحابہ میں شمار کیا ہے جو بدر میں شریک ہوئے اور وہیں شہید بھی ہوئے، چنانچہ اہل مغازی کا اس میں اختلاف نہیں۔(۱)

لیکن ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ یہ احد میں شہید ہوئے ہیں۔(۲) اور ان کے اس قول پر ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق شدید رد کیا ہے۔(۳)

بہر حال پہلا قول ہی صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "والمعتمد الأول"۔(۴)

فقالت: يا نبي الله، ألا تحدثني عن حارثة – وكان قتل يوم بدر أصابه سهم غرب– فإن كان في الجنة صبرت۔

تو حضرت ربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتلائیں گے؟ اور حارثہ بدر والے دن شہید ہوئے تھے کہ ان کو کسی نامعلوم شخص کا تیر لگا تھا، اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کروں گی۔

"سهم غرب" میں غرب یا تو سہم کی صفت ہے یا اس کا مضاف الیہ ہے۔(۵)

اور اس کے معنی ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبیدہ سے یہ نقل کئے ہیں یقال: سهم غرب: إذا كان لا يعلم من رماه۔ کہ جب تیر مارنے والے کا علم نہ ہو کہ کس نے مارا ہے تو کہا جاتا ہے سهم غرب۔(٦)

اور ابوزید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، قال: سهمُ غرْب – ساكنة الراء– إذا أتاه من حيث لايدري، وسهم غرَب – بفتح الراء– إذا رماه فأصاب غيرَه۔(۷)

(۱) الإصابة (ج۱ ص۲۹۷)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) الإصابة (ج۱ ص۲۹۷)۔

(٥) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۱۱)۔

(٦) شرح ابن بطال (ج٥ ص۲٥)۔

(۷) شرح ابن بطال (ج٥ ص۲٥)۔

یعنی "غـرب" راء کے سکون کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوں گے جب کسی کو نامعلوم جانب سے تیر لگے اور اگر راء کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ تیر مارا تو کسی کو لیکن کسی دوسرے اور کو لگ جائے۔

وإن كان غير ذلك اجتهدت عليه في البكاء۔

اور اگر اس کے علاوہ اور کوئی بات ہوئی تو میں اس پر خوب رووں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور اس میں "اجتهدت عليه في الدعاء" (١) واقع ہوا ہے، لیکن یہ غلط ہے اور صحیح روایت باب ہی ہے یعنی "في البكاء"۔ (٢)

حدیث باب سے علامہ خطابی کا نوحے کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب سے نوحہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:
"وفيه أنه لم يعنفها على قولها: اجتهدت عليه في البكاء"۔ (٤)

اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے ان پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تحریم نوحہ سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ نوحہ کی حرمت غزوہ احد کے بعد ہوئی ہے اور یہ غزوہ بدر کا واقعہ ہے، اس لئے مذکورہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ (٥)

لیکن علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حضرات کے اعتراض اور جواب کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی اس بات میں نظر ہے، جو مخفی نہیں کیونکہ ام حارثہ رضی اللہ عنہا نے اجتهدت عليه في النوح نہیں کہا، بلکہ "اجتهدت عليه في البكاء" کہا ہے اور اجتہاد فی البکاء سے نوحہ لازم نہیں آتا، نوحہ اور بکاء میں تو بڑا فرق ہے، نوحے کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ بین کر کے رویا جائے، جب کہ بکاء کی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی غمگین ہوتا ہے تو اس کے منہ سے آواز نکل جاتی ہے، چیخ بھی نکل جاتی ہے اور یہ ناجائز نہیں ہے۔ اور یہ بکاء ہے نوحہ نہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا قول سے ان دو حضرات

---

(١) الجامع للترمذي (ج٢ص١٥١)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة المؤمنون، رقم (٣١٧٤)۔

(٢) عمدة القاری (ج١٤ص١٠٧)۔

(٣) أعلام الحديث (ج٢ص١٣٦٢)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٢٧)۔

نے جو استدلال کیا اور اس کا جو مفہوم بیان کیا ہے، وہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ انہوں نے "لم یعنفھا علی قولھا" کے ذریعے حدیث میں مذکور بکاء کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میت پر دفن سے قبل اور اس کے بعد دونوں وقت رونا بالاتفاق جائز ہے۔(۱)

قال: "یا أم حارثة، إنها جنان في الجنة، وإن ابنكِ أصاب الفردوس الأعلى"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام حارثہ! جنت میں بہت سے باغات ہیں اور تمہارا بیٹا تو فردوس اعلی میں پہنچ گیا ہے۔

إنها کی ضمیر میں احتمالات

"إنها" کی جو ضمیر ہے وہ ضمیر مبہم ہے اور اس کی تفسیر مابعد کے قول میں ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں: "هي العرب تقول ماتشاء"۔ (۲) چنانچہ اس مثال میں "هي" ضمیر مبہم ہے، اس کی تفسیر مابعد والا کلمہ یعنی "العرب" کررہا ہے کہ "هي" سے مراد "العرب" ہیں، اسی طرح "إنها" کی جو ضمیر ہے اس کی تفسیر مابعد والا کلمہ یعنی "جنان" کررہا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ضمیر شان ہو اور جنان مبتدا ہو اور اس کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔(۳)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ بالا خوش خبری سنائی تو حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا اس حالت میں وہاں سے لوٹیں کہ ہنس رہی تھیں اور فرمارہی تھیں: "بخ بخ لك يا حارثة"۔(۴)

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بالکل واضح ہے کہ ترجمے میں "سهم غرب" کا ذکر ہے اور حدیث باب میں بھی "سهم غرب" کا ذکر موجود ہے۔(۵)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۱۲)، وأيضاً انظر موسوعة النحو والصرف والإعراب، (ص۴۲۹)؛ بحث الضمير۔

(۲) شرح القسطلاني (ج۵ص۴۸)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۰۷)۔

(۴) حوالہ بالا (ص۱۰۶)۔

١٥ – باب : مَنْ قاتَلَ لِتكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيا .

اختلاف نسخ

یہاں صحیح بخاری شریف کے تمام نسخوں میں باب سے پہلے بسملہ بھی مذکور ہے جبکہ ابوذر کے نسخے میں بسملہ ساقط ہے۔(۱)

ماقبل سے مناسبت

گذشتہ ابواب میں مختلف طریقوں کے ذریعے شہید کی فضیلت اور مراتب کو بیان کیا گیا ہے اور اس باب میں حقیقی شہید کی علامات بیان کی جارہی ہیں کہ حقیقی شہید وہ ہے جس کا قتال کلمۃ اللہ کے اعلاء کے لئے ہو، تب ہی ان مراتب اور فضائل کو حاصل کیا جاسکتا ہے جن کا شہید سے وعدہ کیا گیا ہے، ورنہ نہیں۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قتال کرنے والے کی فضیلت کو بیان کرنا ہے اور شرط کی جزاء محذوف ہے یعنی فھو المعتبر کہ اگر قتال اللہ کے کلمہ کے اعلاء کے لئے ہوگا تو معتبر ہوگا۔(۲)

٢٦٥٥ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (٣) قالَ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقالَ : الرَّجُلُ يُقاتِلُ لِلْمَغْنَمِ ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ ، وَالرَّجُلُ يُقاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ ؟ قالَ : (مَنْ قاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا ، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ) . [ر : ١٢٣]

---

(۱) شرح القسطلانی (ج٥ص٤٨)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٢٨)۔

(۳) قوله: "عن أبي موسى رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا۔

تراجم رجال

۱۔سلیمان بن حرب

یہ ابوایوب سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر ......" کے تحت آچکا۔(۱)

۲۔شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون ...." کے تحت گذر چکے۔(۲)

۳۔عمرو

یہ عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔ابووائل

یہ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط ......" کے ذیل میں آچکے۔(۴)

۵۔ابوموسی

یہ مشہور صحابی حضرت ابوموسی عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أي الإسلام أفضل؟" کے تحت گذر چکا۔(۵)

قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: الرجل يقاتل للمغنم، والرجل

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۰۵)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۶۷۸)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص۵۵۹)۔

(٥) كشف الباري (ج۱ص۶۹۰)۔

يقاتل للذكر، والرجل يقاتل ليرى مكانه، فمن في سبيل الله؟

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس کہا، آدمی غنیمت کے لئے قتال کرتا ہے اور آدمی شہرت کے لئے قتال کرتا ہے اور آدمی دکھاوے کے لئے لڑتا ہے تو ان سے فی سبیل اللہ کون ہے؟

رجل سے کون مراد ہے؟

یہاں روایت باب میں رجل آیا ہے جبکہ یہی روایت "غندر عن شعبة" کے طریق سے بھی امام بخاری نے نقل فرمائی ہے، اس میں "قال أعرابي" ہے۔(۱)

اور اس اعرابی کو لاحق بن ضمیرہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے، چنانچہ ان کی حدیث ابوموسی المدینی نے "الصحابة" میں عفیر بن معدان کے طریق سے نقل کی ہے اور اس میں ہے: سمعت لاحق بن ضميرة الباهلي قال: وفدت على النبي صلى الله عليه وسلم، فسألته عن الرجل يلتمس الأجر والذكر، فقال: "لاشيء له" وفي إسناده ضعف۔(۲)

اسی طرح کی روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے: "عن معاذ بن جبل أنه قال: يا رسول الله، كل بني سلمة يقاتل؛ فمنهم من يقاتل رياء......" اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بھی وہی سوال کیا ہو جو اس اعرابی نے کیا، کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا سوال خاص ہے، یعنی اس میں سوال کا تعلق بنوسلمہ سے ہے، جب کہ اعرابی کا سوال عام ہے۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اعرابی کہا جائے، اس لئے روایات مذکورہ کو تعدد قصہ پر محمول کیا جائے گا۔(۳)

---

(۱) انظر الصحيح للبخاري (ج۱ص۴۴۰)، كتاب فرض الخمس، باب من قاتل للمغنم، هل ينقص من أجره؟ رقم (۳۱۲۶)۔

(۲) فتح الباري ج۶ص۲۸)۔

(۳) حوالہ بالا۔

ریاء اور سمعہ دونوں مذموم ہیں

روایت باب میں "والرجل یقاتل لیری مکانه" وارد ہوا ہے، جبکہ اعمش عن ابی وائل کے طریق میں "ویقاتل ریاء" آیا ہے۔(۱)

چنانچہ روایت باب کا مفہوم تو سمعہ (شہرت) ہے اور دوسری روایت ریاء سے متعلق ہے، لیکن بہر حال دونوں مذموم ہیں۔(۲)

قال: "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اس لئے قتال کیا کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو وہ فی سبیل اللہ ہے۔

"كلمة الله" سے مراد کلمۂ توحید ہے، چنانچہ جو شخص کلمۂ توحید کی سربلندی کے لئے قتال کرے گا وہ مقاتل فی سبیل اللہ ہے، نہ کہ طالب غنیمت وشہرت اور شجاعت و بہادری کا اظہار کرنے والا۔(۳)

حدیث باب کے طرق مختلفہ کا حاصل

حدیث باب کے مختلف طرق کو سامنے رکھنے سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ قتال کے پانچ اسباب ہو سکتے ہیں: ۱۔ طلب غنیمت، ۲۔ اظہار شجاعت، ۳۔ دکھاوا، ۴۔ حمیت اور ۵۔ غضب۔ اور ان میں سے ہر سبب مدح وذم کا پہلو رکھتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کا جواب اثبات اور نفی میں نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا: "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله" (۴) کہ جس کا قتال اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے ہوگا وہی قتال فی سبیل اللہ ہے۔

آپ ﷺ کا جواب جوامع الکلم میں سے ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا جواب بلاغت اور ایجاز کے اعلی پیمانے کا حامل ہے اور یہ جملہ جوامع الکلم

---

(۱) انظر الصحيح للبخاري (ج۲ ص۱۱۱۱)، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى: ﴿ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين﴾، رقم (۷٤٥۸)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص۲۸)۔

(۳) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۱۳)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص۲۸)۔

میں سے ہے، اس لئے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کے ذکر کردہ امور کا جواب دیتے کہ وہ فی سبیل اللہ میں داخل نہیں ہیں تو اس بات کا احتمال تھا کہ ان کے علاوہ قتال اگر کسی اور سبب سے ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع و مانع جملہ اختیار فرمایا اور جواب میں ماہیت قتال سے مقاتل کے حال کی طرف عدول کیا۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

ترجمہ کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت بالکل واضح اور ظاہر ہے اور مناسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا" میں ہے۔(۲)

١٦ - باب : مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ .

ماقبل سے مناسبت

باب سابق میں اس شخص کی فضیلت کا ذکر تھا جو خالص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے اور اس باب میں اللہ کے راستے میں قدمین کے غبار آلود ہونے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد واضح ہے کہ اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قتال فی سبیل اللہ میں قدمین کے غبار آلود ہونے کی فضیلت بیان کررہے ہیں۔

اور قدمین کے غبار آلود ہونے کا مطلب کفار کے ساتھ لڑائی میں اندھا دھند گھس جانا ہے اور اس بات میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے کہ لوگوں کے آپس میں ٹکرانے ہی سے غبار اڑتا ہے اور یہ غبار اگرچہ سارے اعضاء کو شامل ہوتا ہے

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٢٩)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٨)۔

لیکن قدمین کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام حرکات میں قدم ہی اصل اور عمدہ ہوتے ہیں۔(۱)

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «ما كانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللهِ – إِلَى قَوْلِهِ – إِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ» /التوبة: ۱۲/ .

آیت کا ترجمہ

اور اللہ تعالی کا قول ہے: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردوپیش رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں، اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ یعنی جہاد میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی، ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا، یقیناً اللہ تعالی محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(۲)

آیت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت آیت کے اس جزء میں ہے:

﴿ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح﴾ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل صالح کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ جس شخص کے قدمین اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے اور ظاہر ہے کہ آپ کا وعدہ پکا ہے۔(۳)

اور ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے راستے میں اٹھنے والے قدموں پر بھی ثواب کا وعدہ کیا ہے اگرچہ وہ قتال نہ کریں۔(۴)

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٨) و شرح القسطلاني (ج٥ ص٤٨)۔

(۲) بيان القرآن (ج١ سورة التوبة، الأية /١٢٠)۔

(۳) شرح ابن بطال ج٥ ص٢٦)۔

(٤) المتواري (ص١٥٢)۔

٢٦٥٦ : حدّثنا إسْحٰقُ : أخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ المُبَارَكِ : حَدَّثَنَا يَحْيٰي بْنُ حَمْزَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا عَبَايَةُ بْنُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْسٍ(١)، هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : (ما اغْبَرَّتْ قَدَما عَبْدٍ في سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ) .
[ر : ٨٦٥]

تراجم رجال

۱۔اسحاق

یہ اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب حسن اسلام المرء" کے تحت گذر چکا۔(۲)

۲۔محمد بن المبارک

یہ ابوعبداللہ محمد بن المبارک بن یعلی قرشی صوری قلانسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔دمشق کے رہنے والے تھے۔(۳)

۱۵۳ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔(۴)

یہ معاویہ بن سلام، عطاء بن مسلم الخصاف، صدقۃ بن خالد، یحیی بن حمزۃ الحضرمی، ھیثم بن حمید الغسانی، اسمعیل بن عیاش، مالک، دراوردی، مغیرہ بن عبدالرحمٰن الحزامی، عمرو بن واقد، عیسی بن یونس اور ابن عیینہ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں ان کے صاحبزادے محمد، اسحاق بن منصور کوسج، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، عبدالسلام بن عتیق، عمران بن بکار، محمد بن یحیی الذھلی، عبید اللہ بن فضالہ، محمد بن عوف، محمد بن محمد بن مصعب الصوری، وحشی، محمد بن مصفی، علی بن عثمان نفیلی، احمد بن یوسف سلمی، عباس بن محمد ترقفی، ابوزرعہ دمشقی، موسی بن عیسی بن

---

(١) قوله: "أبو عبس رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في كتاب صلاة الجمعة، باب المشي إلى الجمعة۔

(٢) كشف الباري (ج٢ ص ٤٢٠)۔

(٣) تهذيب الكمال (ج٢٦ ص ٣٥٢)۔

(٤) الثقات لابن حبان (ج٩ ص ٧١)۔

المنذر رحمہم اللہ اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔(۱)

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن عقبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "سمعت مروان بن محمد يقول: ليس فينا مثله، يعني محمد بن المبارك"۔(۲)

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شهدت جنازته في شوال سنة خمس عشرة ومئتين، وصلى عليه أبو مسهر بباب الجبابية، فلما فرغ أثنى عليه، وقال: يرحمه الله، فإنه ...... فذكر جميلا"۔(۳)

یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محمدبن المبارك شيخ الشام بعد أبي مسهر"۔(۴)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذا رجل الشام بعد أبي مُسهر"۔(۵)

عجلی اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۶)

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔(۷)

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۸)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے اور فرمایا: "وكان من العباد"۔(۹)

ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ذو العقل الوافي، والورع الصافي، والبيان الشافي"۔(۱۰)

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج۲۶ص ۳۵۲-۳۵۴)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۲۶ص۳۵٤)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) حوالہ بالا۔

(۶) حوالہ بالا۔

(۶) حوالہ بالا۔

(۷) سنن الدار قطني (ج۱ص ۳۲۰ وج۲ص۱۸٤)۔

(۸) تهذيب التهذيب (ج۹ص٤۲٤)۔

(۹) الثقات لابن حبان (ج۹ص۷۱)۔

(۱۰) حلية الأولياء (ج۹ص۲۹۸)۔

علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ان جلیل القدر الفاظ سے یاد فرمایا ہے: "الإمام، العابد، الحافظ، الحجة، الفقيه، مفتي دمشق"۔(۱)

خلیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۲)

ذھلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان أفضل من رأيت بالشام"۔(۳)

حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: "وثّقه جماعة"۔(۴)

یہ اصول ستہ کے راوی ہیں۔(۵) جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی صرف ایک ہی روایت لی ہے۔(۶) جیسا کہ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابھی گذرا ہے، ان کی وفات ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

رحمه الله تعالى رحمة واسعة۔

تنبیہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: "وأحاديثه تستنكر"۔(۷)

لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ حافظ ذھبی نے ان کا ترجمہ ''میزان الاعتدال'' میں اصلاً نقل ہی نہیں کیا اور دراصل ان کا مذکورہ بالا قول محمد بن المتوکل العسقلانی کے بارے میں ہے اور حافظ صاحب کو یہاں تسامح ہوا ہے۔(۸)

فائدہ

عبداللہ بن محمد الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سمعت محمد بن المبارك يقول: "ما آمن بالله من

(۱) سير أعلام النبلاء (ج۱۰ص۳۹۰)۔

(۲) تهذيب التهذيب (ج۹ص۴۲۴)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) تذكرة الحفاظ (ج۱ص۳۸۷)۔

(۵) الكاشف (ج۲ص۲۱۴)۔

(۶) سير أعلام النبلاء (ج۱۰ص۳۹۱)۔

(۷) تهذيب التهذيب (ج۹ص۴۲۴)۔

(۸) تعليقات تهذيب الكمال (ج۲۶ص۳۵۵)۔

رجا مخلوقا فیما ضمن اللّٰه له"۔(۱)

یعنی جس چیز کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس پر جس نے مخلوق سے امید رکھی وہ اللہ پر ایمان نہیں لایا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی جملہ ضروریات و حاجات کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے، اب اگر کوئی آدمی مخلوق سے ضروریات کے حصول کا خواہش مند ہے تو اس کا ایمان اللہ تعالیٰ پر ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوتا تو مخلوق سے اپنی امیدیں وابستہ نہ کرتا۔

۳۔یحییٰ بن حمزہ

یہ ابوعبدالرحمٰن یحییٰ بن حمزہ بن واقد حضرمی بلتھی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔یزید بن ابی مریم

یہ ابوعبدالرحمٰن یزید بن ابی مریم انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔عبایۃ بن رافع بن خدیج

یہ عبایۃ بن رفاعۃ بن رافع بن خدیج انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۶۔ابوعبس

یہ ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳)

أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "مااغبرتا قدما عبد في سبيل اللّٰه فتمسه النار"۔

حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی بھی آدمی کے قدمین اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوتے ہیں تو جہنم کی آگ اس کو نہیں چھوتی۔

حموی اور مستملی کی روایت میں "اغبرتا" تثنیہ کے ساتھ ہے، یہ ایک لغت ہے، جبکہ باقی کے ہاں "اغبرت" ہے اور یہی فصیح ہے۔(۴)

---

(۱) حلیة الأولیاء (ج۹ص۲۹۹)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجنایز، باب ماینهی من الحلق عند المصیبة۔

(۳) ان تینوں حضرات کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجمعة، باب المشي إلی الجمعة۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص۳۰)، وشرح القسطلاني (ج٥ص٤۹)۔

اللہ کے راستے میں حرکات وتصرفات کی عظمت

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ غبار کے ہوتے ہوئے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی اور اس میں اللہ عزوجل کے راستے میں تصرفات وحرکات کی عظمت کی طرف اشارہ ہے ذرا اندازہ لگائیے کہ اگر صرف قدمین پر غبار کے لگنے سے جہنم کی آگ حرام ہوتی ہے تو اس شخص کا کیا مرتبہ وفضیلت ہوگی جس نے اپنی پوری طاقت، قوت اور کوشش اللہ کے راستے میں لگادی ہو۔(۱)

حدیث باب کی ہم معنی دیگر احادیث

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت باب کے ہم معنی روایت نقل کی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک غزوے میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من اغبرت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا تو وہ اپنی اپنی سواریوں سے کود پڑے اور اس دن سے زیادہ لوگوں کو ہم نے پیدا چلتے نہیں دیکھا۔(۲)

اسی طرح علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اغبرت قدمه في سبيل الله باعد الله منه النار مسيرة ألف عامٍ للراكب المستعجل"۔(۳)

"یعنی جس کا قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوا تو اللہ تعالی اس سے جہنم کی آگ کو اتنا دور کردیں گے جتنا ایک تیز سوار کی ایک ہزار سال کی مسافت ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک تیز رفتار سوار ایک ہزار سال میں جتنی مسافت طے کرے گا اس کے بقدر اللہ عزوجل اس شخص سے جہنم کی آگ کو دور فرمادیں گے جس کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے ہوں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے اور وہ "ما اغبرتا قدما عبد ......" میں ہے۔(۴)

(۱) فتح الباري (ج٦ ص ٣٠)۔

(۲) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (ج٨ ص ٦٢)۔

(۳) مجمع الزوائد للهيثمي (ج٥ ص ٢٨٥)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٠٩)۔

۱۷ - باب : مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِي السَّبِيلِ .

ماقبل سے ربط

باب سابق میں اللہ تعالی کے راستے میں قدموں کے غبار آلود ہونے کی فضیلت کا ذکر تھا۔اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قدمین جو غبار سے آلودہ ہوئے ہیں، اگر چہ ہے تو فضیلت کی چیز،لیکن اس کا صاف کرنا جائز اور مباح ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمہ سے سر سے غبار جہاد کے مسح کی عدم کراہیت کا بیان ہے،یعنی اللہ کے راستے میں سر وغیرہ کو لگے ہوئے غبار کو صاف کرنے کی عدم کراہیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں بعض حضرات وضوء کے بعد مسح بالمندیل کو مکروہ و ناپسندیدہ سمجھتے تھے،اس لئے متبادر الی الذہن یہ ہوتا ہے کہ آثار جہاد یعنی غبار وغیرہ کا مسح بھی ناپسندیدہ اور مکروہ ہوگا تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔(۲)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آثار جہاد اور آثار وضوء کے درمیان فرق اس اعتبار سے ہے کہ نظافت مطلوب شرعی ہے،غبار آثار جہاد میں سے ہے، چنانچہ جب جہاد ختم ہوگیا تو اس کے آثار کے باقی رکھنے کے کوئی معنی نہیں، جب کہ وضوء سے مقصود نماز ہے تو یہ مستحب ٹھہرا کہ مقصود کے حاصل ہونے تک آثار کو بھی باقی رکھا جائے۔اس طرح دونوں مسحوں میں واضح فرق ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٩)۔

(٢) المتواري (ص١٥٣)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ص٣٠)۔

۲۶۵۷ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ[۱] : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ : ٱئْتِيَا أَبَا سَعِيدٍ فَٱسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ . فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَأَخُوهُ فِي حائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ ، فَلَمَّا رَآنَا جاءَ فَٱحْتَبَى وَجَلَسَ ، فَقَالَ : كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ المَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً ، وَكانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ ، وَقالَ : (وَيْحَ عَمَّارٍ ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ، عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ) . [ر : ٤٣٦]

تراجم رجال

۱۔ابراہیم بن موسی

یہ ابواسحاق ابراہیم بن موسی بن یزید الفراء رازی تمیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۲۔عبدالوہاب

یہ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان" کے تحت آچکا۔(۳)

۳۔خالد

یہ خالد بن مہران حذاء رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴۔عکرمہ

یہ مشہور مفسر، حضرت عکرمہ مولی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کا تذکرہ "كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم ......" کے تحت گذر چکا۔(۴)

---

(۱) قوله: "عن عكرمة رحمه الله": الحديث مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب التعاون في بناء المسجد۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها......۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲٦)۔

(٤) كشف الباري (ج۳ص۳٦١– ۳۷۰)۔

۵۔ابن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث اور "کتاب الإیمان، باب کفران العشیر......" کے تحت آ چکے۔(۱)

حدیث کا ترجمہ

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اور علی بن عبداللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے ان کی حدیث سنو۔تو ہم ان کے پاس آئے، وہ اور ان کے بھائی اپنے ایک باغ میں تھے اور وہ اسے پانی دے رہے تھے، جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو بصورت احتباء بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے اور ان کے سر سے غبار صاف کیا اور فرمایا: عمار کی بے کسی قابل افسوس ہے، ان کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، یہ ان کو اللہ کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے۔

روایت باب کے بعض اجزاء کی توضیح

روایت میں علی بن عبداللہ سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے علی ہیں۔(۲)

"فاحتبی" یہ باب افتعال سے ہے اور احتباء کے معنی یہ ہیں کہ سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لئے دونوں ہاتھ باندھ لینا، یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا۔(۳)

"ویح" کلمۂ ترحم ہے، اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔(۴)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۴۳۵ و۲۰۵)۔

(۲) فتح الباري (ج۱ص۵٤۱) اور علی بن عبداللہ کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاۃ، باب التعاون في بناء المسجد۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٩)، والقاموس الوحيد (ص٣٠٩) مادة "حبي"۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٩)، وموسوعة النحو والصرف والإعراب (ص٧١٧)۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ کے یہ بھائی کون ہیں؟

حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب کے الفاظ پر اشکال کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث کے یہ الفاظ درست نہیں "وهـو وأخـوه" کیونکہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے صرف ایک ہی نسبی بھائی قتادہ بن النعمان الظفری رضی اللہ عنہ تھے، جو ان کے ماں شریک بھائی تھے، لیکن ان کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوگیا تھا، اس وقت علی بن عبداللہ بن عباس کے ولادت ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے تھے، چنانچہ علی بن عبداللہ کی ملاقات قتادہ بن النعمان الظفری رضی اللہ عنہ سے کس طرح درست ہوسکتی ہے؟ (۱)

اسی طرح حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات بھی حضرت قتادہ بن النعمان الظفری رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں کیونکہ وہ بھی عہد فاروقی کے بعد ہی پیدا ہوئے ہیں۔ (۲)

اس اشکال کا جواب علامہ کرمانی نے ایک تو یہ دیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی ان کے رضائی بھائی ہوں، اسی جواب کو حافظ صاحب نے بھی اختیار کیا ہے۔ (۳)

اور دوسرا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ مراد أخ في الإسلام بھی ہوسکتا ہے۔ (۴) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾۔ (۵)

"الفئة الباغية" سے کونسی جماعت مراد ہے؟

حدیث باب میں آیا ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی کہ یہ ان کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو جہنم کی آگ کی طرف۔ اب سوال یہ ہے کہ "الفئة الباغية" سے کونسی باغی جماعت مراد ہے؟

۱۔ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "الفئة الباغية" سے اہل مکہ مراد ہیں، جنہوں نے حضرت عمار

(۱) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۱۰۹)، وإرشاد الساري (ج۵ ص٤۹)۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۱٤)۔

(۳) حوالہ بالا، و فتح الباري (ج۱۱ ٥٤)۔

(٤) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۱٤)۔

(٥) الحجرات/۱۰۔

بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مکہ سے باہر نکال دیا اور شدید اذیت سے دوچار کیا تھا۔

رہا یہ سوال کہ حدیث میں فعل تو مضارع کے استعمال کئے گئے ہیں، یعنی تقتله، يدعوهم اور يدعونه جو مستقبل میں ان تمام حالات کے وقوع پر دلالت کررہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعل مضارع یہاں ماضی کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ استعمال اہل عرب کے ہاں شائع وذائع ہے۔(۱)

۲۔ جب کہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ وہ واقعہ جنگ صفین میں پیش آیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، اس جنگ میں ایک طرف چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو دوسری جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، اس لئے "الفئة الباغية" کے معنی الجماعة المخطئة کے ہوں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی صادر ہوئی تھی، اسی جنگ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔(۲)

۳۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ "الفئة الباغية" سے خوارج مراد ہیں، لیکن یہ توجیہ ہر اعتبار سے بدیہی البطلان ہے، کیونکہ خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج بالاتفاق حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا ہے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولا يصح أن يقال أن مراده "الخوارج" الذين بعث علي عمارا يدعوهم إلى الجماعة؛ لأن الخوارج إنما خرجوا على علي بعد قتل عمار بلا خلاف، فإن ابتداء أمر الخوارج كان عقب التحكيم، وكان التحكيم عقب انتهاء القتال بصفين، وكان قتل عمار قبل ذلك قطعا"۔(۳)

پھر علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں راجح جواب علامہ کرمانی کا ہے، کیونکہ حدیث کا ظاہر سیاق ان کی موافقت کررہا ہے، جب کہ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبنی بر ادب ہے کہ انہوں نے بطور ادب اہل صفین کی طرف بغاوت کی نسبت سے احتراز کیا ہے۔(۴)

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص۲۷)۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۱٤)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٠٩ و-١١)۔

(۳) إرشاد الساري (ج۵ص٥٠)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١١٠)، و شرح القسطلاني (ج۵ص٥٠)۔

حدیث کی بقیہ تشریحات "کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد" کے تحت گذر چکی ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ اس جملے میں ہے: "ومسح عن رأسه الغبار"۔(۱)

۱۸ - باب : الْغَسْلِ بَعْدَ الحَرْبِ وَالْغُبَارِ .

ماقبل سے مناسبت

باب سابق میں غبار وغیرہ کے مسح کی عدم کراہیت کا بیان تھا اور اس باب میں اس غبار کے غسل اور دھونے کی عدم کراہیت کا بیان ہے۔

مقصد ترجمہ

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جنگ کے بعد غبار کے دھونے کے جواز کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۲)

بلکہ یہ فعل نظافت کے نقطۂ نگاہ سے بھی بہتر اور اولی ہے، جیسا کہ باب سابق میں گذرا۔

جب کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ بالا دو چیزوں پر مشتمل ہے، ایک غسل، دوسرے غبار، چنانچہ ایک امر تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے فراغت کے بعد غسل فرمایا تھا، دوسرے اس امر کا بیان ہے کہ جبریل امین کا سر اس جنگ میں غبار آلود تھا۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٠٩)۔

(۲) شرح السطلاني (ج٥ص٥٠)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١١٠)۔

(۱)
٢٦٥٨ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الخَنْدَقِ ، وَوَضَعَ السِّلاحَ وَٱغْتَسَلَ ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ وَقَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ الْغُبَارُ ، فَقَالَ : وَضَعْتَ السِّلاحَ ، فَوَٱللهِ ما وَضَعْتُهُ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (فَأَيْنَ) . قالَ : هَا هُنَا . وَأَوْمَأَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ . قالَتْ : فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ .
[٣٨٩١]

تراجم رجال

۱۔محمد

یہ ابوعبداللہ محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔عبدہ

یہ عبدہ بن سلیمان بن حاجب کلابی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: أنا أعلمكم بالله ......" کے تحت آچکا۔(۲)

۳۔ہشام

یہ ابوالمنذر ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴۔عروہ

یہ حضرت عروہ بن زبیر بن عوام رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔عائشہ

یہ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ان تینوں کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت آچکے۔(۳)

(۳) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب الخيمة في المسجد للمرضى وغيرهم۔

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۹۳ و ۹٤)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص۲۹)۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما رجع يوم الخندق ووضع السلاح واغتسل . فأتاه جبريل وقد عصب رأسه الغبارُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس آئے تو آپ نے اسلحہ رکھا اور غسل فرمایا کہ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ان کے سر پر غبار جما ہوا تھا۔

"قد عصب رأسه" یہ جملہ حالیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح سر پر پٹی بندھی ہوتی ہے اور اس پٹی نے سارے سر کا احاطہ کیا ہوتا ہے اسی طرح غبار نے بھی حضرت جبریل علیہ السلام کے سر کا احاطہ کیا ہوا تھا۔(۱)

اور حدیث باب سے متعلقہ دیگر تفصیلات مغازی میں آئیں گی۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت ان الفاظ میں ہے: "واغتسل، فأتاه جبريل وقد عصب رأسه الغبار"۔(۳)

۱۹ - باب : فَضْلِ قَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى :

«وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ ٱللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ . فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ ٱللهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ . يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ ٱللهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ ٱللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ» /آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱/ .

ماقبل سے مناسبت

سابقہ ابواب میں اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کی مختلف فضیلتوں کا ذکر تھا، اس باب میں بھی شہید فی

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱۰)، وقال العلامة الخطابي رحمه الله في أعلام الحديث (ج۲ص۱۳٦٤) "قوله: عصب رأسه الغبار، معناه: ركب رأسه الغبار وعَلِقَ به۔ يقال: عصب الريق بفمي: إذا جف، فبقيت منه لزوجة تمسك الفم"۔

(۲) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۲۹۹و۳۰٦-۳۰۹)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱۰)۔

سبیل اللہ کی ایک خاص فضیلت کا ذکر ہے، وہ یہ کہ شہید مردہ نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور یہ کہ ان کے رب کی طرف سے ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں ان حضرات کی فضیلت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کے بارے میں آیات ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا......﴾ (۱) نازل ہوئی ہے۔

اور ترجمۃ الباب کی تقدیری عبارت یوں ہے "باب فضل من ورد فيه قول الله تعالى ..." کیونکہ ترجمۃ الباب کے ظاہری الفاظ یہاں مراد نہیں ہیں، اسی لیے اسماعیلی نے ترجمہ سے فضل کا لفظ حذف کیا ہے۔ (۲)

ترجمۃ الباب میں مذکور آیات کا خلاصہ

مذکورہ بالا آیات میں اس امر کا ذکر ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں شہادت کا بلند رتبہ پاتے ہیں ان کو اموات کہنا چاہئے اور نہ ہی سمجھنا چاہئے، کیونکہ وہ احیاء ہیں، زندہ ہیں اور ان کو ان کے رب کے پاس رزق بھی عطا کیا جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے جو فضل وکرم ان کے ساتھ فرمایا ہے اس پر وہ خوش اور راضی ہیں اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالی محسنین کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حیات الشہداء کی حقیقت

ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیات میں عام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے مردہ مت سمجھو، یہی ممانعت سورۃ البقرۃ میں بھی آئی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله أموات بل أحياء ولكن لا تشعرون﴾۔ (۳)

چنانچہ شہید کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے

---

(۱) آل عمران/ ۷۹-۸۱۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص ۱۱۰)۔

(۳) البقرة/ ۱٥٤۔

کی ممانعت کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں دیگر اور مردوں سے ایک قسم کا امتیاز حاصل ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے، جس طرح انملہ میں: کا ءحس جو آثار حیات میں سے ہے بہ نسبت ایڑی (عقب) کے طبا وحسا قوی ہے، حتیٰ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر بر خلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح وسالم رہتا ہے، جیسا کہ احادیث ومشاہدات شاہد ہیں، چنانچہ اسی امتیاز وخصوصیت کی وجہ سے شہداء کو ''احیاء'' کہا گیا اور ان کو ''اموات'' کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی وہ حیات ہے جس میں انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کے ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء ہیں اور پھر دیگر مردے۔ (۱)

شہداء کو رزق ملنے کا مطلب

شہداء کو رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں یہ آئی ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کے انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار سے کھاتی ہیں۔ چنانچہ مسند احمد، صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما أصيب إخوانكم بأحد جعل الله عزوجل أرواحهم في أجواف طير خضر، ترد أنهار الجنة، تأكل من أثمارها، و تأوي إلى قناديل من ذهب في ظل العرش......"۔ (۲)

---

(۱) بيان القرآن (ج۱ ص۸۷ و ۸۸)۔

(۲) مسند الإمام أحمد (ج۱ ص۲٦٦)، ومسلم (ج۲ ص۱۳۵) كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة، وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون، رقم (٤٨٨٥)، وسنن أبي داود (ج۱ ص۳٤۱)، كتاب الجهاد، باب في فضل الشهادة، رقم (۲۵۲۰)، والجامع للترمذي (ج۲ ص۱۳۰)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، رقم (۳۰۱۱)، وابن ماجه (ص۲۰۱) أبواب الجهاد، باب فضل الشهادة في سبيل الله، رقم (۲۸۰۱)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اور یہ اشکال کہ جب وہ جنت میں ہوں گے تو حشر کے وقت کیسے نکالے جاویں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جنت میں نہیں ہوں گے بلکہ اپنی قبروں میں ہی ہوں گے، لیکن یہ حصہ انہار واثمار کا کسی ایسے مقام سے مل جاتا ہوگا جو جنت کے متعلق ہوگا۔ جس طرح کہ کفار بھی قبر ہی میں ہوں گے لیکن ان کو عذاب جہنم کا دیا جائے گا۔(۱)

٢٦٥٩ : حدّثنا إِسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَني مالِكٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ(٢) قالَ : دَعا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتلوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُونَةَ ثَلاثِينَ غَدَاةً ، عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوانَ وَعُصَيَّةَ ، عَصَتِ ٱللهَ وَرَسُولَهُ .

قالَ أَنَسٌ : أُنْزِلَ في الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنٌ قَرَأْنَاهُ ، ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ : بَلِّغُوا قَوْمَنَا : أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا ، فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ . [ر : ٢٦٤٧]

تراجم رجال

۱۔ اسماعیل بن عبداللہ

یہ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی اویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر اصبحی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۲۔ مالک

یہ امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۴)

---

(١) بيان القرآن (ج١ سورة آل عمران)، والجامع لأحكام القرآن للقرطبي (ج٤ ص٢٦٩)۔

(٢) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في كتاب الوتر، باب القنوت قبل الركوع وبعده، رقم (١٠٠١)۔

(٣) كشف الباري (ج٢ ص١١٣)۔

(٤) كشف الباري (ج١ ص٢٩٠)، نیز دیکھئے، كشف الباري (ج٢ ص٨٠)۔

۳۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ

یہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس ......" کے تحت آچکے ہیں۔ (۱)

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی، خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آچکے ہیں۔ (۲)

حدیث کا ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے تیس دن تک (ایک مہینہ) بددعاء فرمائی جنہوں نے اصحاب بئر معونہ کو قتل کیا تھا قبیلۂ رعل، ذکوان اور عصیہ پر، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اصحاب بئر معونہ میں قتل ہوئے تھے ان کے بارے میں قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی تھی، جس کو ہم نے بھی پڑھا تھا مگر کچھ دنوں بعد منسوخ ہوگئی، وہ آیت یہ تھی "بلغوا قومنا أن قد لقينا ربنا، فرضي عنا ورضينا عنه"۔

حدیث میں مذکور واقعے کی تفصیل کتاب المغازی میں غزوۂ بئر معونہ کے تحت آچکی ہے۔ (۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ ترجمۃ الباب میں مذکور آیات ان ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئیں جو بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ (۴)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۲۱۳)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(۳) كشف الباري، كتاب المغازي (ص ۲٦۱)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١١١)۔

فائدہ

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں مذکور آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ جو شخص دھوکے سے قتل ہوجائے وہ شہید ہے، کیونکہ اصحاب بئر معونہ بھی دھوکے سے قتل کئے گئے تھے۔(۱)

٢٦٦٠ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا[٢] يَقُولُ : اَصْطَبَحَ نَاسٌ الخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ ، ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ . فَقِيلَ لِسُفْيَانَ : مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ ٱلْيَوْمِ ؟ قالَ : لَيْسَ هٰذَا فِيهِ . [٣٨١٨ ، ٤٣٤٢]

تراجم رجال

ا۔علی بن عبداللہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث، امام علی بن عبداللہ، ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۲۔سفیان

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ بن أبی عمران کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے کچھ حالات "بدء الوحي" کی پہلی حدیث کے تحت (۴) اور مفصل حالات "كتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبانا" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۵)

---

(١) شرح ابن بطال (ج٥ص٢٩)۔

(٢) قوله: "جابر بن عبد الله رضي الله عنهما": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج٢ص٥٧٩)، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، رقم (٤٠٤٤)، و(ج٢ص٦٦٦) كتاب التفسير، تفسير سورة المائدة، باب ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان﴾، رقم (٤٦١٨)۔ والحديث من إفراده۔

(٣) كشف الباري (ج٣ص٢٩٧)۔

(٤) كشف الباري (ج١ص٢٣٨)۔

(٥) كشف الباري (ج٣ص١٠٢)۔

۳۔عمرو بن دینار المکی

یہ عمرو بن دینار جمحی ابومحمد المکی الاثرم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی، حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما ہیں۔(۲)

يقول: اصطبح ناس الخمر يوم أحد، ثم قتلوا شهداء۔

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا، احد کے دن بہت سے مسلمانوں نے شراب پی تھی، پھر اسی روز وہ شہید ہوئے۔

اصطبح أي شرب الخمر صبوحا یعنی انہوں نے صبح کے وقت شراب پی۔(۳)

"صبوح" کہتے ہیں صبح کے وقت شراب پینے کو اور "غبوق" شام کو شراب پینا۔(۴)

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ احد کے روز جو مسلمان شہید ہوئے ان میں بہت سے حضرات نے صبح شراب پی تھی اور اسی روز وہ شہید بھی ہوئے، کیونکہ اس وقت شراب کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، چنانچہ اس کی تصریح کتاب التفسیر کی روایت میں موجود ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"صبّح أناس غداة أحد الخمر، فقتلوا من يومهم جميعا شهداء، وذلك قبل تحريمها"۔(۵)

نیز حدیث باب اس بات کی بھی دلیل ہے کہ شراب غزوۂ احد کے بعد ہی حرام ہوئی ہے۔(۶)

فقيل لسفيان: "من آخر ذلك اليوم؟" قال: ليس هذا فيه۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ حدیث میں "من آخر ذلك اليوم" کے الفاظ بھی ہیں؟ تو

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب صب النبي صلى الله عليه وسلم وضوء ه على المغمى عليه۔

(۳) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۱٦)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١١٣)۔

(٥) صحيح البخاري (ج۲ص٦٦٦)، كتاب التفسير، باب قوله:﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان﴾، رقم (٤٦١٨)، وشرح ابن بطال (ج٥ص٢٩)۔

(٦) فتح الباري (ج۷ص۳٥۳)۔

انہوں نے کہا روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

دراصل یہاں حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو سہو ہو گیا ہے، ورنہ اسماعیلی نے "قواريري عن سفيان" کے طریق سے یہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ الفاظ موجود ہیں: "وقتلوا آخر النهار شهداء" ۔(۱)

اسی طرح کتاب التفسیر کی روایت میں بھی یہی الفاظ موجود ہیں۔(۲)

گویا کہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو اولاً تو سہو ہو گیا پھر یاد آ گیا۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت لفظ "شہداء" میں ہے، کیونکہ وہ شراب جو اس دن صبح انہوں نے پی رکھی تھی اس نے ان کو کچھ ضرر نہ پہنچایا کہ اس شراب کے پینے کے باوجود وہ شہداء کہلائے، کیونکہ اس وقت مباح تھی، اسی لئے اللہ تعالی نے ان کی شہادت کے بعد بھی ان کی مدح وثناء فرمائی، خوف و پریشانی کو ان سے دور کر دیا۔(۴)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ان آیات کے اسباب نزول میں سے ایک کی طرف اشارہ کے لئے ذکر کیا ہو، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ(۵) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

قال: "ما كلّم الله أحدا قط إلا من وراء حجابه، وأحيى أباك فكلمه كفاحا، فقال: ياعبدي، تمنّ عليَّ أعطيك، قال: يا رب، تحييني فأقتل فيك ثانية، قال الرب: إنه قد سبق مني ﴿أنهم لايرجعون﴾، وأنزلت هذه الآية: ﴿ولاتحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا﴾۔(٦)

---

(١) فتح الباري (ج٦ص ٣١، ٣٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص ١١٣)۔

(٢) صحيح البخاري (ج٢ص٦٦٦) كتاب التفسير، باب قوله: ﴿إنما الخمر والميسر ...... ﴾، رقم (٤٦١٨)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ص ٣٢)۔

(٤) حواله بالا، وعمدة القاري (ج١٤ص ١١٣)۔

(٥) الجامع للترمذي (ج٢ص ١٣٠)، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، رقم (٣٠١٠)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص ٣١)۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عز وجل نے جس کے ساتھ بھی گفتگو فرمائی پردے کے پیچھے سے فرمائی، لیکن اللہ نے میرے والد کو زندہ کیا اور ان سے بالمشافہ کلام کیا، چنانچہ فرمایا: اے میرے بندے! تمنا کرو میں تمہیں (جو مانگو گے) دوں گا۔ عبد اللہ نے کہا: اے رب! آپ مجھے زندہ کر دیجئے (اور دنیا میں بھیج دیجئے) تاکہ میں آپ کے راستے میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ اللہ عز وجل نے فرمایا (یہ تو نہیں ہو سکتا) کیونکہ مجھ سے یہ بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے کہ (جو دنیا سے واپس آ گئے) وہ نہیں لوٹیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا﴾۔

اور وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان شہداء کے نام بھی گنوائے تھے اور ان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ بھی شامل تھے، جنہوں نے غزوۂ احد کے دن شراب پی رکھی تھی۔ (۱)

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث جابر اور ترجمۃ الباب میں مذکور آیت ﴿وأن الله لا يضيع أجر المؤمنين﴾ کے درمیان مناسبت ظاہر ہے، وہ اس طرح کہ اگر ان حضرات کے شراب پینے پر پکڑ ہوتی تو مومنین کے فعل کی اضاعت ہوتی کیونکہ انہوں نے کسی حرام چیز کا ارتکاب نہیں کیا تھا کہ اس پر پکڑ ہو۔ (۲)

۲۰ - باب: ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الشَّهِيدِ.

ماقبل سے مناسبت

گذشتہ باب میں اس بات کا ذکر تھا کہ شہداء احیاء ہوتے ہیں اور ان کو ان کے رب کے ہاں رزق بھی دیا جاتا ہے اور اس باب میں اس بات کا ذکر ہے کہ شہید کی تعظیم وتکریم کے لئے فرشتے ان کے اوپر اپنے پروں کے ذریعے سایہ کرتے ہیں۔

---

(۱) فتح الباري (ج۷ص۳۵۳)۔

(۲) لامع الدراري (ج۷ص۲۱۹)۔

مقصد ترجمۃ الباب

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہے کہ شہداء کا مقام اتنا بلند ہے کہ ملائکہ بھی ان کے خادم بن جاتے ہیں اور وہ ان کے اوپر سایہ کرتے ہیں، چنانچہ اس سایہ کرنے میں شہید کا اجلال اور تعظیم ہے۔(۱)

۲٦٦۱ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ : أَنَّهُ سَمِعَ جابِرًا(۲) يَقُولُ : جِيءَ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ ، وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ ، فَنَهَانِي قَوْمِي ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ ، فَقِيلَ : ٱبْنَةُ عَمْرٍو ، أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو ، فَقَالَ : (لِمَ تَبْكِي - أَوْ : لَا تَبْكِي - ما زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا) . قُلْتُ لِصَدَقَةَ : أَفِيهِ : (حَتَّى رُفِعَ) . قالَ : رُبَّمَا قالَهُ . [ر : ۱۱۸۷]

تراجم رجال

۱۔صدقۃ بن الفضل

یہ حافظ حدیث ابوالفضل، صدقۃ بن الفضل مروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔ابن عیینہ

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ بن ابی عمران کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے کچھ حالات "بدء الوحی" کی پہلی حدیث کے تحت(۴) اور مفصل حالات "کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۵)

---

(۱) فیض الباري (ج۳ص۴۲٦)۔

(۲) قوله: "جابرا رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل۔

(٤) كشف الباري (ج۱ص۲۳۸)۔

(٥) كشف الباري (ج۳ص۱۰۲)۔

۳۔محمد بن المنکدر

یہ محدث شہیر محمد بن المنکدر بن عبداللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی، حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما ہیں۔(۲)

قلت لصدقة: أ فيه حتى رفع؟ قال: ربما قاله۔

میں نے صدقہ سے کہا کیا حدیث میں "حتى رفع" بھی ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں، کبھی کبھی سفیان یہ بھی کہتے تھے۔

یہاں قائل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ اپنے استاذ صدقۃ بن الفضل سے دریافت فرمارہے ہیں کیا حدیث میں "حتی رفع" کے الفاظ بھی ہیں؟ تو جواباً صدقۃ بن الفضل نے کہا ہاں، سفیان یہ بھی کہتے تھے۔(۳)

لیکن یہی روایت کتاب الجنائز میں "علي بن عبد الله وهو ابن المديني عن سفيان" کے طریق سے بھی مروی ہے اور اس کے آخر میں "حتى رفعتموه" کے الفاظ موجود ہیں(۴)، اسی طرح حمیدی اور دیگر حضرات نے بھی سفیان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔(۵) چنانچہ کتاب المغازی کی روایت میں بھی "أبو الوليد عن شعبة عن ابن المنكدر" کے طریق سے "حتی رفع" کے الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔(۶)

لہذا معلوم یہ ہوا کہ عدم جزم کے ساتھ یہ روایت صرف صدقہ بن الفضل نے روایت کی ہے۔(۷)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب صب النبي صلى الله عليه وسلم وضوء ه على المغمى عليه۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٣)۔

(٤) الصحيح للبخاري (ج١ ص١٦٦)، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت اذا أدرج في أكفانه، رقم (١٢٤٤)۔

(٥) فتح الباري (ج١٤: ١١٣)۔

(٦) صحيح البخاري (ج٢ ص٥٨٤)، كتاب المغازي، باب من قتل من المسلمين يوم أحد، رقم (٤٠٨٠)۔

(۷) حدیث باب کی جملہ تشریحات کے لئے دیکھئے، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في اكفانه، كشف الباري، كتاب المغازي (ص٢٥٠ و٢٥١)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے جملے "ما زالت الملائکة تظله بأجنحتها" میں ہے۔(۱)

۲۱ - باب : تَمَنِّي الْمُجَاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى ٱلدُّنْيَا .

ماقبل سے ربط ومناسبت

سابقہ باب میں یہ بیان ہوا تھا کہ مجاہد کو اس کی شہادت کے بعد اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ زندہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ ملائکہ اس کی تکریم وتعظیم کے لئے اس پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں، چنانچہ ان تمام انعامات وفضائل کو دیکھ کر مجاہد کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ دوبارہ سہ بارہ شہید ہو اور مزید فضائل وکرامات حاصل کرے، جیسا کہ حدیث باب سے واضح ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ جب شہید اپنے اوپر اللہ تبارک وتعالی کی نعمتیں اور مہربانیاں دیکھے گا تو اس کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے، جہاد کرے اور دوبارہ شہید ہو جائے تاکہ اسے مزید نعمتیں حاصل ہوں۔(۲)

٢٦٦٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ[۳] : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ، يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى ٱلدُّنْيَا ، وَلَهُ ما عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ ، يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى ٱلدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ ، لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ) . [ر : ٢٦٤٢]

(۱) عمدة القاري (ج ١٤ ص ١١٣)۔

(۲) عمدة القاري (ج ١٤ ص ١١٣)۔

(۳) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه آنفا في باب الحور العين وصفتهن۔

تراجم رجال

ا۔محمد بن بشار

یہ مشہور امام حدیث ابوبکر محمد بن بشار عبدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بُندار ان کا لقب ہے۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم ...." کے تحت آ چکے ہیں۔(۱)

۲۔غندر

یہ ابوعبداللہ محمد بن جعفر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔غندر کے لقب سے مشہور ہیں،ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

۳۔شعبہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج بن الورد عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده" کے تحت آ چکے ہیں۔(۳)

۴۔قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز سدوسی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔انس

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم،حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے ذیل میں آ چکے ہیں۔(۵)

تنبیہ

حدیث باب کی تشریحات "باب الحور العين وصفتهن" کے تحت گذر چکی ہیں۔

(۱) كشف الباري (ج۳ص۲۲۱)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲۵۰)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص۶۷۸)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص۳)۔

(۵) حوالہ بالا (ص۴)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت میں اشکال یہ ہے کہ ترجمۃ تو تمنی المجاہد کا ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت جو نقل کی ہے اس میں "حب" کا لفظ وارد ہوا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی روایت امام نسائی اور امام حاکم رحمہما اللہ نے بھی روایت کی ہے اور وہاں تمنی کا لفظ وارد ہوا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قال رسول صلى الله عليه وسلم: "يؤتى بالرجل من أهل الجنة فيقول الله عزوجل: يا ابن آدم، كيف وجدت منزلك؟ فيقول: أي رب خير منزل، فيقول: سل وتمنَّ، فيقول: أسألك أن تردني إلى الدنيا فأقتل في سبيلك عشر مرات؛ لما يرى من فضلٍ بالشهادة"۔(۱)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل جنت میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا، اللہ عز وجل اس سے فرمائیں گے: اے آدم کے بیٹے! تو نے اپنا ٹھکانہ کیسا پایا؟ وہ کہے گا: اے رب! بہترین ٹھکانہ - اللہ عز وجل فرمائیں گے: سوال کرو اور تمنا کرو- تو وہ شخص کہے گا: میری تو آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے، تاکہ آپ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں۔(وہ یہ درخواست اس لئے کرے گا) کیونکہ وہ قتل فی سبیل اللہ کی فضیلت دیکھ چکا ہے"۔

اب نسائی شریف اور مستدرک کی روایت سے معلوم یہ ہوا کہ حب سے مراد تمنا ہی ہے۔(۲)

۲۲ – باب : الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ .

ماقبل سے مناسبت

سابقہ ابواب میں جنت اور وہاں کی مختلف نعمتوں اور منازل وغیرہ کا بیان ہوا ہے اور اس باب میں امام بخاری

---

(۱) سنن النسائي (ج۲ص ٦٠) كتاب الجهاد، باب مايتمنى أهل الجنة، رقم (٣١٦٢)، والحاكم في مستدركه (ج۲ص ٧٥) كتاب الجهاد، باب مقام الشهداء۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص ٣٢)۔

رحمۃ اللہ علیہ جنت اور وہاں کے نعمتوں کے حصول کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد واضح ہے، وہ یہ کہ جنت جو ملتی ہے تلواروں کے سائے تلے ہی ملتی ہے۔

ترجمۃ الباب کی لغوی تحلیل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے "باب الجنة تحت بارقة السيوف" چنانچہ بارقہ کی اضافت سیوف کی طرف إضافة الصفة إلى الموصوف کے قبیل سے ہے اور یہ السيوف البارقة کے معنی میں ہے۔(۱)

اور بـارقة "بروق" سے مشتق ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے بـرق السيف بـروقـا إذا تلألأ، اب معنی بارقہ کے چمکدار کے ہوئے۔(۲)

اور کبھی کبھار بارقہ بولا جاتا ہے اور اس سے تلوار ہی مراد ہوتی ہے تو اس صورت میں اضافت، بیانیہ ہوگی جیسا کہ "شجر الإراك" کہا جاتا ہے۔(۳)

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ "بریق" سے ماخوذ ہے اور بریق کے معنی بجلی کی کڑک کے ہیں۔(۴)

جبکہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ "إبريق" سے ہے، کہا جاتا ہے: "أبـرق الـرجـل بسيفه إذا لمع به" اور تلوار کو بھی ابریق کہتے ہیں۔(۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید امام بخاری کا یہ ترجمہ اس روایت سے ماخوذ ہے جس کو طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے دن فرمایا: "الجنة تحت الأبارقة" اور علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ الأبارقة یہ "الإبريق" کی جمع ہے۔(۶)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۱۷)۔

(۲) حوالہ بالا۔ ومختار الصحاح مادة "برق"۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) شرح ابن بطال (ج٥ص۳۱)۔

(٥) ابن بطال (ج٥ص۳۱)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص۳۳)۔

وَقالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ : أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا ﷺ ، عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا : (مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ) .
[ر : ۲۹۸۹]

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کے ذریعے خبر دی کہ ہم میں سے جو قتل ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

"عن رسالة ربنا" کے الفاظ صرف کشمیہنی کی روایت میں پائے جاتے ہیں، جب کہ دیگر رواۃ صحیح بخاری نے اس کو حذف کیا ہے، شاید مقصود اختصار ہو، کیونکہ موصول طریق میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

طریق میں بھی

مذکورہ بالا تعلیق کی تخریج

مذکورہ بالا تعلیق ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً "کتاب الجزية والموادعة" میں(۱) اور "کتاب التوحید"(۲) میں نقل کیا ہے۔

تعلیق مذکور کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

مذکورہ بالا تعلیق کی مناسبت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ مسلمانوں میں سے جو بھی شخص شہید و مقتول ہو کر جنت میں داخل ہوگا ظاہری بات ہے کہ وہ تلوار کی چمک تلے آئے گا۔(۳)

وَقالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ ؟ قالَ : (بَلَى) . [ر : ۳۰۱۱]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے

(۱) صحیح البخاري (ج۱ص٤٤٧)، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة، رقم (۳۱۵۹)۔

(۲) صحیح البخاري (ج۲ص۱۱۲۳)، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی: ﴿یا أیها الرسل بلغ ما أنزل إلیك من ربك ......إلخ﴾، رقم (۷۵۳۰)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١١٤)۔

مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیوں نہیں۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں مختلف مقامات پر موصولاً نقل فرمایا ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب سے مناسبت تعلیق

مذکورہ بالا تعلیق کی ترجمۃ الباب سے مناسبت گذشتہ تعلیق کے تحت آچکی ہے۔(۲)

٢٦٦٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ ، وَكَانَ كَاتِبَهُ ، قَالَ : كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قال[۳]: (وَٱعْلَمُوا أَنَّ ٱلْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ).

تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ .

[٢٦٧٨ ، ٢٨٠٤ ، ٢٨٦١ ، ٢٨٦٢ ، ٦٨١٠ ، وانظر : ٢٧٧٥]

---

(١) صحيح البخاري (ج١ ص٤٥١)، كتاب الجزية والموادعة، بابٌ، رقم (٣١٨١، ٣١٨٢)، و(ج٢ ص٦٠٢)، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية، رقم (٤١٨٩)، و(ج٢ ص٧١٧)، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾، رقم (٤٨٤٤)، و(ج٢ ص١٠٨٧)، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب مايذكر من ذم الرأي وتكلف القياس، رقم (٧٣٠٨)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٤)۔

(٣) قوله: "عبدالله بن أوفى رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج١ ص٣٩٧)، كتاب الجهاد، باب الصبر عندالقتال، رقم (٢٨٣٣)، و(ص٤١٦)، باب كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا لم يقاتل أول النهار أخر القتال حتى تزول الشمس، رقم (٢٩٦٦)، و(ص٤٢٤)، باب لاتتمنوا لقاء العدو، رقم (٣٠٢٤)، و(ج٢ ص١٠٧٥)، كتاب التمني، باب كراهية تمني لقاء العدو، رقم (٧٢٣٧)، ومسلم في صحيحه (ج٢ ص٨٤)، كتاب الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو والأمر بالصبر عندالقاء، رقم (٤٥٤٢)، وأبو داود في سننه (ج١ ص٣٥٤)، كتاب الجهاد، باب كراهية تمني لقاء العدو، رقم (٢٦٣١)۔

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی بخاری مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت نقل کئے جاچکے ہیں۔(۱)

۲۔معاویہ بن عمرو

یہ معاویہ بن عمرو بن المہلب الازدی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲) ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بلا واسطہ بھی روایت نقل کی ہے۔(۳)

۳۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حارث الفزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۴۔موسی بن عقبہ

یہ موسی بن عقبہ الاسدی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۵۔سالم ابوالنضر ابن ابی امیہ

یہ سالم بن ابی امیہ ابوالنضر المدنی القرشی مولی عمر بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۶)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۶۵۷)۔

(۲)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الأذان، باب إقبال الإمام علی الناس عند تسویة الصفوف۔

(۳) شرح الکرماني (ج۱۲ص۱۱۸)، وکتاب الجمعة، باب إذا نفر الناس عن صلاة الجمعة۔

(۴)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(۵)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء۔

(۶)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب المسح علی الخفین۔

٦۔عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن ابی اوفی علقمہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف".

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے لوگو!) جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہیں۔

حدیث کا مطلب

"ظلال" یہ ظل کی جمع ہے اور سائے کے معنی میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد کنایہ اور استعارہ کے قبیل سے ہے اور اس میں ترغیب الی الجہاد ہے، کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ راحت وسکون کے حصول کے لئے سایہ کی تلاش کرتا ہے اور ابدی سایہ جنت کا سایہ ہے، چنانچہ اگر اس کی طلب ہو تو جہاد کرنا چاہئے۔(۲)

اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ دخول جنت کا ذریعہ اور سبب جہاد ہے۔ چنانچہ جب میدان جنگ میں ایک شخص دوسرے کے بالمقابل آتا ہے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تلوار کے سائے تلے آجاتا ہے، اسی حالت میں اگر قتل ہو گیا تو اس کو جنت ملتی ہے۔(۳)

اور علامہ ابن المہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنے والا خواہ قاتل ہو یا مقتول جنتی ہے۔(۴)

تابعه الأويسي عن ابن أبي الزناد عن موسى بن عقبة.

اویسی نے معاویہ بن عمرو کی اس روایت میں متابعت کی ہے "ابن أبي الزناد عن موسى بن عقبه" کے طریق سے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين......

(۲) جامع الأصول (ج۲ ص۵٦٨).

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٥).

(٤) شرح ابن بطال (ج٥ ص٣١).

اویسی سے مراد امام بخاری کے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العامری رحمۃ اللہ علیہ ہیں(۱) اور مراد یہ ہے کہ حدیث باب کے راوی معاویۃ بن عمرو بن مہلب کی متابعت اس روایت میں اویسی نے کی ہے۔

مذکورہ متابعت کی تخریج

اور اس متابعت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے علاوہ کہیں اور موصولا ذکر کیا ہے اور ابن ابی عاصم نے اس کو کتاب الجہاد میں نقل کیا ہے۔(۲)

اسی طرح عمر بن شبہ نے بھی اس متابعت کو اویسی سے اپنی ''کتاب اخبار المدینۃ'' میں روایت کیا ہے۔ جس میں اس امر کا اضافہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بتلائی گئی بات غزوہ خندق کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔(۳)

مسلمانوں کے سارے مقتولین جنتی ہیں

ابن المہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "أليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار" سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کے سارے مقتولین جنتی ہیں، لیکن یہ اجمالی طور پر ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی تعیین کی جائے اور کہا جائے کہ فلاں جنتی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "والله أعلم بمن يجاهد في سبيله"، چنانچہ ہم اجمالی طور پر تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سارے مقتولین جنتی ہیں البتہ تفصیل وتعیین اور نیات کا حال اللہ تعالی کے سپرد کردیں گے۔(۴)

اس مسئلے کی مزید تفصیل "باب لایقول فلان شهيد" کے تحت انشاء اللہ آئندہ آئے گی۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب الحرص على الحديث۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٣٤)، وهدى الساري (ص٣٦)۔

(۳) فتح (ج٦ص٣٤)، وتعليق التعليق (ج٣ص٤٣٢)۔

(٤) شرح ابن بطال (ج٥ص٣١)۔

تنبیہ

حدیث باب کی سند میں یہ الفاظ آئے ہیں "وکان کاتبہ" اس میں "کان" کی ضمیر سالم ابوالنضر کی طرف لوٹ رہی ہے اور "کاتبہ" کی ضمیر عمر بن عبیداللہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ سالم ابوالنضر ، عمر بن عبیداللہ کے کاتب تھے، (۱) چنانچہ کتاب الجہاد ہی اس بات کی تصریح موجود ہے، موسی بن عقبہ فرماتے ہیں: "حدثني سالم أبوالنضر مولى عمر بن عبد الله، كنتُ كاتبا له"۔ (۲)

یہاں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ (۳) نے یہ لکھ دیا ہے کہ سالم، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے کاتب تھے، یہ وہم ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترجمۃ الباب حدیث کے الفاظ سے اخذ نہیں کیا، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ تلوار کی جب چمک اور شعاعیں ہوں گی اسی طرح اس کے حساب سے اس کا سایہ بھی ہوگا۔ اس طرح مطابقت حاصل ہو جائے گی۔

یا یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ کسی اور حدیث سے اخذ فرمایا ہے لیکن چونکہ وہ حدیث ان کے شرط کے موافق نہیں تھی اس لئے اس پر ترجمہ میں تنبیہ کردی اور ترجمہ کے تحت نقل نہیں کی۔ (۴)

۲۳ – باب : مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ .

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۱۸)، وشرح القسطلاني (ج۵ ص۵۳)۔

(۲) صحيح البخاري (ج۱ ص٤٢٤)، كتاب الجهاد، باب لاتتمنوا لقاء العدو، رقم (۳۰۲٤)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص۳۲)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١١٤)۔

(٤) المتواري (ص١٥٣)، قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: "كأنه أشار بالترجمة إلى حديث عمار بن ياسر، فأخرج الطبراني بإسناد صحيح عن عمار بن ياسر أنه قال يوم صفين: الجنة تحت الأبارقة"۔ (فتح الباري (ج٦ ص٣٣)، ومجمع الزوائد للهيثمي (ج٧ ص٢٤١)۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمۃ الباب کو قائم کر کے یہ بات بتلائی کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری کے وقت جہاد کے لئے اولاد کی خواہش اور تمنا کرے تو اس کو بھی ثواب ملے گا خواہ اولاد پیدا ہو یا نہ ہو اور اولاد پیدا ہونے کے بعد خواہ جہاد کرے یا نہ کرے، بہرحال نیت کا ثواب ضرور ملے گا۔(۱)

٢٦٦٤ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ (٢) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : (قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ : لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ ، أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ . كُلُّهُنَّ يَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ : قُلْ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، فَلَمْ يَقُلْ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ ، جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، لَوْ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ) . [ر : ٣٢٤٢]

تراجمِ رجال

(۱) لیث

یہ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی تیسری

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١١٥)۔

(٢) قوله: "أبا هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج١ص٤٨٧) كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ووهبنا لداود سليمن نعم العبد إنه أواب﴾، رقم (٣٤٢٤)، و(ج٢ص٧٨٨) كتاب النكاح، باب قول الرجل: لأطوفن الليلة على نسائي، رقم (٥٢٤٢)، و(ج٢ص٩٨٢) كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كان يمين النبي صلى الله عليه وسلم؟ رقم (٦٦٣٩)، و(ج٢ص٩٩٤) كتاب كفارات الأيمان، باب الاستثناء في الأيمان، رقم (٦٧٢٠)، و(ج٢ص١١١٣) كتاب التوحيد، باب في المشيئة والإرادة، رقم (٧٤٦٩)، ومسلم (ج٢ص٤٩) كتاب الأيمان، باب الاستثناء في اليمين وغيرها، رقم (٤٢٨٥)، والترمذي (ج١ص١٨٥) أبواب النذور والأيمان، باب ما جاء في الاستثناء في اليمين، رقم (١٥٣٢)، والنسائي (ج٢ص١٤٨) كتاب الأيمان والنذور، باب إذا حلف، فقال له رجل: إن شاء الله، هل له استثناء؟ رقم (٣٨٦٢)، والاستثناء، رقم (٣٨٨٧)۔

حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۱)

(۲) جعفر بن ربیعہ

یہ امام جعفر بن ربیعۃ بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۳) عبدالرحمٰن بن ہرمز

یہ ابوداود عبدالرحمٰن بن ہرمز مدنی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان" کے تحت گذر چکے۔(۳)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: قال سليمان بن داود عليهما السلام لأطوفن الليلة على مائة امرأة أو تسع وتسعين كلهن يأتي بفارس يجاهد في سبيل الله۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے (ایک مرتبہ) فرمایا، خدا کی قسم! میں رات کو ایک سو یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک، ایک گھڑسوار جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا۔

"لأطوفن" میں لام جواب قسم کا ہے اور قسم محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے: "والله لأطوفن۔" اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو کتاب النکاح کی روایت میں آیا ہے: "لم يحنث" (۵) کیونکہ آدمی حانث قسم ہی سے

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۳۲٤)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب التيمم، باب التيمم في الحضر إذا لم يجد الماء ......۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص۱۱)۔

(٤) کشف الباري (ج۱ص٦٥٩)۔

(٥) انظر الصحيح للبخاري، كتاب النكاح، باب قول الرجل: لأطوفن الليلة على نسائي، رقم (٥٢٤٢)۔

ہوتا ہے اور قسم کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقسم بہ بھی ہو۔(۱)

اور أطوفن مشتق طواف سے ہے جس کے معنی "الدوران حول الشيء" کے ہیں اور یہاں جماع سے کنایہ ہے۔(۲)

مائة امرأة أو تسع وتسعين

سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد میں اختلاف روایات

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد میں روایات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، یہاں روایت باب میں سو یا ننانوے شک کے ساتھ آیا ہے، جب کہ ایک روایت میں "ستین"(۳) اور ایک میں "سبعین" (٤) اور ایک میں "تسعين" (٥) اور دوسری ایک روایت میں بغیر شک کے "مائة"(٦) ہے۔

اب ان تمام روایات میں جمع کی ایک صورت تو یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان عورتوں میں ساٹھ تو آزاد عورتیں تھیں دیگر باندیاں، أو بالعکس۔ اور سبعین کو مبالغہ پر محمول کیا جائے، رہا "مائة" اور "تسعون" تو چونکہ وہ سو سے کم اور نوے سے زیادہ تھیں، چنانچہ جس نے کسور کا اعتبار نہیں کیا اس نے تو تسعون کہہ دیا اور جس نے اعتبار کیا اس نے کسور کو پورا کر کے سو کہہ دیا ھذا ما قاله الحافظ رحمه الله في "الفتح"۔(۸)

لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب تکلف سے خالی نہیں اور اس میں اس اعتبار سے بھی بعد ہے کہ حدیث ایک ہی ہے، روایت کے تمام طرق کے راوی بھی ایک یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ روایات کے درمیان جمع و تطبیق کی صورت اسی وقت اختیار کی جاتی ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ ان تمام اعداد کو نبی علیہ السلام نے مختلف

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص ٤٦٠)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص ١١٥)۔

(۳) مثلاً دیکھئے، صحيح البخاري (ج٢ص ١١١٣)، كتاب التوحيد، باب في المشيئة والإرادة، رقم (٧٤٦٩)۔

(٤) انظر صحيح البخاري (ج١ص ٤٨٧)، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ووهبنا لداود سليمن نعم العبد، إنه أواب﴾، رقم (٣٤٢٤)۔

(٥) انظر صحيح البخاري (ج٢ص ٩٨٢)، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كان يمين النبي ﷺ؟، رقم (٦٦٣٩)۔

(٦) انظر صحيح البخاري (ج٢ص ٧٨٨)، كتاب النكاح، باب قول الرجل: لأطوفن الليلة على نسائي، رقم (٥٢٤٢)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص ٤٦٠)۔

(۸) حوالہ بالا۔

مواقع میں ارشاد فرمایا ہو اور ایسی کوئی بات نہیں۔

اس لئے راجح جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے درمیان یہ اعداد کا جو اختلاف واقع ہوا ہے رواۃ کے اپنے تصرف کا نتیجہ ہے، شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عدد ذکر کیا تھا جو کثرت پر دال ہو، چنانچہ بعض رواۃ نے اس کی تعبیر ستون سے کردی اور دیگر نے سبعون یا تسعون سے اور بہت سے رواۃ حدیث کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اصل حدیث اور اس کے مغز کے یاد کرنے کا اہتمام تو کرتے ہیں، لیکن اس کے حواشی اور ان تفاصیل میں نہیں گھستے جن کا اصلِ حدیث میں کوئی اثر نہ ہو، چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا کہ رواۃ نے اصل قصہ کو تو یاد کرلیا، لیکن تعداد نسوہ کے معاملے کو انہوں نے وہ حیثیت نہ دی، جو اصل قصہ کو دی، یہیں سے ان میں اختلاف پیدا ہوا اور یہ اختلاف اصل حدیث کی صحت کے لئے مضر نہیں، کیونکہ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ حدیث کے کسی حصے میں راوی کا وہم اصل حدیث کے ضعف کو مستلزم نہیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدے کو خود بھی فتح الباری میں مختلف مواقع میں استعمال کیا ہے۔ (۱)

ایک اور صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ قلیل کے ذکر سے کثیر کی نفی لازم نہیں آتی اور یہ مفہوم عدد کے قبیل سے ہے، جو جمہور کے نزدیک حجت نہیں۔ (۲)

فقال له صاحبه: قل: إن شاء الله۔

تو ان سے ان کے صاحب نے کہا، إن شاء الله کہئے۔

صاحب سے کون مراد ہے؟

علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ صاحب سے مراد فرشتہ ہے، جیسا کہ اس پر کتاب النکاح کی روایت بھی دلالت کرتی ہے: "فقال له الملك" (۳) اور اسی قول کو ان حضرات نے درست قرار دیا ہے۔ (۴)

(۱) فتح الباري (ج۹ص۲۸٦)، وتكملة فتح الملهم (ج۲ص۲۰۷)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱٥)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول الرجل: لأطوفن الليلة على نسائي، رقم (٥۲٤۲)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱٥)، وفتح الباري (ج٦ص٤٦۱)، وشرح مسلم للنووي (ج۲ص٤۹)۔

جب کہ دیگر بعض حضرات کا کہنا یہ ہے یہاں صاحب سے مراد آصف بن برخیا ہیں جن کے پاس کتاب کا علم تھا، لیکن حافظ صاحب نے اس قول کو مردود قرار دیا ہے۔(۱)

اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب سے مراد یا تو سلیمان علیہ السلام کے وزیر ہیں، خواہ انسان ہوں یا جن اور اگر مراد فرشتہ ہے تو یہ وہی فرشتہ ہے جو ان کے پاس وحی لے کر آتا تھا اور جس نے صاحب سے مراد خاطر قلب قرار دیا ہے اس کا قول بعید از حقیقت ہے۔(۲)

بہرحال قول صحیح یہی ہے کہ صاحب سے یہاں ملک (فرشتہ) مراد ہے، کما مر الآن۔

فلم يقل: إن شاء الله ـ

پس انہوں نے إن شاء اللہ نہیں کہا۔

مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ زبان سے نہیں کہا، یہ مطلب بالکل نہیں کہ آپ علیہ السلام دل سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض سے غافل ہو گئے تھے کیونکہ یہ منصب نبوت کے خلاف ہے، ممکن ہے کوئی دوسرا امر پیش آ گیا ہو۔(۳)

اسی طرح کا معاملہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ جب مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح، خضر اور ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ میں کل تم کو جواب دوں گا۔ کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بناء پر یقین تھا کہ جیسا آپ فرمائیں گے اسی طرح ہوگا، لیکن آپ علیہ السلام کی زبان سے انشاء اللہ کا ذھول ہو گیا، یہ مطلب نہیں کہ دل سے بھی غافل و ذاھل ہو گئے تھے۔(۴)

فلم يحمل منهن إلا امرأة واحدة جاءت بشق رجل۔

چنانچہ ان عورتوں میں سے صرف ایک ہی عورت حاملہ ہوئی اور اس نے ایک نامکمل بچہ جنا۔

مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے صرف ایک ہی عورت کو حمل ٹھہرا اور وہ

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٤٦١)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٥)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٤٦١)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٥)۔

حمل بھی ناقص تھا۔

والذي نفس محمد بيده، لو قال: إن شاء الله لجاهدوا في سبيل الله فرسانا أجمعون۔

اوراس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ سب کے سب اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام زبان مبارک سے ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی مراد برآتی اور وہ سب عورتیں ایک ایک فارس جنتیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔(۱)

اس مطلب کی تائید صحیح بخاری، کتاب النکاح کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں: "وكان أرجى لحاجته" کے الفاظ آتے ہیں۔(۲)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کی تمنا پوری ہو اگرچہ وہ انشاء اللہ کہے، بلکہ استثناء کا حاصل تو یہ ہے کہ اس نے جس طرح کی تمنا کی ہے اس کے وقوع پذیر ہونے کی توقع اور امید ہوتی ہے اور ترک استثناء میں وقوع پذیر ہونے کی امید نہیں ہوتی۔(۳)

فائدہ

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں جہاد کی نیت سے طلب ولد کی ترغیب ہے، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بچہ امید کے برخلاف مجاہد نہیں ہوتا اور کافر ہوتا ہے لیکن اس کو اپنی نیت اور عمل کا ثواب بہرحال ملے گا۔(۴)

بچہ ناقص ہونے کی وجہ

علامہ رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث باب کے الفاظ "إلا امرأة واحدة جاءت بشق......" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید اس عورت کے ناقص بچہ جننے کی وجہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عزم پر مبنی ہو کہ آپ علیہ

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٤٦١)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول الرجل: لأطوفن الليلة على نسائي، رقم (٥٢٤٢)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٤٦١)۔

(۴) شرح ابن بطال (ج٥ص٣٢)۔

السلام نے عزم تو کیا تھا ان شاء اللہ کہنے کا، لیکن یہ کہ ان سے عزم کا پورا کرنا ممکن نہ ہوا تو یہ عزم ناقص ہوا، چنانچہ اسی طرح ان کا بچہ بھی ناقص اور ناتمام رہا، پورا نہیں ہوا۔ (۵)

مودودی صاحب……اور حدیث باب

جناب مودودی صاحب نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں ﴿ولقد فتنا سليمان وألقينا على كرسيه جسداً ثم أناب …… إنك أنت الوهاب﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کو خلاف عقل قرار دیا اور اس کو قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''تیسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوگا، مگر یہ بات کہتے ہوئے انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا، جسے دائی نے لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے بخاری ومسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود بخاری میں مختلف مقامات پر یہ روایت جن طریقوں سے نقل کی گئی ہے ان میں سے کسی میں بیویوں کی تعداد (۶۰) بیان کی گئی ہے، کسی میں (۷۰)، کسی میں (۹۰)، کسی میں (۹۹) اور کسی میں (۱۰۰)۔ جہاں تک اسناد کا تعلق ہے، ان میں اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے۔ بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہوگا اور سامع کو یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بطور واقعہ بیان فرمارہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے۔ ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ

(۵) لامع الدراري (ج۷ص ۲۲۰)۔

سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات میں بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد (۶۰) ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس رات بغیر دم لئے فی گھنٹہ (۶) بیوی کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا گیارہ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے۔ کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات واقع کے طور پر بیان کی ہوگی۔"(۱)

اس حدیث پر ان کا کلام اور احادیث صحیحہ پر غیر اصولی تنقید کا جو دروازہ انہوں نے کھول دیا ہے، اسے دیکھ کر بخدا ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور جسم کانپنے لگا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ احادیث پر ماضی میں سلیمانہ علمی نقد و بحث ہوتی رہتی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی، لیکن اس بحث وتمحیص کے کچھ اصول اور قواعد بھی ہیں، جن کی تفصیل حضرات محدثین نے کتب اصول میں کردی ہے۔

اگر ہر شخص کو اس بات کی اجازت دے دی جائے کہ احادیث صحیحہ کو سند کی صحت اور رجال کی ثقاہت کے باوصف وہ رد کردے، صرف اس لئے کہ ان کے معانی اس کی عقل کے موافق نہیں ہیں تو دین کی بنیاد ہی ڈگمگا جائے گی اور ہرایرے غیرے، چھوٹے بڑے کے لئے تحریف کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا۔ لاحول ولا قوة الا باللّٰه العظیم۔

اور جو مودودی صاحب نے رات کے اوقات کا حساب ذکر کیا ہے اور یہ کہ اس تھوڑے وقت میں ساٹھ عورتوں سے جماع ممکن نہیں تو یہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع ہے:-

پہلی وجہ

پیچھے یہ بات آچکی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کا کوئی عدد معین حدیث سے ثابت نہیں ہے، ظاہر یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عدد ذکر کیا تھا جو کثرت پر دال ہو، چنانچہ رواۃ میں سے بعض نے اس کی تعبیر ساٹھ سے کردی اور کچھ نے نوے یا اس سے زائد سے کردی، کیونکہ رواۃ تو اصل حدیث کو یاد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور حدیث کے ان اجزاء اور تفاصیل سے زیادہ سروکار نہیں رکھتے جن کا اصل حدیث میں کوئی اثر نہ ہو، تو ہمیں یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ کوئی عدد معین کریں، پھر اس کے حساب سے رات کے اوقات کو مقرر و متعین کریں؟

---

(۱) تفهيم القرآن (ج٤ ص٣٣٧)۔

دوسری وجہ

ساٹھ کے عدد کو اگر ہم بالفرض صحیح بھی کہیں تو چھ عورتوں سے ایک گھنٹے میں جماع کیونکر محال ہے؟ اور اگر رات بارہ گھنٹوں پر بھی مشتمل ہو تو صحیح حساب ایک گھنٹے میں پانچ عورتیں ہیں تو یہ عقلا محال کیسے ہوگیا کہ اس کی وجہ سے صحیح حدیث کو رد کردیا جائے؟ اگر انبیاء علیہم السلام کے قصص اور ان کی حکایات میں ہم اس طرح کے قیاسات کرنے لگیں تو کسی نبی کا معجزہ ثابت ہوگا نہ ان کے علاوہ کسی کی کرامت، انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض اولیاء تک کے لئے کتنے ہی امور ایسے ثابت ہیں کہ انہوں نے انتہائی تھوڑے وقت میں بہت سے کام انجام دیئے کہ دوسرے لوگ اس سے دوگنے وقت میں بھی وہ کام انجام نہیں دے سکتے، بعض فلاسفہ...... جن کے سرخیل حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں...... نے ثابت کیا ہے کہ وقت کے لئے طول وعرض دونوں ہوتے ہیں، چنانچہ جن چیزوں کا ہم عمومی احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ طول وقت ہے اور بہت سے امور کا تھوڑے سے وقت میں انجام دیئے جانے کا جو ذکر کیا جاتا ہے وہ اوقات کے عرض میں واقع ہوتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

حاصل یہ ہے کہ صرف عقل کا بعض امور کے وقوع کو مستبعد سمجھنا صحیح احادیث کے رد کے لئے کافی نہیں، چنانچہ معجزات اور کرامات ایسے امور ہیں جن کو عقل مستبعد سمجھتی ہے، لیکن یہ بلا شک وشبہہ ثابت ہیں۔

اور جہاں تک بعض اصولیین کی اس بات کا تعلق ہے کہ ''حدیث کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خلاف عقل نہ ہو'' تو اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عقل کے مخالف بایں معنی ہو کہ اس سے محال عقلی لازم آئے، یہ مطلب نہیں کہ اس کو صرف عقل مستبعد سمجھے، ان دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے جو معجزات کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تدریب الراوی'' میں فرماتے ہیں:

"إن من جملة دلائل الوضع أن يكون مخالفا للعقل بحيث لايقبل التأويل، ويلتحق به ما يدفعه الحس والمشاهدة، أو يكون منافيا لدلالة الكتاب القطعية أو السنة المتواترة أوالإجماع القطعي، أما المعارضة مع إمكان الجمع فلا"۔ (۱)

---

(۱) انظر تدریب الراوی (ج۱ ص۲۷۶)۔

''یعنی وضع حدیث کے ادلہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے مخالف ہو، اس حیثیت سے کہ تاویل بالکل قبول نہ کرے، اس کے ساتھ وہ بھی شامل ہے جس کو حس یا مشاہدہ رد کرے، یا یہ کہ وہ کتاب اللہ کی قطعی دلالت یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے منافی ہو رہا وہ تعارض جس میں جمع بین الروایات کا امکان ہو تو وہ وضع حدیث کے ادلہ میں سے نہیں ہے''۔

اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح المغیث'' میں لکھتے ہیں:

"وكأن يكون مخالفا للعقل ضرورة أو استدلالا، ولايقبل تأويلا بحال، نحو: الإخبار عن الجمع بين الضدين، و عن نفي الصانع، وقدم الأجسام، وما أشبه ذلك؛ لأنه لايجوز أن يرد الشرع بما ينافي مقتضى العقل"۔ (١)

''جیسے ضرورۃ اور استدلالاً عقل کے مخالف ہو اور کسی طور پر تاویل قبول نہ کرتا ہو، جیسے جمع بین الضدین اور نفی صانع اور قدم اجسام اور ان کے مشابہ کسی چیز کی خبر دی گئی ہو، کیونکہ یہ بات درست ہی نہیں کہ حکم شرعی کسی ایسی چیز میں آئے جو عقل کے مقتضی کے منافی ہو''۔ (۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ اس میں سلیمان علیہ السلام کا جہاد کے لئے بچہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔ (۳)

٢٤ – باب : الشَّجَاعَةِ فِي الحَرْبِ وَالجُبْنِ .

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں جنگ میں شجاعت اختیار کرنے کی مدح اور اس میں بزدلی کی مذمت

(١) فتح المغيث شرح ألفية الحديث (ج١ ص٢٩٤)، والناقد الحديث في علوم الحديث (ص٤٨)۔

(٢) تكملة فتح الملهم (ج٢ ص٢١٢و٢١٣)، وأيضاً انظر الاستاذ المودودي و شيء من حياته وأفكاره للبنوري (ص)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٥)۔

بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

٢٦٦٥ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ[٢] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ المَدِينَةِ . فَكانَ النَّبِيُّ ﷺ سَبَقَهُمْ عَلَى فَرَسٍ ، وَقالَ : (وَجَدْنَاهُ بَحْرًا) . [ر : ٢٤٨٤]

تراجم رجال

(۱) احمد بن عبد الملک بن واقد

یہ مشہور محدث احمد بن عبد الملک بن واقد الاسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۲) حماد بن زید

یہ ابواسماعیل حماد بن زید بن درہم بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين ......﴾" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

(۴) ثابت بُنانی

یہ مشہور تابعی بزرگ ابومحمد ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

(۵) انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۱۷)۔

(۲) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الصلاة، باب الخدم للمسجد۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۲۱۹)۔

(٥) كشف الباري (ج۳ ص۱۸۳)۔

مایحب لنفسہ“ کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

كان النبي صلى الله عليه وسلم أحسن الناس وأشجع الناس وأجود الناس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔

نبی علیہ السلام کی تین صفتیں

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں ۱۔احسن،۲۔اشجع،۳۔اجود۔(۲)

حکمائے اسلام کا کہنا ہے کہ انسان کے تین قویٰ ہیں۔عقلیہ،غضبیہ اور شہویہ۔ چنانچہ قوت غضبیہ کے کمال کا مظہر شجاعت ہے،قوت شہویہ کے کمال کا مظہر جود وسخاوت ہے اور قوت عقلیہ کے کمال کا مظہر حکمت ہے اور لفظ ”احسن“ میں اسی قوت عقلیہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے،اس لئے کہ حسن صورت تابع ہے مزاج کے اعتدال کا اور اعتدال مزاج،نفس کی صفائی و پاکیزگی اور جودت طبع سے ماخوذ ہے اور یہی تینوں صفات امہات الاخلاق میں سے ہیں۔(۳)

ولقد فزع أهل المدينة فكان النبي صلى الله عليه وسلم سبقهم على فرس۔

اور اہل مدینہ گھبرا اٹھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہو کر سب سے پہلے پہنچ گئے۔

”فَزِعَ“ بکسر الزاء ”الفَزَعُ“ سے مشتق ہے اور اس کے معنی خوفزدہ ہونے کے ہیں۔(۴)

وقال: وجدناه بحرا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔

کتاب الہبۃ کی روایت میں آیا ہے کہ مذکورہ بالا گھوڑا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٧)۔

(۳) شرح الكرماني (ج١٢ ص١١٩)۔

(٤) مختار الصحاح (ص٢٠٥)، مادة ”فزع“۔

وسلم نے ان سے بطور عاریت کے لیا تھا اور اسی روایت میں ہے کہ اس گھوڑے کا نام "مندوب" تھا۔(۱)

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھوڑے کو سرعت سیر میں بحر سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ ہم نے اس گھوڑے کو سرعت سیر میں سمندر کی طرح پایا، چنانچہ سمندر کا پانی جس طرح مسلسل تیزی سے جاری رہتا ہے اسی طرح یہ گھوڑا بھی مسلسل چلتا اور دوڑتا رہا، تھکا بالکل نہیں۔(۲)

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے گھوڑے کو سمندر سے تشبیہ رسول ﷺ نے دی۔(۳)

ترجمۃ الباب سے مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں ہے: "وأشجع الناس"۔(۴)

٢٦٦٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ : أَنَّ مُحمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قالَ : أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ(٥) : أَنَّهُ بَيْنَما يَسِيرُ هُوَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ ، مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ ، فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ ، حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ : (أَعْطُونِي رِدَائِي ، لَوْ كانَ لِي عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلاً ، وَلَا كَذُوبًا ، وَلَا جَبَانًا) . [٢٩٧٩]

تراجم رجال

(۱) ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "بدء الوحي" کی "الحديث السادس"

(١) صحيح بخاری (ج١ ص٣٥٨) كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس، رقم (٢٦٢٧)۔

(٢) شرح ابن بطال (ج٥ ص٣٤)۔

(٣) شرح ابن بطال (ج٥ ص٣٤)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٧)۔

(٥) قوله: "جبير بن مطعم": الحديث، أخرجه البخاري (ج١ ص٤٤٦) كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يعطي المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس ونحوه، رقم (٣١٤٨)۔ والحديث من إفراده۔

کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

(۲) شعیب

یہ ابو بشر شعیب بن ابی حمزہ القرشی الاموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات بھی "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۲)

(۳) زہری

یہ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۳)

(۴) عمر بن محمد بن جبیر

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے پوتے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی القرشی النوفلی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

یہ اپنے والد محمد بن جبیر سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت حدیث کرنے والے صرف امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ثقة"۔ (۶)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۷)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۸)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص٤٧٩)۔

(۲) کشف الباري (ج۱ص٤٨٠)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص٣٢٦)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٢١ص٤٩٥)۔ وقال الذهبي في الميزان (ج٣ص٢٢٠): "ماروى عنه في علمي سوى الزهري"۔

(۵) حوالۂ بالا۔

(۶) حوالۂ بالا۔

(۷) تقريب التهذيب (ص٤١٦)، رقم (٤٩٦٣)۔

(۸) الثقات لابن حبان (ج٧ص١٦٦)۔

یہ امہات ستہ میں سے صرف صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری نے بھی ان سے صرف ایک حدیث (مذکور فی الباب) لی ہے۔(۱)

(۵) محمد بن جبیر

یہ ابوسعید محمد بن جبیر بن مطعم المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۶) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبیر بن مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳)

أنه بينما هو يسير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه الناس مقفله من حنين

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت۔

یہاں حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جو غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت پیش آیا۔

ہوا یوں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین میں فتح ونصرت کے بعد اہل حنین کے قیدیوں کو ان کے گھر والوں پر لوٹا کر فارغ ہوئے تو آپ سوار ہوئے اور چل پڑے، دوسرے لوگ بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولئے اور آپ سے اموال غنیمت کا مطالبہ کرنے لگے، چنانچہ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "أعطوني ردائي......"۔(۴)

"مقفله" مصدر میمی ہے یا ظرف زمان اور "قفول" کے معنی "رجوع" کے ہیں۔(۵) جب کہ بخاری ہی کی ایک روایت میں "مقبلا من حنين" (۶) کے الفاظ آئے ہیں یعنی درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے لوٹ

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۲۱ ص۴۹٦)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الأذان، باب الجهر في المغرب۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الغسل، باب من أفاض على رأسه ثلاثا۔

(٤) سيرة ابن هشام (ج۳-٤ ص٤۹۲)۔

(٥) شرح الطيبي (ج۱۱ ص۳۱)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١١٨)، وجامع الأصول (ج٥ ص١٠)۔

(٦) صحيح بخاری (ج۱ ص٤٤٦) كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يعطي المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس ونحوه، رقم (۳۱٤۸)۔

رہے تھے، اس روایت میں یہ حال واقع ہوا ہے۔(۱)

فعلقه الناس يسألونه حتى اضطروه إلى سمرة، فخطفت ردائه۔

چنانچہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے کہ وہ آپ سے مانگ رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیکر کے درخت کے پاس پناہ لینے پر مجبور کردیا تو کیکر نے آپ کی چادر مبارک اچک لی۔

"عَلِقَ" یہ باب "سمع" سے ہے اور "تعلّق" کے معنی میں ہے یعنی چمٹ جانا اور لازم پکڑنا۔(۲)

اور "الناس" سے مراد "الأعراب" یعنی دیہاتی ہیں، جیسا کہ کتاب فرض الخمس کی روایت میں "الأعراب" آیا ہے۔(۳) اور "یسألونه" الناس سے حال واقع ہورہا ہے۔(۴)

اور "خطف" کے معنی اچانک اُچک لینے کے ہیں(۵) اور یہاں مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کیکر کے کانٹوں میں الجھ گئی اور ان کانٹوں میں پھنس گئی۔(۶)

فوقف النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أعطوني ردائي، لو كان لي عدد هذه العضاه نعما لقسمته بينكم۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا اور کہا، میری چادر مجھے دو، اگر میرے ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی چوپائے ہوتے تو سب کو میں تم لوگوں میں تقسیم کردیتا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کا مطلب یہ فرمایا کہ میں اپنا مال تم لوگوں کو بخش دینے کو تیار ہوں تو تم لوگوں نے جو غنیمت حاصل کی ہے وہ تو میں بطریق اولی تمہیں دوں گا۔(۷)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٢٥٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١١٨)۔

(۳) صحيح بخاری (ج١ص٤٤٦) كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يعطي المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس ونحوه، رقم (٣١٤٨)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١١٨)۔

(٥) مختار الصحاح (١٨١) مادة "خطف"۔

(٦) شرح الطيبی (ج١١ص٣١)۔

(٧) شرح القسطلاني (ج٥ص٥٤)۔

"عضاہ" یہ عضاھۃ وعضہۃ وعضۃ کی جمع ہے۔(۱)اور عضاہ ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو کانٹے دار ہو جیسے ببول اور کیکر کا درخت۔(۲)

ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ حالت وصل اور وقف دونوں میں ہاء کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔(۳)

کلمہ "نعم" کی لغوی تحقیق

"نعم" کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابوجعفر النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعم کا اطلاق ابل، بقر اور غنم پر ہوتا ہے، چنانچہ صرف اونٹ کو نعم نہیں کہا جاتا، اسی طرح صرف گائے، بکری پر بھی اس کا استعمال شائع نہیں۔(۴)

اور علامہ فراء نحوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ذكر لا يؤنث، يقولون: هذا نعم وارد، وجمعه نعمان كحمل وحملان"۔(۵)

نعم کا اعراب

یہاں "نعما" منصوب واقع ہوا ہے، جب کہ ابوذر کی روایت میں یہ لفظ مرفوع ہے۔(۶)

چنانچہ اگر یہ کلمہ مرفوع ہے تو یہ کان کا اسم مؤخر ہے اور "عدد هذه العضاة" خبر مقدم اور اگر منصوب ہے تو نعما بنا بر تمییز منصوب ہے اور کان تامہ ہے۔

یا یہ کہ کان ناقصہ ہے اور نعما خبر کان اور عددُ اسم کان ہے۔(۷)

ثم لا تجدوني بخيلاً ولا كذوباً ولا جباناً۔

پھر تم مجھے بخیل پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱۸)۔

(۲) جامع الأصول (ج٥ص۱۰)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۱۸)۔

(۴) حوالۂ بالا۔

(۵) مختار الصحاح (ص٦٦٩)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص۳٥)۔

(۷) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۱۸)۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم مجھے مشکل اور کٹھن حالات میں بھی آزماؤں تو صفات رذیلہ مثلاً بخل، کذب اور بزدلی وغیرہ کے ساتھ متصف نہ پاؤ گے۔(۱)

نفی مطلق وصف کی ہے مبالغے کی نہیں

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صفات رذیلہ کی اپنی ذات سے نفی فرمائی ہے اور الفاظ جو استعمال فرمائے ان میں سے کذوب مبالغہ کا، جبان صفت مشبہہ کا صیغہ ہے، جب کہ بخیل دونوں کا احتمال رکھتا ہے، لیکن یہاں مبالغہ کی نفی مراد نہیں بلکہ مطلقاً وصف کی نفی ہے۔ ورنہ مشہور اشکال پیش آئے گا کہ کذوب میں نفی مطلقاً کذب کی نہیں بلکہ زیادہ کذب کی ہے، اسی طرح دیگر الفاظ میں بھی یہی اشکال ہے اور مطلب یوں ہو جائے گا کہ کاذب تو ہیں لیکن کذوب نہیں وهلم جرا۔

اس لئے یہاں مطلقاً نفی اوصاف ثلاثہ کی ہے نہ کہ مبالغہ کی، یہ اسی طرح ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول میں ہے ﴿وما ربك بظلام للعبيد﴾ (۲) کہ اس آیت میں بھی نفی مطلق ظلم کی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا نعوذ باللہ ظالم ہونا لازم آئے گا! اور یہ بدیہی البطلان ہے۔(۳)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں کلمہ "ثم" تراخی فی الرتبہ کے لئے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں اس عطاء میں مجبور نہیں ہوں بلکہ پورے شوق و رغبت کے ساتھ تمہیں دوں گا اور میں جھوٹا بھی نہیں کہ ابھی تو تم سے وعدہ کر کے تم کو چلتا کر دوں پھر بعد میں مکر جاؤں اور تمہیں مال نہ دوں اور نہ ہی میں بزدل ہوں کہ کسی سے ڈروں۔ تو گویا یہ دونوں جملے "ولا كذوبا ولا جبانا" کلام سابق کا تتمہ ہیں۔(۴)

اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم کذب سے قوتِ عقلیہ کے کمال یعنی حکمت کی طرف، عدم جبن سے قوت غضبیہ کے کمال یعنی شجاعت کی طرف اور عدم بخل سے قوت شہویہ کے کمال یعنی سخاوت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوت عقلیہ، قوت غضبیہ اور قوت شہویہ میں کامل تھے اور یہی

---

(۱) شرح الطيبي (ج١١ ص٣٢)۔

(۲) فصلت /٤٦۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٨)، وشرح القسطلاني (ج٥ ص٥٤)۔

(٤) شرح الطيبي (ج١١ ص٣٢٥)۔

تینوں قوی اخلاق فاضلہ کی اصل ہیں، چنانچہ پہلا صدیقین، دوسرا شہداء اور تیسرا صلحاء کا مرتبہ ہے۔ اللهم اجعلنا منهم۔(۱)

فوائد حدیث جبیر بن مطعم

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث جبیر میں کئی فوائد ہیں، مثلاً:

۱...... جہلاء اگر کسی صاحب علم وفضل آدمی کے بارے میں سوءِ ظن اور بدگمانی کا شکار ہوں تو اس آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی عادات شریفہ اور خصائل حمیدہ کا سرعام ذکر کرے، تا کہ بدگمانی دور ہو۔

۲...... حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص جس میں بخل، کذب اور بزدلی جیسے صفات رذیلہ ہوں وہ لوگوں کا مقتدا و پیشوا نہیں بن سکتا۔ اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ جس میں ان میں سے کوئی بھی صفت ہو اسے امام اور خلیفہ نہ بنائیں۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک میں ہے: "ثم لا تجدوني بخيلا، ولا كذوبا، ولا جبانا"۔(۳)

۲۵ — باب : ما يُتَعَوَّذُ مِنَ الجُبْنِ .

ماقبل سے ربط ومناسبت

باب سابق میں بزدلی کے مذموم وقبیح ہونے کا بیان تھا اور اس باب میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب بزدلی مذموم وقبیح ہے تو اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۲۰)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ ص۳٤)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص۱۱۷)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں بزدلی سے پناہ مانگنی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی ہے۔(۱)

٢٦٦٧ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ : سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيَّ قالَ : كانَ سَعْدٌ (٢) يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ ، كما يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ ، وَيَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ) . فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ . [٦٠٠٤ ، ٦٠٠٩ ، ٦٠١٣ ، ٦٠٢٧]

تراجم رجال

(۱) موسی بن اسمعیل

یہ ابوسلمہ موسی بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۳)

(۲) ابوعوانہ

ان کا نام وضاح بن عبداللہ یشکری رحمۃ اللہ علیہ ہے، ان کے حالات بھی "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١١٩)۔

(٢) قوله:"سعد": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج٢ص٩٤٢) كتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم (٦٣٦٥)، و(ص٩٤٢) باب التعوذ من البخل، رقم (٦٣٧٠)، و(ص٩٤٢) باب الاستعاذة من أرذل العمر، ومن فتنة الدنيا، ومن فتنة النار، رقم (٦٣٧٤)، و(ص٩٤٥) باب التعوذ من فتنة الدنيا، رقم (٦٣٩٠)، والترمذي في سننه (ج٢ص١٩٦) أبواب الدعوات، باب في دعاء النبي صلى الله عليه وسلم وتعوذه في دبر كل صلوة، رقم (٣٥٦٧)، والنسائي (ج٢ص٣١٥) كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من فتنة الدنيا، رقم (٥٤٨٠) و(٥٤٨١)، وباب الاستعاذة من البخل، رقم (٥٤٤٩)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٤٣٣)۔

تحت آ چکے ہیں۔(۱)

(۳) عبد الملک بن عمیر

یہ ابو عمر عبد الملک بن عمیر بن سوید الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۴) عمرو بن میمون الاودی

یہ ابو یحیی عمرو بن میمون الاودی الحضرمی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۵) سعد

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سعد بن ابی وقاص اللیثی المدنی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة ......" کے تحت آ چکے ہیں۔(۴)

قال: كان سعد يعلم بنيه هؤلاء الكلمات كما يعلم المعلم الغلمان الكتابة

عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے جس طرح کے معلم لڑکوں کو کتابت سکھاتا ہے۔

یہاں بطور تمہید آنے والے کلمات دعائیہ کی اہمیت بتانے کے لئے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کلمات کو اپنے بچوں کو سکھانے کے لئے بے حد اہتمام فرماتے تھے اور راوی عمرو بن میمون نے اس کو بچوں کو تحریر سکھانے سے تشبیہ دی کہ جس طرح بچوں کو تحریر و کتابت سکھلانا محنت و اہمیت کا متقاضی ہے، اسی طرح ان کلمات کو بھی سکھلانے میں محنت و اہتمام کرنا چاہئے۔

ويقول: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدعو منهنّ دبر الصلاة

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول ﷺ ان کلمات کے ساتھ ہر نماز کے بعد دعاء فرماتے تھے۔

اور وہ کلمات یہ ہیں:

---

(۱) حوالہ بالا (ص۴۳۴)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب اهل العلم والفضل أحق بالإمامة۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة لم تفسد عليه صلاته۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص ۱۷۳)۔

اللهم إني أعوذ بك من الجبن، و أعوذ بك أن أرد إلى أرذل العمر، وأعوذ بك من فتنة الدنيا، وأعوذ بك من عذاب القبر۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوٹا دیا جاؤں نکمی عمر تک اور پناہ چاہتا ہوں میں دنیا کے فتنے سے اور پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

"أرذل العمر" سے زندگی کا وہ دور مراد ہے جب بڑھاپے کی وجہ سے عقل وفہم کی قوتیں بے کار ہوجائیں، غور وفکر کی صلاحیتیں سلب ہوجائیں اور آدمی خفت عقل اور قلت فہم کی وجہ سے بچوں کی طرح حرکات کرنے لگے۔(۱)

نتیجتاً اس سے ادائیگی فرائض میں کوتاہی ہونے لگے اور اپنے جسم تک کی صفائی و نظافت سے عاجز ہوجائے اور اپنے اہل خانہ اور خاندان کے لئے مصیبت اور بوجھ بن جائے، وہ اس کی موت کی تمنا کرنے لگیں اور اگر خاندان وغیرہ نہ ہو تب تو مصیبت در مصیبت ہے، تو آدمی کو ایسے وقت سے پناہ مانگنی چاہئے۔(۲)

"فتنة الدنيا" سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے بدلے میں آخرت کو بیچ دے، دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی پر فوقیت دے۔(۳)

جب کہ کتاب الدعوات کی روایت میں "فتنة الدنيا" کی تفسیر راوی حدیث عبدالملک بن عمیر نے "فتنة الدجال" سے کی ہے۔(۴)

اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ دجال کا فتنہ دنیا کے تمام دیگر فتنوں سے ہولناک ہوگا۔(۵)

فحدثت به مصعباً فصدقه۔

تو میں نے یہ حدیث مصعب کو سنائی، چنانچہ انہوں نے حدیث کی تصدیق کی۔

مذکورہ بالا قول کے قائل راوی حدیث عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مصعب سے مراد مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

---

(۱) شرح الكرماني (ج١٢ص١٢١)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١١٩)۔

(۳) حوالۂ بالا۔

(٤) صحيح البخاري (ج٢ص٩٤٢) كتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم (٦٣٦٥)۔

(٥) شرح القسطلاني (ج٥ص٥٥)۔

اب مطلب یہ ہوا کہ راوی حدیث عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو بغرض تصدیق حضرت مصعب کو سنائی تو انہوں نے حدیث کی صحت کی تصدیق کی۔(۱)

فائدہ

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اولاد کی تعداد ۳۱ بتائی ہے، جن میں سے ۱۴ صاحبزادے اور ۱۷ صاحبزادیاں تھیں۔(۲)

اور ان میں سے پانچ محدث تھے اور اپنے والد محترم سے روایت حدیث کرتے تھے، ان کے نام یہ ہیں: عمر، عامر، محمد، مصعب اور عائشہ۔(۳)

تنبیہ

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف میں فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی روایت میں مصعب بن سعد بن ابی وقاص کو ذکر نہیں کیا اور نسائی نے ذکر کیا ہے۔(۴)

لیکن حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تسامح ہوگیا ہے کیونکہ بخاری کی تمام روایات میں مصعب کا تذکرہ موجود ہے۔(۵)

(٦)
٢٦٦٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ ، وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ) .
[٤٤٣٠ ، ٦٠٠٦ ، ٦٠٠٨ ، ٦٠١٠]

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٩)۔

(٢) طبقات ابن سعد (ج٣ ص١٣٧)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ ص٣٦)۔

(٤) تحفة الأشراف (ج٣ ص٣٠٧)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٣٦)۔ =

تراجم رجال

(۱) مسدد

یہ مسدد بن مسرهد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

(۲) معتمر

یہ معتمر بن سلیمان تیمی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۳) أبي

"أب" سے مراد ابوالمعتمر سلیمان بن طرحان تیمی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

=(٦) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج٢ص٦٨٣) كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ومنكم من يرد إلى أرذل العمر﴾، رقم (٤٧٠٧)، و(ج٢ص٩٤٢) كتاب الدعوات، باب التعوذ من فتنة المحيا والممات، رقم (٦٣٦٧)، وباب الاستعاذة من الجبن والكسل، رقم (٦٣٦٩)، و باب التعوذ من أرذل العمر، رقم (٦٣٧١)، ومسلم (ج٢ص٣٤٧) كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من العجز والكسل وغيره، رقم (٦٧٧٣)، وأبو داود (ج١ص٢١٥)، كتاب الصلاة، باب في الاستعاذة، رقم (١٥٤٠)، و(ج٢ص١٩٧) كتاب الحروف والقراءات، باب (بلا ترجمة)، رقم (٣٩٧٢)، والترمذي (ج٢ص١٨٧)، أبواب الدعوات، باب الاستعاذة من الهم والدّين، رقم (٣٤٨٠) و(٣٤٨١)، والنسائي (ج٢ص٣١٣)، كتاب الاستعاذة، أبواب الاستعاذة من البخل ومن الهم ومن الحزن، رقم (٥٤٥٠—٥٤٥٥)۔

(١) كشف الباري (ج٢ص٢)۔

(٢) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية أن لايفهموا۔

(٣) حوالۂ بالا۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص٤)۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول: اللهم إني أعوذ بك من العجز والكسل والجبن والهرم، وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات، وأعوذ بك من عذاب القبر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، اے اللہ! میں آپ کی پناہ کا خواستگار ہوں درماندگی اور سستی اور بزدلی اور بڑھاپے کی انتہاء سے اور میں آپ کی پناہ کا خواستگار ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے اور میں آپ کی پناہ کا خواستگار ہوں عذاب قبر سے۔

حدیث شریف کے
مختلف مشکل الفاظ کی توضیح

"عجز" قدرت کی ضد ہے، کسی کام پر قدرت وطاقت نہ رکھنے والے کو عاجز کہا جاتا ہے۔(۱)

اور "کسل" کہتے ہیں ضعیف الہمتی اور سستی کو۔ اس سے پناہ مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صفت اعمال صالحہ سے دور کردیتی ہے۔(۲)

اب عجز اور کسل کے درمیان فرق یہ ہوا کہ کسل کسی کام پر قدرت ہوتے ہوئے اسے ترک کردینا ہے، جب کہ عجز میں قدرت ہی مفقود ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے پناہ چاہی ہے۔(۳)

"ہرم" کے بارے میں علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضد الشباب" (۴) کہ جوانی کی ضد ہے۔

اور امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "هَرَمٌ" اس بوڑھے کو کہا جاتا ہے جس کی عمر بہت ہوچکی ہو، جس کی وجہ سے اس کے اعضاء کمزوری اور قوی ضعف کا شکار ہوجائیں۔(۵)

اور ہرم سے پناہ مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُن امراض میں سے ہے جن کی کوئی دواء نہیں۔(۶)

---

(۱) شرح الكرماني (ج١٢ص١٢١)۔

(۲) عمدة القاري (١٤ص١١٩)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٣٦)۔

(٤) شرح الكرماني (ج١٢ص١٢١)۔

(٥) المغرب (ج٢ص٣٨٣)، وعمدة القاري (ج١٤ص١١٩)۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ص١١٩)۔

"محیا وممات" دونوں مصدر میمی ہیں اور حیات وموت کے معنی میں ہیں، "فتنة المحیا" یہ ہے کہ آدمی دنیا کے فتنے میں مبتلا ہو جائے اور اس میں منہمک ومشغول ہو جائے کہ آخرت کو پس پشت ڈال دے۔

اور "فتنة الممات" یہ ہے کہ موت کے وقت سوء خاتمہ کا ڈر ہو۔(۱)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے مناسبت

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث کے لفظ "والجبن" میں ہے۔(۲)

٢٦ – باب : مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي الحَرْبِ .

ماقبل سے مناسبت

پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا تھا "باب الشجاعة في الحرب والجبن" کا اور اس میں شجاعت وبسالت فی الحرب کی مدح تھی اور اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بہادری وجانبازی کے واقعات لوگوں کو سناتا ہے تو جائز ہے بشرطیکہ ریاء ونمود نہ ہو۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اگر کسی نے تکلیف اٹھائی اور مشقت برداشت کی تو اس کا لوگوں سے بیان کرنا جائز ہے، تاکہ لوگوں کو اس سے ترغیب ہو اور وہ اس کی اقتداء میں فخر محسوس کریں، لیکن اگر مقصود اظہار شجاعت اور ریاء کاری ہو تو ناجائز ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٩ – ١٢٠)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١١٩)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص ١٢٠)۔

قالَهُ أَبُو عُثْمانَ ، عَنْ سَعْدٍ . [ر : ۳۵۱۷ ، ٤٠٧١]

اس (بات) کوابوعثمان نے سعد سے نقل کیا ہے۔

یہاں ابوعثمان سے النہدی مراد ہیں، جب کہ سعد سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

اوراس تعلیق کوامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیه وسلم اور کتاب المغازی(۲) میں نقل کیا ہے۔(۳)

اور مقصداس تعلیق کا یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی بہادری کے واقعات بیان کرتے تھے۔(۴)

۲٦٦٩ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حاتِمٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ ، عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيدَ(٥) قالَ : صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ ٱللهِ ، وَسَعْدًا ، وَالْمِقْدادَ بْنَ الْأَسْوَدِ ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ . [۳۸۳۵]

تراجم رجال

(۱) قتیبہ بن سعید

یہ شیخ الاسلام، راویۃ الاسلام، ابورجاء قتیبہ بن سعید بن ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب افشاء السلام من الإسلام" کے تحت آچکے۔(٦)

(۱) حوالۂ بالا۔

(۲) صحیح البخاري (ج۱ص۵۲۷) کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیه وسلم، باب ذر طلحة بن عبید اللہ، رقم (۳۷۲۲، ۳۷۲۳)، و(ج۲ص۵۸۱)، کتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا﴾ ، رقم (٤٠٦٠، ٤٠٦١)۔

(۳) تغلیق التعلیق (ج۳ص٤۳۳)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص۳٦)۔

(٥) قوله: "عن السائب بن یزید": الحدیث أخرجه البخاري أیضاً (ج۲ص۵۸۱)، کتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا﴾ ، رقم (٤٠٦٠)۔ والحدیث أخرجه البخاري فقط كما فی جامع الأصول (ج۸ص۲۵۳)۔

(٦) کشف الباري (ج۲ص۱۸۹)۔

(۲) حاتم

یہ ابو اسمعیل حاتم بن اسماعیل المدنی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

(۳) محمد بن یوسف

یہ محمد بن یوسف بن عبداللہ الکندی ابن اخت النمر المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۴) السائب بن یزید

یہ سائب بن یزید بن سعید الکندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ اصاغر صحابہ میں سے تھے۔(۳)

قال: صحبت طلحة بن عبيد الله وسعدا والمقداد بن الأسود وعبدالرحمن بن عوف رضي الله عنهم، فما سمعت أحداً منهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت مقداد بن الاسود اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا، لیکن ان میں سے کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرتے نہیں سنا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت حدیث میں احتیاط کی وجہ

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث اس لئے نہیں کرتے تھے کہ کہیں ان سے حدیث میں کمی یا زیادتی نہ ہو جائے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید کے تحت داخل ہو جائیں "من يقل علي مالم أقل فليتبوأ مقعده من النار" (۴) چنانچہ یہ حضرات حدیث کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد "فأقلوا الرواية عن الرسول، ثم أنا شريككم" (۵) یعنی

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب (بلاترجمة)، بعد باب استعمال فضل وضوء الناس۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب جزاء الصيد، باب حج الصبيان۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب (بلاترجمة)، بعد باب استعمال فضل وضوء الناس۔

(٤) الحديث أخرجه البخاري (ج١ ص٢١) كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، رقم (١٠٩)۔

(٥) سنن ابن ماجه (ص٤) المقدمة، باب التوقي في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم (٢٨)۔

''پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کرو، پھر میں بھی اس معاملے میں تمہارے ساتھ شریک ہوں۔'' کی وجہ سے محتاط رہا کرتے تھے۔(۱)

راوی حدیث حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ہی کی ابن ماجہ میں روایت ہے: "صحبت سعد بن مالك من المدينة إلى مكة، فما سمعته يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم بحديث واحد۔" (۲) کہ ''میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک ہم سفر رہا، مگر ان کو ایک حدیث بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے نہیں سنا۔''

چنانچہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث میں احتیاط کرتے تھے۔(۳)

إلا أني سمعت طلحة يحدث عن يوم أحد

مگر یہ کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو احد کے دن کے واقعات بیان کرتے سنا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اگر کچھ بیان بھی کرتے تو غزوۂ احد کے موقع پر انہوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ بیان کرتے کیونکہ وہ جنگ احد کے دن افراتفری کے وقت ان صحابہ میں سے تھے جو ثابت قدم رہے اور ان کے قدم نہ ڈگمگائے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کرتے تھے خشية الزيادة والنقصان۔(۴)

چنانچہ امام بخاری ہی نے کتاب المغازی میں قیس سے روایت نقل کی ہے: "رأيت يد طلحة شلاءً وقى بها الرسول صلى الله عليه وسلم يوم أحد" کہ ''میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو مفلوج دیکھا جس کے ذریعے انہوں احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی''۔(۵)

اسی طرح ایک اور روایت جو ابو عثمان النہدی سے مروی ہے اس میں ہے: "لم يبق مع النبي صلى الله

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ ص۳٦)۔

(۲) ابن ماجه (ص٤) المقدمة، باب التوقي في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم (۲۹)۔

(۳) مر هذا البحث مفصلا في كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، فراجعه إن شئت۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٠)۔

(٥) صحيح بخارى كتاب المغازي، باب ﴿إذ همّت طائفتان منكم أن تفشلا، والله وليهما﴾، رقم (٤٠٦٣)۔

عليه وسلم في تلك الأيام الذي يقاتل فيهن غير طلحة وسعد"۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "سمعت طلحة يحدث عن يوم أحد" کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے جنگی کارناموں کو بیان کرتے سنا جوانہوں نے جنگ احد میں سرانجام دیئے تھے۔(۲)

٢٧ – باب : وُجُوبِ النَّفِيرِ ، وَما يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ .

ماقبل سے ربط ومناسبت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ماقبل میں مختلف عنوانات کے تحت جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے فضائل نقل کئے تھے اور کچھ احکامات جہاد کا ذکر بھی کیا تھا، اب جہاد کے وجوب سے متعلق مزید احکامات بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب سے نفیر عام کے وقت جہاد کے لئے نکلنے کے وجوب، جہاد کی مقدار مشروع اور نیت کی مشروعیت بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۳)

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہو کہ جہاد ہر حال میں فرض عین ہے اور یہی قول حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا بھی ہے(۴) جیسا کہ ہم کتاب الجہاد کے شروع میں بیان کرچکے ہیں۔

---

(١) حوالۂ بالا، رقم (٤٠٦٠و٤٠٦١)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٠)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٠)، وفتح الباري (ج٦ص٣٧)۔

(٤) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج١ص١٩٥)۔

اور اس بات کی تفصیل بھی کہ جہاد نفیر عام کے وقت فرض عین ورنہ فرض کفایہ ہے اور یہ کہ نیت جہاد کی مشروعیت اب بھی باقی ہے، اس کو ہم کتاب الجہاد کے ابتداء میں بیان کر چکے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کا حکم کیا تھا؟

باقی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کا کیا حکم تھا اس میں اختلاف ہے۔

چنانچہ اس میں تو جمہور کا اتفاق ہے کہ جہاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت الی المدینۃ المنورۃ کے بعد ہی مشروع ہوا، لیکن اس کے بعد کیا یہ فرض عین تھا یا فرض کفایہ؟

علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ مہاجرین کے حق میں فرض عین تھا اور انصار کے ذمے فرض کفایہ تھا۔

اس پر دلیل فتح مکہ سے قبل ہر نو مسلم پر ہجرت الی المدینۃ کا واجب ہونا ہے تا کہ اسلام کی نصرت و معاونت کر سکے۔(۱)

جبکہ علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انصار پر تو فرض عین تھا اور مہاجرین پر فرض کفایہ۔

اس قول کی تائید لیلۃ العقبۃ کی بیعت سے ہوتی ہے کہ اس موقع پر انصار سے اس بات کی بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی کہ وہ آپ کو پناہ دیں گے اور آپ کی نصرت کریں گے۔(۲)

اب دونوں کے اقوال کا حاصل یہ نکلا کہ انصار و مہاجرین دونوں پر فرض عین بھی تھا اور فرض کفایہ بھی، لیکن اس کے باوصف یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ یہاں دو صورتیں ہیں:

۱۔ مدینہ سے باہر نکل کر قتال کیا جائے۔

۲۔ مدینہ ہی میں رہ کر قتال کیا جائے۔

چنانچہ دونوں اقوال میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ اگر مدینہ منورہ سے باہر نکل کر قتال کی صورت ہو تو مہاجرین پر فرض عین تھا، انصار پر فرض کفایہ۔

اور اگر لڑائی مدینہ منورہ کے اندر ہی ہوتی ہو تو انصار پر فرض عین اور مہاجرین پر فرض کفایہ۔(۳)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص ٣٧)۔

(۲) حوالۂ بالا۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص ٣٧)۔

غالبًا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر روئے سخن انصار کی طرف رکھا تھا، کیونکہ ان سے معاہدہ یہ ہوا تھا کہ وہ مدینے میں رہ کر دفاع اور معاونت کریں گے۔(۱)

بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ جس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بنفس نفیس شریک ہوتے اس میں سب کی شرکت بطور فرض عین تھی ورنہ فرض کفایہ۔(۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو معین فرما دیتے اس کے حق میں فرض عین تھا، اگرچہ وہ نہ نکلے۔(۳)

وَقَوْلِهِ : «انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالاً وَجاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ . لَوْ كانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللهِ» . الآيَةَ /التوبة: ٤١ ، ٤٢/ .

وَقَوْلِهِ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ما لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ - إِلَى قَوْلِهِ - عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» /التوبة: ٣٨ ، ٣٩/ .

پہلی آیت کا ترجمہ وتشریح

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جہاد کے لئے نکل پڑو، خواہ تھوڑے سامان سے ہو اور خواہ زیادہ سامان سے ہو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو اور اگر کچھ لگے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ منافقین ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے، لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی (اسی لئے رک گئے ہیں اور جب تم واپس جہاد سے آؤ گے) تو خدا کی قسمیں کھائیں گے۔(۴)

---

(۱) سيرة ابن هشام مع الروض الأنف للسهيلي (ج۲ص٦٤) قال ابن إسحق: "......... ثم قال رسول الله ﷺ: أشيروا علي يا أيها الناس — وإنما يريد الأنصار، و ذلك أنهم عدد الناس، وأنهم حين بايعوه بالعقبة قالوا: يا رسول الله، إنا براء من ذمامك حتى تصل إلى دورنا، فإذا وصلت إلينا فأنت في ذمتنا؛ نمنعك مما نمنع منه أبناء نا و نساء نا"۔ ولمزيد من التفصيل انظر كشف الباري، كتاب المغازي(ص٥٣)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٣٧)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٣٧)۔

(٤) بيان القرآن، سورة التوبة(ج١ص١١٣)۔

"خفافا وثقالا" کے معنی یا تو "متأهبين أو غير متأهبين" کے ہیں یعنی تیاری کی حالت ہو یا تیاری نہ ہو، یا "نشاط أو غير نشاط" کے ہیں کہ دل کررہا ہو یا نہ کررہا ہو یا "رجالا أو ركبانا" کے ہیں یعنی پیادہ ہو یا سوار ہر حالت میں نکلو۔(۱)

اور یہ دونوں کلمے "انفروا" کی ضمیر جمع سے حال واقع ہوئے ہیں، اس لئے منصوب ہیں۔(۲)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت "انفروا خفافا وثقالا" سورۃ التوبہ کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت ہے۔ نیز ابو مالک الغفاری اور ابن الضحاک کا بھی یہی قول ہے اور یہ کہ دیگر آیات بعد میں نازل ہوئیں۔(۳)

بعض صحابۂ کرام جیسے حضرت ابوایوب انصاری اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد کسی بھی غزوہ سے تخلف نہیں کرتے پیچھے رہ جانے کو ناپسند فرماتے اور مذکورہ بالا آیت کو عموم پر محمول فرماتے تھے یہانتک کہ ان حضرات کا انتقال بھی میدان جہاد ہی میں ہوا۔(۴)

وقوله: يا أيها الذين مالكم إذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم إلى الأرض؟ أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة ..... قدير۔

دوسری آیت کا ترجمہ وتشریح

اللہ عز وجل کا ارشاد گرامی ہے: اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر قناعت کرلی، سو دنیاوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے، اگر تم جہاد کیلئے نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کردے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔(۵)

ان آیات میں ان لوگوں پر عتاب نازل کیا گیا ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔(۶)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٣٨)، وانظر لمزيد من التفصيل في معنى ﴿خفافا وثقالا﴾ تفسير الطبري (ج٦ جزء ١ ص ٩٧-٩٨)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢١)۔ وتفسير الطبرى (ج٦ جزء ١ ص٩٨)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٠)۔ وتفسير الطبرى (ج٦ جزء ١ ص٩٨)۔

(۴) فتح الباري (ج٦ ص٣٨)۔

(۵) بيان القرآن، سورة التوبة (ج١ ص١١٢)۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢١)۔

ایک سوال اوراس کے جوابات

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی ترتیب کے برعکس ﴿انفروا خفافا و ثقالا﴾ کومقدم اور ﴿یاأیھاالذین آمنوا إذا قیل ......﴾ کومؤخر کیوں کیا ہے، جبکہ قرآن میں تو اس کاعکس ہے؟

اس اشکال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں:-

ا۔ ایک جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اصل ترتیب نزول کا اعتبار کیا ہے اور یہ بات ابھی طبری کے حوالے سے گذرچکی ہے کہ سورۃ البراءۃ کی آیات میں سب سے پہلے، آیت ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾ نازل ہوئی۔(۱)

۲۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان دو حالتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جن کو حافظ صاحب نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے (یعنی نبی علیہ السلام کے عہد مبارک میں جہاد کا حکم اور آپ کے بعد جہاد کا حکم) (۲)، چنانچہ امام بخاری نے پہلی آیت کو مقدم اس لئے کیا کہ اس میں مطلقا دلالت علی فرض الخروج پائی جاتی ہے، اس سے یہ اشارہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد مطلقا فرض عین تھا، جبکہ دوسری آیت کو مقدم ہونے کے باوجود مؤخر اس لئے کیا کہ وہ مقید بـإذا قیل لکم انفروا ہے، چنانچہ دوسری صورت میں جہاد کی فرضیت نفیر عام کے ساتھ مقید ہے، فتأمل۔ (۳)

يُذْكَرُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : «انْفِرُوا ثُبَاتٍ» /النساء: ۷۱/ : سَرَايَا مُتَفَرِّقِينَ . يُقَالُ : أَحَدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ﴿انفروا ثباتٍ﴾ میں "ثبات" کے معنی "سرایا متفرقین" کے بیان کئے۔

---

(۱) جامع البیان في تفسیر القرآن (ج٦ جزء ١٠ ص٩٨)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٣٧)۔

(۳) الأبواب والتراجم (ج١ ص١٩٥)۔

تعلیقِ مذکورہ بالا کی تخریج

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کو امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولا اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔(۱)

تعلیق مذکور کا مطلب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿یا أیها الذین آمنوا خذوا حِذرکم فانفروا ثباتٍ أو انفروا جمیعا﴾ (۲) میں جو ثبات کا لفظ وارد ہوا ہے اس کے معنی "سرایا متفرقین" کے ہیں۔ اب آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مختلف ومتفرق ٹولیوں میں جہاد کے لئے نکلو یا سب کے سب ایک ہی جماعت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلو، لیکن اسلحہ ضرور اپنے ساتھ لینا تاکہ تم اپنا بچاؤ کرسکو۔(۳)

بعض حضرات نے یہ دعوی کیا کہ سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت، سورۃ البراءۃ کی آیت ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾ کے لئے ناسخ ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ یہاں نسخ نہیں ہے، بلکہ معاملہ یہاں امامِ وقت کے سپرد ہے کہ جونسی صورت اختیار کرے اجازت ہے اور حالات پر موقوف ہے، چنانچہ حالات کا جو تقاضا ہوگا اسی پر عمل بھی ہوگا۔(۴)

یقال واحد الثبات: ثبة۔

اور کہا جاتا ہے کہ ثبات کا مفرد ثبة ہے۔

مذکورہ بالا قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس میں انہوں نے ثبات کی لغوی تحقیق بیان کی ہے کہ یہ ثبة - بضم المثلثة وتخفیف الباء المؤحدة بعدها هاء تانیث - کی جمع ہے اور ثبة کی

---

(۱) قال الإمام ابن جریر الطبري: "حدثني المثنى قال: ثنا عبد اللّٰه بن صالح قال: حدثني معاوية عن علي بن أبي طلحة عن ابن عباس قوله: ﴿خذوا حذركم فانفروا ثباتٍ﴾ يقول: عصبا يعني: سرايا متفرقين ......" جامع البيان (ج٤ جزء ٥ ص١٠٤-١٠٥)۔

(۲) النساء/۷۱۔

(۳) جامع البيان (ج٤ جزء ٥ ص١٠٤)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٣٨)۔

جمع ثبین بھی آتی ہے اور اس کے معنی جماعت کے ہیں۔(۱)

اور ثبۃ کا یہ کلمہ ثبا یثبو ثبوا سے مشتق ہے اور کہا جاتا ہے "ثبیت الرجل: إذا أثنیت علیه في حیاته" جب آپ کسی کی تعریف اس کی زندگی ہی میں کریں۔ گویا کہ آپ نے اس کے تمام محاسن کو جمع کر دیا ہے۔(۲)

امام نحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثبۃ کے ایک اور معنی بھی آتے ہیں چنانچہ "ثبة الحوض" کے معنی حوض کے وسط کے ہیں اور یہ ثاب یثوب سے آتا ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں چونکہ حوض کا سارا پانی اس کے وسط میں لوٹتا اور جمع ہوتا ہے اس لئے اس کو ثبۃ کہتے ہیں اور اس کی تصغیر "ثویبة" ہے جبکہ ثبۃ بمعنی الجماعۃ کی تصغیر "ثبیة" آتی ہے۔(۳) واللہ اعلم

۲۶۷۰ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا (٤) : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ : (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ ، وَإِذَا ٱسْتُنْفِرْتُمْ فَٱنْفِرُوا) . [ر : ١٥١٠]

تراجم رجال

(۱) عمرو بن علی

یہ ابوحفص عمرو بن علی بن بحر بن یحیی بن کثیر الباہلی البصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

(۲) یحیی

یہ ابوسعید یحیی بن سعید بن فروخ القطان تمیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۶)

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٢)، و فتح الباري (ج٦ ص٣٨)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٣٨)۔

(٤) قوله: "عن ابن عباس رضي الله عنهما": الحديث، مر تخريجه في كتاب الحج، باب لا يحل القتال بمكة۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء، باب الرجل یوضئ صاحبه۔

(٦) كشف الباري (ج٢ ص٢)۔

(۳) سفیان

یہ مشہور امام حدیث ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت بیان کئے جاچکے ہیں۔(۱)

(۴) منصور

یہ مشہور محدث ابوعتاب منصور بن المعتمر السلمی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

(۵) مجاہد

یہ شیخ القراء والمفسرین ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت بیان کئے جاچکے ہیں۔(۳)

(۶) طاؤس

یہ طاؤس بن کیسان الیمانی الجُندي الحميري رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(۷) ابن عباس

یہ مشہور صحابیٔ رسول، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۵)

أن النبي صلى الله عليه وسلم قال يوم الفتح: "لاهجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ ہجرت فتح مکہ کے بعد فرض نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت کا حکم باقی ہے۔

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۲۷۸)۔

(۲) كشف الباري (ج۳ ص۲۷۰)۔

(۳) كشف الباري (ج۳ ص۳۰۷)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء، باب (بلاترجمة)، رقم الحديث (۲۱۸)۔

(۵) كشف الباري (ج۱ ص۴۳۵)۔

حدیث کے مذکورہ بالا ٹکڑے کی تشریحات کتاب الجہاد کے اوائل میں "باب فضل الجهاد والسير" کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہیں۔

وإذا استنفرتم فانفروا

اور جب تمہیں خروج کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس جملے کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر امام وقت تمہیں جہاد اور دیگر اعمال صالحہ کے حصول کے لئے نکلنے کا حکم دے تو تم اس کی بات مانو اور نکل پڑو۔(۱)

"لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد و نية" کی ترکیبی حیثیت سے تقدیر عبارت یوں بن رہی ہے: لا هجرة باقية بعد الفتح، ولكن جهاد و نية باقيان، یعنی وطن سے ہجرت یا تو کفار کے تسلط سے بچنے کے لئے ہوتی ہے یا جہاد کے لئے یا طلب علم وغیرہ کے لئے۔ چنانچہ پہلی صورت تو منقطع ہوگئی ہے جبکہ دیگر دو صورتیں اب بھی باقی ہیں تو ان کو غنیمت سمجھو اور گھر میں بیٹھے نہ رہو، بلکہ جب تمہیں جہاد وغیرہ کے لئے بلایا جائے تو امام کی آواز پر لبیک کہو۔(۲)

اور حدیث کے مذکورہ بالا جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام وقت جس آدمی کو معین کردے کہ وہ جہاد کے لئے نکلے تو اس کے لئے نکلنا واجب اور ضروری ہے، اب پیچھے رہنے کی اجازت نہیں۔(۳)

فائدہ

حدیث میں اس بات کی بشارت ہے کہ مکہ مکرمہ (زادها الله شرفا و كرامة) ہمیشہ دارالاسلام ہی رہے گا۔(۴)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "ولكن جهاد ونية وإذا استنفرتم فانفروا" کے جملے میں ہے۔(۵)

(۱) شرح النووي على مسلم (ج۲ ص ۱۳۰)۔

(۲) قاله العلامة الطيبي، انظر شرح الطيبي على مشكوة المصابيح (ج۷ ص ۲۸۷)، وفتح الباري (ج٦ ص ۳۹)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص ۳۹)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص ۳۹)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص ١٢٢)۔

۲۸ – باب : الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ، ثُمَّ يُسْلِمُ ، فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ .

ماقبل سے ربط ومناسبت

سابق باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نفیر عام کے وقت جہاد کے واجب وفرض ہونے کا حکم بیان کیا تھا اوراس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کافر کا حکم بیان فرمارہے ہیں جس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہو پھر اللہ نے اس کو ایمان کی توفیق ونعمت سے سرفراز کیا پھر وہ خود بھی اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہوئے شہید ہوگیا تو وہ بھی جنت میں جائے گا۔

مقصد ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب کا مقصد اس کافر شخص کا حکم بیان کرنا ہے جو کسی مسلمان کو قتل کردے پھر اسلام قبول کرلے اوراس کے بعد وہ خود بھی شہید ہوجائے، چونکہ اس کافر کا حکم ظاہر ہے کہ وہ جنتی ہے جو حدیث باب سے مفہوم ہورہا ہے اس لئے امام بخاری نے اس کے جواب کو ذکر نہیں کیا۔(۱)

اختلاف نسخ

صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں ترجمۃ الباب اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لیکن علامہ کرمانی کی روایت میں اس طرح ہے "باب الكافر يقتل المسلم، فيسلّم، فيسدد دينه بعد القتل أو ثم يصير مقتولا۔"(۲)

اسی طرح نسفی کی روایت میں "بـــعـــدُ" کے بعد واو نہیں بلکہ "أو" ہے اور اسی پر علامہ ابن بطال (۳) اور اسماعیلی رحمہما اللہ نے جزم کیا ہے۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۲۲) وشرح القسطلانی (ج۵ص۵۷)۔

(۲) شرح الکرماني (ج۱۲ص۱۲۲)۔

(۳) ابن بطال (ج۵ص۳۸)۔

(۴) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۲۲)۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی روایتِ نسفی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کے زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔(۱)

٢٦٧١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسَفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ[٢] : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (يَضْحَكُ ٱللهُ إِلَى رَجُلَيْنِ ، يَقْتُلُ أَحَدُهُما الآخَرَ ، يَدْخُلانِ الجَنَّةَ : يُقَاتِلُ هٰذَا في سَبِيلِ ٱللهِ فَيُقْتَلُ ، ثُمَّ يَتُوبُ ٱللهُ عَلَى الْقَاتِلِ ، فَيُسْتَشْهَدُ) .

تراجم رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۳)

(۲) مالک

یہ مشہور امام، مالک بن انس بن مالک الأصبحی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں(۴)

(۳) ابوالزناد

یہ ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب حب الرسول

---

(١) فتح الباري (ج٦ص ٤٠)۔

(٢) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث أخرجه مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما الآخر يدخلان الجنة، رقم (٤٨٩٤)، والنسائي في سننه، كتاب الجهاد، باب اجتماع القاتل والمقتول في سبيل الله في الجنة، و تفسير ذلك، رقم (٣١٦٧) و(٣١٦٨)، وابن ماجه في سننه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، رقم (١٩١)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٢٨٩)۔

(٤) كشف الباري (ج١ص٢٩٠)، نیز دیکھئے كشف الباري (ج٢ص ٨٠)۔

صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

(۴) الاعرج

یہ ابوداود عبدالرحمٰن بن ہرمز رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ باب کے تحت گذر چکے۔(۲)

(۵) ابوہریرۃ

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يضحك الله إلى رجلين

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دو آدمیوں سے راضی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ضحک کی نسبت کی توضیح

یہاں پر حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کی طرف ضحک کی نسبت کی گئی ہے جب کہ ضحک مخلوق کی صفت ہے، چنانچہ اس سے خالق کی مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہے؟

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضحک اور اسی قسم کی دوسری امثال کا اطلاق اگر اللہ تعالیٰ پر ہو تو اس سے مجازاً اس کے لوازم مراد ہوتے ہیں اور لازم الضحک رضائے خداوندی ہے، یعنی مراد یہاں ضحک سے رضائے خداوندی ہوگی۔(۴)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ضحک جو صفات انسانیہ میں سے ہے اور آدمی کی کسی خوشی وفرحت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے ناجائز ہے، اس کے ذکر کرنے کی وجہ یہاں یہ ہے کہ یہ بشر کے تعجب پر دلالت کرتا ہے کسی تعجب وغیرہ کی وجہ سے اور اللہ کی صفت میں اگر یہ لفظ بولا جائے تو یہ پہلے شخص کے حق میں

(۱) کشف الباري (ج۲ ص۱۰)
(۲) حوالۂ بالا (ص۱۱)۔
(۳) کشف الباري (ج۱ ص۶۵۹)۔
(٤) شرح الکرماني (ج۱۲: ۱۲۳)۔

اخبارعن الرضا جبکہ دوسرے کے حق میں اخبارعن القبول ہے، یعنی اللہ تعالیٰ پہلے کے فعل پر راضی ہوئے اور دوسرے کے فعل کو قبول فرمایا اور ان دونوں حضرات کا بدلہ جنت ہے اگرچہ دونوں کی حالتیں مختلف اور مقاصد الگ الگ ہیں۔(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کتاب التفسیر (۲) کی روایت میں ضحک کی تفسیر "الرحمة" سے کی ہے، چنانچہ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر قریب ہے لیکن ضحک کو رضا کے معنی پر محمول کرنا اقرب واَشبہ ہے۔(۳)

امام خطابی مزید فرماتے ہیں کہ اس جملے کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ان دونوں حضرات کے فعل پر تعجب میں ڈالتے اور انہیں ہنساتے ہیں۔(۴)

اور ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کا اظہار فرماتے ہیں، چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں: "ضحك الأرض من النبات" جب زمین اپنی نباتات کو ظاہر کردے۔(۵)

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے جملوں میں اکثر سلف صالحین کا عمل یہ رہا کہ ان کو اپنے ظاہر پر چھوڑ دیا جائے اور اعتقاد بہرحال اس بات کا رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ صفات مخلوق سے بری ہیں اور ظاہر پر چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ صفات خلق سے منزہ ہیں۔(۶)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضحک سے مراد یہاں رضا ہے اور اس پر ضحک کا متعدی بـإلى ہونا دلالت کر رہا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: "ضحك فلان إلى فلان" جب آدمی کسی کی طرف ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ متوجہ ہو، ظاہری بات ہے کہ اس طرح متوجہ ہونا رضا اور قبولیت پر دلالت کرتا ہے۔(۷)

يقتل أحدهما الآخر يدخلان الجنة

---

(۱) أعلام الحديث للخطابي (ج۲ص۱۳۶۵)، وأيضاً انظر شرح ابن بطال (ج۵ص۳۸)۔

(۲) هذا كما قاله العلامة الخطابی في أعلام الحديث (ج۲ص۱۳۶۷) في رواية الفربري، و ليس عن ابن معقل، قال الحافظ في الفتح: "لم أرذلك في النسخ التي وقعت لنا من البخاري" انظر فتح الباري (ج۸ص۶۳۲)۔

(۳) أعلام الحديث للخطابی (ج۲ص۱۳۶۷)۔

(٤) أعلام الحديث للخطابی (ج۲ص۱۳۶۸)۔

(۵) عمدةالقاري (ج١٤ص۱۲۳)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص٤٠)۔

(۷) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج١٤ص۱۲۳)۔

ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے، دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

جملہ "یدخلان الجنة" محل جر میں ہے، کیونکہ یہ رجلین کی صفت واقع ہو رہی ہے۔(۱)

یقاتل هذا في سبیل الله فیقتل

یہ پہلا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں اس سے پہلے یہ بھی مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے از راہ تعجب سوال کیا "قالوا : کیف یا رسول الله ؟!" (۲) کہ یا رسول اللہ! یہ کس طرح ہوگا کہ مقتول بھی جنت میں جائے اور ساتھ ساتھ قاتل بھی۔

قاتل سے مراد مسلمان ہے یا کافر؟

علامہ ابن عبدالبر اور ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ پہلا قاتل کافر تھا۔ یعنی مسلمان، کافر کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔(۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں بیان کیا ہے، لیکن اس سے بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ قاتل اول سے مراد مسلمان ہو کیونکہ حدیث میں قاتل کا لفظ عام ہے "ثم یتوب الله علی القاتل" چنانچہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو عمداً بلا شبہہ قتل کر دے پھر توبہ کرے اور اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہوئے شہید ہو جائے تو ظاہر ہے کہ یہ بھی قاتل ہے لیکن جنت میں جائے گا۔

لیکن یہ دوسرا مطلب ان حضرات کے نزدیک صحیح و درست ہو سکتا ہے جو قاتل کی توبہ کے قبول ہونے کے قائل ہیں، جیسے حضرت ابن عباس، زید بن ثابت، ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ البتہ جو حضرات قاتل کی توبہ کی قبولیت کے قائل نہیں ان کے نزدیک پہلا معنی ہی درست ہے۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٣)۔

(۲) صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما الآخر يدخلان الجنة، رقم (٤٨٩٤)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٣)، و شرح ابن بطال (ج٢ ص٣٨)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٤٠)، وانظر لمزيد من التفصيل في قبولية توبة القاتل عمدا وعدمها كشف الباري، كتاب التفسير (ص١٥٨)۔

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر اور ابن بطال رحمۃ اللہ علیہما کے قول کی تایید صحیح مسلم اور مسند احمد کی روایت سے بھی ہوتی ہے، صحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ یہ الفاظ مذکور ہیں "ثم یتوب اللّٰہ علی الآخر؛ فیهدیه إلی الإسلام" (۱) اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ قاتل سے مراد یہاں کافر ہے۔

اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "قیل: کیف یا رسول اللّٰہ؟ قال: یکون أحدهما کافرا، فیقتل الآخر، ثم یسلم، فیغزو؛ فیقتل۔" (۲) اس حدیث میں تو صراحت کے ساتھ کافر کا لفظ مذکور ہے۔ (۳)

ثم یتوب اللّٰہ علی القاتل فیستشهد

پھر اللہ تعالیٰ اس دوسرے کی توبہ قبول فرماتے ہیں، پس وہ شہادت کے رتبے سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

"تاب اللّٰہ علی" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتے اور قبول فرماتے ہیں۔ (۴)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ توبہ سے مراد یہاں سلام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشتے ہیں۔ (۵)

اس کی دلیل مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: "فیهدیه إلی الإسلام۔" (۶)

فائدہ

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ (۷)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب الرجلین یقتل أحدهما الآخر یدخلان الجنة، رقم (٤٨٩٤)۔

(۲) مسند أحمد بن حنبل (ج۲ص ٢٤٤و ٥١١)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص ٤٠)۔

(٤) مختار الصحاح مادة "توب"۔

(٥) شرح ابن بطال (ج٥ص ٣٨)، وعمدة القاري (ج١٤ص ١٢٣)۔

(٦) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب الرجلین یقتل أحدهما الآخر یدخلان الجنة، رقم (٤٨٩٤)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص ٤١)، وعمدة القاري (ج١٤ص ١٢٣)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث

علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں "فیسدد" ہے، جب کہ حدیث میں "فیستشھد" آیا ہے، گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ شہادت علی وجہ التسدید ہو، صحیح طریقہ سے اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی جنت میں جائے گا اور ہر وہ عمل جو علی وجہ التسدید ہو اس کا یہی حکم ہے اگرچہ شہادت افضل ہے، لیکن دخول جنت شہید کے ساتھ خاص نہیں، چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ نے ترجمۃ الباب کو حدیث کی شرح قرار دیا ہے۔(۱)

٢٦٧٢ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(٢) قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ ما افْتَتَحُوهَا ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَسْهِمْ لِي ، فَقَالَ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ : لَا تُسْهِمْ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ ، فَقَالَ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ : وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ ، تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُومِ ضَأْنٍ ، يَنْعَى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ ، أَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيَّ ، وَلَمْ يُهِنِّي عَلَى يَدَيْهِ . قَالَ : فَلَا أَدْرِي أَسْهَمَ لَهُ أَمْ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ .

قَالَ سُفْيَانُ : وَحَدَّثَنِيهِ السَّعِيدِيُّ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : السَّعِيدِيُّ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ . [٣٩٩٦ ، ٣٩٩٧]

تراجم رجال

(۱) حمیدی

یہ مشہور امام حدیث ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسی القرشی الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر

(١) فتح الباري (ج٦ ص ٤٠) والمتواري (ص)۔

(٢) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً (ج٢ ص٦٠٨) كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم (٤٢٣٧)، وأبوداود في سننه، كتاب الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة لاسهم له، رقم (٢٧٢٣ و ٢٧٢٤)۔

حالات "بدء الوحی" کی پہلی حدیث کے تحت اور مفصل حالات "کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا و أنبأنا" کے تحت آچکے ہیں۔(۱)

(۲) سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ بن میمون الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "بدء الوحی" کی پہلی حدیث کے تحت اور مفصل حالات "کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا" کے تحت آچکے۔(۲)

(۳) الزہری

یہ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۳)

(۴) عنبسۃ بن سعید

یہ عنبسۃ بن سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیۃ القرشی الأموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ابوایوب اور ابوخالد ان کی کنیت ہے۔(۴)

ان کی والدہ ام ولد تھیں۔(۵)

یہ حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور آپ سے روایتِ حدیث کرنے والوں میں اسماء بن عبید الضُبَعِي، حبیب بن ضمرۃ، محمد بن عمرو بن علقمہ، امام زہری اور ابوقلابہ الجرمی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(٦)

---

(١) كشف الباري (ج١ ص٢٣٧)، و كشف الباري (ج٣ص٩٩)۔

(٢) كشف الباري (ج١ ص١٣٨)، و كشف الباري (ج٣ص١٠٢)۔

(٣) كشف الباري (ج١ ص٣٢٦)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٢٢ ص٤٠٨)، الثقات لابن حبان (ج٥ ص٢٦٨)۔

(٥) طبقات ابن سعد (ج٥ ص٢٣٩)۔

(٦) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج٢٢ ص٤٠٩)۔

امام یحیی بن معین، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۱)
امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثقة، و هو جليس للحجاج بن يوسف"۔(۲)
ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لابأس به"۔(۳)
یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی توثیق فرمائی ہے۔(۴)
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة، تابعي، كان أحد الأشراف"۔(۵)
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۶)
ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب "الثقات" میں ذکر کیا ہے۔(۷)
یہ صحیحین اور سنن ابوداود کے راوی ہیں۔(۸) ۱۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(۹) رحمه الله رحمةً واسعةً۔

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱۰)

قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وَهُوَ بخيبر بعد ما افتتحوها، فقلت: يا رسول الله، أسهم لي۔

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(۲) حوالۂ بالا۔

(۳) حوالۂ بالا، والجرح والتعديل (ج٥ ص٥٢٤)، رقم (١١٧٩، ٢٢٢٩)۔

(٤) تهذيب التهذيب (ج٨ ص١٥٦)۔

(٥) ميزان الاعتدال (ج٣ ص٣٠١)۔

(٦) تقريب التهذيب (ص٤٣٢)۔

(٧) الثقات لابن حبان (ج٥ ص٢٦٨)۔

(٨) الكاشف للذهبي (ج٢ ص٩٩)۔

(٩) تقريب التهذيب (ص٤٣٢)۔

(١٠) كشف الباري (ج٢ ص٦٥٩)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح خیبر کے بعد جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ہی میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، چنانچہ میں نے گذارش کی کہ مال غنیمت سے مجھے بھی حصہ عنایت کیجئے۔

ایک تعارض اوراس کے جوابات

یہاں حدیث باب میں یہ آیا ہے کہ سائل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور روکنے والے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ تھے، جب کہ بخاری کتاب المغازی (۱) ابوداود (۲) میں یہ مذکور ہے کہ سائل ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور مانع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ اس میں ہے: "فقال أبان: اقسم لنا یا رسول اللّٰہ، قال أبوهریرة: فقلت: لاتقسم له یا رسول اللّٰہ۔"

چنانچہ دفع تعارض کے لئے محمد بن یحیی ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ جواب دیا کہ راجح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مانع ہونا ہے اور سائل ابان بن سعید تھے۔ (۳)

جب کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بخاری کی حدیث باب ہی راجح ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سائل ہونا مذکور ہے۔ (۴)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ اگر سنن ابی داود کی روایت کو صحیح اور بخاری کی روایت کے برابر بھی قرار دیا جائے تو اس بات کا احتمال ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے لئے منع کیا ہو، چنانچہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل دے کر منع کیا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (۵)

---

(۱) صحیح البخاري، کتاب المغازي، باب غزوة خیبر، رقم (٤٢٣٨)۔

(۲) سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب فیمن جاء بعد الغنیمة لاسهم له، رقم (٢٧٢٣)۔

(۳) فتح الباري (ج٧ص٤٩٢)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٤)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٤)، وفتح الباري (ج٧ص٤٩٢)۔

لہذا دونوں روایات میں اب کوئی تعارض نہیں رہا۔

اب ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے جو روایت نقل کی اس میں "أبان" کی بجائے سعید بن العاص مذکور ہے، حالانکہ درست ابن سعید ہے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وإنما هو ابن سعيد، واسمه أبان"۔(۲)

فقال بعض بني سعيد بن العاص: لا تسهم له يا رسول الله۔

تو سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے کہا، یا رسول اللہ! مال غنیمت سے ان کو حصہ نہ دیجئے۔

"بعض بنی سعید بن العاص" سے مراد حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳)

ابان بن سعید

یہ ابوالولید ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الاموی القرشی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

ان کی والدہ صفیہ یا ہند بنت المغیرۃ ہیں جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔(۵)

ان کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھٹی پشت میں جا ملتا ہے۔(۶)

ان کے والد ابواُحیحہ سعید بن العاص جاہلیت کے سرداروں میں سے تھے اور بڑی شان وشوکت کے مالک، ان کی آٹھ نرینہ اولاد تھیں جن میں سے پانچ مشرف باسلام ہوئے، حضرت ابان رضی اللہ عنہ سے قبل ان کے دو بھائی خالد اور عمر اسلام لا چکے تھے۔(۷)

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ حدیبیہ اور خیبر کی جنگ کے درمیان ایمان لائے۔(۸)

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة لا سهم له، رقم (۲۷۲٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۲٤)۔

(۳) حوالہ بالا (ص۱۲۳)۔

(٤) سير أعلام النبلاء، (ج۱ ص۲٦۱)، وتهذيب تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر (ج۲ ص۱۲۷)۔

(٥) أسد الغابة في معرفة الصحابة (ج۱ ص۱٤۸)۔

(٦) حوالہ بالا۔

(۷) الاستيعاب في أسماء الأصحاب (ج۱ ص٤٦)۔

(۸) سير أعلام النبلاء، (ج۱ ص۲٦۰) الاستيعاب في أسماء الأصحاب (ج۱ ص٤٦)۔

جب کہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا، چنانچہ ابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول ثانی کو ترجیح دی ہے۔(۲)

اسلام قبول کرنے کا سبب

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ بنا کہ یہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف نکلے، وہاں ان کی ملاقات ایک راہب سے ہوئی، راہب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت کیا اور کہا کہ میں قریش کا ایک فرد ہوں اور ہم میں سے ایک آدمی نکلا ہے جس کا زعم اور گمان یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا۔ تو اس راہب نے پوچھا کہ تمہارے اس آدمی کا نام کیا ہے؟ کہا محمد- راہب نے کہا میں ان کے اوصاف بیان کرتا ہوں، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف حمیدہ، ان کی عمر اور نسب وغیرہ بیان کیے- تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے ان پر صاد کیا اور کہا کہ وہ اسی طرح ہیں جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ راہب نے کہا: "واللّٰه، لیظهرنَّ علی العرب، ثم لیظهرنَّ علی الأرض۔" کہ "بخدا! وہ عرب پر غالب آئیں گے، پھر پوری دنیا پر غالب آئیں گے"، پھر حضرت ابان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رجل صالح یعنی نبی کریم ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

چنانچہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں سے خیر و عافیت دریافت کی اور پہلے جیسی ان کی عادت تھی کہ رسول اللہ اور صحابہ کرام کی ہجو کرتے تھے اس کو ترک فرما دیا، یہ حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی طرف چلے اور واپس لوٹے تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی اتباع کی اور اسلام قبول کیا۔(۲)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ کے دن قریش مکہ کی طرف بھیجا تھا تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے ہی ان کو پناہ دی تھی، چنانچہ حضرت ابان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کیا یہاں تک کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

---

(۱) أسد الغابة (ج۱ ص۱٤۸)۔

(۲) أسد الغابة (ج۱ ص۱٤۹) وتهذيب تاريخ دمشق الكبير (ج۲ ص۱۲۸)۔

أسبـل وأقبـل ولاتـخف أحـداً　　　بـنـو سـعيد أعـزة الـحـرم

''یعنی بہادری دکھاؤ اور آگے بڑھو اور کسی سے نہ ڈرو کیونکہ بنو سعید حرم کے معززین میں سے ہیں۔''(۱)

ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سرایا میں امیر لشکر بھی مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ان میں سے ایک نجد کی طرف بھیجا گیا سریہ بھی شامل ہے۔(۲)

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے جو کہ ''بحرین'' کے والی تھے حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو ۹ھ میں والی مقرر فرمایا اور وہ اس منصب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک متمکن رہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ مدینہ منورہ واپس آگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو دوبارہ بحرین بھیج دیں تو انہوں نے فرمایا: "لا أعمل لأحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔" کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد میں کسی کے لئے بطور عامل فرائض انجام نہیں دوں گا۔'' اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے یمن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی مقرر ہونا قبول فرمایا تھا۔(۳)

ان کے وقت وفات میں مختلف اقوال ہیں:-

چنانچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قتل أبان وعمرو ابنا سعيد يوم اليرموك۔" لیکن ابن اسحاق کے اس قول کی کسی نے متابعت نہیں کی۔ اور غزوہ یرموک ۱۵ھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا تھا۔(۴)

اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ''مرج الصفر'' کے دن شہید ہوئے اور مرج الصفر کا واقعہ ۱۴ھ، دور خلافت عمری میں پیش آیا۔(۵)

تیسرا اور صحیح قول موسیٰ بن عقبہ کا ہے جس کی تائید مصعب، زبیر اور اکثر اہل نسب نے بھی کی ہے کہ حضرت

---

(۱) الاصابة (ج۱ ص۱۳) والاستیعاب (ج۱ ص٤٦)۔

(۲) الاستیعاب (ج۱ ص٤٧)۔

(۳) سیر أعلام النبلاء (ج۱ ص۲٦۱)۔ أسد الغابة (ج۱ ص۱٤۹)۔

(٤) أسد الغابة (ج۱ ص۱٥)۔

(٥) حوالۂ بالا۔

ابان رضی اللہ عنہ اپنے بھائی خالد بن سعید کے ساتھ ''جنگ اجنادین'' میں شہید ہوئے۔(۱) اسی قول کو امام ذہبی نے بھی صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ثم إنه استشهد هو وأخوه يوم أجنادين على الصحيح." (۲) کہ ''صحیح قول کے مطابق وہ اور ان کے بھائی جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔''

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے: "وضع الله عزوجل كل دم في الجاهلية، أو قال: كل دم كان في الجاهلية، فهو موضوع." (۳) یعنی ''ہر وہ خون جو جاہلیت میں بہا گیا ہے اس کو اللہ نے معاف کر دیا ہے یا یہ فرمایا کہ ہر وہ خون ناحق جو جاہلیت میں بہایا گیا وہ معاف ہے''۔

فقال أبو هريرة: هذا قاتل ابن قوقل

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ (یعنی ابان) ابن قوقل کا قاتل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابان رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں ابن

---

(۱) أسد الغابة (ج۱ ص ۱۵۰) الاستيعاب (ج۱ ص۴۷)۔

''جنگ اجنادین'' کا مختصر تعارف

''اجنادین'' فلسطین کے علاقوں ''رملہ'' اور ''بیت حبرون'' کے درمیان ایک معروف جگہ کا نام ہے۔(معجم البلدان: ۱/۱۰۳) اس مقام پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک خونریز معرکہ لڑا گیا، رومیوں کی فوج کا سپہ سالار ہرقل کا بھائی تھیوڈورس تھا اور اس کے ماتحت ایک لاکھ رومی فوج تھی، مسلمانوں کا لشکر ان تین الگ الگ دستوں پر مشتمل تھا جو فلسطین اور اردن کے آس پاس جنگی کاروائیوں میں مصروف تھے، ان تینوں دستوں کی قیادت بالترتیب حضرت عمرو بن العاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کر رہے تھے، رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان کئی سرحدی جھڑپیں ہو چکی تھیں جن میں کئی بار رومی غالب رہے، آخر کار یہ تینوں دستے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جمع ہو گئے اور فریقین کے درمیان جمادی الأولی ۱۳ ہجری کو فیصلہ کن معرکہ لڑا گیا، جس میں مسلمانوں کی متحدہ فوج نے ''اجنادین'' کے مقام پر دشمن کو شکست فاش سے دوچار کیا اور اجنادین ہمیشہ کے لئے اسلام کا زیرنگین ہو گیا۔(دائرہ معارف اسلامیہ تحت ابی بکر: ۱/۷۵۵ و تحت اجنادین: ۱/۱۰۱۲)

اس جنگ میں مسلمانوں کی بھی ایک معتدبہ تعداد شہید ہوئی، جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب، عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ھشام رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ شامل تھے۔(معجم البلدان: ۱/۱۰۳)۔

(۲) سير أعلام النبلاء (ج۱ ص۲۶۱)۔

(۳) الاستيعاب (ج۱ ص۴۸) والإصابة (ج۱ ص۱۴)۔

قوقل رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اس لئے اسے غنیمت سے حصہ نہیں ملنا چاہئے۔

اور ابن قوقل سے مراد حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

حضرت نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ

یہ نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم بن فہد بن ثعلبہ بن قوقل رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ یہ اپنے جد امجد کی طرف منسوب ہو کر ابن قوقل بھی کہلاتے ہیں۔(۲)

اور بعض حضرات نے یہ کہا کہ قوقل ثعلبہ یا مالک کا لقب ہے، کسی کا نام نہیں۔(۳)

یہ بدریین میں سے ہیں۔(۴)

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابو صالح نے بھی ان سے روایت حدیث کی ہے، لیکن ان کا سماع حضرت نعمان سے ثابت نہیں، اس لئے روایت مرسل ہوگی۔(۵)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ان کا ذکر آیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "أتى النبيَّ صلى الله عليه وسلم النعمانُ بنُ قوقل، فقال: يا رسول الله، أرأيتَ إذا صليتُ المكتوبة ...... إلخ"۔(۶)

یہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور قاتل حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہے۔ جب کہ بعض اہل مغازی نے قاتل صفوان بن امیہ کو قرار دیا ہے لیکن یہ قول مرجوح ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو شہید کرنے میں دونوں شریک رہے ہوں۔(۷)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٣)۔

(٢) أسد الغابة (ج٥ ص٣٢)، وفتح الباري (ج٦ ص٤١)۔

(٣) الإصابة (ج٣ ص٥٦٤)۔

(٤) أسد الغابة (ج٥ ص٣٢٠)۔

(۵) حوالۂ بالا۔

(٦) صحيح مسلم (ج١ ص٣٢)، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة......" رقم (١٦-١٧)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ ص٤١)، وأسد الغابة (ج٥ ص٣٢٠)۔

فقال ابن سعيد بن العاص: واعجبا لوبرٍ تدلى علينا من قدوم ضأن؛ ينعى عليَّ قتل رجل مسلم، أكرمه الله على يديَّ ولم يهني على يديه۔

تو حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: تعجب ہے اس بجو پر! جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر آیا ہے، یہ مجھ پر ایک ایسے شخص کے متعلق عیب لگاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ عزت یعنی شہادت سے سرفراز کیا اور اس کو روک دیا کہ وہ مجھے اپنے ہاتھ سے ذلیل کرتا۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا مقصد اس قول سے یہ ہے کہ میں نے اگر نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ کفر میں شہید کیا تو وہ اس کی وجہ سے شہادت کے بلند وارفع مرتبے پر فائز ہوئے اور ساتھ ہی اللہ کا مجھ پر یہ احسان وفضل ہوا کہ اللہ نے مجھے ان کے ہاتھوں مرنے سے بچایا۔ اگر وہ مجھے اس وقت قتل کر دیتے تو آخرت میں، میں ذلیل وخوار ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذلت سے بچالیا۔ چنانچہ اس میں طعنہ دینے کی کیا بات ہے؟!(۱)

قال: فلا أدري أسهم له أم لم يسهم له۔

فرمایا: مجھے معلوم نہیں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (غنیمت سے) حصہ دیا یا نہیں۔

علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس قول کے قائل ابن عیینہ یا ان سے نیچے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی شیخ ہیں۔(۲)

حدیث باب کے تحت ایک مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آیا غنیمت میں جہاد کے بعد آنے والے کا حصہ ہے یا نہیں؟ لیکن اس کی تفصیل ہم چونکہ مغازی میں ذکر کر چکے ہیں اس لئے وہاں دیکھ لیا جائے۔(۳)

قال سفيان: وحدثنيه السعيدي عن جده عن أبي هريرة۔

اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حدیث باب حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے، ایک تو سند وہی ہے جو ماقبل میں گذر چکی یعنی "حدثنا الحميدي، حدثنا سفيان، حدثنا الزهري قال: أخبرنا عنبسة بن سعيد عن أبي هريرة"۔ اور دوسری سند میں الزہری اور عنبسہ بن سعید کی جگہ "السعيدي عن

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٥)، وانظر لمزيد من التفصيل: كشف الباري، كتاب المغازي (ص٤٥٢-٤٥٤)۔

(۲) عمدةالقاري (ج١٤ص١٢٥)۔

(۳) كشف الباري، كتاب المغازى (ص٤٤٧)۔

جده" ہےاوراس ثانی طریق کوامام حمیدی نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے۔(۱)

قال أبو عبد الله: السعيدي: عمرو بن يحيى ......

ابوعبداللہ سے مراد امام بخاری ہیں اور یہاں آپ نے السعیدی کا نام ونسب بتایا ہے کہ سعیدی کا نام عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث

حدیث کی ترجمہ کے ساتھ مطابقت حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے "اكرمه الله بيدي" یعنی نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کے رتبۂ بلند سے سرفراز فرمایا، جب کہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ حالت کفر میں مارے نہیں گئے بلکہ وہ غزوہ احد کے بعد بھی زندہ رہے اور ان کو توبہ کی توفیق ہوئی اور اسلام قبول کیا اور یہی مقصود ترجمہ بھی ہے۔(۳)

۲۹ - باب : مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی جہاد کو روزے پر ترجیح دے تاکہ روزے کی وجہ سے اس کا بدن ضعف وتھکاوٹ کا شکار نہ ہو تو اس کا یہ فعل صحیح ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجاہد خواہ روزے سے نہ ہو تب بھی اس کے لئے روزے دار اور رات کے قیام کرنے کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کو ایسے روزے دار سے تشبیہ دی ہے جو صائم الدہر ہو اور ایسے عبادت گذار سے تشبیہ دی ہے جو تھکاوٹ کا شکار نہ ہوتا ہو۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٥)، وفتح الباري (ج٦ ص٤١)۔

(۲) السعيدي اور ان کے دادا کے حالات "كتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالحجارة" کے تحت بیان کئے جاچکے ہیں۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٣)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٥)، وشرح ابن بطال (ج٥ ص٤٢)۔

۲۶۷۳ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا ثابِتٌ الْبُنَانِيُّ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ (۱) : كانَ أَبُو طَلْحَةَ لَا يَصُومُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ ، فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ لَمْ أَرَهُ مُفْطِرًا إِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى .

تراجم رجال

(۱) آدم

یہ ابوالحسن آدم بن ابی ایاس عبدالرحمٰن العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده" کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

(۲) شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا باب کے تحت آ چکے ہیں۔(۳)

(۳) ثابت البنانی

یہ مشہور تابعی بزرگ ابومحمد ثابت بن اسلم بنانی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث" کے ذیل میں آ چکے ہیں۔(۴)

(۴) انس بن مالک

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۵)

---

(۱) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه" الحديث أخرجه البخاري فقط في هذا الباب، قال العلامة العيني: "والحديث من أفراده۔" عمدة القاري (ج۱٤ص۱۲٦)۔ وجامع الأصول (ج٦ص۳٤٥)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص٦۷۸)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) كشف الباري (ج۳ص۱۸۳)۔

(٥) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

قال كان أبو طلحة لا يصوم على عهد النبي صلى الله عليه وسلم من أجل الغزو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد میں شرکت کی غرض سے روزے نہیں رکھتے تھے۔

یہاں "أبو طلحة" سے مراد حضرت زید بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد تھے۔(۱)

اور حدیث باب میں ان کا عمل یہ بتلایا گیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں روزے رکھنے پر جہاد کو ترجیح دیتے تھے تاکہ قوی ضعف کا شکار نہ ہو جائیں اور روزے نہ رکھتے۔

لیکن روزے رکھنے کی جو نفی کی گئی وہ علی الاطلاق نہیں کہ بالکل روزے نہ رکھتے تھے، بلکہ یہ اکثر اوقات پر محمول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی روایت اسماعیلی نے ابوالولید اور عاصم بن علی عن شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے، چنانچہ ایک میں "لا يكاد يصوم" ہے اور دوسری میں "كان قلّما يصوم" تو معلوم ہوا کہ نفی الصوم علی الاطلاق نہیں بلکہ فی اکثر الاوقات ہے۔(۲)

فلما قبض النبي صلى الله عليه وسلم لم أره مفطراً إلا يوم فطرٍ أو أضحىٰ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے تو میں نے انہیں بغیر روزے کے نہیں دیکھا مگر یہ کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزے سے رہتے، مگر یہ کہ عید الفطر کا دن ہو یا عید الاضحیٰ کا، کیونکہ ان ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے اس لئے ان ایام میں وہ روزے سے نہیں ہوتے تھے اور حدیث میں مذکورہ یوم اضحیٰ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے تاکہ ایام تشریق کو لفظ اُضحیٰ شامل ہو جائے اور کوئی اشکال درپیش نہ ہو۔(۳)

حدیث بالا میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۲٦)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٤۲)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٤۲) وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۲٦)۔

وفات کے بعد غزوات میں شرکت نہیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انہوں نے نفلی روزے اس لئے چھوڑے کہ میدان جہاد میں مبادا کمزوری ظاہر ہو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہوں نے غزوات میں شرکت کی ہے، چنانچہ حاکم (۱) اور ابن سعد (۲) وغیرہ نے "حماد ین سلمة عن ثابت عن أنس" کے طریق سے نقل کیا ہے:

"أن أبا طلحة قرأ هذه الآية: ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾، فقال: استنفَرَنا الله وأمرنا الله، واستنفرنا شيوخا وشبانا، جهّزوني، فقال بنوه: يرحمك الله، إنك قد غزوت على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر و عمر، ونحن نغزو عنك الآن فغزا البحر، فمات، فطلبوا جزيرة يدفنونه فيها، فلم يقدروا عليه إلا بعد سبعة أيام وما تغير۔"

"یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنگ کے لئے نکلنے کو کہا اور حکم دیا ہے اور ہمیں خواہ بوڑھے ہوں یا جوان، نکلنے کا حکم دیا ہے، لہذا میرے لئے سامان سفر تیار کرو، ان کے بیٹوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، تحقیق آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں غزوات میں شرکت کی ہے (اس لئے آپ تو زحمت نہ فرمائیں) ہم آپ کی طرف سے غزوات میں شریک ہوں گے۔ (لیکن وہ نہ مانے) چنانچہ بحری جنگ میں شریک ہوئے، وہاں وہ انتقال کر گئے، تو شرکائے سفر نے کوئی جزیرہ تلاش کیا، جس میں انہیں دفن کر دیں، لیکن سات دن تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے (اس کے بعد ہی ان کو دفن کیا) اور ان کی لاش بالکل تبدیل نہیں ہوئی تھی۔"

حضرت ابوطلحہ کے مذکورہ عمل کی وجہ

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کو "الصائم القائم" سے تشبیہ دی ہے۔ کما

(۱) المستدرك للحاكم (ج۳ ص ۲۵۳)۔

(۲) الطبقات الكبرى (ج۳ ص ۵۰۷)۔

مر في أوائل الجهاد - اسی لئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جہاد کو صوم پر مقدم کیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اسلام پھلنے پھولنے لگا، اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور انہوں نے دیکھا کہ اب ان کی خاص ضرورت نہیں رہی ہے تو چاہا کہ روزوں کا بھی ان کے پاس ذخیرہ ہو، تاکہ روز قیامت جنت میں "باب الریان" سے داخل ہو سکیں۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے۔(۲) جیسا کہ "كان أبو طلحة لا يصوم على عهد النبي صلى الله عليه وسلم من أجل الغزو" سے ظاہر ہو رہا ہے۔

٣٠ - باب : الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ .

مقصد ترجمۃ الباب

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود امام بخاری کا اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کے علاوہ بھی کئی شہداء ہیں جن کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ احادیث باب میں کریں گے۔(۳)

٢٦٧٤ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(٤) : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ : المَطْعُونُ ، وَالمَبْطُونُ ، وَالْغَرِقُ ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ ، وَالشَّهِيدُ في سَبِيلِ اللهِ) . [ر : ٦٢٤]

---

(١) شرح ابن بطال (ج٥ ص٤٢)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٦)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٦)۔

(٤) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الأذان، باب فضل التجهير إلى الظهر۔

تراجم رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۱)

(۲) مالک

یہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر الأصبحي المدني رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۲)

(۳) سمی

یہ ابوعبداللہ سمی مولی ابوبکر بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۴) ابوصالح

یہ ابوصالح ذکوان زیات رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۴)

(۵) ابوہریرہ

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت آچکے۔(۵)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "الشهداء خمسة: المطعون، والمبطون،

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۲۸۹)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۲۹۰)، نیز دیکھئے كشف الباري (ج۲ص۸۰)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الأذان، باب الاستهام في الأذان۔

(٤) كشف الباري (ج۱ص٦٥٨)۔

(٥) كشف الباري (ج۱ص٦٥٩)۔

والغرق، وصاحب الهرم، والشهيد فی سبيل الله"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید پانچ ہیں: ایک وہ آدمی جو طاعون کی وباء سے ہلاک ہو، دوسرا جو پیٹ کی بیماری سے مرے، تیسرا جو ڈوب کر ہلاک ہو، چوتھا جو دیوار کے گرنے سے مرجائے اور پانچواں شہید فی سبیل اللہ۔

شہداء کی تعداد میں اختلاف روایات

یہاں حدیث باب میں "الشهداء خمسة" آیا ہے، جب کہ موطا میں حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کی روایت میں "الشهداء سبعة سوى القتل" ہے(۱) اور ترمذی میں حضرت فضالہ بن عبید کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "الشهداء أربعة......" (۲) اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں "الشهداء ثلاثة" کا ذکر ہے(۳)۔

ان احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سے صحیح احادیث مبارکہ ہیں (۴) جن میں مقتول فی سبیل اللہ کے علاوہ مختلف افراد و اشخاص کو شہید قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تعداد ستائیس (۵)، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس (۶)، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "أبواب السعادة في أسباب الشهادة" میں تیس (۷) اور شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ ذکر کی ہے(۸) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیس کا عدد ذکر کیا ہے۔(۹)

---

(۱) الموطأ للإمام مالك (ص۲۱۵) كتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت، رقم (۳٦)، و أيضاً أخرجه أبو داود في سننه، كتاب الجنائز، باب فضل من مات في الطاعون، رقم (۳۱۱۱)، والنسائي في الصغرى، كتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت، رقم (۱۸٤۷)۔

(۲) جامع الترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل الشهداء عند الله، رقم (۱٦٤٤)۔

(۳) مجمع الزوائد (ج۵ص۲۹۱)، وكنز العمال (ج٤ص۵۹۳) رقم (۱۱۷۳٤)۔

(٤) انظر لتفصيل تلك الأحاديث: عمدة القاري (ج١٤ص١٢٦-١٢٧) والأوجز (ج٤ص٢٦٧-٢٦٩)۔

(۵) شرح الزرقاني على الموطأ (ج۲ص۷۳)، كتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء......۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٤)۔

(۷) أوجز المسالك (ج٤ص٢٦٧)۔

(۸) أوجز المسالك (ج٤ص٢٦٩)۔

(۹) فتح الباري (ج٦ص٤٣)۔

تطبیق بین الروایات

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مختلف روایات کے درمیان جب کہ بعض میں تعداد بھی صراحۃً مذکور ہے تطبیق کی کیا صورت ہے؟

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ تخصیص بالعدد اس سے زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ (۱)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مختلف اعداد کا ذکر علی وجہ التحدید والحصر نہیں ہے بلکہ یہ مختلف احوال اور سوالات کی بنا پر ہے یعنی بعض حالات مخصوصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے احوال کو مدنظر رکھ کر جواب دیا اور اس نے اس کو روایت کر دیا۔

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً تین کا علم دیا گیا تھا پھر علم کی زیادتی کے ساتھ ساتھ شہداء کی بھی تعداد بڑھتی گئی۔ (۲)

شہید کی تعریف اور حدیثِ باب

اب یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہید تو اصطلاح فقہاء میں وہ ہے جو کسی معرکے میں مارا جائے اور اس پر نشانات بھی ہوں، یا اسے اہل حرب یا اہل البغی یا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو، یا مسلمانوں نے جسے ظلماً مار ڈالا ہو اور یہ تعریف مبطون، مطعون وغیرہ پر تو صادق نہیں آتی تو یہ شہید کیسے ہو گئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قتیل فی سبیل اللہ کے علاوہ جن حضرات کے بارے میں احادیث میں یہ وارد ہوا کہ وہ شہید ہیں تو ان کی شہادت باعتبار اجر ہے یعنی ان حضرات کو بھی شہید حقیقی کے برابر اجر سے نوازا جائے گا۔ (۳)

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ شہید کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ شہید فی الدنیا والآخرۃ اور وہ یہ ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے، جہاد کے لئے آدمی جائے اور شہید ہو جائے۔

---

(۱) شرح الکرماني (ج۵ ص۴۲)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۲۷) وفتح الباري (ج۶ ص۴۳)۔

(۳) شرح الکرماني (ج۵ ص۴۲) وعمدة القاري (ج۱۴ ص۱۲۷)۔

۲۔شہید فی الدنیا فقط اور وہ یہ ہے کہ آدمی میدان جنگ میں تو مارا گیا،لیکن وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نہیں گیا تھا، نام ونمود وغیرہ کے لئے گیا تھا اور وہاں قتل ہوگیا، یا یہ کہ پشت پھیر کر بھاگ رہا تھا اور مارا گیا یا غنیمت کے مال میں خیانت وغیرہ کی تھی اور مارا گیا۔

۳۔شہید فی الآخرۃ کہ کوئی آدمی دیوار کے گرنے سے مرجائے، یا جل جائے یا پیٹ کی بیماری کا شکار ہوکر انتقال کرجائے وغیرہ وغیرہ، جوصورتیں حدیث باب میں بیان کی گئی ہیں۔

اس تیسری قسم پر دنیا میں تو شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے یعنی شہید حقیقی کے برخلاف ان کو کفن بھی دیا جائے گا اور غسل بھی، لیکن آخرت میں ان سے شہید والا معاملہ کیا جائے گا اور ان کو شہید کی طرح اجر دیا جائے گا۔(۱)

اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا امت محمدیہ-علی صاحبہا الصلوۃ والسلام- پر خاص فضل وکرم ہے کہ قتیل فی سبیل اللہ کے علاوہ جن افراد کو شہادت کے مرتبے کا حامل قرار دیا گیا ہے اس میں ان کی تکالیف اور ان تکالیف پر صبر کو مدنظر رکھا گیا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کردیئے گئے اور ان کے اجر وثواب میں زیادتی کی گئی ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب سے مناسبتِ حدیث

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث باب سے یہ ترجمہ سرے سے مستنبط ہی نہیں ہوتا، کیونکہ ترجمہ سات کا ہے اور حدیث میں سوی القتل شہداء چار ہیں، چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ اپنی اس کتاب کی تہذیب وتنقیح کرسکیں۔(۳)

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا قول ظاہراً اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب کے تحت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کی حدیث کو داخل کرنا چاہتے تھے، لیکن قضا نے ان کو مہلت ہی نہیں دی لیکن ابن بطال کا یہ کہنا نظر سے خالی نہیں۔

ہاں اس بات کا احتمال ہے کہ امام بخاری اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہوں کہ شہادت قتل ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اسباب شہادت اور بھی ہیں، چونکہ ان اسباب میں احادیث میں عدد کے اعتبار سے اختلاف ہے کہ بعض میں پانچ

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٧)، وشرح الكرماني (ج٥ ص٤٢)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٨)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ ص٤٣)۔

ہیں اور بعض میں سات، چنانچہ جو حدیث ان کے شرائط پر پوری اترتی تھی اسے تو باب کے تحت ذکر کر دیا اور ترجمہ میں سات کا عدد ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ کی کہ احادیث میں مذکور اعداد علی معنی التحدید نہیں ہیں۔(۱)

جب کہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں کسی راوی سے حدیث باب میں عدد کو بیان کرنے میں بھول ہوگئی ہے کہ اصل عدد تو سات کا تھا لیکن نسیان کی وجہ سے پانچ کو ذکر کر دیا۔(۲)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو احتمال بعید قرار دیا ہے۔(۳) لیکن علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کی تائید صحیح مسلم اور مسند احمد کی روایت سے ہوتی ہے کہ ان روایات میں دیگر کچھ خصال و عادات کا بھی ذکر آیا ہے، چنانچہ صحیح مسلم (۴) میں حضرت ابوہریرہ ہی کی روایت میں "ومن مات في سبيل الله فهو شهيد" کے زیادتی وارد ہوئی ہے، جب کہ مسند احمد کی روایت میں ان الفاظ کا مزید اضافہ بھی ہے: "والخار عن دابته في سبيل الله شهيد، والمجنوب في سبيل الله شهيد" (۵) یعنی "اللہ کے راستے میں اپنی سواری سے گرنے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔"

اور حافظ صاحب نے مذکورہ بالا اشکال کا جواب یہ دیا کہ یہ ترجمہ موطا (۶) کی ایک روایت سے اخذ کردہ ہے جو حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں شہداء کی سوی القتیل فی سبیل اللہ سات ہی اقسام بیان کی گئی ہیں۔(۷)

اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ میرے نزدیک بات یہ ہے لفظ "سبع" کو

---

(۱) المتواري (ص١٥٤)، ورجحه العيني، انظر العمدة (ج١٤ ص١٢٨)۔

(۲) شرح الكرماني (ج١٢ ص١٢٥)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٤٣) وعمدة القاري (ج١٤ ص١٢٨)۔

(٤) الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الشهداء، رقم (٤٩٤١)۔

(٥) مسند الإمام أحمد (ج٢ ص٤٤١)۔

(٦) روى الإمام مالك بسنده أن أخبر جابر بن عتيك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... قال: "وما تعدون الشهيد؟" قالوا: القتل في سبيل الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الشهداء سبعة سوى القتل في سبيل الله؛ المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، والحرق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيدة"۔ انظر الموطأ للإمام مالك بن أنس، كتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت (ص٢١٥-٢١٦)، رقم (٣٦)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ ص٤٣)۔

جب مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد کثرت ہوتی ہے۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کا مطلب اب یہ ہو جائے گا کہ "قتل فی سبیـــل اللّٰہ" کے علاوہ بھی شہادت کے اسباب کثیر ہیں اور "سبع" کا لفظ اپنے حقیقی معنی پر نہیں رہے گا، بلکہ معنی مجازی (کثرت) پر محمول ہوگا۔(۱)

٢٦٧٥ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عاصِمٌ ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ[٢] ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ) .
[٥٤٠٠]

تراجم رجال

(۱) بشر بن محمد

یہ ابومحمد بشر بن محمد السختیانی المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحی" کی الحدیث الخامس کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۳)

(۲) عبداللہ

یہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا حدیث کے تحت گذر چکے۔(۴)

(۳) عاصم

یہ ابوعبدالرحمٰن عاصم بن سلیمان التمیمی الاحول رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(١) الأبواب والتراجم للشيخ الكاندهلوي (ج١ ص١٩٥)۔

(٢) قولها: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج٢ ص٨٥٣)، كتاب الطب، باب مايذكر في الطاعون، رقم (٥٧٣٢)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الشهداء، رقم (٤٩٤٤)۔

(٣) كشف الباري (ج١ ص٤٦٥)۔

(۴) حوالہ بالا (ص۴۶۲)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان۔

(۴)حفصہ بنت سیرین

یہ ام الہذیل حفصہ بنت سیرین الانصاریہ البصریہ رحمہا اللہ تعالی ہیں۔(۱)

(۵)انس بن مالک

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الطاعون شهادة لكل مسلم"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی مسلمان طاعون کی وجہ سے مرے گا وہ شہادت کے رتبۂ بلند کو پہنچے گا اور اس کی یہ موت شہادت کی موت کہلائے گی۔

''طاعون'' یہ ایک مشہور بیماری ہے جو وبائی صورت میں پھیلتی ہے اور لاکھوں افراد کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بایں معنی ہیں کہ یہاں طاعون کا ذکر ہے اور ترجمہ میں سات کا ذکر ہے اور ان سات میں سے ایک طاعون بھی ہے۔(۴)

---

(۱) ان کے حالات کے دیکھئے کتاب الوضوء، باب التيمّن في الوضوء والغسل۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۳) انظر التفصيل في كشف الباري، كتاب الطب(ص٠٠)۔

"قال جماعة من الأطباء منهم أبو علي بن سينا: الطاعون مادة سميّة تحدث ورما قتالا يحدث في المواضع الرخوة والمغابن من البدن، وأغلب ماتكون تحت الإبط، أو خلف الأذن، أو عند الأرنبة، قال: وسببه دم رديٌ مائل إلى العفونة والفساد، يستحيل إلى جوهر سمي يفسد العضو ويغير مايليه ويؤدي إلى القلب كيفية رديئة، فيحدث القيٌ والخفقان ......" قاله الحافظ في الفتح:(١٠/١٨٠)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٢٨)۔

۳۱ - باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

«لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ - إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورًا رَحِيمًا» /النساء: ۹۵ ، ۹٦/ .

مقصد ترجمة الباب

علامہ عینی اور شیخ الحدیث صاحب رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں ترجمۃ الباب میں مذکورہ آیات کا سبب نزول بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

۲٦۷٦ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ (۲) : لَمَّا نَزَلَتْ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» . دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْدًا ، فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا ، وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ضَرَارَتَهُ ، فَنَزَلَتْ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ» . [٤٣١٧ ، ٤٣١٨ ، ٤٧٠٤]

تراجم رجال

(۱) ابوالولید

یہ ابوالولید ھشام بن عبدالملک طیالسی باھلی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب

---

(۱) عمدة القاري (ج ١٤ ص ١٢٩) والأبواب والتراجم (ج ١ ص ١٩٥)۔

(۲) قوله: "البراء رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج ٢ ص ٦٦٠) كتاب التفسير، باب ﴿لا يستوي القاعدون من المؤمنين﴾، رقم (٤٥٩٣ و ٤٥٩٤)، و(ج ٢ ص ٧٤٦) كتاب فضائل القرآن، باب كاتب النبي صلى الله عليه وسلم، رقم (٤٩٩٠) ومسلم، كتاب الإمارة، باب سقوط فرض الجهاد عن المعذورين، رقم (٤٩١١)، والترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في أهل العذر في القعود، رقم (١٦٧٠)، وأبواب التفسير، باب ومن سورة النساء، رقم (٣٠٣١)، والنسائي، كتاب الجهاد، باب فضل المجاهدين على القاعدين، رقم (٣١٠٣)۔

علامة الإيمان حب الأنصار" کے تحت آ چکے ہیں۔(١)

(٢) شعبہ

یہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے ذیل میں گذر چکے۔(٢)

(٣) ابواسحاق

یہ ابواسحق عمرو بن عبداللہ بن عبید سبیعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "کتاب الإیمان، باب الصلاۃ من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(٣)

(٤) البراء

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(٤)

يقول: لما نزلت: ﴿لا يستوي القاعدون من المؤمنين﴾ دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم زيدا۔

ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آیت ﴿لایستوی القاعدون من المؤمنین﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا۔

یہاں زید سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔(٥)

فجاء بكتف فكتبها

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ شانے کی ایک ہڈی اپنے ساتھ لے کر آئے اور اس آیت کو لکھ لیا۔

---

(١) كشف الباري (ج٢ص٣٨)۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٦٧٨)۔

(٣) كشف الباري (ج٢ص٣٧٠)۔

(٤) حوالہ بالا (ص٣٧٥)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٢٩)۔

چونکہ اس زمانے میں کاغذ کی قلت تھی اس لئے لوگ اپنی ضروری لکھنے کی چیزوں کو جانوروں کی بڑی بڑی ہڈیوں پرلکھ لیا کرتے تھے۔

کتف - بفتح الکاف و کسر التاء - شانے کی وہ ہڈی جو عریض اور پھیلی ہوتی ہے خواہ انسان کی ہو یا جانوروں کی۔(۱)

وشكا ابن أم مكتوم ضرارته، فنزلت: ﴿لايستوي القاعدون من المؤمنين غير أولي الضرر﴾

اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنے نابینا ہونے کا شکوہ کیا تو ﴿لايستوى القاعدون من المؤمنين غير أولي الضرر﴾ نازل ہوئی۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن کا نام عمرو بن قیس ہے نابینا صحابی تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ آیت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو املاء کرانے لگے تو یہ موقع پر پہنچ گئے اور عرض کیا کہ اگر میں استطاعت رکھتا تو ضرور جہاد میں شریک ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ استثناء نازل فرمایا ﴿غير أولي الضرر﴾۔

٢٦٧٧ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ قَالَ : رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ جالِسًا فِي المَسْجِدِ ، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ[(۲)] أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ أَمْلَى عَلَيْهِ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ ٱللهِ» . قَالَ : فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ ، وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ، وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي ، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِي ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ» . [٤٣١٦]

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(۲) قوله: "أن زيد بن ثابت رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج۲ص٦٦٠)، كتاب التفسير، باب ﴿لايستوي القاعدون من المؤمنين﴾، رقم (٤٥٩٢)، وأبوداود، كتاب الجهاد، باب الرخصة في القعود من العذر، رقم (٢٥٠٧)، والترمذي، أبواب التفسير، باب ومن سورة النساء، رقم (٣٠٣٣)، والنسائي، كتاب الجهاد، باب فضل المجاهدين على القاعدين، رقم (٣١٠١)۔

تراجم رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ

یہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحیی بن عمرو بن الاویس اویسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

(۲) ابراہیم بن سعد بن الزہری

یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن الزہری القرشی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ مختصرا "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الاعمال" کے تحت (۲) اور مفصل تذکرہ "كتاب العلم، باب ما ذكر في ذهاب موسى ......" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

(۳) صالح بن کیسان

یہ ابومحمد یا ابوالحارث صالح بن کیسان مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

(۴) ابن شہاب

یہ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحی" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۵)

(۵) سہل بن سعد الساعدی

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل بن سعد بن مالک ابوالعباس الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۶)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب العلم، باب الحرص على الحديث۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص ۱۲۰)۔

(۳) كشف الباري (ج۳ص ۳۳۳)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص ۱۲۱)۔

(٥) كشف الباري (ج۱ص ۳۲٦)۔

(٦) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(٦) مروان بن الحکم

یہ مشہور اموی خلیفہ ابوعبد الملک مروان بن الحکم الاموی ہیں۔(۱)

(۷) زید بن ثابت

یہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔(۲)

أنه قال: رأيت مروان بن الحكم جالسا في المسجد، فأقبلت حتى جلست إلى جنبه، فأخبرنا أن زيد بن ثابت أخبره: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أملى عليَّ ﴿لا يستوي القاعدون من المؤمنين والمجاهدون في سبيل الله﴾

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے دیکھا، میں آگے بڑھا اور ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ آیت املاء کروائی ﴿لا يستوي القاعدون من المؤمنين والمجاهدون في سبيل الله﴾۔

یہاں سند میں ایک لطیفہ یہ ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور مروان تابعی اور صحابی یہاں تابعی سے حدیث روایت کررہے ہیں، چنانچہ یہ "رواية الصحابي من التابعي" ہے۔(۳)

اور دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ ابن شہاب شیخ ہیں اور صالح بن کیسان تلمیذ اور تلمیذ شیخ سے عمر میں بڑے ہیں، چنانچہ یہ "رواية الأكابر عن الأصاغر" ہے۔(۴)

قال: فجاءه ابن أم مكتوم وهو يملها عليَّ، فقال: يارسول الله، لو استطعتُ الجهاد لجاهدت۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مذکورہ آیت

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب البُصاق والمخاط ونحوه في الثوب۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الصلاة، باب مايذكر في الفخذ۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٠)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٨ص١٨٦)۔

املاء کروار ہے تھے، ان کے پاس ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: "یارسول اللہ! اگر میں جہاد کرسکتا تو ضرور کرتا"۔

"یملها" دراصل "یملیها" تھا، ظاہر یہی ہے کہ اس کی دوسری یاء لام سے تبدیل ہوگئی ہے، پھر دونوں لاموں کو مدغم کردیا گیا۔(۱)

وكـان رجلا أعمى، فأنزل الله تعالى على رسوله صلى الله عليه وسلم وفخذه على فخذي، فثقلت عليَّ، حتى خفت أن ترضَّ فخذي، ثم سري عنه، فأنزل الله عزوجل ﴿غير أولي الضرر﴾۔

اور ابن ام مکتوم نابینا آدمی تھے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی، اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک میری ران پر تھی، تو آپ کی ران مجھ پر بھاری ہوگئی، یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میری ران چور چور نہ ہوجائے، پھر وحی کے آثار آپ سے زائل ہونے لگے، پس اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل کی ﴿غير أولي الضرر﴾۔

حدیث باب سے معلوم یہ ہوا کہ اولاً مذکورہ بالا آیت میں کسی قسم کا استثناء نہیں تھا، دوہی فریق تھے ایک مجاہدین، دوسرے قاعدین عن الجہاد، لیکن حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے شکوے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے استثناء نازل کیا گیا کہ اس تفریق سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو معذور ہوں۔

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فيـه دليـل عـلـى أن من حبسه العذر عن الجهاد وغيره من أعمال البر مع نيته فيه فله أجر المـجاهد والعامل؛ لأن نص الآية على المفاضلة بين المجاهد والقاعد، ثم استثنى من المفضولين أولي الضرر، وإذا استثناهم من المفضولين فقد ألحقهم بالفاضلين۔ (۲)

یعنی حدیث باب اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی شخص عذر شرعی کی وجہ سے جہاد یا دوسرے نیک اعمال کو بجالانے سے رہ جائے تو اس کو مجاہد اور خیر کا عمل کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا۔

کیونکہ مذکورہ آیت میں تصریح ہے کہ مجاہد کو قاعد پر فضیلت وترجیح حاصل ہے، پھر مفضولین میں سے اولی الضرر کا استثناء کیا گیا، تو جب ان کو مفضولین سے مستثنیٰ اور الگ قرار دے دیا گیا لہذا وہ فاضلین میں شامل ہوگئے۔

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص٤٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٠)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح اور ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں۔(۱) کہ آیت کے نزول کا سبب بیان کرنا تھا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے قصے سے وہ بیان کر دیا گیا۔

حل کلمات مشکلہ

"ترض" یہ رض سے مشتق ہے جس کے معنی چور چور ہونے کے ہیں۔(۲)

"سری" راء کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ، اس کو دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اس کے معنی زائل ہونے اور ہٹنے کے ہیں۔(۳)

۳۲ - باب : الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ .

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں کفار کے ساتھ قتال و جہاد کے وقت صبر کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں۔(۴)

۲۶۷۸ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى (۵) كَتَبَ ، فَقَرَأْتُهُ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَٱصْبِرُوا) . [ر : ۲٦٦٣]

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٠)۔

(۲) مختار الصحاح مادة:"ر،ض،ض"۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٠) ومختار الصحاح مادة: "س،ر،ي" احادیث باب کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے، کشف الباري، کتاب التفسير (ص١٦٠)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٠)۔

(٥) قوله: "أن عبدالله بن أبي أوفى رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه آنفا۔

تراجم رجال

(۱) عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جُعفی بخاری مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

(۲) معاویہ بن عمرو

یہ معاویہ بن عمرو بن مہلب الازدی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۳) ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۴) موسی بن عقبہ

یہ موسی بن عقبہ اسدی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(۵) سالم ابوالنضر

یہ ابوالنضر سالم بن ابی امیہ مولی عمر بن عبیداللہ قرشی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

(۶) عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی علقمہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۶)

أن عبد الله بن أبي أوفي كتب فقرأته: إن رسول الله ﷺ قال: "إذا لقيتموهم فاصبروا"۔

---

(۱) كشف الباري (ج۱ ص۶٥٧)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين۔

(۶) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الزكوة، باب صلاة الإمام، ودعائه لصاحب الصدقة......۔

حضرت سالم ابوالنضر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے خط لکھا تو میں نے اسے پڑھا (تو اس میں تھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو تو ثابت قدم رہو۔

"فاصبروا" کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

ا۔ جب قتال و جہاد کا ارادہ کیا جائے تو اس کے شروع کرتے وقت صبر کیا جائے کہ پیچھے نہ ہٹنے کا عزم مصمم کریں اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔

۲۔ قتال شروع ہونے کے بعد جبکہ میدان کارزار گرم ہو ثابت قدم رہیں اور نہ بھاگیں۔ (۱)

صبر برکاتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر تمام امور خیر کے لئے سبب اور ذریعہ ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں اس حقیقت کو بہت سے مواضع میں بیان کیا ہے اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کا حکم دیا کہ جب دشمن سے سامنا ہو تو صبر کے دامن کو نہ چھوڑیں تاکہ برکاتِ خداوندی حاصل ہوں اور لوگ سستی اور ہزیمت کے عادی و خوگر نہ ہو جائیں، کیونکہ یہ دونوں صفات دنیا و آخرت میں حرمان و خسارے کا سبب ہیں اور صبر کا اختیار کرنا دنیا و آخرت کے مطلوب امور کے حصول کا ضامن ہے۔ (۲)

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے: "فاصبروا" کہ کفار سے جب آمنا سامنا ہو تو صبر و استقامت کو اختیار کرو۔ (۳)

۳۳ – باب : التَّحْرِيضِ عَلَى الْقِتَالِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ» /الأنفال : ٦٥/ .

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص ١٣٠)، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٢٧)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ ص٤٥)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص ١٣٠)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں یہ بتلا رہے ہیں کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینی چاہئے، ابھارنا چاہئے اور اس کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا چاہئے۔(۱)

آیت کریمہ کے ذکر کی وجہ

مذکورہ آیت کے ذریعے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ ان کی عادت ہے ترجمۃ الباب پر استشہاد پیش کیا ہے کہ یہ تحریض وترغیب علی القتال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد وقتال کی ترغیب دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو جہاد پر اور دشمن کا سامنا پامردی واستقامت سے کرنے پر ابھارتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں جب مشرکین مکہ اپنا لاؤ لشکر ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مقابلہ کرنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "قوموا إلی جنة عرضها السموات والأرض"۔(۲)

۲٦٧٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا(۳) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : خَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِلَى الخَنْدَقِ ، فَإِذَا المُهَاجِرُونَ وَالأَنْصارُ يَحْفِرُونَ في غَدَاةٍ بَارِدَةٍ ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذٰلِكَ لَهُمْ ، فَلَمَّا رَأَى ما بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالجوعِ ، قالَ : (اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَهْ . فَاغْفِرْ لِلأَنْصارِ وَالمُهَاجِرَهْ) . فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ۔ عَلَى الجِهَادِ ما بَقِينَا أَبَدَا

[۲٦٨٠ ، ۲٨٠١ ، ۳٥٨٤ ، ۳٥٨٥ ، ۳٨٧۳ ، ۳٨٧٤ ، ٦٠٥٠ ، ٦٧٧٥]

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۳۰)۔

(۲) حوالۂ بالا۔

(۳) قوله: "سمعت أنسا رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً (ج۱ ص۳۹۸)، كتاب الجهاد، باب حفر الخندق، رقم (۲۸۳۵) و (ج۱ ص٤۱٥) باب البيعة في الحرب على أن لايفروا، رقم (۲۹٦۱)، و(ج۱ ص٥۳٥) كتاب مناقب الأنصار،=

تراجم رجال

(۱) عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی بخاری مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

(۲) معاویہ بن عمرو

یہ معاویہ بن عمرو بن مہلب الازدی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۳) ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

(۴) حمید

یہ ابوعبیدہ حُمید بن ابی حمید الطّویل الخزاعی البصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

(۵) انس بن مالک

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتـــــاب

= باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم: "أصلح الأنصار والمهاجرة" رقم (۳۷۹۵-۳۷۹٦)، و(ج۱ص۵۸۸) كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، رقم (٤۰۹۹-٤۱۰۰)، و(ج۲ص۹٤۹) كتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ ولا عيش إلا عيش الأخرة، رقم (٦٤۱۳)، و(ج۲ص۱۰٦۹) كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس؟، (۷۲۰۱)، ومسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق، رقم (٤٦۷۳-٤٦۷٤)، والترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب جابر بن عبد الله رضي الله عنه، رقم (۳۸۵۷)۔

(۱) كشف الباري (ج۱ص٦۵۷)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب اقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص۵۷۱)۔

الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

يقول: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الخندق

حضرت حمید الطّویل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف نکلے۔

حدیث میں بیان کردہ واقعہ غزوۂ احزاب (خندق) کا ہے، اس غزوے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کو مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا تاکہ مدینہ منورہ کا دفاع کیا جاسکے۔ امام طبری اور علامہ سہیلی رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنگ کے لئے خندق کھودنے والا منوجہر بن ایرج بن افریدون ہے، جو فارسی النسل تھا اور یہ موسی علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے۔(۲)

فإذا المهاجرون والأنصار يحفرون في غداة باردة، فلم يكن لهم عبيد يعملون ذلك لهم

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابۂ کرام سخت سردی کی صبح میں خندق کھودرہے ہیں، کیونکہ ان کے پاس ایسے غلام نہیں تھے جو ان کے لئے یہ کام کرتے۔

کلمہ "إذا" یہاں مفاجاتیہ ہے۔

فلما رأى ما بهم من النصب والجوع، قال:

اللهم إن العيش عيش الآخرة

فاغفر الأنصار والمهاجرة

فقالوا مجيبين له:

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا أبداً

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا: "اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، آپ انصار و مہاجرین کی مغفرت فرمادیجئے۔"

(۱) کشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣١)، مذکورہ غزوے کی تفصیل کے لئے دیکھئے کشف الباري کتاب المغازي (ص۲۷۵)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے جواب میں کہتے تھے:

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم باقی اور زندہ رہیں گے، ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔''

مذکورہ بالا اشعار کو رجزیہ انداز میں پڑھنے کی حکمت

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خندق کھودنے کے دوران مذکورہ بالاشعر نحن الذین ...... رجز کے انداز میں پڑھا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم میں سے جب کوئی آدمی کوئی عمل کرتا ہے تو منہ ہی منہ گنگناتا ہے، تاکہ تھکاوٹ و بیزاری طاری نہ ہو، کیونکہ انسان جب کوئی مشقت والا عمل کرتا ہے تو اس اثناء میں گنگناتا رہتا ہے، اس کا یہ گنگنانا اس کام کی مشقت کو غیر محسوس بنادیتا ہے۔(۱)

فائدہ

حدیث باب سے یہ فائدہ مستنبط ہوا کہ لوگوں کی پوشیدہ صلاحیتوں اور جنگی جذبات کو برانگیختہ واجاگر کرنے کے لیے اشعار اور رجز وغیرہ استعمال کرنے چاہئیں۔(۲)

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت ''اللهم إن العيش عيش الآخرة'' میں ہے کہ اس کے ذریعے صحابہ کو وہ جس کام میں مشغول تھے (یعنی حفر خندق) اس پر مزید ابھارا گیا ہے، کیونکہ وہ بھی جہاد ہی کا ایک حصہ ہے۔(۳)

٣٤ – باب : حَفْرِ الخَنْدَقِ .

---

(۱) فيض الباري (ج٣ص٤٢٧)۔

(٢) شرح ابن بطال (ج٥ص٤٦)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٣١)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب کے تحت یہ بیان کررہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کے اردگرد خندق کھودی تھی تاکہ اس کا دفاع کیا جاسکے۔(۱)

چنانچہ ظاہری بات ہے کہ یہ اہل فارس کا طریقہ تھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کا مشورہ دیا تھا، اس لئے اگر ضرورت پیش آجائے تو خندق کھودی جاسکتی ہے اور دوسری اقوام کے طریقۂ حرب سے استفادہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

٢٦٨٠ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ (۲) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصارُ يَحْفِرُونَ الخَنْدَقَ حَوْلَ المَدِينَةِ ، وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ ، وَيَقُولُونَ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ٭ عَلَى الْإِسْلَامِ ما بَقِينَا أَبَدَا

وَالنَّبِيُّ ﷺ يُجِيبُهُمْ ، وَيَقُولُ : (اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَهْ . فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ) . [ر : ٢٦٧٩]

تراجم رجال

(۱) ابومعمر

یہ عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج منقری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ''مقعد'' کے لقب سے معروف ہیں، ان کے حالات ''كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم علمه الكتاب'' کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٢)۔

(٢) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الباب السابق۔

(٣) كشف الباري (ج٣ص٣٥٦)۔

(۲) عبدالوارث

یہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی عنبری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی کتاب العلم کے مذکورہ باب کے تحت گذر چکے۔(۱)

(۳) عبدالعزیز

یہ عبدالعزیز بن صہیب بنانی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

(۴) انس

یہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

جعل المهاجرون والأنصار يحفرون الخندق حول المدينة، وينقلون التراب على متونهم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مہاجرین اور انصار مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پشت کے ذریعے مٹی ڈھور رہے تھے۔

"حول المدينة" سے کیا مراد ہے؟

یہاں باب کی روایت میں "حول المدينة" کے الفاظ سے بظاہر متبادر یہ ہو رہا ہے کہ خندق مدینہ منورہ کے چاروں جوانب سے کھودی گئی تھی حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، چنانچہ علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حول المدينة" سے اس کا ایک حصہ مراد ہے، کیونکہ خندق مدینہ منورہ کے اردگرد تیار نہیں کی گئی بلکہ لشکر اسلام کے اردگرد تیار کی گئی تھی، جب کہ لشکر مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا، لیکن چونکہ یہ فاصلہ کم ہے اس لئے راوی حدیث نے قرب کو مدنظر رکھ کر اس کو "حول المدينة" سے تعبیر کردیا ہے۔(۴)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۳۵۸)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۹)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(٤) لامع الدراري (ج۷ص۲۲۲)۔

اور شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی کے ارشاد کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کا قول واضح اور ظاہر ہے، کیونکہ خندق لشکر اسلام اور لشکر کفار کے درمیان تیار کرائی گئی تھی، چنانچہ صاحب الخمیس نے خلاصۃ الوفاء کے حوالے سے لکھا ہے:

"كان أحد جانبي المدينة عورة، وسائر جوانبها مشتبكة بالبنيان والنخيل، لا يتمكن العدو منها، فاختار ذلك الجانب المكشوف للخندق، وجعل معسكره تحت جبل سلع، والخندق بينه وبين المشركين۔"

"یعنی مدینہ منورہ کا ایک حصہ خالی اور کھلا ہوا تھا، اس کے علاوہ باقی تمام اطراف سے آبادیاں اور کھجور کے باغات تھے، وہاں سے دشمن کا حملہ کرنا اور غلبہ حاصل کرنا ممکن ہی نہیں تھا، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی تیاری کے لئے کھلے حصے کا انتخاب فرمایا اور اپنے لشکر کو جبل سلع کے دامن میں ٹھہرایا اور خندق آپ کے اور مشرکین کے درمیان تھی"۔(۱)

"علی متونهم" یہ متن کی جمع ہے، اس کے معنی پشت کے ہیں اور زمین کے سخت اور بلند حصے کو بھی "متن" کہتے ہیں۔(۲)

ویقولون:

نحن الذين بايعوا محمداً   على الإسلام ما بقينا أبداً

اور وہ کہہ رہے تھے:

"ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ اور باقی رہیں گے، ہمیشہ اسلام پر برقرار رہیں گے۔"

یہاں باب کی روایت "علی الإسلام" وارد ہوا ہے، جبکہ گذشتہ باب کی روایت میں "علی الجهاد" تھا، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موزون "علی الجهاد" ہے اور "علی الإسلام" سے وزن شعری میں خرابی آتی ہے۔(۳)

---

(۲) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲۲۲)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٢)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٢)۔

والنبي صلى الله عليه وسلم يجيبهم ويقول:

اللهم إنه لا خير إلا خيرُ الآخره فبارك في الأنصار والمهاجره

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب دیتے ہوئے فرماتے:

''اے اللہ! اچھائی تو آخرت ہی کی اچھائی ہے، آپ انصار ومہاجرین میں برکت دیجئے۔''

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں چھوٹا سا ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ باب سابق میں تو یہ تھا کہ جواب دینے والے صحابہ کرام تھے اور یہاں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دے رہے تھے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف اوقات پر محمول ہے، یعنی کبھی تو ابتداء صحابہ کرام کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے اور کبھی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور صحابہ جواب دیتے۔(۱)

٢٦٨١/٢٦٨٢ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ[٢] رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يقول : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ وَيَقُولُ : (لَوْلَا أَنْتَ ما ٱهْتَدَيْنَا) .

تراجم رجال

(۱) ابوالولید

یہ ابوالولید ھشام بن عبدالملک طیالسی باہلی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات ''کتاب الإیمان، باب

---

(۱) حوالہ بالا، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٢٨)۔

(٢) قوله: "سمعت البراء رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج١ ص٣٩٨)، كتاب الجهاد، باب حفر الخندق، رقم (٢٨٣٧)، و(ج١ ص٤٢٥) باب الرجز في الحرب ورفع الصوت في حفر الخندق، رقم (٣٠٣٤)، و(ج٢ ص٥٨٩) كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، رقم (٤١٠٤-٤١٠٦)، و(ج٢ ص٩٧٩) كتاب القدر، باب ﴿وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله﴾، رقم (٦٦٢٠)، و(ج٢ ص١٠٧٤) كتاب التمني، باب قول الرجل: لولا الله ما اهتدينا، رقم (٧٢٣٦)، ومسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق، رقم (٤٦٧٠)۔

علامة الإيمان حب الأنصار" کے تحت نقل کیے جا چکے۔(۱)

(۲) شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے تحت نقل کیے جا چکے ہیں۔(۲)

(۳) ابواسحاق

یہ ابواسحق عمرو بن عبداللہ بن عبید سبیعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "کتاب الإیمان، باب الصلاة من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

(۴) البراء

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

کان النبي صلی اللہ علیه وسلم ینقل ویقول: "لولا أنت ما اهتدینا"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "(اے اللہ!) اگر آپ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔"

(٢٦٨٢) : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ[٥] رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يومَ الأَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ ، وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ ، وَهُوَ يَقُولُ : (لَوْلَا أَنْتَ ما اهْتَدَيْنَا ، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا ، فَأَنْزِلِ السَّكِينَةَ عَلَيْنَا ، وَثَبِّتِ الأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنا ، إِنَّ الأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ، إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا) .

[٢٨٧٠ ، ٣٨٧٨ ، ٣٨٨٠ ، ٦٢٤٦ ، ٦٨٠٩]

---

(١) كشف الباري (ج٢ ص٣٨)۔

(٢) كشف الباري (ج١ ص٦٧٨)۔

(٣) كشف الباري (ج٢ ص٢٧٠)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ ص٢٧٥)۔

(٥) قوله: "عن البراء رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه آنفا في الحديث السابق۔

تراجم رجال

(۱) حفص بن عمر

یہ حفص بن عمر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

ان کے علاوہ سند کے دیگر رجال کے حوالے ابھی گذشتہ حدیث میں نقل کئے جاچکے۔

قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الأحزاب ينقل التراب، وقد وارى التراب بياض بطنه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب میں دیکھا کہ آپ مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کی سفیدی کو چھپادیا تھا۔

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام المسلمین کو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اپنی حرمت و وقار بھی مٹانا پڑے تو پروانہیں کرنی چاہئے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ عامۃ المسلمین بھی اس کی اقتداء کریں گے۔(۲)

وهو يقول:

لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

فأنزل السكينة علينا وثبت الأقدام إن لاقينا

إن الأولى قد بغوا علينا إذا أرادوا فتنة أبينا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

۱۔ اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

۲۔ اے اللہ! ہم پر سکینہ نازل فرما اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدمی عطا فرما۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ ص۴۷)۔

۳۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ ہم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تم ہم انکار کریں گے۔

مذکورہ بالا اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں جیسا کہ کتاب المغازی کی روایت میں اس کی صراحت ہے۔ (۱)

احادیث باب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ باب کی تینوں احادیث کی مناسبت ومطابقت واضح ہے کہ پہلی اور تیسری میں حفر خندق اور اس کی مٹی ڈھونے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث تیسری کا اختصار ہے اور اس میں بھی مٹی کے منتقل کرنے کا ذکر ہے جو خندق کی کھدائی کا لازمی نتیجہ ہے۔

۳۵ - باب : مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب کے تحت یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی معذور ہے اور نیت بھی اس کی صادق اور صحیح ہے، لیکن وہ اس عذر کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہیں کرسکتا تو اس پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کو نیت صادقہ کی وجہ سے غازی کا اجر وثواب ملے گا۔ (۲)

عذر کی تعریف

شراح بخاری نے ''عذر'' کی تعریف یہ لکھی ہے:

هو الوصف الطارئ على المكلف المناسب للتسهيل عليه۔ (۳)

---

(۱) انظر صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، رقم (٤١٠٦)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٣)۔

(۳) حوالۂ بالا۔ و شرح الكرماني (ج١٢ ص١٢٩)۔

''یعنی عذر مکلّف کو پیش آنے والا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے شرعی احکام میں اس کے، ساتھ آسانی کا معاملہ کیا جاتا ہے''۔

٢٦٨٣/٢٦٨٤ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ(1) قالَ : رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ .

تراجم رجال

(۱) احمد بن یونس

یہ احمد بن عبداللہ بن یونس تمیمی یربوعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات ''کتاب الإیمان، باب من قال: إن الإیمان هوالعمل'' کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۲۔ زہیر

یہ زہیر بن معاویہ بن حُدیج بن رُحیل بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات ''کتاب الإیمان، باب الصلاۃ من الإیمان'' کے ذیل میں بیان کئے جاچکے ہیں۔(۳)

۳۔ حمید

یہ ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید الطّویل الخزاعی البصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی ''کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهولایشعر'' کے تحت گذر چکے۔(۴)

---

(١) قوله: "أن أنساً حدثهم": الحديث، أخرجه البخاري أيضا(ج١ ص٣٩٨) كتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو، رقم (٢٨٣٩)، و(ج٢ ص٦٣٧) كتاب المغازي، باب بعد باب نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر، رقم (٤٤٢٣)، وأبو داود، كتاب الجهاد، باب الرخصة في القعود من العذر، رقم (٢٥٠٨)۔

(٢) كشف الباري (ج٢ ص١٥٩)۔

(٣) كشف الباري (ج٢ ص٣٦٧)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ ص٥٧١)۔

۴۔ انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے ذیل میں آ چکے۔(۱)

قال: رجعنا من غزوة تبوك مع النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آئے۔

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہاں سند کی تحویل ہے جب کہ دیگر نسخوں میں تحویل سند نہیں ہے۔(۲)

(٢٦٨٤) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ(٣): أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ فِي غَزَاةٍ ، فَقَالَ : (إِنَّ أَقْوَامًا بِالْمَدِينَةِ خَلْفَنَا ، ما سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيهِ ، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ) .

وَقالَ مُوسَى : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِيهِ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : الْأَوَّلُ أَصَحُّ . [٤١٦١]

تراجم رجال

۱۔ سلیمان بن حرب

یہ ابو ایوب سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۲۔ حماد

یہ ابو اسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان، باب

---

(١) كشف الباري (ج٢ص٤)۔

(٢) شرح القسطلاني (ج٥ص٦٣) وعمدة القاري (ج١٤ص١٣٣)۔

(٣) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الحديث السابق من الباب۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص١٠٥)۔

﴿وإن طائفتان من المؤمنين﴾'' کے ذیل میں گذر چکے۔(۱)

۳۔حمید و ۴۔انس

ان دونوں حضرات کے لئے سند سابق دیکھئے۔

أن النبي صلى الله عليه وسلم كان في غزاة، فقال: "إن أقواما بالمدينة خلفنا؛ ما سلكنا شعبا ولا واديا إلا وهم معنا فيه"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے میں تھے،تو آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ مدینہ منورہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں، وہ ایسے ہیں کہ جس دَرّے میں یا جس میدان میں ہم جائیں وہ ضرور اس میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔

"غزاة" سے مراد غزوہ تبوک ہے جیسا کہ روایت زہیر میں ہے۔(۲)

"خلفنا" کو دوطرح سے ضبط کیا گیا ہے،لام کے سکون یا لام کی تشدید اور سکون فاء کے ساتھ۔

پہلی صورت مین اس کے معنی "وراء نا" کے ہوں گے یعنی ہمارے پیچھے۔

دوسری صورت میں یہ باب ''تفعیل'' سے جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہوگا۔اور اس کے معنی ''ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں'' کے ہوں گے۔(۳)

"إلا وهم معنا فيه" جملے کے بھی دو مطلب ہیں:-

۱۔جس کو ہم نے ترجمۂ حدیث میں اختیار کیا ہے کہ ہم لوگ جہاد کے لئے کہیں بھی جائیں یہ پیچھے رہ جانے والے ضرور ہمارے ساتھ شریک جہاد ہوتے اگر ان کو کوئی عذر یا مجبوری مانع نہ ہوتی۔

۲۔یہ ہمارے ساتھ ثواب جہاد میں شریک ہیں،یعنی اگرچہ یہ لوگ مجبوری اور عذر کی وجہ سے جہاد میں تو شریک نہیں ہوسکے،لیکن ہم کسی بھی درے یا میدان میں جائیں ان کو ثواب ضرور ملے گا،کیونکہ یہ حضرات بھی جہاد میں شرکت

---

(۱) حوالہ بالا (ص۲۱۹)۔

(۲) شرح القسطلاني (ج٥ص٦٣)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٣) وفتح الباري (ج٦ص٤٧)۔

کی نیت رکھتے تھے، اس معنی کی تایید اسماعیلی کے طریق سے ہوتی ہے جس کے الفاظ میں نیت کی صراحت ہے "إلا وهم معكم فيه بالنية" اسی طرح ابن حبان (۱)، ابوعوانہ اور امام مسلم (۲) رحمہم اللہ کی روایت میں "إلا كانوا معكم" کی بجائے "إلا شركوكم في الأجر" ہے، اس سے بھی معنی ثانی کی تایید ہورہی ہے کہ معیت اور شرکت فی الاجر مراد ہے، نہ کہ معیت فی الجہاد والقتال۔ (۳)

حبسهم العذر

عذر نے انہیں روکے رکھا ہے۔

''عذر'' سے مراد یہاں مرض اور سفر پر عدم قدرت وغیرہ کا ہونا ہے، مسلم شریف (۴) کی روایت میں ''عذر'' کی بجائے جو "حبسهم المرض" آیا ہے تو وہ غالب اور اکثر حالات پر محمول ہے، یہ مطلب نہیں کہ ''عذر'' صرف مرض ہی میں منحصر ہے۔ (۵)

وقال موسى: حدثنا حماد عن حميد عن موسى بن أنس عن أبيه قال النبي صلى الله عليه وسلم۔

تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام ابوداود (۶) نے اسی سند کے ساتھ اپنی سنن میں موصولاً نقل کیا ہے اور اسماعیلی نے بھی اس کی تخریج "أخبرنا أبويعلى حدثنا أبو حيثمة حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة أخبرنا حميد عن موسى بن انس عن أبيه" کے طریق سے کی ہے۔ (۷)

(۱) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (ج۸ص۱۱۲)، كتاب السير، ذكر تفضل الله على القاعد المعذور ......، رقم (۴۷۱۱)۔

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه العذر عن الغزو، رقم (۴۹۳۲)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۳۳)، وفتح الباري (ج۶ ص۴۷)۔

(۴) الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه العذر عن الغزو، رقم (۴۹۳۲)۔

(۵) شرح القسطلاني (ج۵ص۶۳)۔

(۶) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرخصة في القعود من العذر، رقم (۲۵۰۸)۔

(۷) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۳۳)، وتغليق التعليق (ج۳ص۴۳۴)۔

قال أبو عبدالله: "الأول أصح۔"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ پہلی سند میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

تعلیق مذکور کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں دو سندیں ذکر کی ہیں اب یہ فرما رہے ہیں پہلی سند میرے نزدیک صحیح ہے بنسبت دوسری کے، پہلی سے مراد وہ سند ہے جس میں موسی بن انس نہیں ہیں۔

اور وجہ صحت یہ ہے کہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ موسی بن انس کی جو روایت ہے وہ معنعن ہے جب کہ پہلی سند تحدیث کے الفاظ کے ساتھ ہے جیسا کہ زہیر کی روایت میں ہے۔

اس معاملے میں اسماعیلی نے حضرت امام کی مخالفت کی اور فرمایا کہ حماد حمید کی احادیث کے عالم ہیں اور اس سلسلے میں ان کو دوسروں پر ترجیح حاصل ہے۔

نیز یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ حمید نے یہ روایت دو مرتبہ سنی ہو، ایک مرتبہ حضرت انس سے، دوسری مرتبہ ان کے صاحبزادے موسی سے، اس لئے یہاں ایسی کوئی بات نہیں کہ پہلی کو دوسری پر ترجیح دی جائے۔(۱)

فائدہ

یہاں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں امام صاحب نے حدیث باب کو دو طرق سے نقل فرمایا ہے پہلا طریق احمد بن یونس کا ہے، دوسرا سلیمان بن حرب کا۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت زہیر کو حماد بن زید کی روایت کے ساتھ مقرون کیا ہے اور غرض اس سے امام صاحب کی دو فائدوں کی طرف اشارہ کرنا ہے، وہ یہ کہ روایت زہیر میں غزوے کی تصریح ہے جب کہ حماد کی روایت میں غزوہ کی تصریح نہیں۔

دوسرے یہ کہ زہیر کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحدیث کی صراحت ہے جبکہ روایت حماد میں عنعنہ ہے۔(۲)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص ٤٧)، وعمدة القاري (ج١٤ص ١٣٣)۔

(۲) حوالۂ بالا۔

ایک اور فائدہ

حدیث باب سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عمل صالح کی نیت رکھنے کے باوجود کسی عذر شرعی کی وجہ سے اس کو بجالانے سے رہ جائے تب بھی اس کو عامل کا اجر دیا جائے گا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر کوئی رات کی نماز یعنی تہجد سے رہ جائے کہ نیند کا اس پر غلبہ ہوگیا تھا تو بھی اس کو تہجد کا ثواب ملے گا اور اس کی نینداس کے لئے صدقہ شمار ہوگی۔(۱)

ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث

حدیث باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادگرامی ''حبسھم العذر'' میں ہے۔(۲)

٣٦ – باب : فَضْلِ الصَّوْمِ فِي سَبِيلِ ٱللهِ.

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمے کے تحت جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت بیان فرمانا چاہتے ہیں۔(۳)

ایک تعارض اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال یہ ہو رہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سابق میں باب قائم کیا تھا''باب من اختار الغزو علی الصوم'' اور وہاں روزہ نہ رکھنے کی اولویت بیان کی تھی کیونکہ روزے سے دشمن کا سامنا کرتے وقت کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٣)، وشرح ابن بطال (ج٥ ص٤٨)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٣)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٣)۔

جب کہ اس ترجمۃ الباب کے تحت مصنف علیہ الرحمۃ جہاد میں روزے کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں؟

لیکن اس تعارض کا جواب واضح ہے وہ یہ ہے کہ سابق میں جو باب قائم کیا تھا وہ اس آدمی کے حق میں ہے جس کو ضعف اور کمزوری کے لاحق ہونے کا خطرہ ہوتو پھر اس صورت میں روزے نہیں رکھنے چاہئے، لیکن اگر کوئی آدمی جہاد میں ہے اور روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے روزہ رکھنے سے مشاغل جہاد میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، کمزوری لاحق نہیں ہوگی تو پھر یقیناً اس کے لئے بڑا اجر ہے، کیونکہ اس میں اجتماع الفضیلتین ہے کہ وہ دو فضیلتوں کو جمع کررہا ہے، فضیلۃ الصوم والجہاد۔(۱)

٢٦٨٥ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَسُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ : أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ (٢) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ ، بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا) .

تراجم رجال

۱۔ اسحاق بن نصر

یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی النجدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔ عبدالرزاق

یہ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی یمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات ”كتاب الإيمان، باب

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٤٨)۔ اس مضمون کی مفصل تشریح كتاب الصيام، باب الصوم في السفر کے تحت گذر چکی ہے۔ فليراجع ثمه۔

(۲) قوله: ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه“: الحديث، أخرجه مسلم، كتاب الصيام، باب فضل الصيام في سبيل الله لمن يطيقه، رقم (٢٨١١)، والترمذي في فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل الصوم في سبيل الله، قم (١٦٢٣)، والنسائي في كتاب الصيام، باب ثواب من صام يوماً في سبيل الله عزوجل ......، رقم (٢٢٣٧)، وابن ماجه، أبواب الصيام، باب في صيام يوم في سبيل الله، رقم (١٧١٧)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده في الخلوة۔

حسن إسلام المرء" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔یحیی بن سعید

یہ مشہور تابعی محدث یحیی بن سعید بن قیس انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب صوم رمضان احتسابا" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۵۔سہیل بن ابی صالح

یہ ابو یزید سہیل بن ذکوان السمان ابی صالح مولی جویریۃ بنت الاحمس المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے تین دیگر بھائی بھی محدث تھے۔(۴)

یہ اپنے والد ذکوان، سعید بن المسیب، حارث بن مخلد انصاری، ابوالحباب سعید بن یسار، عبداللہ بن دینار، عطاء بن یزید اللیثی، نعمان بن عیاش، ابن المنکدر، ابوعبید صاحب سلیمان، عبیداللہ بن مقسم، قعقاع بن حکیم، سُمی مولی ابی بکر، اعمش اور ربیعۃ الرائے رحمہم اللہ تعالی وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ربیعۃ الرائے، اعمش، یحیی بن سعید الانصاری، موسی بن عقبہ، یزید بن الہاد، امام مالک، امام شعبہ، اسحاق الفزاری، ابن جریج، سفیانان (ثوری وابن عیینہ)، ابن ابی حازم، فلیح بن سلیمان، روح بن القاسم، زہیر بن معاویہ، زہیر بن محمد، سعید بن عبدالرحمن الجمحي، وهيب، سلیمان بن بلال، عبداللہ بن ادریس، دراوردی، علاء بن المسیب، ابوعوانہ، یعقوب بن عبدالرحمن اسکندرانی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ شامل ہیں۔(۵)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عن سفیان بن عیینة، قال: "کنا نعد سهل بن أبي صالح ثبتا

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۳۲۱)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الحیض، باب غَسل الحائض رأس زوجها وترجیله۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص۳۲۱)۔

(٤) تهذیب الکمال (ج۱۲ص۲۲۳)۔

(۵) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذیب الکمال (ج۱۲ص۲۲۳-۲۲۵)۔

في الحديث"۔(۱)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما أصلح حديثه۔" (۲)

ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سألت أحمد بن حنبل عن سهيل بن أبي صالح، ومحمد بن عمرو، فقال: قال يحيى بن سعيد: "محمد أحبهما إلينا، وماصنع شيئا سهيل أثبت عندهم"۔(۳)
کہ "میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سہیل بن ابی صالح اور محمد بن عمرو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یحیی بن سعید فرماتے تھے کہ ان دونوں میں ہمیں زیادہ پسند محمد ہیں۔ اور یحیی بن سعید نے کچھ نہیں کہا، سہیل ان کے نزدیک اثبت ہیں۔"

احمد بن عبداللہ عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سهيل ثقة"۔(۴)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"۔(۵)۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة، كثير الحديث"۔(۶)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا: كان يخطیء"۔(۷)

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا ذکر اپنی کتاب "الثقات" میں کیا اور فرمایا: "من المتقنين، إنما توقي في غلط حديثه ممن يأخذ عنه" یعنی "یہ اصحاب ضبط واتقان میں سے ہیں، ان کی غلط حدیثوں سے جو پرہیز کیا گیا ہے اس کی وجہ وہ لوگ ہیں جن سے یہ اخذ روایت کرتے ہیں۔"(۸)

یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۹)

---

(۱) الجامع للترمذي أبواب الجمعة، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها، رقم (۵۲۳)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۱۲ ص۲۲۶)۔

(۳) حوالۂ بالا۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۱۲ ص۲۲۷)۔

(۵) سير أعلام النبلاء (ج۵ ص٤۵۹)۔

(٦) طبقات ابن سعد (ج٦ ص۲۲۷)۔

(۷) تعليقات تهذيب الكمال (ج۱۲ ص۲۲۷)۔

(۸) حوالہ بالا۔

(۹) سير أعلام النبلاء (ج۵ ص٤۵۹)۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع فرمایا ہے:

"الإمام المحدث الکبیر الصادق ......" (۱) نیز فرماتے ہیں: "سهیل بن أبي صالح فی عداد الحفاظ"۔ (۲)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا سہیل بن ابی صالح کو بہت سے محدثین ونقاد نے ثقہ اور معتبر قرار دیا ہے، لیکن ایسے بھی بہت سے محدثین ہیں جنہوں نے ان کو ضعیف اور غیر معتبر قرار دیا اور ان پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "کان لسهیل أخ، فمات فوجد علیه ننسي کثیرا من الحدیث" ۔(۳) کہ "سہیل کے ایک بھائی تھے تو ان کا انتقال ہوگیا، اس پر سہیل کو شدید غم لاحق ہوا، جس کی وجہ سے وہ بہت ساری حدیثیں بھول گئے"۔

اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یکتب حدیثه ولا یحتج به"۔ (۴)

یحیی بن معین سے بھی ایک قول تضعیف کا مروی ہے۔ (۵)

اسی طرح امام عقیلی (۶) ابوزرعہ (۷) اور ازدی (۸) رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی ان پر کلام کیا ہے۔

اب دونوں طرف کے اقوال جرح وتعدیل کو سامنے رکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ راوی معتبر ہیں اور ان پر ائمہ جرح وتعدیل کا کلام اس درجے کا نہیں کہ اس کی وجہ سے ان کو مجروح، متکلم فیہ اور غیر معتبر قرار دیا جائے۔

چنانچہ امام بخاری کے علاوہ دیگر اصحاب خمسہ نے ان سے اصالۃ روایات نقل کی ہیں جو اس بات پر دال ہے کہ یہ معتبر راوی ہیں۔

---

(۱) حوالۂ بالا (ص۴۵۸)۔

(۲) تذکرة الحفاظ (ج۱ ص۱۳۷)۔

(۳) تعلیقات تهذیب الکمال (ج۱۲ ص۲۲۸)، وهدي الساري (ص۴۰۸)۔

(۴) الجرح والتعدیل (ج۴ ص۲۳۰)، رقم (۶۱۸۲)۔

(۵) سیر أعلام النبلاء (ج۵ ص۴۵۹)۔

(۶) الضعفاء للعقیلي (ج۲ ص۱۵۵)، الجرح والتعدیل (ج۴ ص۲۳۰)، رقم (۶۱۸۲)۔

(۷) تهذیب الکمال (ج۱۲ ص۲۲۷)۔

(۸) تعلیقات تهذیب الکمال (ج۱۲ ص۲۲۸)۔

(۹) تهذیب الکمال (ج۱۲ ص۲۲۸)۔

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ولسهيل أحاديث كثيرة ...... وله نسخ، وروى عنه الأئمة مثل الثوري وشعبة ومالك وغيرهم من الأئمة“ وحدث سهيل عن جماعة عن أبيه، وهذا يدل على ثقة الرجل، حدث سهيل عن سمي، عن أبي صالح، و حدث سهيل عن الأعمش عن أبي صالح...... وهذا يدلك على تمييز الرجل وتمييز بين ما سمع من أبيه، ليس بينه وبين أبيه أحد، وبين ما سمع من سمي والأعمش وغيرهما من الأئمة، وسهيل عندي مقبول الأخبار، ثبت، لابأس به ......“۔ (۱)

یعنی ”اور سہیل کی مروی احادیث زیادہ ہیں...... ان کے کئی نسخے بھی ہیں، امام ثوری، شعبہ اور مالک ایسے ائمہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور سہیل نے ایک جماعت سے اپنے والد کے واسطہ سے روایت بیان کی ہے اور یہ فعل اس آدمی (یعنی سہیل) کی ثقاہت پر دال ہے، چنانچہ سہیل نے عن سمي عن أبي صالح کے طریق سے تحدیث کی ہے اور انہوں نے عن الأعمش عن أبي صالح کے طریق سے بھی تحدیث کی ہے اور یہ چیز آپ کی اس بات کی طرف راہنمائی کر رہی ہے کہ یہ شخص روایات کے درمیان خوب تمیز سے کام لیتا ہے، چنانچہ وہ ان روایات کو جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں مستقل نقل کرتے ہیں اور جو روایات وہ ”سمي عن الأعمش“ کے طریق سے یا دیگر ائمہ سے نقل کرتے ہیں ان کو بھی واضح نقل کرتے ہیں، سہیل میرے نزدیک ثبت ہیں ان کی احادیث مقبول ہیں اور لا بأس به ہیں۔“

پھر سمجھنے کی بات یہاں یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے جو روایت لی ہے وہ مقرونا بالغیر لی ہے کہ اس میں ان کے ساتھ یحیی بن سعید انصاری بھی شامل ہیں اس لئے امام صاحب پر تو سرے سے کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا کہ آپ نے ایک متکلم فیہ راوی کی روایت کیسے نقل فرمادی؟ (۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے علاوہ کتاب الدعوات میں بھی ان سے دو روایتیں لی ہیں

---

(۱) الكامل لابن عدي (ج۳ص۴۴۹)۔

(۲) هدي الساري (ص۴۰۸)۔

مقرزنا و تبعا للغیر۔(۱)

ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ۱۳۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔(۲) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۶۔نعمان بن ابی عیاش

یہ ابوسلمہ نعمان بن ابی عیاش زرقی انصاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے والد مشہور صحابی حضرت زید بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳) ان کی والدہ ام ولد تھیں۔(۴)

یہ حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر بن خطاب، حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت خولہ بنت عامر رضي اللہ عنہم سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں یحیی بن سعید انصاری، سہیل بن ابی صالح، ابوحازم سلمۃ بن دینار، ابوالاسود، محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل، محمد بن عجلان، سمی مولی ابی بکر اور عبداللہ بن سلمۃ لمراجشون وغیرہ شامل ہیں۔(۵)

امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۶)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة، من أبناء كبار الصحابة"۔(۷)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۸)

امام بخاری اور ابوبکر بن منجویہ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كان سخيا، كبيرا، من افاضل أبناء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان أبوه فارس النبي صلى الله عليه وسلم"۔(۹)

---

(۱) حوالہ بالا و عمدة القاري (ج١٤ص١٣٤)۔

(۲) تهذيب التهذيب (ج٤ص٢٦٤)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج٢٩ص٤٥٤ و ٤٥٥)۔

(٤) طبقات ابن سعد (ج٥ص٢٧٧)۔

(۵) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج٢٩ص٤٥٥)۔

(٦) تهذيب الكمال (ج٢٩ص٤٥٥)۔

(٧) الكاشف للذهبي (ج٢ص٣٢٣)۔

(٨) الثقات لابن حبان (ج٥ص٤٧٢)۔

(٩) التاريخ الكبير (ج٨ص٧٧)، رقم (٢٢٢٩)، وتهذيب الكمال (ج٢٩ص٤٥٦)۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی اصحاب اصول ستہ نے ان سے روایات لی ہیں۔(۱)

رحمه الله رحمةً واسعةً

۷۔ابوسعید الخدری

یہ مشہور صحابی حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "من صام يوما في سبيل الله بعّد الله وجهه عن النار سبعين خريفا۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال دور فرمادیتے ہیں۔

مباعدہ سے مراد کیا ہے؟

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب میں تاویل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مباعدہ سے مراد یہاں معافات ہے یعنی جہنم سے اسے خلاصی اور معافی دے دی جائے گی۔(۳)

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کیا جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ حقیقۃً ستر سال کی مسافت مراد لی جائے اور یہ کہا جائے کہ اس شخص کا چہرہ واقعۃً جہنم سے ستر سال دور کردیا جائے گا۔(۴)

---

(۱) الكاشف للذهبي (ج۲ص۳۲۳)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۸۲)۔

(۳) شرح النووي على مسلم (ج۱ص۳۶۴)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٤)۔

جہنم سے روزے دار کو دور کیا جائے گا یا اس کے چہرے کو؟

پھر حدیث میں یہ آیا ہے کہ روزہ دار کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور کردیا جائے گا، جب کہ بعض دیگر طرق (۱) میں روزے دار کو جہنم سے دور کردینے کا ذکر ہے؟

اس تعارض ظاہری کے دو جواب ہیں:-

۱۔"وجه" سے مراد ذات ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے ﴿كل شيء هالك إلا وجهه﴾ (۲) اور یہاں بالاتفاق وجہ سے ذات مراد ہے، اس صورت میں معنی ایک ہی ہوجائیں گے۔

۲۔''وجہ'' سے اس کے حقیقی معنی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ صرف چہرے ہی کو جہنم سے دور کیا جائے گا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کے جسم کو جہنم کی آگ چھوئے گی بلکہ "وجه" کے تخصیص بالذکر کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی وجہ سے آدمی کو پیاس لگتی ہے اور پیاس کی جگہ منہ ہے، کیونکہ پیاس سے سیرابی منہ ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔(۳)

''خریف'' اردو میں موسم خزاں کہلاتا ہے، لیکن مراد یہاں سال ہے، کیونکہ سال بغیر خزاں کے نہیں ہوتا، چنانچہ یہ کنایہ کے قبیل سے ہے۔(۴)

اور خریف کے تخصیص بالذکر کی وجہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس موسم میں پھلوں کی چنائی کی جاتی ہے اور وہ درختوں سے اتارے جاتے ہیں اس لئے یہ سال کا سب سے بہترین موسم ہے۔(۵)

روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق وترجیح

روایات میں جہنم سے دوری اور ابعاد کی مدت میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ روایت باب میں ستر سال کا ذکر ہے، جب کہ نسائی شریف (٦) میں حضرت عقبہ بن عامر اور طبرانی میں حضرت عمرو بن عبسہ (۷) اور عبداللہ بن سفیان (۸)

---

(١) سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ثواب من صام يوما في سبيل الله عزوجل ......، رقم (٢٢٤٧ و ٢٢٥١)۔

(٢) القصص /٨٨۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٤)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٤٨)۔

(٦) سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ثواب من صام يوما في سبيل الله عزوجل، وذكر الاختلاف فيه على سفيان الثوري، رقم (٢٢٥٦)۔

(٧) مجمع الزوائد للهيثمي (ج٣ ص١٩٤)۔

(۸) حوالہ بالا۔

رضی اللہ عنہم کی روایات میں سو سال کا ذکر ہے، نیز ابن عدی نے "الکامل" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی، اس میں پانچ سو سال کا عدد ہے۔(۱) اسی طرح طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں حضرت ابوالدرداء(۲) اور حضرت جابر(۳) سے اور امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے ایک حدیث روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہے:"جعل اللّٰه بينه وبين النار خندقاً كما بين السماء والأرض"۔(۴)

اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس میں ساتھ سو سال کا ذکر ہے۔(۵) اور ابن عساکر ہی نے حضرت ابوالدرداء سے "ألف سنة" کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔(۶)

اب جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا ان روایات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور شراح نے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے مختلف قسم کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں:-

۱۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کس کا طریق سب سے زیادہ صحیح ہے تو ان میں اصح روایت ستر سال والی ہے جو امام بخاری نے حدیث باب میں ذکر فرمائی کیونکہ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

۲۔ یہ جواب بھی دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اقل المسافاۃ کا علم دیا پھر تدریجاً اس علم میں زیادتی کرتے گئے۔

۳۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس اختلاف کی بناء صائمین کے اختلاف پر مبنی ہو، روزے کے کمال صحت اور نقصان کے اعتبار سے کہ کچھ کا روزہ ہر اعتبار سے کامل ہوتا ہے اور بعض کا ناقص۔(۷)

۴۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں حدیث باب میں سبعین کا لفظ تکثیر کے لئے آیا ہے، یعنی عدد

---

(۱) الكامل لابن عدي (ج۲ ص)۔

(۲) مجمع الزوائد للهيثمي (ج۳ ص ۱۹٤)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) الجامع للترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل الصوم في سبيل اللّٰه، رقم (۱٦۲٤)۔

(۵) عمدة القاري (ج۳ ص ۱۳٤)۔

(٦) تهذيب تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر (ج۲ ص ٤۵۰)۔

(۷) عمدة القاري (ج۱٤ ص ۱۳۵)۔

کوئی سا بھی ہو مراد کثرت ہے، اسی کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی راجح قرار دیا ہے۔(۱)

تنبیہ

حدیث باب کو سہیل بن ابی صالح سے نقل کرنے میں ان کے تلامذہ کا اختلاف ہے، چنانچہ اکثر رواۃ نے حدیث باب کو سهيل بن أبي صالح، نعمان بن أبي عياش عن أبي سعيد الخدري کے طریق سے نقل کیا ہے جیسا کہ ہمارے پیش نظر حدیث میں ہے، لیکن امام شعبہ اسے "سهيل بن أبي صالح عن صفوان بن يزيد عن أبي سعيد" کے طریق سے نقل کرتے ہیں، جیسا کہ نسائی شریف (۲) میں آیا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ سہیل بن ابی صالح کے اس حدیث میں دو شیخ ہوں، نعمان بن ابی عیاش اور صفوان بن یزید۔(۳)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت بالکل واضح ہے۔(۴) ترجمہ میں صوم فی سبیل اللہ کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

۳۷ - باب : فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ ٱللهِ .

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب کے تحت اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔ اور "سبيـــل الله" سے مراد جہاد ہے، لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مناسب یہی ہے کہ اسے عام قرار دیا جائے، خواہ جہاد ہو یا کوئی اور عبادت، کیونکہ لفظ "سبيل الله" عام ہے۔(۵)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٤٨)۔

(۲) سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ثواب من صام يوما في سبيل الله عزوجل، رقم (٢٢٤٩)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٤٨)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٣٤)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٤)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٥)۔

٢٦٨٦ : حدّثني سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اَللهُ عَنْهُ[1] ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ في سَبِيلِ اللهِ ، دَعاهُ خَزَنَةُ الجَنَّةِ ، كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ : أَيْ فُلُ هَلُمَّ) . قالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا رَسُولَ اللهِ ، ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ) . [٣٠٤٤]

تراجم رجال

ا۔سعد بن حفص

یہ ابومحمد سعد بن حفص الطلحی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۲۔شیبان

یہ ابومعاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن النحوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۔یحیی

یہ ابوالنضر یحیی بن ابی کثیر الطائی الیمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔ابوسلمۃ

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، ابوسلمہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب صوم رمضان احتسابا من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۵۔ابوہریرہ

یہ جلیل القدر حافظ وفقیہ ومکثر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان،

---

(۱) قوله: "أبا هريرة رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في كتاب الصوم، باب الريان للصائمين۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين ......۔

(۳) شیبان اور یحیی کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب العلم، باب كتابة العلم۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۳۲۳)۔

باب أمور الإیمان" کے ذیل میں بیان کیے جاچکے ہیں۔(۱)

عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "من أنفق زوجین في سبیل اللّٰه دعاه خزنة الجنة، کل خزنة باب: أي فل، هلمّ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "جو آدمی دو چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اس کو جنت کے ہر دروازے کا دربان بلائے گا کہ اے فلاں! آؤ"

"زوج" کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور دو پر بھی، لیکن یہاں متعین طور پر ایک ہی مراد ہے۔(۲)

اور یہاں یہ بتلایا ہے کہ کوئی شخص کسی بھی نوع کی دو چیزیں یا دو مختلف انواع کی دو چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو جنت کے دروازوں کا ہر ایک دربان اسے بلائے گا کہ آؤ۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انفاق زوجین سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے پاس کسی نوع کی ایک چیز ہے اس کے ساتھ دوسری بھی ملائے اور اسے جوڑی بنائے، چنانچہ اگر اس کے پاس ایک درہم ہے تو ایک اور ملا کر دو کا انفاق کرے، اسی طرح ایک اسلحہ ہے تو جوڑی بنا کر انفاق کرے۔(۳)

"کل خزنة باب" میں قلب ہوا ہے یہ دراصل "خزنة کل باب" ہے۔(۴)

أی فل کی تحقیق نحوی

"أي فل" میں "أي" حرف نداء ہے اور فل کی اصل فلان ہے، بغیر ترخیم کے اس سے الف اور نون کو حذف کردیا گیا ہے، چنانچہ منادی ہونے کی صورت میں اسے "یا فل" پڑھا جاتا ہے۔(۵)

اور علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فل" فلان سے مرخم ہے، جیسے کہ حارث سے یاحارِ ہے۔(۶)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

(۲) فتح الباري (ج۶ص۴۹)۔

(۳) أعلام الحدیث (ج۲ص۱۳۷۳)۔

(۴) فتح الباري (ج۶ص۴۹)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۳۵)۔

(۶) أعلام الحدیث (ج۲ص۱۳۷۲)۔

لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مرخم نہیں ہے بلکہ ایک اور لغت ہے جس میں فلان کو نداء کے وقت فل کہتے ہیں، ورنہ اگر ترخیم کا قاعدہ اس میں جاری ہوا ہوتا تو یہ "یا فُلَا" ہوتا ہے، والأمر بعکس ذلك۔ (۱)

قال أبو بكر: يارسول الله، ذاك الذي لا توى عليه۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو وہ ہے جس کو کوئی خسارہ اور ضیاع نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس کو تو کسی قسم کے خسارے اور ہلاکت کا اندیشہ ہی نہیں ہوگا جس کو ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ ایک سے داخل نہ بھی ہوا تو دوسرے دروازے سے داخل ہو جائے گا۔ (۲)

توى يتوي توىً کے معنی ہلاک اور ضائع ہونے کے ہیں اور باب اس کا "ضرب" ہے چنانچہ اگر مال ضائع ہو جائے تو کہا جاتا ہے "توى المال"۔ (۳)

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "إني لأرجو أن تكون منهم۔"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ تم ان ہی میں سے ہوگے (جنہیں جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا)۔

اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت کا ذکر ہے اور اس کی تفصیل کتاب المناقب میں آئے گی۔

روایات کے درمیان تعارض اور اس کا حل

یہ حدیث کتاب الصوم میں بھی گذر چکی ہے، وہاں یہ ہے کہ ہر عمل والے کو اس کے اپنے اپنے دروازے سے بلایا جائے گا، چنانچہ اصحاب الصلاۃ کو صلاۃ والے دروازے سے، اصحاب الجهاد کو جہاد والے دروازے سے، اصحاب الصوم کو صوم والے دروازے (باب الریان) سے اور اصحاب النفقات کو صدقہ والے دروازے سے بلایا جائے گا۔ (۴)

لیکن باب کی روایت میں یہ آیا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ چنانچہ دونوں روایتوں میں صریح تعارض ہے۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٥)۔

(۲) أعلام الحديث (ج٢ ص١٣٧٢)۔

(۳) أعلام الحديث (ج٢ ص١٣٧٣)۔

(٤) صحيح البخاري (ج١ ص٢٥٤) كتاب الصوم، باب الريان للصائمين، رقم (١٨٩٧)۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعارض کے تین حل بیان فرمائے ہیں:

۱۔ باب کی روایت وہم ہے، چنانچہ کسی راوی حدیث سے سہو ہوگیا ہے اور اس طرح کی روایات میں یہی ظاہر ہے۔

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والا جنت میں داخل تو "بـــاب الـصـدقة" سے ہی ہوگا کیونکہ وہ اسی کے اہل سے ہے، کمافی روایۃ کتاب الصوم، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے اعزاز اور تکریم کے لئے جنت کے ہر دروازے کا دربان بھی اسے بلائے گا اور ان کی خواہش یہی ہوگی کہ یہ شخص اس کے دروازے سے جنت میں داخل ہو۔ كما في رواية الباب۔

۳۔ دونوں حدیثیں دومختلف اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں، چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصوم والی حدیث بیان کی، لیکن اس کے بعد آپ کو وحی کے ذریعے دوسری حدیث کے سلسلے میں بتایا گیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو بھی بیان کیا، اس لئے اب کوئی تعارض نہیں رہا۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ واضح ہے محتاج بیان نہیں۔(۲) انفاق فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے اور حدیث باب میں اسی کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

۲٦٨٧ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ : حَدَّثَنَا هِلَالٌ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ(۳) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قامَ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَقَالَ : (إِنَّمَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي ما يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ) . ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا ، فَبَدَأَ بِإِحْدَاهُما وَثَنَّى بِالْأُخْرَى ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ ، قُلْنَا : يُوحَى إِلَيْهِ ، وَسَكَتَ النَّاسُ كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرَ ، ثُمَّ إِنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّحَضَاءَ ، فَقَالَ : (أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا ، أَوَ خَيْرٌ هُوَ - ثَلَاثًا - إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِالْخَيْرِ ، وَإِنَّهُ كُلُّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ ما يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ ، إِلا آكِلَةَ الخَضِرِ كُلَّما أَكَلَتْ ، حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خاصِرَتَاهَا ، اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ، فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ ، وَإِنَّ هٰذَا المَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ ، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ ، وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْهُ بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالآكِلِ الَّذِي لَا يَشْبَعُ ، وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . [ر : ٨٧٩]

---

(١) صحيح البخاري بحاشية السندي (ج٢ ص ١٤٤)، دار المعرفة، بيروت۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٥)۔

(٣) قوله: "عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الجمعة، باب استقبال الناس الإمام، إذا خطب۔

تراجم رجال

ا۔محمد بن سنان

یہ ابوبکر محمد بن سنان باہلی بصری عوقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب العلم، باب من سئل علما وھو مشتغل في ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔فلیح

یہ فلیح بن سلیمان بن ابی المغیرہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۔ہلال

یہ ہلال بن علی بن اسامہ قرشی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں کے حالات بھی کتاب العلم کے مذکورہ بالا باب کے تحت بالترتیب گذر چکے ہیں۔(۲)

۴۔عطاء بن یسار

یہ ابومحمد عطاء بن یسار ہلالی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب کفران العشیر وکفر دون کفر" کے تحت بیان کئے جاچکے ہیں۔(۳)

۵۔ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکے۔(۴)

تنبیہ

حدیث کی مکمل تشریح کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الیتامی کے تحت گذر چکی ہے۔

---

(۱) کشف الباري (ج۳ص۵۳)۔

(۲) کشف الباري (ج۳ص۵۵ و ٦۲)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص۲۰٤)۔

(٤) کشف الباري (ج۲ص۸۲)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "فجعله في سبيل الله۔"(۱)

۳۸ - باب : فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ .

مقصد ترجمۃ الباب

یہاں ترجمۃ الباب کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو اجزاء ذکر فرمائے ہیں: ا۔ من جهز غازيا، ۲۔ خلفه بخير۔

پہلے جزء کی وضاحت یہ ہے کہ آدمی کسی آدمی کو سامان جہاد فراہم کرتا ہے، اسلحہ کا انتظام کرتا ہے اور زادِ راہ وغیرہ مہیا کرتا ہے۔

اور دوسرے جزء کی وضاحت یہ ہے کہ یا مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خیریت دریافت کرتا ہے، ان کی خیر وخبر لیتا ہے، ان کی ضروریات کا انتظام کرتا ہے، تو ان دو آدمیوں کو بھی مجاہد اور مقاتل فی سبیل اللہ جیسا ثواب ملتا ہے، یہی ترجمہ کا مقصد ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں افراد کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔(۲)

۲٦۸۸ : حدّثنا أبو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا الحُسَيْنُ قالَ : حَدَّثَني يَحْيَى قالَ : حَدَّثَني أبو سَلَمَةَ قالَ : حَدَّثَني بُسْرُ بْنُ سَعِيدٍ قالَ : حَدَّثَني زَيْدُ بْنُ خالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(۳): أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ جَهَّزَ غازِيًا في سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا ، وَمَنْ خَلَفَ غازِيًا في سَبِيلِ اللهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا) .

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۳٦)، وفتح الباري (ج٦ ص٤۹)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۳٦)۔

(۳) قوله: "زيد بن خالد رضي الله عنه": الحديث، أخرجه مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره، وخلافته في أهله بخير، رقم (٤۹۰۲)، وأبوداؤد، كتاب الجهاد، باب ما يجزئ من الغزو، رقم (۲۵۰۹)، والترمذي، فضائل الجهاد، باب ما جاء فيمن جهز غازياً، رقم (۱٦۲۸-۱٦۳۱)، والنسائي، كتاب الجهاد، باب فضل من جهز (۳۱۸۲) و (۳۱۸۳)، وابن ماجه، أبواب الجهاد، باب من جهز غازيا، رقم (۲۷۵۹)۔

تراجم رجال

۱۔ابو معمر

یہ عبداللہ بن عمر بن ابی الحجاج منقری رحمۃ اللہ علیہ ہیں ''مقعد'' کے لقب سے معروف ہیں، ان کے حالات ''کتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم علمه الكتاب'' کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔عبدالوارث

یہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی عنبری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ باب کے تحت بیان ہو چکے۔(۲)

۳۔حسین

یہ حسین بن ذکوان المعلم بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات ''كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه'' کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۴۔یحیی

یہ ابوالنضر یحیی بن ابی کثیر الطائی الیمامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔ابوسلمہ

یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات '' كتاب الإيمان، باب صوم رمضان إيمانا واحتسابا من الإيمان'' کے تحت نقل کئے جا چکے ہیں۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۳۵٦)۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص۳۵۸)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب العلم، باب كتابة العلم۔

(۵) كشف الباري (ج۲ص۳۲۳)۔

٦۔ بسر بن سعید

یہ بسر بن سعید المدنی مولی ابن الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۷۔ زید بن خالد

یہ مشہور صحابی حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم، إذا رأى مايكره" کے تحت گذر چکے۔(۲)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا، ومن خلف غازيا في سبيل الله فقد غزا"۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو اسباب جہاد مہیا کرے تو گویا اس نے خود جہاد کیا اور جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کے پیچھے اس کے گھر کی عمدہ طور پر خبر گیری کرے تو گویا اس نے خود جہاد کیا ہے۔

تجہیز سے کیا مراد ہے؟

تجہیز کے معنی کسی کو اسباب وسامان سفر مہیا کرنے کے ہیں، خواہ زیادہ ہو یا کم، حتی کہ کسی کو دھاگہ اور سوئی فراہم کرنا بھی اس میں داخل ہے، چنانچہ طبرانی (۳) نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما من أهل بيت لايغزو منهم غاز أو يجهز غازيا بسلك أو إبرة أو ما يعدلها من الورق أو يخلفه في أهله بخير إلا أصابهم الله بقارعة قبل يوم القيامة۔" (۴) کہ "کوئی بھی گھرانہ جس کا کوئی بھی فرد غزوے میں شرکت نہ کرے یا کسی غازی کی دھاگے، سوئی یا اس کے مساوی چاندی سے تیاری نہ کروائے یا اس کے اہل وعیال کی خبر گیری نہ کرے تو قیامت سے پہلے پہلے ہی اللہ تعالی اس کو کسی مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔"

---

(۱) ان کے حالات کتاب الصلوۃ، باب الخوخة والممر في المسجد" کے تحت گذر چکے ہیں۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص٥٤٤)۔

(۳) مجمع الزوائد (ج٥ ص٢٨٤)، وقال العيني (ج١٤ ص١٣٧): "وإسناده ضعيف"۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٧)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

لیکن یہاں ایک اشکال ہوتا ہے، وہ یہ کہ امام ابن ماجہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من جهز غازيا حتى يستقِلَّ كان له مثل أجره حتى يموت أو يرجع"۔(۱) کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے کسی غازی کو مکمل سامان واسباب سفر فراہم کیا، اس کے لئے اسی غازی کے مثل اجر ہوگا، یہاں تک کہ وہ غازی یا تو شہید ہوجائے یا لوٹ آئے"۔

حدیث بالا میں "یستقل" کے الفاظ ہیں اور استقلال کے معنی تو پوری تیاری کرانے کے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ صرف سوئی دھاگہ دے دینا بھی تجہیز ہے، درست نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو جواب ارشاد فرمائے ہیں:-

۱۔حدیث واثلہ بن الاسقع ضعیف ہے، اس لئے قابل احتجاج نہیں۔

۲۔اور اگر اس کی صحت تسلیم کرلی جائے تب یہ اس شخص کے حق میں وعید ہے جو سرے سے کسی بھی قسم کے سامان سے مجاہد کی مدد نہ کرے، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔(۲)

فقد غزا

تحقیق اس نے بھی جہاد کیا۔

ابوحاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کو بھی غازی کا اجر دیا جائے گا، اگرچہ حقیقۃً اس نے جہاد میں شرکت نہیں کی۔(۳) پھر ایک دوسرے طریق سے بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی: "......كتب له مثل أجره، غير أنه لاينقص من أجره شيء ......"۔(۴)

---

(۱) أخرجه الإمام ابن ماجه، أبواب الجهاد، باب من جهز غازيا، رقم (١٨٥٨)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٧)۔ وقد وردت أحاديث كثيرة في تجهيز الغازي وخلفه بخير، فمن أراد الاطلاع عليها فلينظر عمدة القاري (ج١٤ص١٣٧)۔

(۳) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (ج٨ص٧١)۔

(۴) حوالہ سابقہ (ج٨ص٧٢)، كتاب السير، ذكر البيان بأن المجهز إنما يأخذ كحسنات الغازي ......، رقم (٤٦١٤)۔

علامہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی فعل کو یا تو ایک ہی آدمی انجام دیتا ہے یا اس کے انجام دہی کے لئے ایک پوری جماعت کی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ اگر وہ فعل ایک جماعت کے انجام دینے سے پورا ہوتا ہو تو ان میں سے ہر شخص کو فاعل کا اجر حاصل ہوگا، خواہ وہ اس فعل میں خود شریک ہوا ہو یا کسی بھی طریقے سے اس میں معاونت کی ہو، جیسا کہ جہاد ہے، چنانچہ جہاد ایک ایسا امر ہے جس کے لئے مجاہدین کی ایک جماعت کی بھی ضرورت ہے جو کہ لڑے گی، اسی طرح ان کے لئے ایسے افراد کی بھی ضرورت ہوگی جو ان مجاہدین کی معاونت کریں اور ان کے پیچھے ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر بار کی خبر گیری اور دیکھ بھال کریں، اس لئے معاونت کرنے والا اور مجاہدین کے پیچھے ان کے گھر بار کی خبر گیری کرنے والا بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس نے قتال میں خود حصہ لیا اور جس نے کسی بھی طریقے سے اس مجاہد کی معاونت کی، یہ سب جہاد میں مشترک ہیں، اگرچہ اخلاص، سخاوت نفس، مال کے خرچ اور جان کی قربانی کے فرق سے ان کے اجر میں کمی یا زیادتی کے اعتبار سے اختلاف ہو۔(۱)

فائدہ

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفيه من الفقه أن كل من أعان مؤمناً على عمل بر فللمُعين عليه أجر مثل العامل، وإذا أخبر الرسول أن من جهز غزيا فقد غاز، فكذلك من فطَّر صائما أو قوّاه على صومه، وكذلك من أعان حاجّا(۲) أو معتمرا بما يتقوَّى به على حجه أو عمرته حتى يأتي ذلك على تمامه فله مثل أجره"۔ (۳)

"یعنی حدیث مذکور سے یہ فائدہ مستنبط ہوا کہ جو آدمی کسی مؤمن کی نیک کام میں مدد کرے گا تو اس معاون و ناصر کو اسی کے مثل اجر حاصل ہوگا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی

(۱) فیض الباري (ج۳ص۴۲۷)۔

(۲) إشارة إلى ماروا ه الرافعي، انظر تلخيص الحبير (ج٤ص١٠١)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ص٥١)۔

خبر دی کہ جس نے مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا تو گویا اس نے خود بھی جہاد کیا، اسی طرح جس نے کسی روزے دار کو افطار کرایا، یا روزے کے سلسلے میں اسے تقویت دی، اسی طرح جس نے حاجی یا معتمر کی اس چیز کے ساتھ مدد کی جس کے ذریعے وہ حج یا عمرے کو بتمامہ پورا کرنے پر قادر ہوا تو اس معین کو غزوے، صوم، حج یا عمرے کا اس کے برابر اجر دیا جائے گا''۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے، چنانچہ "من جهز غازيا" ترجمۃ الباب کے جزءاول کے مطابق اور "ومن خلف غازيا" اس کے جزء ثانی کے مطابق ہے۔(۱)

٢٦٨٩ : حدّثنا مُوسٰى : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَنَسٍ(٢) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ ، فَقِيلَ لَهُ ، فَقَالَ : (إِنِّي أَرْحَمُهَا ، قُتِلَ أَخُوهَا مَعِي) .

تراجم رجال

۱۔موسی بن اسماعیل

یہ ابوسلمہ موسی بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۳)

۲۔ہمام

یہ ہمام بن یحیی الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٦)۔

(٢) قوله: "أن أنس رضي الله عنه": الحديث أخرجه مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم سُليم رضي الله عنها ......، رقم (٦٣١٩)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٤٣٣)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے كتاب الوضوء، باب ترك النبي صلى الله عليه وسلم والناس الأعرابي ...... ۔

۳۔اسحاق بن عبداللہ

یہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری نجاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس، ومن رأى فرجة في الحلقة فجلس فيها" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۴۔انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۲)

أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يدخل بيتاً بالمدينة غير بيت أم سليم إلا على أزواجه۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے علاوہ اور اپنی ازواج کے علاوہ کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے گھروں کے علاوہ اگر کسی کے گھر جاتے بھی تو صرف ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جاتے اور کسی گھر نہیں جاتے تھے۔

دخول سے کیا مراد ہے؟

ابن التین اور امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں دخول سے مراد علی الدوام دخول ہے یعنی اکثر ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جایا کرتے تھے، ورنہ پیچھے یہ بات آچکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔(۳)

کثرت دخول کی علت اور وجہ

ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کثرت دخول کی وجہ یا تو یہ ہے کہ شہید ان کا سگا بھائی تھا یا یہ کہ ام

(۱) كشف الباري (ج۳ص)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)، وفتح الباري (ج٦ص٥١)۔

حرام رضی اللہ عنہا کی بنسبت ان کوغم زیادہ لاحق ہوا تھا۔(۱)

لیکن حافظ صاحب فرماتے ہیں اس تاویل کی ضرورت ہی نہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ام حرام رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں بھائی کی شہادت کا غم زیادہ تھا کیونکہ یہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتی تھیں۔ اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ دو بہنیں ایک گھر میں رہیں جب کہ گھر بڑا ہو، چنانچہ دخول کی نسبت کبھی ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف کردی گئی اور کبھی ام حرام رضی اللہ عنہا کی طرف۔(۲)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلیم -بضم السین وفتح اللام- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ سہلة، رملیة، رمیثة، ملیکہ، غمیصاء اور رمیصاء آپ کے نام گنوائے گئے ہیں۔(۳)

فقیل له

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم أقف علی اسم القائل"۔ (٤)

کہ "مجھے اس قائل کا نام معلوم نہ ہوسکا"

اور مطلب یہ ہے کہ آپ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں کثرت سے کیوں تشریف لے جاتے ہیں؟(۵)

فقال: "إني أرحمها قتل أخوها معي"۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس پر ترس کھاتا ہوں، اس کا بھائی میرے ہمراہ مقتول ہوا ہے"۔

یہ سائل کے سوال کا جواب اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں کثرت سے جانے کی علت ہے، کہ میں ام سلیم کے ہاں اس لئے بکثرت جایا کرتا ہوں کہ اس کا بھائی میرے ساتھ قتل ہوا ہے اور میں اس پر ترس کھاتے ہوئے اس کے غم کو

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(٢) فتح الباري (ج٦ص ٥١)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔ ان کے مزید حالات کے لئے دیکھئے کتاب العلم، باب الحیاء في العلم۔

(٤) فتح الملهم (ج٦ص ٥١)۔

(٥) شرح القسطلاني (ج٥ص٦٦)۔

کم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

ایک اشکال اوراس کے جوابات

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک اشکال پیش کیا ہے کہ کسی اجنبیہ کے پاس جانے کے لئے قتل اُخ کیونکر سبب وعلت بن سکتا ہے؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے علامہ کرمانی نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ اجنبیہ نہیں تھیں، بلکہ ان کی رضاعی یا نسبی خالہ تھیں، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مناسب یہی ہے کہ حدیث میں مذکور علت کو راجح قرار دیا جائے کہ میں اس پر ترس کھاتا ہوں۔(۲) اور رہی اجنبیہ کے پاس جانے کی بات تو "باب الدعاء بالجهاد والشهادة......" کے ذیل میں وہ گذر چکی ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، آپ کے لئے خلوہ بالاجنبیہ جائز تھی۔(۳)

اور "أخ" سے مراد حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ ہیں، یہ بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔(۴)

ایک سوال اوراس کا جواب

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ تو بئر معونہ میں شہید ہوئے ہیں اور بئر معونہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہیں تھے تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا: "قتل أخوها معي"؟

اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے جو سریہ بھیجا تھا بئر معونہ کی طرف، اس میں وہ شریک تھے اور اسی دوران وہ شہید ہوئے ہیں، لہذا معی: "أي مع عسكري أو على أمري وفي طاعتي" کے معنی میں ہے كما قال الحافظ ابن حجر، والعيني، والكرماني رحمة الله عليهم۔(۵)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۳۳)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٥١)۔

(۳) شرح القسطلاني (ج٥ص٦٦) وانظر أيضاً باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء...... من هذا الكتاب۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٥١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)، وشرح الكرماني (ج١٢ص١٣٣)۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا ایک تسامح

یہاں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تسامح ہوا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں "قتل أخوها معه في بعض حروبه، وأظنه يوم أحد" یعنی ''حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں مقتول ہوئے ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ غزوہ ''غزوہ احد'' تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ولم يصب في ظنه" یعنی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ گمان درست نہیں۔ (۱)

اور ان کی شہادت کا واقعہ ان شاء اللہ کتاب المغازی میں ''غزوۂ بئر معونہ'' کے تحت آئے گا۔ (۲)

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس قول میں ہے "أو خلفه في أهله" وہ اس طرح کہ مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی فضیلت یہاں عام ہے، خواہ اس کی حیات میں ہو، خواہ اس کی شہادت کے بعد، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی زیارت وخبر گیری ان کے دل کو تسلی دینے کے لئے فرماتے تھے اور اس تسلی کی علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان کی کہ اس کا بھائی میرے ہمراہ قتل ہوا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل میں مجاہد کی شہادت کے بعد اس کے اہل وعیال اور گھر بار کی دیکھ بھال ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق میں سے ہے''۔ (۳)

لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ اسکندرانی کے اس قول کو ''قیل'' سے تعبیر کیا اور فرمایا: "لا يخلو هذا عن بعض التكلف، ولكن له وجه أقرب من هذا ......"۔ (۴)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٥١)۔

(۲) كشف الباري كتاب المغازي (ص٢٦٥)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔

اور انہوں نے جس کو اقرب قرار دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی غازی کو اسباب جہاد مہیا کرنے اور اس کے پیچھے اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرنے میں غازی کا غایت اکرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی دی۔

تو ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی کی شہادت پر ان کی تسلی کے لئے بکثرت ان کے یہاں جانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب غازی میت کے اہل خانہ کا اکرام اچھی اور اجر والی بات ہے، تو غازی حی (زندہ) کے اہل خانہ کا اکرام بطریق اولی زیادہ اچھی اور اجر والی بات ہوگی۔(۱)

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لطیف توجیہ

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو ترجمۃ الباب کے ساتھ منطبق کرنے کے لئے ایک بالکل ہی الگ توجیہ ذکر فرمائی ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کے بھائی کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ جہاد کے لئے نکلتے ہوں ان کی اہل وعیال کی خبر گیری کرتی ہوں اور ان کی خلیفہ ہوں، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی ہے۔(۲)

۳۹ - بَاب : التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ.

"تحنط" کے معنی

"تحنط" باب تفعل سے مصدر ہے، اس کے معنی حنوط کرنے کے ہیں اور "حنوط" ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو میت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔(۱)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔

(۲) لامع الدراري (ج٧ص٢٢٢)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٨)۔

پھر ازہری فرماتے ہیں: "یدخل فیہ الکافور وذریرۃ القصب والصندل والأحمر والأبیض۔" کہ ''اس میں کافور، خوشبودار پاؤڈر اور سرخ وسفید صندل بھی داخل ہے''۔(۱)

جب کہ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے حنوط مُردوں کے ساتھ خاص ہے، زندوں کے استعمال میں آنے والی خوشبو کو "حنوط" نہیں کہا جاتا۔(۲)

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آدمی میدان جنگ میں جائے تو حنوط وغیرہ استعمال کر کے جائے۔(۳)

حنوط کے استعمال میں حکمتیں

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب میدان جہاد کا رخ کرے تو خوشبو وغیرہ استعمال کرے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ شہادت کے مرتبہ بلند سے سرفراز فرمائیں تو اس کو خوشبو کے ساتھ دفن کیا جائے گا اور جب اس کی اللہ جل جلالہ سے ملاقات ہوگی تو یہ پاک صاف اور خوشبودار ہوگا۔(۴)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سلف صالحین کی عادت اور طریقہ یہ تھا کہ جب وہ قتال کے لئے تیاری کرتے تو حنوط بھی استعمال فرماتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں قتل کے بعد ان کے جسم متغیر نہ ہو جائیں، کیونکہ وقت جنگ کا ہے اور جنگوں میں بسا اوقات دفن میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

چنانچہ قدیم زمانے میں اہل مصر اپنے مردوں کے اجسام پر مختلف قسم کی ادویہ ملا کرتے تھے، تاکہ ان کے جسم خراب نہ ہوں .... پھر یہ ادویہ ناپید ہوگئیں اور حنوط کا استعمال لوگوں میں باقی رہ گیا''۔(۵)

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۲ص۳۸۹)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدۃ القاري (ج١٤ص١٣٨)، والفتح (ج٦ص٥١)۔

(٤) لامع الدراري (ج٧ص٢٢٤)۔

(٥) فیض الباري (ج٣ص٤٢٩)۔

اور یہ بھی کہ یہ مسرت اور خوشی کا موقع ہے اور خوشی کے مواقع میں خوشبو استعمال کی جاتی ہے، اس لئے قتال کے موقع پر خوشبو استعمال کرنی چاہئے۔

نیز اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی اگر تیل وغیرہ بدن میں لگا کر جائے گا تو سستی نہیں ہوگی، بدن چاق و چوبند رہے گا، کافر اگر پکڑیں گے بھی تو ان کی گرفت اور پکڑ آسانی سے مضبوط نہیں ہوگی۔

٢٦٩٠ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ قالَ : وَذَكَرَ يَوْمَ اليَمَامَةِ قالَ : أَتَى أَنَسٌ[1] ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ ، وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهْوَ يَتَحَنَّطُ ، فَقَالَ : يَا عَمِّ ، ما يَحْبِسُكَ أَنْ لَا تَجِيءَ ؟ قالَ : الآنَ يَا ٱبْنَ أَخِي ، وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ ، يَعْنِي مِنَ الحَنُوطِ ، ثُمَّ جاءَ فَجَلَسَ ، فَذَكَرَ فِي الحَدِيثِ ٱنْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ ، فَقَالَ : هٰكَذَا عَنْ وُجُوهِنَا حَتَّى نُضَارِبَ الْقَوْمَ ، ما هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، بِئْسَ ما عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ . رَوَاهُ حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ .

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن عبدالوہاب

یہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالوہاب حجبی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۲۔خالد بن حارث

یہ ابو عثمان خالد بن حارث بن سلیم بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۳۔ابن عون

یہ عبداللہ بن عون بن ارطبان مزنی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: رب مبلغ أوعى من سامع" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

(۱) قوله: "أنس": الحديث، انفرد به البخاري، انظر تحفة الأشراف (ج۱ ص۱۲۲)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة۔

(٤) كشف الباري (ج۳ ص۲۲٤)۔

۴۔موسی بن انس

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، بصرہ کے قاضی موسی بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۵۔انس

یہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۶۔ثابت بن قیس

یہ خطیب الانصار، حضرت ثابت بن قیس بن شماس بن مالک بن امریء القیس المدنی رضی اللہ عنہ ہیں، ابومحمد اورابوعبدالرحمٰن ان کی کنیت ہے۔(۳)

ان کی والدہ محترمہ کا نام ہند الطائیہ ہے۔(۴) اور عبداللہ بن رواحہ اور عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہما ان کے ماں شریک بہن بھائی ہیں۔(۵)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے ان کے صاحبزادگان محمد، قیس اور اسماعیل، حضرت انس بن مالک اور ابن ابی لیلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ روایتِ حدیث کرتے ہیں۔(۶)

فضائل ومناقب

ان کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں، چنانچہ ان کو "خطیب الرسول صلی الله علیه وسلم" سے یاد کیا جاتا

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب المکاتب، باب المکاتب ونجومه، وفي کل سنة نجم......۔

(۲) کشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(۳) تهذیب الکمال (ج٤ ص٣٦٨)، والثقات لابن حبان (ج٣ ص٤٣)۔

(٤) سیر أعلام النبلاء (ج١ ص٣٠٩)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، تهذیب الکمال (ج٤ ص٣٦٩)۔

ہے، جس طرح کے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو "شاعر الرسول صلی اللہ علیه وسلم" کہا جاتا ہے۔(۱)

چنانچہ امام زہری (۲) سے مروی ہے کہ بنوتمیم کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اوران کا خطیب کھڑا ہوا اوراس نے اپنی قوم کی بعض چیزوں کوفخریہ انداز میں پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے کہا "قم فأجب خطیبهم" یہ کھڑے ہوئے اور انتہائی بلاغت وفصاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمان بہت ہی خوش ہوئے۔

یہ غزوہ احد سمیت اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔(۳)

جب کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں وہم ہوا کہ پہلے تو حافظ صاحب نے تہذیب التہذیب میں یہ فرمایا :"شهد بدرا والمشاهد کلها" (۴) لیکن اصابہ میں اس کی تردید کردی، لکھتے ہیں:"لم یذکره أصحاب المغازي في البدریین، وقالوا: أول مشاهده أحد، وشهد مابعدها"۔(۵)

اورراجح یہی ہے کہ یہ بدری صحابی نہیں۔(۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قال کان ثابت بن قیس بن شماس خطیب الأنصار، فلما نزلت هذه الآیة: ﴿یاأیها الذین آمنوا لاترفعوا أصواتکم فوق صوت النبي﴾، قال: أنا الذي کنت أرفع صوتي فوق صوت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فأنا من أهل النار، فذُكِر ذلك لرسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: بل هو من أهل الجنة"۔(۷)

---

(۱) أسد الغابة (ج۱ص۴۵۱)۔

(۲) السیرة النبویة لابن هشام (ج۲ص۵۶۲)، وسیر أعلام النبلاء (ج۱ص۳۱۲)، والطبقات الکبری (ج۱ص۲۹۴)۔

(۳) أسد الغابة (ج۱ص۴۵۱)، والإستیعاب (ج۱ص۱۲۵)۔

(۴) تهذیب التهذیب (ج۲ص۱۲)۔

(۵) الإصابة (ج۱ص۱۹۵)۔

(۶) تهذیب الکمال(ج۴ص۳۷۱)۔

(۷) رواه البخاري، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم (۳۶۱۳)، وکتاب التفسیر، باب ﴿یاأیها الذین آمنوا لاترفعوا أصواتکم فوق صوت النبي﴾، رقم (۴۸۴۶)، ورواه مسلم، کتاب الإیمان، باب مخافة المؤمن أن یحبط عمله، رقم (۳۱۴-۳۱۷)۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصار کے خطیب تھے، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿یا أیها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبي﴾، تو کہنے لگے میں ہی وہ ہوں جو اپنی آواز کو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند کرتا ہے، تو میں اہل جہنم میں سے ہوں، اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو فرمایا: بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں''۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"نعم الرجل أبوبکر، نعم الرجل عمر، نعم الرجل أبو عبیدة بن الجراح، نعم الرجل أسید بن حُضیر، نعم الرجل ثابت بن قیس بن شماس، نعم الرجل معاذ بن جبل، نعم الرجل معاذ بن عمرو بن الجموح"۔ (۱)

''بہترین آدمی ابوبکر ہیں، بہترین آدمی عمر ہیں، بہترین آدمی ابوعبیدہ بن جراح ہیں، بہترین آدمی اسید بن حضیر ہیں، بہترین آدمی ثابت بن قیس بن شماس ہیں، بہترین آدمی معاذ بن جبل ہیں، بہترین آدمی معاذ بن عمرو بن جموح ہیں''۔ (رضي الله عنه أجمعین)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک مرتبہ فرمایا:

"یا ثابت، أما ترضی أن تعیش حمیداً، وتقتل شهیدا، وتدخل الجنة"۔ (۲)

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو تین چیزوں کی بشارت دی: ۱۔ ان کی زندگی اچھی گذرے گی۔ ۲۔ وہ شہادت کے مرتبہ بلند سے سرفراز ہوں گے۔ ۳۔ اور جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ہوا بھی اسی طرح جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، راوی کہتے ہیں: "فعاش حمیدا، وقتل شهیدا یوم مسیلمة الکذاب"۔ (۳)

---

(۱) رواه الترمذي عن أبي هريرة رضي الله عنه، أبواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل ......، وحسّنه، رقم (۳۷۹۵)، والحاكم في المستدرك (ج۳ص۲۳۳و۲۶۸)، والتاريخ الكبير للبخاري (ج۱ص۱۶۷)۔

(۲) رواه الحاكم في مستدركه وصححه الذهبي في تلخيصه (ج۳ص۲۳٤)، وإسناده قوي، لكنه مرسل كما قاله الحافظ في الفتح (ج۶ص۶۲۱)۔

(۳) المستدرك للحاكم (ج۳ص۲۳٤)۔

شہادت

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق شہادت سے سرفراز ہوئے، چنانچہ جنگ یمامہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی اس میں آپ انصار کے امیر تھے اور اسی میں یہ خوب بہادری سے لڑنے کے بعد شہید ہوئے۔ (۱) اور اسی واقعہ کو حدیث باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

امام حاکم نے مستدرک (۲) میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۳) میں، علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب (۴) میں اور علامہ ابن الاثیر الجزری نے اسد الغابہ (۵) میں ان سے متعلق ایک عجیب واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب اور بنو حنفیہ کے خلاف جو لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ترتیب دیا تھا اس میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، جب دونوں لشکروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا تو اس میں مسلمانوں کو پسپائی ہوئی، اس طرح تین مرتبہ ہوا، چنانچہ حضرت ثابت اور حضرت سالم مولی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما نے یہ صورت حال دیکھی تو ان سے برداشت نہ ہوا اور فرمانے لگے: "ما هكذا كنا نقاتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم" اور ان حضرات نے ایک گڑھا زمین میں کھودا اور اس میں اپنے کو مقید کر کے لڑنے لگے یہاں تک کہ دونوں حضرات شہید ہو گئے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۶) نے انہیں خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ جب میں گذشتہ کل شہید ہوا تھا تو مسلمانوں کا ایک آدمی میرے پاس سے گذرا اور میری زرہ نکال کر

---

(۱) أسد الغابة (ج۱ص ٤٥١)، والإستيعاب (ج۱ص ۱۲٥)، والمستدرك (ج۳ص ۲۳۳)۔

(۲) المستدرك للحاكم (ج۳ص ۲۳٥)۔

(۳) المعجم الكبير للطبراني (ج۲ص ۷۰)، رقم (۱۳۲۰)۔

(٤) الإستيعاب (ج۱ص ۱۲٥)۔

(٥) أسد الغابة (ج۱ص ٤٥۲)۔

(٦) وأفاد الواقدي أن رائي المنام هو: بلال المؤذن۔ فتح الباري (ج٦ص ٥۲)۔

لے گیا، وہ لشکر کے آخر میں ہے اور وہاں اس آدمی کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا چر رہا ہے، اس نے زرہ کے اوپر اسے چھپانے کے لئے کچھ پتھر ڈال دیئے ہیں اور ان پتھروں پر کجاوہ ڈال رکھا ہے۔ پھر خواب ہی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میری زرہ برآمد کروائیں۔

پھر فرمایا کہ جب مدینہ منورہ تمہاری واپسی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا، انہیں بتانا کہ فلاں کا میرے اوپر اتنا قرض ہے اور فلاں پر میرے اتنے پیسے ہیں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔(۱) فرمایا کہ تم اسے جھوٹا خواب مت سمجھنا کہ پھر میری یہ ساری باتیں ضائع ہو جائیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے فوراً بعد جاگ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے آ کر خواب بیان کیا۔ چنانچہ انہوں نے زرہ کے متعلق جہاں کا بتایا تھا وہیں وہ پائی گئی اور صورتحال بعینہ وہی تھی جو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب میں ذکر کی۔ اور پھر جب مدینہ واپسی ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلقہ امور کا ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت نافذ فرمائی۔

اور یہ ان کی خصوصیت ہے، چنانچہ راوی فرماتے ہیں: "فلا نعلم أحداً بعد ما مات أنفذ وصيته غير ثابت بن قيس بن شماس رضي الله عنه"۔(۲)

حرہ کی جنگ میں ان کے تین بیٹے شہید ہوئے۔(۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابوداود اور امام نسائی رحمہما اللہ نے "اليوم والليلة" میں ان سے احادیث لی ہیں۔(۴)

اور بخاری میں ان کی صرف ایک ہی روایت ہے۔(۵)

قال: وذكر يوم اليمامة۔

فرماتے ہیں: یمامہ کی جنگ کے دن کا ذکر کیا۔

---

(۱) قال الحافظ: "وسمى الواقدي في كتاب الردة من وجه آخر من أوصي بعتقه وهم: سعد وسالم۔ حوالہ بالا۔

(۲) وانظر أيضا لهذه القصة مجمع الزوائد (ج۹ص۳۲۲)، والإصابة (ج۱ص۱۹۵)۔

(۳) سير أعلام النبلاء (ج۱ص۳۱۳)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٤ص۳۷۱)۔

(٥) خلاصة الخزرجي (ص٥٧)۔

بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں واو کے ساتھ "وذکر" ہے اور واو حالیہ ہے، جب کہ حموی کے نسخے میں بغیر واو کے "ذکر" ہے۔(۱)

یمامہ

یمامہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو مراحل کے فاصلے پر واقع ہے، اس مقام پر تاریخ اسلام کی مشہور جنگ "حرب الیمامۃ" لڑی گئی، یہ ربیع الاول بارہ ہجری کا واقعہ ہے، ایک طرف مسلمان تھے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا دفاع کرنے آئے تھے، دوسری طرف مسیلمہ کذاب اور بنو حنفیہ کے وہ لوگ تھے جو مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت پر ایمان لائے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا، یمامہ کے مقام پر ان دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوا، سخت لڑائی کے بعد حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اور ابودجانۃ سماک بن حرب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسیلمہ جہنم رسید ہوا اور اس کے اکیس ہزار آدمی تہہ تیغ ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے تقریباً پانچ سو افراد شہید ہوئے۔(۲) جن میں ستر انصاری صحابی تھے۔(۳)

قال: أتى أنس ثابت بن قيس، وقد حسر عن فخذيه۔

حضرت موسی بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے درآنحالیکہ وہ اپنی دونوں رانیں کھولے ہوئے تھے۔

انس فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع اور ثابت مفعولیت کی بناء پر منصوب ہے۔(۴)

اور "وقد حسر ......" جملہ حالیہ ہے، واو حال کے لئے ہے۔(۵) اور حسر کے معنی کشف کے ہیں اور یہ باب ضرب سے ہے۔(۶)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٩)، وفتح الباري (ج٦ ص٥١)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٩)، وانظر أيضاً البداية والنهاية (ج٦ ص٣٢٣-٣٢٧)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤١)۔

(۴) عمدة القاري (ج١٤ ص١٣٩)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(۶) حوالہ بالا۔

ران ستر ہے یا نہیں؟

حدیث کے جملے "وقد حسر عن فخذيه" سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فخذ ستر نہیں ہے، ورنہ اگر فخذ ستر میں داخل ہوتا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اس سے کپڑا نہ ہٹاتے۔

چنانچہ ظاہریہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو فخذ کے ستر ہونے کے قائل نہیں انہوں نے حدیث باب سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔(۱)

اب اگر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا مسلک وہی ہے جو ظاہریہ کا ہے یعنی فخذ (ران) ستر میں داخل نہیں تو حدیث باب کی توجیہ کی ضرورت ہی نہیں۔(۲)

اور اگر ان کا مذہب وہ نہیں جو ظاہریہ کا ہے تو علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب کی توجیہ یہ فرمائی "وقد علم ذلك بإخباره، لا أنه رآه حاسرا فخذيه" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کشف فخذ کا علم ان کے بتانے سے حاصل ہوا، نہ کہ انہوں نے انہیں ستر کھولے ہوئے دیکھا۔(۳)

اور مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث باب کی توجیہ یہ نقل فرمائی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا "یاعم، مایحبسك أن لا تجيء؟" پھر حضرت ثابت دروازے پر آئے اور انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے پھر جہاد کے لئے چل دیئے۔(۴)

مطلب یہ ہوگا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اندر داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ دروازے پر ہی کھڑے ہو کر انہوں نے بات کی، اب یہ لازم ہی نہیں آتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو رانوں کو کھولے ہوئے دیکھا ہو۔

اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں فخذ کے عورت اور ستر نہ ہونے کی کوئی دلیل ہی نہیں

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٥٢)، ولامع الدراري (ج٧ص٢٢٤)۔

(۲) تعليقات لامع الدراري (ج٧ص٢٢٤)۔

(۳) لامع الدراري (ج٧ص٢٢٤)۔

(٤) تقرير الجنجوهي على الصحيحين (ص٧١)۔

ہے، کیونکہ فعل صحابی مختلف فیہ مسئلے میں حجت نہیں۔(۱)

وهو يتحنط، فقال: يا عم، ما يحسبك أن لاتجيء؟

درآنحالیکہ وہ حنوط لگانے میں مشغول تھے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اے چچا! آپ کو کیا چیز روک رہی ہے کہ آپ نہیں آرہے؟

"هو يتحنط" کا جملہ بھی حالیہ ہے۔ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے، اسی طرح ان کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا اس لئے انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چچا کہہ کر مخاطب کیا۔(۲)

علامہ ابن الاثیر مبارک الجزری رحمۃ اللہ علیہ "وهو يتحنط" کی تشریح میں فرماتے ہیں: "أي يستعمل الحنوط في ثيابه عند خروجه إلى القتال؛ كأنه أراد بذلك الاستعداد للموت، وتوطين النفس عليه بالصبر على القتال"۔(۳) یعنی "وہ قتال کے لئے نکلتے ہوئے اپنے کپڑوں میں حنوط (خوشبو) لگا رہے تھے، گویا ان کا مقصد اس سے موت کی تیاری اور قتال کے وقت نفس کو صبر پر ثابت قدم رکھنا تھا۔"

"أن لاتجيء" کے اعراب کی تحقیق

اس میں دو اعراب ہیں ایک نصب، دوسرا رفع۔

نصب کی صورت میں "ألا" مشددہ ہے اور لا زائدہ ہے، اس لئے "تجيء" منصوب ہوگا۔

رفع کی صورت میں "ألا" میں لام مخففہ ہے اس لئے مرفوع ہوگا۔(۴)

قال: الآن يا ابن أخي، وجعل يتحنط۔ يعني من الحنوط۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھتیجے! ابھی نکلتا ہوں اور دوبارہ حنوط لگانے میں مشغول ہوگئے۔

"يعني من الحنوط" کے الفاظ تفسیر یہ ہیں کہ حدیث میں جو "يتحنط" وارد ہوا ہے وہ حنوط سے مشتق ہے۔ اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہوجائے کہ یہ "حنطة" سے مشتق ہے۔(۵)

---

(۱) فيض الباري (ج۳ص ۴۲۹)، وانظر أيضاً التعليقات على فيض الباري المسمى البدر الساري۔

(۲) فتح الباري (ج۶ص ۵۱)، وعمدة القاري (ج۱۴ص ۱۳۹)۔

(۳) النهاية في غريب الحديث و الأثر (ج۱ص ۴۵۰)۔

(۴) شرح الكرماني (ج۱۲ص ۱۲۴)، وعمدة القاري (ج۱۴ص ۱۳۹)۔

(۵) فتح الباري (ج۶ص ۵۲)۔

اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیری جملے کی وجہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کوئی اس لفظ میں تصحیف کرکے اسے حناطۃ سے نہ مشتق قرار دیدے۔(۱) جس کے معنی گندم فروشی کے ہیں۔(۲)

ثم جاء فجلس، فذكر في الحديث انكشافا من الناس۔

پھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ آئے، پس بیٹھ گئے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو میں لوگوں کے بھاگنے کا ذکر کیا۔

یعنی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بیٹھ گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے لوگوں کے اپنی جگہوں کے چھوڑ دینے کا ذکر کیا اور یہ کہ مسلمانوں میں شکست کے آثار پیدا ہورہے ہیں۔(۳)

فقال: هكذا عن وجوهنا حتى نضارب القوم۔

تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے سامنے سے ہٹو، تاکہ ہم دشمن پر حملہ کرسکیں۔

"هكذا عن وجوهنا" کے معنی ہیں "افسحوا لي" یعنی مجھے راستہ دو اور میرے سامنے سے ہٹو۔(۴)

جب کہ علامہ کرمانی اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے اس جملے کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے اور معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ہمارے اور دشمن کے لوگ آپس میں مل گئے ہیں اور ہم دشمن کو بلا حائل مارنے کے قابل ہوگئے ہیں۔(۵)

ما هكذا كنا نفعل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب ہوتے اس طرح نہیں کرتے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے تو صف اول اپنی جگہ نہیں

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۳٤)۔

(۲) القاموس الوحيد (ص۳۸۳)، مادة "حنط"۔

(۳) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۳٤)، وشرح القسطلاني (ج٥ص٦۷)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٥۲)۔

(٥) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۳٤)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱٤۰)۔

چھوڑتی تھی بلکہ اپنی جگہ ڈٹی رہتی تھی اور صف ثانی اس کی مدد کرتی۔(۱)

بئسما عودتم أقرانكم۔

تم نے اپنے حریف کو بری عادت ڈال دی ہے۔

اکثر کی روایت میں اسی طرح ہے، جب کہ مستملی کی روایت میں "عودكم أقرانكم" آیا ہے، پہلی صورت میں "أقرانكم" منصوب ہوگا اور مستملی کی روایت کے مطابق مرفوع ہوگا۔(۲)

"أقران" قِرن کی جمع ہے اور قِـرن -بكسر القاف و سكون الراء- کے معنی مقابل یا شجاعت میں نظیر کے ہیں اور بفتح القاف وسكون الراء ہو تو معنی ہم عمر کے ہیں۔(۳)

اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا مقصد اس قول سے شکست کھانے والوں کو توبیخ کرنا ہے، کہ تم نے اپنے مقابل کو بری عادت ڈالی دی، تم فرار ہونے لگے، جس کی وجہ سے دشمن تم میں دلچسپی لینے لگا۔(۴)

یا تمہارے ساتھیوں نے تم کو پیچھے ہٹ جانے کی بری عادت ڈال دی، جو تمہارے لئے مضر اور تمہارے دشمن کے لئے مفید ہے۔

فقہ الحدیث

حدیث باب سے کئی فوائد مستنبط ہوتے ہیں:-

۱۔اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنا درست اور جائز ہے اور اس معاملے میں شدت بھی اختیار کی جاسکتی ہے اور اگر رخصت پر قادر ہو تو اس پر عمل نہ کرنا بھی صحیح ہے۔(۵)

۲۔میت کے لئے خوشبو لگانا سنت ہے، کیونکہ موت کے بعد میت کا واسطہ فرشتوں سے پڑے گا۔(۶)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱۳٤)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٥٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٠)، و شرح الكرماني (ج١٢ص١٣٤)۔

(۳) حوالہ بالا، ومختار الصحاح (ص٥٣٢) مادة "قرب"۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٥٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٠)۔

(٥) شرح ابن بطال (ج٥ص٥٢)۔

(٦) حوالہ بالا (ص۵۳)۔

۳۔ نیز حدیث باب میں جنگ سے فرار ہونے والوں کے لئے سخت توبیخ بیان کی گئی ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث باب کی ترجمۃ الباب کے ساتھ **مطابقت** "وهو يتحنط" اور "وجعل يتحنط يعني من الحنوط" میں ہے۔(۲)

رواه حماد عن ثابت عن أنس۔

حماد نے اس حدیث کو "عن ثابت عن أنس" کے طریق سے روایت کیا ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو تعلیق ذکر کی ہے اس کو ابن سعد (۳)، طبرانی (۴)، حاکم (۵)، اور برقانی رحمہم اللہ تعالی نے اپنی مستخرج میں موصولا ذکر کیا ہے۔(۶)

مذکورہ تعلیق کا مقصد

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق کے ذریعے اصل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اگرچہ حماد کی روایت موسی بن انس کی روایت سے اتم واکمل ہے، لیکن انہوں نے موسی بن انس کی مختصر حدیث ذکر کی اور اصل حدیث کی طرف تعلیقاً اشارہ کردیا۔(۷)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٩)۔

(۳) كذا قاله الحافظ في الفتح (ج٦ص٥١)، ولكن لم أجده مع تتبعي الشديد عند ابن سعد۔

(٤) المعجم الكبير للطبراني (ج٢ص ٦٥)، رقم (١٣٠٧)۔

(٥) المستدرك للحاكم (ج٣ص٢٣٥)، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب ثابت بن قيس ......۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ص١٣٩)، وفتح الباري (ج٦ص٥٢)، وتغليق التعليق (ج٣ص٤٣٦)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص٥٢)۔

٤٠ - باب : فَضْلِ الطَّلِيعَةِ .

طلیعة کا مطلب

"طلیعة" لشکر کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو انتظامات اور تحقیق احوال کے لئے لشکر کے آگے بھیجا جاتا ہے، یہ اسم جنس ہے، چنانچہ یہ حصہ مختصر بھی ہوسکتا ہے اور بڑا بھی، ایک آدمی پر بھی مشتمل ہوسکتا ہے اور دو پر بھی۔(۱)

مقصد ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں طلیعة کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں کہ اس عمل کی بڑی فضیلت ہے، اس لئے اگر کسی کو یہ ذمے داری دی جائے تو اسے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔(۲)

٢٦٩١ : حدَّثنا أَبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(۳) قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . يَوْمَ الْأَحْزَابِ . قالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قالَ : (مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . قالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا ، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ) . [٢٦٩٢ ، ٢٨٣٥ ، ٣٥١٤ ، ٣٨٨٧ ، ٦٨٣٣]

---

(١) فتح الباري (ج٦ص٥٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤١)، والنهاية في غريب الحديث (ج٣ص١٣٣)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٤١)۔

(٣) قوله: "عن جابر رضي الله عنه" : الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج١ص٣٩٩)، كتاب الجهاد والسير، باب هل يبعث الطليعة وحده؟ رقم (٢٨٤٧)، و(ج١ص٤٢٠)، باب السير وحده، رقم (٢٩٩٧)، و(ج١ص٥٢٧)، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب الزبير بن العوّام رضي الله عنه، رقم (٣٧١٩)، و(ج٢ص٥٩٠)، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، رقم (٤١١٣)، و(ج٢ص١٠٧٨)، كتاب أخبار الآحاد، باب بعث النبي صلى الله عليه وسلم، رقم (٧٢٦١)، ومسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، رقم (٦٢٤٢)، والترمذي، كتاب المناقب، باب ما جاء في مناقب الزبير بن العوّام رضي الله عنه، باب قوله صلى الله عليه وسلم كالذى قبله مع قصة فيه، رقم (٣٧٤٥)، وابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل الزبير رضي الله عنه، رقم (١٢٢)۔

تراجم رجال

۱۔ابونعیم

یہ مشہور محدث ابونعیم الفضل بن دُکین کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان

یہ امام حدیث، تبع تابعی،ابوعبداللہ سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکے ہیں۔(۲)

۳۔محمد بن منکدر

یہ محمد بن منکدر بن عبداللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔جابر

یہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من يأتيني بخبر القوم؟" يوم الأحزاب۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا کہ میرے پاس قوم کی خبر کون لائے گا؟

قوم سے مراد یہاں بنوقریظہ کے یہودی ہیں اور یوم الاحزاب سے غزوۂ خندق مراد ہے،اس غزوے میں قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب بھی مسلمانوں سے جنگ کے لئے آئے تھے اور مدینہ منورہ کے یہودیوں نے اس معاہدے کو توڑ دیا تھا جو ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا اور قریش کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف مل گئے تھے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۶۶۹)۔

(۲) حوالہ بالا (ص۲۷۸)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب صب النبي صلى الله عليه وسلم وضوء ه على المغمى عليه۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجين ......۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۴۱)۔

قال الزبير: أنا، ثم قال: "من يأتيني بخبر القوم؟" قال الزبير: أنا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ قوم کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر نے کہا میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مرتبہ ترغیب دی؟

حدیث باب کے ظاہر سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سوال و جواب دو مرتبہ ہوا اور دونوں بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام پیش کیا۔

لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ:

• "قال وهب بن كيسان: أشهد لسمعت جابر بن عبد الله رضي الله عنه يقول: لما اشتد الأمر يوم بني قريظة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من يأتينا بخبرهم؟" فلم يذهب أحد، فذهب الزبير، فجاء بخبرهم، ثم اشتد الأمر أيضاً، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "من يأتينا بخبرهم؟" فلم يذهب أحدٌ فذهب الزبير، ثم اشتد الأمر أيضا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "من يأتينا بخبرهم؟" فلم يذهب أحد، فذهب الزبير، فجاء بخبرهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن لكل نبي حواريا، وإن الزبير حواريَّ"۔ (۱)

"حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ بنو قریظہ کی جنگ میں جب معاملہ سخت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے پاس ان کی خبر کون لائے گا؟" لیکن کوئی بھی نہیں گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گئے، ان کی خبر لے کر آئے۔ پھر معاملے نے دوبارہ شدت اختیار کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہمارے پاس ان کی خبر کون لائے گا؟" لیکن کوئی بھی نہیں گیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی گئے، پھر معاملے نے سہ بارہ شدت اختیار کی تو نبی کریم ﷺ

---

(۱) سنن النسائي الكبرى (ج۵ص۲٦٤) كتاب السير، باب ذهاب الطليعة وحده، رقم (ج۳ص۸۸٤۳)۔

نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے پاس ان کی خبر کون لائے گا؟'' تو کوئی بھی نہیں گیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی گئے، ان کی خبر لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تحقیق ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں''۔

چنانچہ اس روایت میں یہ مذکور ہوا کہ سوال وجواب تین مرتبہ ہوا ہے اور بخاری کی روایت میں اختصار ہے، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفيه أن الزبير توجه إليهم ثلاث مرات"۔(۱)

ترغیب ایک ہی جگہ دی گئی یا مختلف جگہوں پر؟

اسی طرح حدیث باب کے ظاہر سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دینے کا عمل ایک ہی مقام پر ہوا ہے، کہ آپ کسی مقام پر تشریف فرما تھے اور صحابہ سے پوچھ رہے تھے کہ ''من يأتيني بخبر القوم؟''

لیکن یہ درست نہیں بلکہ یہ تین مقامات میں ہوا ہے کہ آپ نے تین مختلف مقامات پر سوال کیا اور تینوں مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے اور اپنے کو پیش کیا، چنانچہ سنن نسائی ہی کی وہ روایت جو ہم نے ابھی ذکر کی، اس پر دلالت کر رہی ہے۔(۲)

بنو قریظہ کی خبر لانے کے لئے کونسے صحابی گئے تھے؟

علامہ سراج الدین بن الملقن رحمۃ اللہ علیہ نے التوضیح میں اپنے استاذ حافظ فتح الدین یعمری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اشکال یہاں نقل کیا ہے کہ اہل مغازی کے ہاں تو یہ مشہور ہے کہ خبر لینے کے لئے جس آدمی کو بھیجا گیا تھا وہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ تھے اور یہاں بخاری کی روایت میں ذکر ہے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا؟

۱۔ دونوں روایات میں تطبیق کے لئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ واقعہ ایک وقت کا ہو اور دوسرا واقعہ دوسرے وقت کا، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہے کہ اصل میں یہ علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں،

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۵ص۶۷)۔

(۲) لامع الدراري (ج۷ص۲۲۷)۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بھی، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تو اس بات کی تحقیق کے لئے روانہ فرمایا تھا کہ آیا بنو قریظہ نے نقض عہد کیا ہے یا نہیں؟ اور قریش کے ساتھ انہوں نے ساز باز کر لی ہے یا نہیں؟ اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ یہ کام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سپرد کیا گیا تھا۔

جہاں تک حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے واقعے کا تعلق ہے تو اس کا قصہ یہ ہے کہ جب کفار کا محاصرہ غزوہ خندق میں مسلمانوں پر تنگ ہو گیا اور مختلف قومیں ان پر جھپٹ پڑیں، پھر بعد میں ان جماعتوں اور اقوام میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر قوم دوسری قوم سے ڈرنے لگی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدید آندھی بھیجی اور صورت حال دگرگوں ہو گئی، اس وقت آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مشرکین کی حالت معلوم کر کے آؤ۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''سخت آندھی اور سردی تھی اور رات کا وقت تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم صحابہ سے فرمایا: "ألا رجل يأتيني بخبر القوم، جعله الله معي يوم القيامة؟" یہ آپ علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا، لیکن کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "قم، يا حذيفة، فائتنا بخبر القوم"۔ ساتھ ہی آپ نے فرما دیا تھا کہ کسی کو مارنا نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اتنی سخت سردی تھی کہ جانا مشکل تھا، لیکن آپ کے حکم سے جب میں چلا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میں گرم حمام میں ہوں اور سردی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس کے بعد پھر میں مذکورہ مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) اپنی کمر سینک رہے ہیں، مجھے خیال آیا کہ بہترین موقع ہے، میں ان کو ختم کر دوں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آ گئی کہ کسی کو نہ مارنا تو میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ جب میں وہاں سے واپس آیا اور وہ کام پورا ہو گیا جو مجھے سونپا گیا تھا تو اتنی سردی لگی کہ اس کی انتہاء نہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر میرے اوپر ڈال دی اور میں سو گیا اور پھر جب نماز صبح کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا "قم يا نومان" اے بہت سونے والے! اٹھو''(۱)

جب یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں تو تعارض کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(۲)

---

(۱) الحديث أخرجه مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب، رقم (٤٦٤٠)۔

(۲) فتح الباري (ج۷ص۴۰۷)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اور دیگر صحابہ کا سکوت

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "من يأتيني بخبر القوم؟" فرمایا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر اصحاب نے لبیک کیوں نہیں کہا اور خاموش کیوں رہے حالانکہ وہ تو آپ کے لئے جان تک قربان کردیتے تھے؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے مختلف جوابات ارشاد فرمائے ہیں:۔

۱۔ اگرچہ طلیعہ کی فضیلت اپنی جگہ ہے، لیکن صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو چھوڑنا گوارا نہ کیا، ممکن ہے حالات کی نزاکت کے پیش نظر آپ سے جدا ہونا پسند نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاضرین صحابہ میں سے ہر ایک نے جواب اور لبیک کہنا چاہا ہو، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جواب میں پہل کر گئے ہیں تو وہ حضرات چپ رہے۔

۳۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ان مواقع ثلاثہ میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ تھے، بلکہ کچھ تھوڑے ہی تھے، اس لئے ممکن ہے اس خطاب کے مخاطب کچھ ہی لوگ ہوں، سارے نہ ہو۔(۱)

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن لكل نبي حوارياً، و حواري الزبير"۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کے لئے ایک (خاص) حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے"۔

حواری کے معنی

حواری کے معنی خاص مددگار اور ناصر کے ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھیوں کو قرآن کریم میں "الحواريون" (۲) سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے خاص بندے اور مددگار ساتھی تھے۔ اس کی اصل "تحوير" ہے، جس کے معنی تبییض کے ہیں، چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے یہ دوست

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲۲۸، ۲۳۰)۔

(۲) الصف/۱۴۔

یا شاگرد دھوبی تھے اس لئے انہیں "حواریون" کہا گیا۔(۱)

علامہ ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"التحویر: التبییض، و الحواریون: القصّارون؛ لأنهم کانوا قصارین، ثم غلب حتی صار کل ناصر و کل حمیم حواریا"۔(۲)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حواری کہنے کی وجہ

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث باب سے معلوم ہوا جو شخص دشمن کے احوال معلوم کرنے جائے اسے ناصر سے موسوم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو"حواری" کہا ہے، اس تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ فرمایا ﴿من أنصاري إلی الله قال الحواریون نحن أنصار الله﴾ تو سوائے حواریین کے کسی اور نے لبیک نہیں کہا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ دریافت فرمایا "من یأتیني بخبرهم؟" تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی نے لبیک نہیں کہا، اسی لئے آپ علیہ السلام نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریین سے تشبیہ دی اور ان کے نام سے موسوم کیا۔(۳)

پھر جب یہ بات ثابت اور واضح ہوگئی کہ طلیعہ کو ناصر کہا جاسکتا ہے تو اس کا ثواب بھی وہی ہے جو مقاتل مدافع کا ہے۔(۴)

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے۔(۵) کہ باب میں طلیعہ کی فضیلت کا ذکر ہے اور حدیث میں اسی کا بیان ہے۔

---

(۱) عمدۃ القاري (ج۱٤ص۱٤۱)۔

(۲) لسان العرب (ج٤ص۲۱۹-۲۲۰)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ص۵۳)۔

(۴) حوالہ بالا (ص۵۴)۔

(۵) عمدۃ القاري (ج۱٤ص۱٤۱)۔

٤١ – باب : هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ طلیعہ کے طور پر ایک آدمی کو بھیجنا بھی صحیح ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور جواب استفہام محذوف ہے یعنی "یجوز بعثه وحده"۔(۱)

٢٦٩٢ : حدّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا(۲) قَالَ : نَدَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ – قالَ صَدَقَةُ : أَظُنُّهُ – يَوْمَ الخَنْدَقِ . فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ، ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ ، فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ، ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ . فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا . وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ) . [ر : ٢٦٩١]

تراجم رجال

۱۔ صدقہ

یہ ابوالفضل صدقۃ بن الفضل المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔ ابن عیینہ

یہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ بن ابی عمران کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پہلی حدیث کے تحت(۴) اور مفصل حالات "کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٢)۔

(۲) قوله: "جابر بن عبد الله رضي الله عنهما": الحديث، مر تخريجه في الباب السابق۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل۔

(٤) کشف الباري (ج١ص٢٣٨)۔

(٥) کشف الباري (ج٣ص١٠٢)۔

۳۔ابن المنکدر

یہ محمد بن منکدر بن عبداللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔ جابر بن عبداللہ

یہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔(۲)

قال: ندب النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم الناس۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آواز دی۔

ندب باب نصر سے ہے، اس کا مصدر ندبا ہے، اس کے معنی کسی کو بلانے اور برانگیختہ کرنے ہیں۔(۳)

قال صدقة: أظنه یوم الخندق۔

صدقہ راوی کہتے ہیں مجھے خیال ہوتا ہے کہ جنگ خندق کا دن تھا۔

یعنی صدقہ بن الفضل جو اس حدیث میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بلانا جنگ خندق کے دن تھا، ان کو یہاں شک ہو رہا ہے، لیکن یہی روایت امام حمیدی نے اپنی مسند میں ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے، اس میں بغیر شک کے "یوم الخندق" ہے۔(۴)

فانتدب الزبیر۔

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے لوگوں کو آواز دی اور برانگیختہ کیا تو اس آواز کا جواب صرف حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دیا۔

"انتدبه الأمر" کے معنی کسی کے بلاوے پر جواب دینے کے ہیں۔(۵)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب صب النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم وضوءہ علی المغمی علیه۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے "کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین من القبل والدبر۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٤۲) ومصباح اللغات (ص۸٦۳) مادة "ندب"۔

(٤) المسند للحمیدي (ج۲ ص٥۱٦)۔

(٥) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٤۲)، ومصباح اللغات (ص۸٦۳) مادة "ندب"۔

حدیث باب سے یہ فائدہ مستنبط ہوا کہ آدمی کے لئے اکیلے سفر کرنا جائز ہے اور اس بارے میں جونہی وارد ہوئی ہے وہ کسی ضروری حاجت کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔(۱)

اس سلسلہ کی مزید تفصیلات انشاء اللہ "باب السیر وحدہ" کے تحت آئیں گی۔

اور حدیث باب سے متعلقہ دیگر ابحاث گذشتہ باب کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تنہا دشمن کی جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ طلیعہ میں ایک آدمی کو بھیجنا بھی جائز ہے۔

٤٢ - باب : سَفَرِ الِاثْنَيْنِ

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتلا رہے ہیں کہ دو آدمیوں کا ایک ساتھ سفر کرنا جائز اور درست ہے۔(۲)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں جس کو امام ابوداود (۳)، ترمذی (۴) اور دیگر حضرات (۵) نے روایت کیا ہے، چنانچہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مرفوعا منقول ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الراکب شیطان، و الراکبان شیطانان، والثلاثۃ رکب"۔ کہ اس روایت میں دو آدمیوں کے یا اکیلے آدمی کے تنہا سفر کی ممانعت آئی ہے۔ لیکن یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قابل استدلال نہیں، اس لئے وہ بتاتے ہیں کہ دو

---

(١) فتح الباري (ج٦ص٥٣)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٢)، وفتح الباري (ج٦ص٥٣)۔

(٣) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرجل يسافر وحده، رقم (٢٦٠٧)۔

(٤) سنن الترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في كراهية أن يسافر الرجل وحده، رقم (١٦٧٤)۔

(٥) رواه الإمام مالك بن أنس أيضا في الموطأ (ج٢ص٩٧٨)، في الاستئذان، باب ما جاء في الوحدة في السفر، رقم (٣٥)۔

آدمی بھی سفر کریں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں اور دلیل میں ترجمۃ الباب کے تحت حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے۔(۱)

رہی وہ سنن کی حدیث تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ حدیث بھی صحیح الاسناد ہے، ابن خزیمہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما (۲) نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔(۳)

اس لئے اس روایت کو سرے سے رد تو نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ خاص حالات پر محمول ہے، امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "الراکب شیطان والراکبان شیطانان......" میں اکیلے یا دو آدمیوں کے ایک ساتھ سفر کی جو نہی اور زجر وارد ہوا ہے وہ بطور ادب ہے، کیونکہ اکیلا آدمی وحشت اور تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے، اس لئے یہ نہی تحریمی نہیں ہے کہ یہ سفر حرام ہو، چنانچہ اکیلا آدمی جب جنگل سے گزرے گا یا اسی طرح جو تن تنہا خالی گھر میں رات گذارے گا وہ وحشت سے مامون نہیں ہو سکتا، خصوصاً جب کہ اس کا دل کمزور اور خیالات پراگندے ہوں۔

اور اس بارے میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ لوگ اس بارے میں مختلف ہیں، کوئی گھبرا جاتا ہے اور کوئی بالکل نہیں ڈرتا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ جو نہی وارد ہوئی ہے وہ حسما للمادۃ ہے اور یہ نہی اس صورت کو شامل نہیں جب واقعی کوئی حاجت یا ضرورت پیش آ جائے۔(۴)

اس مسئلہ میں مزید تفصیل انشاء اللہ "باب السیر وحدہ" کے تحت آئے گی۔

۲٦۹۳ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ، عَنْ خالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ مالِكِ بْنِ الحُوَيْرِثِ[5] قالَ : انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ . فَقَالَ لَنَا ، أَنَا وَصَاحِبٌ لِي : (أَذِّنَا وَأَقِيمَا . وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا) . [ر : ٦٠٢]

---

(١) فتح الباري (ج٦ص٥٣)۔

(٢) المستدرك للحاكم (ج٣ص١٠٢)، كتاب الجهاد، باب التشديد في السفر بدون الثلاث ۔

(٣) الحديث أخرجه الحاكم وصححه (ج٢ص١٠٢)، كتاب الجهاد، باب التشديد في السفر بدون الثلاث۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٥٣-٥٤)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٢)۔

(٥) قوله: "عن مالك بن الحويرث": الحديث، مر تخريجه في كتاب الأذان، باب من قال: ليؤذن في السفر مؤذن واحد۔

تراجم رجال

۱۔احمد بن یونس

یہ احمد بن عبداللہ بن یونس تمیمی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، لیکن دادا کی نسبت سے یعنی ''احمد بن یونس'' سے مشہور ہے، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔ابوشہاب

یہ ابوشہاب موسی بن نافع الحناط رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔خالد الحذاء

یہ مشہور محدث ابوالمنازِل خالد بن مہران حذاء بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم علمه الكتاب" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۴۔ابوقلابہ

یہ مشہور تابعی عبداللہ بن زید جرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۴)

۵۔مالک بن الحویرث

یہ صحابی رسول حضرت مالک بن الحویرث ابوسلیمان رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب تحريض النبي صلى الله عليه وسلم وفد عبد القيس على أن يحفظوا الإيمان......" کے تحت گذر چکے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحج، باب التمتع والقران.....

(۳) كشف الباري (ج۳ص۳٦۱)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص۲٦)۔

(٥) كشف الباري (ج۳ص۵۰۸)۔

تنبیہ

یہ حدیث بمع تشریحات "کتاب الأذان" میں گذر چکی ہے۔

اس حدیث کوترجمۃ الباب کے تحت ذکر کرنے کا مقصد

ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ذکر فرما کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے اور ان کے ساتھی سے مذکورہ بالا ارشاد اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب ان حضرات نے اپنی قوم کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ کی اس جازت سے دو آدمیوں کے سفر کے جواز پر استدلال کیا جائے گا۔(۱)

امام داودی کی غلط فہمی اور اس کی وضاحت

ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام داودی نے ترجمۃ الباب کے الفاظ سے یہ سمجھا ہے کہ امام بخاری یہاں سفر یوم الإثنین (یعنی پیر کے دوسفر) کو بیان کررہے ہیں۔ پھر امام بخاری پر اعتراض کر دیا کہ یہاں تو حدیث میں یوم الإثنین کے سفر کا کوئی تذکرہ ہی نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهذا ليس بشيء؛ لأنه لم يرد به إلا سفر الرجلين؛ لأنه تقدم ذكر سفر الرجل وحده، ثم أتبعه ببيان سفر الرجلين، ولو نظر متن الحديث لوضح له بخلاف قوله، وسفر يوم الإثنين إنما هو مذكور في حديث الثلاثة الذين تخلفوا عن تبوك، قال كعب: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب أن يسافر يوم الإثنين ويوم الخميس"۔ (۲)

"یعنی ان کا یہ اعتراض کچھ بھی قابل توجہ نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٥٣)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٢)۔

سے صرف دو آدمیوں کے سفر کا بیان ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے اکیلے شخص کے سفر کا بیان ہو چکا، پھر اس کے بعد دو کے سفر کو ذکر فرمایا۔ اگر داودی متن حدیث کو دیکھتے تو ان کو اپنے اعتراض کے برخلاف معلوم ہوتا۔

رہا سفر یوم الاثنین تو وہ ان تین صحابہ کی حدیث میں مذکور ہے جو غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو سفر کرنا پسند فرماتے تھے"۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ واضح ہے۔(۱) کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کو آپ نے سفر کی اجازت دی تھی جس سے دو آدمیوں کے سفر کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔

٤٣ – باب : الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتلا رہے ہیں کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت قائم رہے گی۔ اور یہاں انہوں نے اپنی عادت کے موافق حدیث کے الفاظ کو ترجمۃ بنایا ہے۔(۲)

اور اس ترجمے کے تحت انہوں نے تین حدیثیں ذکر فرمائی جن میں پہلی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

٢٦٩٤ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا[۳] قَالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) .
[٣٤٤٤]

---

(۱) حوالہ بالا (ص۱۴۳)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ص٥٤)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٣)، وكشف الباري (ج١ص١٦٨)۔

(٣) قوله: "عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج١ص٥١٤)، كتاب المناقب، باب بعد=

تراجم رجال

ا۔عبداللہ بن مسلمۃ

یہ عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب قعنبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔مالک

یہ امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس الاصبحی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔نافع

یہ ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر اصبحی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکے۔(۲)

۴۔عبداللہ بن عمر

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۳)

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت تک کے لئے خیر وابستہ ہے"۔

=باب سؤال المشركين أن يريهم ......، رقم (٣٦٤٤)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة، رقم (٤٨٤٥)، والنسائي، كتاب الخيل، باب فتل ناصية الفرس، رقم (٣٦٠٣)، وابن ماجه، أبواب الجهاد، باب ارتباط الخيل في سبيل الله، رقم (٢٧٨٧)۔

(١) كشف الباري (ج٢ ص٨٠)۔ وأيضا انظر لترجمة مالك بن أنس: كشف الباري (ج١ ص٢٩٠)۔

(٢) كشف الباري (ج٢ ص٢٧١)۔

(٣) كشف الباري (ج١ ص٦٣٧)۔

خیل سے کیا مراد ہے؟

یہاں خیل سے وہ گھوڑے مراد ہیں جو جہاد کے لئے رکھے جائیں اوران سے قتال کیا جائے۔اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو چارابواب بعدآرہی ہے کہ "الخیل لثلاثة"۔(۱)

چنانچہ مسند احمد میں حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

"الخيل في نواصيها الخير معقود إلى يوم القيامة، فمن ربطها عُدّة في سبيل الله، وأنفق عليه احتسابا كان شبعها وجوعها وريها وظمؤها وأرواثها وأبوالها فلاحٌ في موازينه يوم القيامة"۔(۲)

"یعنی گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ قیامت تک کے لئے خیر وبرکت وابستہ ہے، چنانچہ جس نے ان کواللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار کیا ہواورثواب کی نیت رکھتے ہوئے ان پرخرچہ کیا ہوتو ان کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، ان کا سیراب ہونا، پیاسا رہنا، ان کی لید اوران کا پیشاب قیامت کے دن اس کے ترازو میں کامیابی ہوگا"۔

اورخیل کواس لئے ذکر فرمایا کہ یہ آلہ جہاد ہے اورتخصیص بالذکر کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں اس سے بڑا آلۂ جہاد اورکوئی نہیں تھا، ورنہ مقصود خیل کی تعیین نہیں ہے، بلکہ جہاد کی فضیلت کو بیان کرنا ہے کہ جہاد میں امت مسلمہ کے لئے خیر ہی خیر ہے۔(۳)

نواصی کا مطلب اوراس کی مراد

نواصي ناصية کی جمع ہے،اس کے معنی پیشانی کے ہیں،لیکن یہاں حدیث میں ناصية سے وہ بال مراد ہیں جوگھوڑے کی پیشانی پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔(۴)

اوربعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ناصیہ گھوڑے کی پوری ذات سے کنایہ ہے، چنانچہ عرب کے لوگ کہتے ہیں

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٥٥)، وعمدة القاري (ج١٤ص٢٧٣)۔

(۲) مسند أحمد (ج٦ص٤٥٥)۔

(۳) فيض الباري (ج٣ص٤٣٠)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٥٥)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٣)۔

"فلان مبارك الناصية" اوراس سے مراد پورا انسان یا ذات لیتے ہیں۔(۱)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بعید قرار دیا ہے کہ ناصیہ سے پوری ذات مراد لی جائے کیونکہ باب کی تیسری حدیث میں یہ معنی صحیح نہیں قرار پاتے، نیز فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:"قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوي ناصية فرسه بإصبعه ويقول......"(۲) اور پوری حدیث ذکر کی اس لئے عین ناصیہ ہی مراد ہے۔

اوراس کی تخصیص بالذکر کی وجہ یہ ہے کہ ناصیۃ گھوڑے کا اگلا حصہ ہے اوراس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ حدیث میں بیان کردہ فضیلت جب ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ گھوڑے کے ذریعے اقدام علی العدو کیا جائے، بخلاف پچھلے حصے کے کیونکہ اس میں ادبار کا اشارہ پایا جاتا ہے۔(۳)

الخیر سے کیا مراد ہے؟

الخیر سے مراد اجر اور غنیمت ہے، جیسا کہ اگلے باب کی حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجر اور غنیمت کو خیر قرار دیا ہے، فرماتے ہیں "الخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيامة: الأجر والمغنم"۔(۴) اور "الأجر والمغنم" کے الفاظ یا تو خیر سے بدل ہیں یا مبتدا محذوف کی خبر ہیں "أي هو الأجر والمغنم"۔(۵)

اور مسلم شریف کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہاں جریر عن حصین کی روایت میں ہے قالوا: بم ذاك يا رسول الله؟ قال: "الأجر والمغنم"۔(۶)

اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں "خیر" سے مراد مال ہے، چنانچہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ جو مال گھوڑوں کو تیز دوڑانے سے حاصل ہو وہ سب سے بہترین اور طیب مال ہے، کیونکہ عرب مال کو خیر کہتے ہیں، اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿كتب عليكم إذا حضر أحدكم الموت إن

(۱) حوالہ بالا۔وشرح الکرماني (ج۱۲ص۱۳۶)، وابن بطال (ج۵ص۵۷)۔

(۲) صحيح مسلم (ج۲ص۱۳۲)، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل وأن الخير معقود بنواصيها، رقم (۴۸۴۷)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ص۵۵-۵۶)۔

(۴) صحيح البخاري (ج۱ص۳۹۹) كتاب الجهاد، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، رقم (۲۸۵۲)۔

(۵) فتح الباري (ج۶ص۵۵)۔

(۶) صحيح مسلم (ج۲ص۱۳۲)، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل وأن الخير معقود بنواصيها، رقم (۴۸۵۰)۔

ترك خيراً﴾ (۱) أي: "مالاً"۔ (۲)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ''التمہید'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں گھوڑوں کے حاصل کرنے کی ترغیب ہے اور یہ کہ گھوڑے تمام جانوروں سے افضل ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا ارشاد اور کسی جانور کے لئے سوائے گھوڑے کے نقل نہیں ہوا، چنانچہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گھوڑے کی تعظیم ہے، اس کے حصول پر ترغیب ہے اور اس بات کی تحریض ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے ان کو تیار کر کے باندھ کر رکھا جائے، کیونکہ یہ جہاد کے قوی آلات میں سے ہے، چنانچہ یہ گھوڑا جس کو جہاد کے لئے تیار کیا جائے وہی ہے جس کی پیشانی میں خیر ہے''۔ (۳)

نسائی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب سے زیادہ گھوڑے پسند تھے۔ (۴)

تنبیہ

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ذکر کی ہے اس میں ''معقود'' کا لفظ نہیں ہے، موطا کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ (۵) کہ اس میں "معقود" کا لفظ نہیں ہے، لیکن اسماعیلی نے یہی روایت عبداللہ بن نافع عن مالک کے طریق سے نقل کی، اس میں یہ لفظ موجود ہے، اسی طرح بخاری ہی میں علامات النبوۃ کے تحت یہ حدیث "عن عبيدالله أخبرني نافع عن ابن عمر رضي الله عنه" (۶) کے طریق سے مروی ہے، اس میں بھی ''معقود'' کا لفظ موجود ہے لیکن یہ صرف کشمیہنی کی روایت میں ہے۔ (۷)

---

(۱) البقرة/ ۱۸۰۔

(۲) أعلام الحديث للخطابي (ج۲ ص۳۷٤)۔

(۳) التمهيد (ج١٤ ص٩٦)۔

(٤) سنن النسائي (ج۲ ص۱۲۲) كتاب الخيل، باب حب الخيل، رقم (۳٥٩٤)۔

(٥) الموطا للإمام مالك بن أنس، كتاب الجهاد، باب ما جاء في الخيل ......، رقم (٤٤)۔

(٦) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب بعد باب سؤال المشركين أن يريهم ......، رقم (٣٦٤٤)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ ص٥٤)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت بالکل واضح ہے۔(۱) اور وہ خیر کا گھوڑوں کی پیشانی سے وابستہ ہونا ہے، اسی کا ترجمہ میں ذکر ہے اور یہی حدیث کا مضمون ہے۔

باب کی دوسری حدیث حضرت عروۃ بن الجعد رضی اللہ عنہ کی ہے۔

٢٦٩٥ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ أَبِي السَّفَرِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الجَعْدِ(٢) ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) .

قالَ سُلَيْمانُ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الجَعْدِ . تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ ، عَنْ هُشَيْمٍ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الجَعْدِ . [٢٦٩٧ ، ٢٩٥١]

تراجم رجال

۱۔ حفص بن عمر

یہ حفص بن عمر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔ شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث ابو بسطام شعبہ بن الحجاج عتکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات ”کتاب

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٣)۔

(۲) قوله: "عن عروة بن الجعد": الحديث، أخرجه البخاري أيضا(ج١ ص٣٩٩)، كتاب الجهاد، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، رقم (٢٨٥٢)، و(ج١ ص٤٤٠) كتاب فرض الخمس، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: أحلت لكم الغنائم، رقم (٣١١٩)، و(ج١ ص٥١٤) كتاب المناقب، باب بعد باب سؤال المشركين أن يريهم ......، رقم (٣٦٤٣)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل ......، رقم (٤٨٤٩، ٤٨٥٠)، والترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في فضل الخيل، رقم (١٦٩٤)، والنسائي، كتاب الخيل، باب فتل ناصية الفرس، رقم (٣٦٠٤-٣٦٠٧)، وابن ماجه، أبواب التجارات، باب اتخاذ الماشية، رقم (٢٣٠٥)، و أبواب الجهاد، باب ارتباط الخيل في سبيل الله، رقم (٢٧٨٦)۔

(۳) ان کے حالات کے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل۔

الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔حصین

یہ حصین بن عبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔ابن ابی السفر

یہ عبداللہ بن ابی السفر سعید ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے ذیل میں آ چکے۔(۳)

۵۔الشعبی

یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ باب کے تحت آ چکے ہیں۔(۴)

۶۔عروۃ بن الجعد

یہ عروۃ بن ابی الجعد البارقی الأزدی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے، کوفہ کے رہنے والے تھے۔(۵)

جبکہ علامہ شاطبی اور علامہ ابن عبدالبر رحمہما اللہ کا خیال یہ ہے کہ یہ عروہ بن عیاض بن ابی الجعد ہیں اور اپنے دادا کی طرف ان کا نسب مشہور ہے۔(۶)

اور بارق قبیلۂ ازد کی ایک شاخ ہے اور بارق حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ کا لقب ہے اور ان کا نام سعد بن عدی بن حارثہ ہے اور بارق ایک پہاڑ کا نام ہے، اس کے قریب حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ نے اقامت اختیار کی تھی، چنانچہ اس کی طرف نسبت کی بناء پر وہ بارق کہلانے لگے۔(۷)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۶۷۸)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الأذان بعد ذهاب الوقت۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص۶۷۸)۔

(٤) کشف الباري (ج۱ص۶۷۹)۔

(٥) تهذیب الکمال (ج۲۰ص۵)، تهذیب الأسماء واللغات للنووي (ج۱ص۳۳۱)۔

(٦) الإصابة (ج۲ص٤٧٦)، والإستیعاب (ج۲ص۲۸)۔

(٧) طبقات ابن سعد (ج٦ص٣٤)، وتهذیب الکمال (ج۲۰ص۵)، وتهذیب الأسماء (ج۱ص۳۳۱)۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے شبیب بن غرقدہ، امام شعبی، عیزار بن حریث، ابولبید لُمازہ بن زبار جہضمی، قیس بن ابی حازم، ابواسحاق سبیعی، سماک بن حرب، نعیم بن ابی ہند اور دیگر بہت سے محدثین روایت حدیث کرتے ہیں۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا اور ان کے ساتھ سلیمان بن ربیعہ کو بھی کر دیا تھا، یہ واقعہ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی مقرر کیے جانے سے پہلے کا ہے۔(۲)

شام وغیرہ کی فتوحات میں یہ بھی شامل تھے، پھر وہیں رہنے لگے، بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ روانہ ہونے کی ہدایت فرمائی۔(۳) چنانچہ ان کا شمار محدثین کے ہاں اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔(۴)

گھوڑوں سے ان کو بڑی محبت تھی، شبیب بن غرقدہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس میں نے ستر گھوڑے دیکھے، جو سب کے سب جہاد کے لئے تیار رکھے گئے تھے۔(۵)

ایک مرتبہ انہوں نے ایک گھوڑا خریدا، جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی۔(۶)

ان سے کل تیرہ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔(۷)

تنبیہ

حدیث عروہ بن الجعد رضی اللہ عنہ کی تشریح گذشتہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تحت گذر چکی ہے۔

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال (ج۲۰ ص٥و٦)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۲۰ ص٦)، وتهذيب التهذيب (ج۷ ص۱۷۸)۔

(۳) الإصابة (ج۲ ص٤٧٦)۔

(٤) الإستيعاب (ج۲ ص۲۸)۔

(٥) طبقات ابن سعد (ج٦ ص٣٤)، وتهذيب الأسماء للنووي (ج۱ ص۳۳۱)، وصحيح البخاري (ج۱ ص٥١٤) كتاب المناقب، باب بعد باب سؤال المشركين أن يريهم......، رقم (٣٦٤٣)۔

(٦) أسد الغابة (ج٤ ص٢٦)۔

(٧) تهذيب الأسماء للنووي (ج۱ ص۳۳۱)۔

قال سلیمان: عن شعبة عن عروة بن أبی الجعد۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستخرج" میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الکبیر" (۱) میں اور امام نسائی نے اپنی "سنن" میں (۲) موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳)

مذکورہ تعلیق کا مقصد

اس تعلیق کا مقصد یہ ہے کہ سلیمان بن حرب نے اس سند میں عروہ کے والد کے نام میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ حفص بن عمر تو عروہ کے والد کا نام جعد قرار دیتے ہیں، جبکہ سلیمان بن حرب ان کے والد کا نام ابی الجعد کہتے ہیں۔ (۴)

اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبہ سے روایت کرنے والے اکثر حضرات نے ان کے والد کا نام "الجعد" بتلایا ہے، سوائے سلیمان بن حرب اور ابن عدی کے۔ (۵)

صحیح کیا ہے؟

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال علي بن المديني: من قال فيه: عروة بن الجعد فقد أخطأ، وإنما هو عروة بن أبي الجعد قال: وكان غندر يهم فيه، فيقول: عروة بن الجعد"۔ (٦)

"علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے ان کو عروہ بن الجعد کہا اس نے غلطی کی،

---

(١) المعجم الكبير (ج١٧ص١٥٥)، رقم (٣٩٧)۔

(٢) سنن النسائي، كتاب الخيل، باب فتل ناصية الفرس، رقم (٣٦٠٥و ٣٦٠٧)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ص٥٤)۔

(۴) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٤)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٥٤)۔

(٦) الإستيعاب (ج٢ص٢٨)، وتعليقات تهذيب الكمال (ج٢٠ص٦)۔

وہ تو عروہ بن ابی الجعد ہیں۔ فرماتے ہیں: اور غندر کو ان کے بارے میں وہم ہوا کرتا تھا، چنانچہ وہ ان کو عروہ بن الجعد کہتے تھے"۔

اور علامہ ابن عبدالبر (۱)، حافظ ابن حجر (۲)، حافظ جمال الدین المزی (۳)، امام طبرانی (۴) اور خود امام بخاری (۵) رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے صنیع سے بھی اس بات کی تایید ہوتی ہے کہ درست اور صحیح "عروة بن أبي الجعد" ہے، نہ کہ "عروة بن الجعد"۔

ایک تنبیہ

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت "قال سليمان: عن شعبة عن عروة بن أبي الجعد" سے یہ مغالطہ اور شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ امام شعبہ حضرت عروہ سے روایت کر رہے ہیں، حالانکہ شعبہ نے حضرت عروہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا اس عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ شعبہ نے اپنی روایت میں عروۃ بن ابی الجعد لفظ "اب" کے اضافے کے ساتھ (۶) ذکر کیا ہے، عروۃ بن الجعد نہیں کہا۔

تابعه مسدد عن هشيم عن حصين عن عروة بن أبي الجعد۔

مسدد نے "هشيم عن حصين عن عروة بن أبي الجعد" کے طریق سے سلیمان کی متابعت کی ہے۔

مذکورہ عبارت کا مقصد

اس عبارت کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ امام بخاری کے شیخ مسدد بن مسرہد نے بھی لفظ "أب" کی زیادتی میں سلیمان کی متابعت و ہمنوائی کی ہے۔ (۷)

(۱) الإستيعاب (ج۲ص۲۸)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٥٥)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج۲۰ص٥)۔

(٤) المعجم الكبير (ج۱۷ص١٥٤)۔

(٥) التاريخ الكبير (ج۷ص۳۱)، رقم (۱۳۷)، وانظر أيضا للمزيد فتح الباري (ج٦ص٥٥)۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٤)۔

(۷) حوالہ بالا۔

باب کی تیسری حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔

۲۶۹۶ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ(۱) رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (الْبَرَكَةُ في نَوَاصِي الخَيْلِ) . [۳٤٤٥]

تراجم رجال

ا۔ مسدد

یہ مسدد بن مسرہد بن مسربل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ یحیی

یہ یحیی بن سعید بن فروخ القطان تمیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه" کے تحت آ چکے۔(۲)

۳۔ شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۳)

۴۔ ابو التیاح

یہ ابو التیاح یزید بن حمید بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لاينفروا" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

---

(۱) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً (ج۱ص۵۱٤) كتاب المناقب، باب بعد باب سؤال المشركين أن يريهم النبي صلى الله عليه وسلم آية ......، رقم (۳٦٤۵)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل، وأن الخير معقود بنواصيها، رقم (٤۸۵٤)، والنسائي، كتاب الخيل، باب بركة الخيل، رقم (۳٦۰۱)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص٦۷۸)۔

(٤) كشف الباري (ج۳ص۲٦۱)۔

۵۔انس بن مالک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه" کے تحت آچکے۔(۱)

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "البرکة في نواصي الخیل"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت رکھی ہوئی ہے"۔

"في نواصي الخیل" کس سے متعلق ہے؟

یہاں جو "في نواصي الخیل" جار ومجرور ہے اس کا متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ نے نازلة یا تنزیل کو قرار دیا ہے، چنانچہ اسماعیلی نے "عاصم بن علي عن شعبة" کے طریق سے یہ روایت نقل کی اور اس کے الفاظ یہ ہیں "البرکة تنزل في نواصي الخیل"۔(۲)

ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت "البرکة" میں ہے کیونکہ برکت عین خیر ہی ہے۔(۳)

فائدہ

باب کے تحت ذکر کردہ حدیث مبارک تقریباً بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔(۴)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۴)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٥٥) وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٩)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٤)۔

(٤) لامع الدراري (ج٧ص٢٢٩)، وهم: "ابن عمر، وعروة، وأنس، وجرير، وسلمة بن نفيل، وأبو هريرة، وعتبة بن عبد، وجابر، وأسماء بنت يزيد، وأبو ذر، والمغيرة، وابن مسعود، وأبو كبشة، وحذيفة، وسوادة بن الربيع، وأبو أمامة، وغريب المليكي، والنعمان بن بشير، وسهل بن الحنظلية، وعلي رضي الله عنهم"۔ ذكرهم الحافظ مع تخريج رواياتهم (ج٦ص٥٦)۔

٤٤ - باب : الْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ.

مقصد ترجمۃ الباب

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بات بتلانا چاہ رہے ہیں کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔(۱)

اور علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصد ترجمہ یہ ہے کہ جہاد ہر شخص پر قیامت تک کے لئے واجب اور ضروری ہے، خواہ نیک ہو یا فاجر۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالحسن قابسی کی روایت میں ترجمۃ الباب کے الفاظ یوں ہیں: "الجهاد ماض على البر والفاجر"۔(۲)

مگر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إلا أنه لم يقع في شيء من النسخ التي وقفنا عليها، وقد وجدته في نسخة قديمة من رواية القابسي كالجماعة، والذي يليق بلفظ الحديث ما وقع في سائر الأصول بلفظ "مع" بدل "على"۔(۳)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہماری جن نسخوں تک رسائی ہوسکی ہے ان میں سے کسی بھی نسخے میں یہ بات نہیں ہے، قابسی کا روایت کردہ ایک قدیم نسخہ مجھے ملا تھا تو اس میں اکثر ہی کی طرح "مع" ہے نہ کہ "علی" اور حدیث کے الفاظ کے مناسب بھی وہی ہے جو تمام اصول (نسخوں) میں ہے کہ "مع" کے ساتھ ہو، نہ کہ "علی" کے ساتھ۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کردہ ہے، جس کو امام ابوداود اور ابویعلی رحمہما اللہ تعالی نے مرفوعا وموقوفا نقل کیا ہے اور اس کے رواۃ بھی مناسب ہیں، مگر یہ کہ سند حدیث میں مکحول بھی ہیں، جن کا سماع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٥)۔

(۲) حوالہ بالا و فتح الباري (ج٦ ص٥٦)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٥٦)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٥٦)۔

چنانچہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہے: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير؛ برا كان أو فاجراً......،......وإن عمل الكبائر"۔(۱)

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)[۲].

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت کے لئے خیر وابستہ ہے۔

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ماقبل میں ذکر کردہ دعوی کی دلیل ہے کہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں یہ کہا تھا کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا، پھر اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے مذکورہ بالا حدیث بطور دلیل ذکر فرمائی۔

وجہ استدلال

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ قیامت تک کے لئے گھوڑوں کی پیشانیوں سے خیر وابستہ ہے، آپ علیہ السلام کو یہ بات معلوم تھی کہ ان کی امت میں عادل وظالم دونوں قسم کے حکمران ہوں گے، چنانچہ اس حدیث کی رو سے ان کے ساتھ جہاد واجب ہوا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تفریق نہیں کی کہ جہاد اگر امام عادل کے ساتھ ہو تب وہ خیر ہے، ورنہ نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ فضل ومرتبہ ہر صورت میں حاصل ہوسکتا ہے، خواہ امام عادل ہو یا جائر۔(۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ استدلال سب سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔(۴) چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے:

قال أحمد بن حنبل: "وفقه هذا الحديث أن الجهاد مع كل إمام إلى يوم القيامة"۔(۵)

---

(۱) الحديث، أخرجه الإمام أبوداود في سننه، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور، رقم (۲۵۳۳)۔

(۲) الحديث، مر تخريجه في الباب السابق۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ص۵۷)، وفتح الباري (ج۶ص۵۶)۔

(۴) فتح الباري (ج۶ص۵۶)۔

(۵) الجامع للترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل الخيل، رقم (۱۶۹۴)۔

اس لئے جہاد چونکہ قیامت تک کے لئے مشروع ہے، لہذا اگر امام عادل و نیک ہو تو بھی اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا ہے اور اگر فاجر و فاسق ہے تو بھی اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا ہے، کیونکہ امام عادل ہو یا فاجر، بہر حال وہ جہاد کے لئے ہی نکلا ہے، چنانچہ ان کے براور فاجر ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کفار کے مقابلے میں جو جہاد مطلوب ہے وہ بہر حال ہر صورت میں ہونا چاہئے۔

٢٦٩٧ : حدّثنا أبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ ، عَنْ عامِرٍ : حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ (1) : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ : الْأَجْرُ وَالمَغْنَمُ) . [ر : ٢٦٩٥]

تراجم رجال

ا۔ابونعیم

یہ مشہور محدث ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔زکریا

یہ زکریا بن زائدہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں کے حالات "کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه" کے تحت گذر چکے ہیں۔ (۲)

۳۔عامر

یہ مشہور تابعی محدث ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده" کے تحت گذر چکے ہیں۔ (۳)

۴۔عروۃ البارقی

یہ حضرت عروۃ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات گذشتہ باب کے تحت آ چکے ہیں۔

---

(۱) قوله: "عروة البارقي": الحدیث، مر تخریجه في الباب السابق۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص ٦٦٩ و ٦٧٣)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص)۔

اور "البارقي" بارق کی طرف نسبت ہے جو یمن کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔(۱)

تنبیہ

حدیث باب کی تشریح گذشتہ باب کے تحت گذر چکی ہے۔

فائدہ

حدیثِ باب میں اس بات کی بشارت اور خوشخبری ہے کہ اسلام اور مسلمان قیامت تک باقی رہیں گے، کیونکہ جہاد کی بقاء مجاہدین کی بقاء کو مستلزم ہے اور مجاہدین ظاہر ہے کہ مسلمان ہی ہیں۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت "في نواصيها الخير إلی ......" میں ہے۔(۳)

کسی بھی جماعت کے تمام افراد کا صالح اور نیک ہونا ضروری نہیں

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باب کی حدیث میں ایک اصل عظیم کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ جن امور کا مدار جماعت پر ہوتا ہے، ان میں افراد کو نہیں دیکھا جاتا، کیونکہ ہر جماعت میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسی جماعت کا ہونا بھی متعذر ہے جس کے تمام افراد نیک ہوں، چنانچہ اگر یہ شرط لگادی گئی کہ جماعت کے سارے لوگ نیک ہوں تو بہت سے اعمال خیر معطل ہوجائیں گے، یہ مثال تو مشہور ہی ہے "مالا يدرك كله، لايترك كله"۔

اس کے بعد یہ سمجھئے کہ جب جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور وہ جماعت کا کام ہے (کسی تنہا آدمی کے بس کی بات نہیں) اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہمیشہ ائمہ خیر میسر نہیں ہوں گے۔ تو اب یا تو جہاد معطل ہوجائے کہ نیک امیر میسر نہیں، یا ہر نیک یا فاجر کے ساتھ باقی رہے۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٥)، وفتح الباري (ج٦ ص٥٥)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٥٦)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٥)۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب میں اس بات کی طرف تنبیہ فرمائی کہ امراء کے فسق و فجور کو دیکھ کر جہاد سے رک نہ جانا، کیونکہ کبھی کبھار اللہ عزوجل فاجر کے ذریعے بھی دین کا کام لے لیتا ہے، اس لئے کہ لوگوں کے حالات کے درپے ہونا اور فاجر کے فجور کی وجہ سے پیچھے رہ جانے میں تأخر عن الخير المحض ہے اور خیر محض جہاد ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہاد سے امیر کے فسق و فجور کی بناء پر پیچھے رہ جانے سے جہاد ہی ختم ہو جائے، اس لئے فاجر کی اطاعت خیر کے ختم کرنے اور ہمیشہ کے لئے طوق ذلالت کو گلے لگانے سے اولی ہے"۔(۱)

٤٥ – باب : مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا .

مقصدِ ترجمۃ الباب

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا باندھنے اور تیار رکھنے کی فضیلت بیان کررہے ہیں۔(۲)

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ» /الأنفال : ٦٠/ .

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے "اور بندھے ہوئے گھوڑے"۔

یہ سورۃ الانفال کی ایک آیت کا حصہ ہے، جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل﴾۔(۳)

رباط مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے، یعنی وہ گھوڑے جو جہاد کی نیت سے بندھے ہوئے ہوں۔(۴)

اور "خیل" کا لفظ جمہور کے نزدیک مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے، جب کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس جانب ہے کہ یہاں "إناث الخيل" ہی مراد ہیں۔(۵)

---

(۱) فيض الباري (ج۳ص ٤٣٠)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص ٤٥)، وفتح الباري (ج٦ص ٥٧)۔

(۳) الأنفال/٦٠۔

(٤) روح المعاني (ج٦ص ٢٥)، تفسير قوله تعالى: ﴿ومن رباط الخيل﴾۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص ١٤٦)۔

اور آیت مذکورہ بالا میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے کے لئے مناسب سامان حرب کی تیاری کا حکم دیا ہے اور گھوڑوں کے باندھنے کا بھی، کیونکہ گھوڑے بھی آلات حرب میں سے ہیں۔ اس سے بھی گھوڑوں کے باندھنے کی فضیلت واہمیت ثابت ہوتی ہے۔(۱)

٢٦٩٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ : أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ (۲) يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنِ ٱحْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ، إِيمَانًا بِٱللَّهِ ، وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ ، فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

تراجم رجال

ا۔ علی بن حفص

یہ ابوالحسن علی بن حفص المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

یہ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے اور فرمایا: "لقيته بعسقلان سنة سبع عشرة ومئتين"۔(۴)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بشیء"۔(۵)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مقبول"۔ (۶)

اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ان سے روایات لی ہیں۔(۷)

---

(۱) حوالہ بالا (ص۱۴۵)۔

(۲) قولہ: "أبا هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه النسائي، كتاب الخيل ......، علف الخيل، رقم(٣٦١٢)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج٢٠ص ٤١١)

(۴) حوالہ بالا، وتاريخ البخاري الكبير (ج٦ص ٢٧٠)۔

(۵) تعليقات تهذيب الكمال (ج٢٠ص ٤١١)۔

(٦) التقريب (ص ٤٠٠)، رقم (٤٧٢٠)۔

(۷) تعليقات تهذيب الكمال (ج٢٠ص ٤١٢)۔

اور علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۱)

اصحاب ستہ میں صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایات لی ہیں اور انہوں نے بھی ان سے صرف تین احادیث نقل کی ہیں۔(۲)

۲۔ابن المبارک

یہ عبداللہ بن المبارک بن واضح حنظلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۳۔طلحہ بن ابی سعید

یہ طلحہ بن ابی سعید مدنی مصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ابوعبدالملک ان کی کنیت ہے، قریش کے مولی ہیں۔(۴)

یہ سعید مقبری، بکیر بن اشج، صخر بن عیلہ، خالد بن ابی عمران رحمہم اللہ تعالی وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے حیوۃ بن شریح، لیث، ابن المبارک اور ابن وہب رحمہم اللہ تعالی وغیرہ روایت حدیث کرتے ہیں۔(۵)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما أرى به بأسا"۔(۶)

امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "معروف"۔ (۷)

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۸)

اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صالح''۔(۹)

---

(۱) كتاب الثقات (ج۸ ص٤٦٩)۔

(۲) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج۲ ص۳۸)، وفتح الباري (ج٦ ص٥٧)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ ص٤٦٢)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۱۳ ص۳۹۸)، خلاصة الخزرجي (ص۱۷۹)۔

(٥) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج۱۳ ص۳۹۸)۔

(٦) حوالہ بالا۔

(۷) حوالہ بالا۔

(۸) حوالہ بالا، وخلاصة الخزرجي (ص۱۷۹)۔

(۹) تهذيب الكمال (ج۱۳ ص۳۹۹)۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "روی عنه الليث بن سعد، وقال فيه خيرا"۔(۱)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر "کتاب الثقات" میں کیا ہے اور فرمایا: "من أهل المدينة، جاء إلى مصر مراراً"۔(۲)

سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۳)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وُثّق"۔(۴)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے صرف ایک ہی روایت لی ہے جو باب میں مذکور ہے، بلکہ ابوسعید بن یونس کا کہنا تو یہ ہے کہ ان سے صرف ایک ہی مسند حدیث مروی ہے،"قال أبوسعيد بن يونس: "......لم يُسنِد غير هذا الحديث"۔(۵)

۱۵۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(۶) رحمه الله رحمة واسعة

۴۔سعید المقبری

یہ ابوسعد سعید بن ابوسعید کیسان مقبری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الدين يسر" کے تحت آچکے ہیں۔(۷)

۵۔ابوہریرہ

صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات "کتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۸)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) الثقات لابن حبان (ج٦ ص٤٨٩)۔

(۳) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج١ ص٥١٤)۔

(٤) الكاشف (ج١ ص٥١٤)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج١٣ ص٣٩٩)۔

(٦) خلاصة الخزرجي (ص١٧٩) وحوالہ بالا۔

(٧) كشف الباري (ج٢ ص٣٣٦)۔

(٨) كشف الباري (ج١ ص٦٥٩)۔

يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من احتبس فرساً في سبيل الله......۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھ کر رکھا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا، اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان عمل میں ہوگا۔

مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد کے لئے گھوڑا باندھتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اس کے کھانے، پینے، ارواث وابوال کے عوض بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے، غرض یہ کہ اس کی ہر چیز ثواب بن جائے گی اور قیامت کے دن اس جہاد کرنے والے اور گھوڑا باندھنے والے کے اعمال میں اس کو وزن کیا جائے گا اور یہ وزن بڑا بھاری ہوگا۔

احتبس کی صرفی ولغوی تحقیق

احتبس باب افتعال سے فعل ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے، جس کے معنی باندھنے اور روکنے کے ہیں اور اس کے مجرد کے بھی یہی معنی ہیں، کبھی یہ خود متعدی ہوتا ہے اور کبھی لازم۔

اب معنی یہ ہوئے کہ وہ آدمی اس گھوڑے کو اپنے لیے روک کر اور باندھ کر رکھتا ہے کہ کل کلاں اگر سرحدوں میں کوئی شورش برپا ہو تو اس کے کام آئے۔(۱)

إيماناً بالله

"إيماناً" ترکیب میں مفعول لہ واقع ہو رہا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس نے یہ گھوڑا باندھنے کا جو عمل اختیار کیا ہے وہ خالص اللہ کے لئے اور اس کے حکم کے امتثال اور بجا آوری کے لئے ہو۔(۲)

تصديقاً بوعده۔

یہ احتباس پر جو ثواب مرتب ہوگا اس سے عبارت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص کا عمل احتباس اللہ کے حکم کی بجا آوری اور ثواب کی نیت کے ساتھ ہوا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ عز وجل نے عمل احتباس پر ثواب اور جزاء کا وعدہ فرمایا

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص ١٤٥)، وشرح الطيبي (ج٧ص ٣١٧)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص ١٤٦)، وشرح الطيبي (ج٧ص ٣١٧)۔

ہے تو جو شخص گھوڑے کو روک کر رکھ رہا ہے، گویا کہ یہ کہہ رہا ہے "صدقت فیما وعدتني" یعنی (اے رب!) آپ نے جو وعدہ ثواب کا کیا ہے اس میں آپ سچے ہیں۔(۱)

پھر ان کلمات میں اشارہ معاد کی طرف ہے، جیسا کہ ایمان میں مبدأ کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختصر کلمات "إیمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ" میں انسان کے مبدأ اور معاد دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔(۲)

"شبعه" شین کے کسرہ کے ساتھ ہے، اس کے معنی ہیں جس سے پیٹ بھرا جاتا ہو، خواہ گھانس پھونس ہو یا اور کوئی چیز۔(۳)

"ریه" راء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ، یعنی وہ پانی جس سے گھوڑے کو سیراب کیا جائے۔(۴)

"روثة" گھوڑے کی لید کو روث کہا جاتا ہے، اس کی جمع أرواث ہے۔(۵)

اور مقصد یہاں ثواب ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ گھوڑے کی لید اور پیشاب کو ترازو اعمال میں رکھ کر تولا جائے گا۔(۶)

گھوڑے کو کھلانے پلانے کے فضائل

حدیث باب کی طرح دیگر اور بھی بہت سی احادیث میں گھوڑوں کو کھلانے پلانے اور ان پر خرچ کرنے کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔

چنانچہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں حضرت عریب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل فرمائی کہ گھوڑوں پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنے ہاتھ کو صدقات کے لئے کھول دیا ہو کہ اسے بند نہیں کرتا

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۳۸)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٤٦)، وشرح القسطلاني (ج٥ ص۷۰)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) مختار الصحاح مادة "روث"۔

(٦) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٤٦)، وفتح الباري (ج٦ ص٥٧)۔

ہے۔اور اس گھوڑے کا پیشاب پاخانہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو کے مثل ہوگا۔(۱)

ابن ماجہ میں حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا باندھ کر رکھا پھر اس کے گھانس کو خود اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تو اس کو ہر دانے کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔(۲)

فوائد حدیث

حدیث باب سے چند فوائد مستنبط ہوئے ہیں:

۱۔ضرورت اور حاجت کے وقت کسی مستقذر اور گندی چیز کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بول اور روث کا ذکر فرمایا ہے۔(۳)

۲۔صرف نیت اور قصد پر بھی اجر مرتبہ ہوتا ہے۔(۴)

۳۔ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اس میں ذکر کئے گئے حسنات بہر حال مقبول ہوں گے، کیونکہ اس میں نص شارع موجود ہے، بخلاف دیگر حسنات کے کہ وہ کبھی قبول بھی نہیں ہوتے تو میزان میں بھی بطور ثواب نہیں آئیں گے۔(۵)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت و مناسبت ظاہر ہے۔(۶) گھوڑے کو باندھ کر رکھنے کی فضیلت کا باب میں ذکر ہے اور حدیث میں اس کو کھلانے، پلانے اور اس کے فضلات پر ثواب بیان کیا گیا ہے۔

(۱) عزاه القسطلاني إلى ابن سعد (ج٥ص٧٠)، وأخرجه المنذري في الترغيب(ج٢ص٢٦٧)۔

(۲) سنن ابن ماجه، أبواب الجهاد، باب ارتباط الخيل في سبيل الله، رقم (٢٧٩١)، وانظر أيضًا إرشاد الساري للقسطلاني (ج٥ص٧٠و٧١)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ص٥٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٦)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) فتح الباري (ج٦ص٥٧)۔

(۶) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٦)

٤٦ – باب : اَسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ .

مقصدِ ترجمۃ الباب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں یہ بتلا رہے ہیں گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا جائز ہے اور مشروع ہے، اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔(۱)

نام رکھنے کی حکمت

گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ فرس اور حمار اسم جنس ہے، اس لئے ان کا نام رکھنا چاہئے، تاکہ یہ اپنے دوسرے ہم جنسوں سے ممتاز اور الگ ہوں، پہچاننے میں دشواری نہ ہو، جس طرح انسانوں میں افراد جنس سے ممتاز کرنے کے لئے نام رکھا جاتا ہے۔(۲)

پھر یہ جواز اور مشروعیت صرف فرس اور حمار کے لئے نہیں، بلکہ دوسرے جانوروں کو بھی شامل ہے۔(۳)

٢٦٩٩ : حدّثنا محمدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ[٤] : أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَتَخَلَّفَ أَبو قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ أَصْحَابِهِ ، وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ ، فَرَأَوْا حِمارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ أَنْ يَراهُ ، فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوهُ حَتَّى رَآهُ أَبو قَتَادَةَ ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ يُقَالُ لَهُ الجَرَادَةُ ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يُناوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا ، فَتَناوَلَهُ فَحَمَلَ فَعَقَرَهُ ، ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوا ، فَقَدِمُوا ، فَلَمَّا أَدْرَكُوهُ قالَ : (هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ) . قالَ : مَعَنَا رِجْلُهُ ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَأَكَلَها . [ر : ١٧٢٥]

---

(١) فتح الباري (ج٦ ص٥٨)۔

(٢) حوالہ بالا، و عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٦)۔

(٣) حوالہ بالا۔

(٤) قوله: "عن أبيه": الحديث مر تخريجه في كتاب جزاء الصيد، باب إذا صاد الحلال فأهدى للمحرم الصيد أكله۔

تراجم رجال

ا۔محمد بن ابی بکر

یہ محمد بن ابوبکر بن علی بن عطاء المقدمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱) اور یہی صحیح ہے، ابوعلی جیانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ابوزید کے نسخے میں محمد بن بکر ہے اور غلط ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں محمد بن بکر نام کا کوئی شیخ نہیں ہے۔(۲)

۲۔فضیل بن سلیمان

یہ ابوسلیمان فضیل بن سلیمان نمیری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۳۔ابوحازم

یہ مشہور زاہد ابوحازم سلمۃ بن دینار مولی الاسود المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۴۔عبداللہ

یہ عبداللہ بن ابی قتادہ السلمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔ابوقتادہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول، حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

تنبیہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اپنی مکمل تشریحات کے ساتھ "کتاب جزاء الصید" کے اوائل میں گذر چکی ہے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاۃ، باب المساجد التي علی طرق المدینة......۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٥٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٧)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاۃ، باب المساجد التي علی طرق المدینة......۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(۵) حضرت ابوقتادہ اوران کے صاحبزادے کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب النهی عن الاستنجاء بالیمین۔

اور باب ہذا میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث صرف اس لئے ذکر فرمائی ہے کہ اس میں حضرت ابو قتادہ کے گھوڑے کا نام مذکور ہے۔(۱)

فركب فرساً يقال لها: الجرادة۔

تو وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے، اس گھوڑے کو "جرادہ" کہا جاتا ہے۔

اس گھوڑے کا نام کیا تھا؟

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا گھوڑے کا نام کیا تھا اس میں اختلاف ہوا ہے، چنانچہ یہاں تو اس کا نام "الجرادة" مذکور ہے، جبکہ سیرت ابن ہشام (۲) میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کا نام "الحزوة" تھا۔

اب یا تو یہ کہا جائے کہ اس گھوڑے کے دو نام تھے، جرادہ اور حزوہ۔ یا یہ کہا جائے کہ ان میں سے کوئی ایک غلط اور تصحیف ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں جو نام مذکور ہے وہی معتمد اور صحیح ہے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت و مطابقت حدیث کے اس جملے میں ہے: "فركب فرسا له، يقال لها الجرادة"۔(۴)

۲۷۰۰ : حَدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى : حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلٍ . عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ (۵) قَالَ : كانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فِي حائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ ٱللُّحَيْفُ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : وَقَالَ بَعْضُهُمْ : ٱللُّخَيْفُ .

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٥٨)۔

(۲) سيرة ابن هشام (ج٣ ص٢٩٦)، غزوة ذي قرد۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٥٩)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٧)۔

(٥) قوله: "أبي بن عباس بن سهل عن أبيه عن جده": الحديث، وهذا من إفراده، عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٧)۔

تراجم رجال

ا۔علی بن عبداللہ بن جعفر

یہ مشہور امام حدیث، امام جرح وتعدیل حضرت علی بن عبداللہ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت آ چکے۔(۱)

۲۔معن بن عیسی

یہ ابو یحیی معن بن عیسی بن یحیی القزاز المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔اُبی بن عباس

یہ أُبي –بضم الهمزة وفتح الباء– ابن عباس بن سہل بن سعد الانصاری الساعدی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، عبدالمہیمن بن عباس کے بھائی ہیں۔(۳)

یہ اپنے والد عباس اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہما اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں۔

اوران سے زید بن حُباب، عتیق بن یعقوب الزبیری اور معن بن عیسی قزاز رحمہم اللہ وغیرہ روایت حدیث کرتے ہیں۔(۴)

امام بخاری اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: "ليس بالقوي"۔(۵)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "منكر الحديث"۔ (۶)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضعيف"۔ (۷)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "له أحاديث لايتابع على شيء منها"۔(۸)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۲۹۷)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب ما يقع من النجاسات في السمن والماء۔

(۳) تهذيب الكمال (ج۲ ص۲۵۹)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۲ ص۲۵۹)۔

(۶) حوالہ بالا (ص۲۶۰)۔

(۷) حوالہ بالا۔

(۸) كتاب الضعفاء الكبير (ج۱ ص۱۶)۔

اور حافظ ساجی اور ابوالعرب قیروانی نے بھی "أبي" کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۱)

البتہ بعض حضراتِ ائمہ مثلاً امام دارقطنی، ابن حبان اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے ان کو ثقہ اور قوی کہا ہے۔(۲)

بہرحال ابی بن عباس مضبوط درجے کے راوی نہیں ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اکثر ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح کی ہے۔

لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے باب کی صرف ایک ہی حدیث لی ہے اور وہ بھی احکام سے متعلق نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان سے امام بخاری کے علاوہ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ بھی روایت نقل کرتے ہیں اور یہ بھی ایک قسم کی توثیق وتعدیل ہے۔(۳)

اس لئے یہ اگر ثقہ یا ثبت نہ بھی ہوں، لیکن حسن الحدیث ضرور ہیں اور قابل احتجاج ہیں، چنانچہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أبَي، وإن لم يكن بالثبت، فهو حسن الحديث"۔(۴)

اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو يكتب حديثه، وهو فرد المتون والأسانيد"۔(۵)

۴۔عباس بن سہل

یہ عباس بن سہل بن سعد الساعدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۶)

۵۔سہل بن سعد

یہ مشہور صحابی حضرت سہل بن سعد مالک الساعدی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۷)

---

(۱) تعليقات تهذيب الكمال (ج۲ص ۲۶۰)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) هدي الساري (ص۳۸۹)۔

(٤) ميزان الاعتدال (ج۱ص۷۸)۔

(٥) الكامل لابن عدي (ج۱ص ٤٢١)۔

(٦) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الزكوة، باب خرص التمر۔

(۷) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

قال: كان للنبي صلى الله عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له: اللحيف۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا، جسے "اللحیف" کہا جاتا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس گھوڑے کی تربیت و پرورش اور باندھنے کی جگہ ہمارا باغ تھا۔(۱)

"حـــائـط" کھجور کے باغ کو کہتے ہیں، جب کہ اس کی دیواریں بھی ہوں، اس کی جمع حوائط ہے۔ پھر مطلق دیوار اور جدار کو بھی حائط کہا جاتا ہے۔(۲)

لحیف کا ضبط اور معنی

یہاں باب کی روایت میں لحیف حاء مہملہ اور تصغیر کے ساتھ ہے۔

ابن قرقول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن سراج رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کلمہ رَغیف کے وزن پر نقل کیا گیا ہے یعنی "لَحِیف"، حافظ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور علامہ ھروی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اس گھوڑے کی دم طویل تھی تو "کأنه يلحف الأرض بذنبه" گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا تھا اور اپنی دم کے ذریعے زمین کو ڈھانپ دیتا تھا۔(۳) اسی لئے اس کو "لحیف" کہا گیا ہے۔(۴)

قال أبوعبدالله: وقال بعضهم: اللخيف۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ بعض نے "لخیف" کہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات نے اس لفظ کو خاء معجمہ کے ساتھ لخیف نقل کیا ہے، اس میں بھی وہی دو صورتیں بیان کی گئیں ہیں جو لحیف میں گذریں کہ یا تو مصغر ہے یا بروزن رغیف ہو کر مکبر۔(۵)

---

(۱) فيض الباري (ج٣ص٤٣١)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٧)۔

(۳) النهاية لابن الأثير الجزري (ج٤ص٢٣٨)، ولسان العرب (ج٩ص٣١٥)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٥٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٧)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٥٩)۔

اور یہ عبدالمہیمن بن عباس بن سہل کی روایت ہے جو ابی بن عباس کے بھائی ہیں، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم عند سعد بن سعد والد سهل ثلاثة أفراس، فسمعت النبي صلى الله عليه وسلم يسمّيهن لِزاز، وظَرِب، واللخيف"۔(۱)

اور سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تصغیر اور خاء معجمہ کے ساتھ مقید کیا ہے اور اسی طرح ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔(۲)

لیکن جیسا کہ اوپر گذرا کہ اکثر حضرات نے ترجیح اس کو دی ہے کہ یہ رغیف کے وزن پر مکبر اور حاء مہملہ کے ساتھ ہے اور یہی معروف ہے، چنانچہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والمعروف بالحاء المهملة"۔(۳) اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وبالأول ضبطنا عن عامة شيوخنا"۔(۴)

اس لفظ کے ضبط کی تیسری صورت ابن الاثیر (۵) اور صاحب "المغیث" نے یہ بیان کی ہے کہ یہ جیم کے ساتھ لجیف ہے، صاحب "المغیث" نے پھر فرمایا ہے کہ اگر جیم کے ساتھ یہ لفظ درست ہو تو اس کے معنی اس تیر کے ہیں جس کی دھار پھیلی ہوئی ہو، گویا اس گھوڑے کو لجیف کے ساتھ اس کی سرعت سیر کی وجہ سے موسوم کیا گیا۔(۶)

اور یہ گھوڑا امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیعہ بن ابی البراء مالک بن عامر العامری نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔(۷)

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے، کیونکہ راوی کا یہ قول: "فرس يقال له: اللحيف" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول "اسم الفرس" کے مطابق ہے۔(۸)

---

(۱) حوالہ بالا۔ واللخف: الضرب الشديد، لسان العرب (ج۹ ص ۳۱۵)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) النهاية (ج٤ ص ۲۳۸)۔

(٤) شرح القسطلاني (ج٥ ص ۷۷)۔

(٥) النهاية (ج٤ ص ٢٤٤)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ ص ٥٩)۔

(٧) الطبقات الكبرى لابن سعد (ج۱ ص ٤٩٠)۔

(٨) عمدة القاري (ج١٤ ص ١٤٧)۔

۲۷۰۱ : حدّثني إسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : سَمِعَ يَحْيَى بْنَ آدَمَ : حَدَّثَنَا أَبو الْأَحْوَصِ ، عَنْ أَبي إِسْحٰقَ ، عَنْ عمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ ، عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ(۱) قالَ : كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ . فَقَالَ : (يَا مُعَاذُ ، هَلْ تَدْرِي حَقَّ ٱللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ ، وَما حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى ٱللّٰهِ) . قُلْتُ : ٱللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (فَإِنَّ حَقَّ ٱللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ ، وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ، وَحَقَّ العِبَادِ عَلَى ٱللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ ؟ قالَ : (لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا) . [۵۶۲۲ ، ۵۹۱۲ ، ۶۱۳۵ ، ۶۹۳۸]

تراجم رجال

۱۔اسحاق بن ابراہیم

یہ مشہور امام فقہ وحدیث اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۲۔یحیی بن آدم

یہ مشہور امام حدیث یحیی بن آدم بن سلیمان مخزومی قریشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۳۔ابوالأحوص

یہاں سند میں یحیی بن آدم کے شیخ کی کنیت ذکر کی گئی ہے، نام ذکر نہیں کیا گیا، اب شراح میں اس بابت اختلاف ہوا کہ ابوالاحوص سے کون مراد ہے؟

(۱) قوله: "عن معاذ رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً كتاب اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل، رقم (۵۹۶۷)، و كتاب الاستئذان، باب من أجاب بلبيك وسعديك، رقم (۶۲۶۷)، وكتاب الرقاق، باب من جاهد نفسه في طاعة الله، رقم (۶۵۰۰)، وكتاب التوحيد، باب ماجاء في دعاء النبي صلى الله عليه وسلم أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، رقم (۷۳۷۳)، ومسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، رقم (۱۴۴)، والترمذي، أبواب الإيمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، رقم (۲۶۴۳)، وأبوداود، كتاب الجهاد، باب في الرّجل يسمّي دابته، رقم (۲۵۵۹)۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص۴۲۸)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الغسل، باب الغسل بالصاع ونحوه۔

چنانچہ علامہ کرمانی (۱)، علامہ عینی (۲)، حافظ قسطلانی (۳) اور حافظ جمال الدین مزی (۴) رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ ابوالاحوص سے مراد سلام بن سلیم کوفی ضبعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہی جمہور کی رائے ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوالاحوص عمار بن رزیق کی کنیت ہے، مزید فرماتے ہیں کہ میں یحیی بن آدم کے شیخ ابوالاحوص کو سلام بن سلیم سمجھتا تھا اور اسی پر مزی (۵) کا کلام بھی دال ہے، لیکن یہی حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (۶) نے "عن محمد بن عبدالله بن المبارك المخزومي عن يحيى بن آدم" کے طریق سے نقل فرمائی ہے، اس میں یحیی بن آدم کے شیخ عمار بن رزیق ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "يحيى بن آدم عن أبي الأحوص عن أبي إسحاق" کے طریق سے نقل فرمائی اور عمار بن رزیق کی کنیت ابوالاحوص ہی ہے۔ "ولم أر من نبه على ذلك"۔(۷)

یہ تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہوئی، مگر یہی روایت امام مسلم (۸) اور امام ابوداود (۹) رحمہما اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے، امام مسلم کے شیخ ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام ابوداود کے ہناد بن السری ہیں اور یہ دونوں "عن أبي الأحوص عن أبي إسحاق" کے طریق سے روایت کرتے ہیں، لیکن یہاں مسلم اور ابوداود کی روایت میں عمار بن رزیق کی بجائے سلام بن سلیم متعین ہیں۔

کیونکہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ہناد بن السّری کی ملاقات سلام بن سلیم سے تو ثابت ہے، البتہ عمار بن رزیق سے نہیں۔(۱۰)

مگر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب کی تردید کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"أبوالأحوص: اسمه سلام بن سُليم الحنفي الكوفي، قيل: أبو الأحوص هذا عمار

---

(۱) شرح الكرماني (ج۲ص۳۹)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٤۸)۔

(۳) شرح القسطلاني (ج٥ص۷۲)۔

(٤) تحفة الأشراف (ج۸ص٤۱۱)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) سنن النسائي الكبرى (ج۳ص٤٤۳)، كتاب العلم، باب الاختصاص بالعلم قوما......، رقم (٥۸۷۷)۔

(۷) فتح الباري (ج٦ص٥۹)۔

(۸) صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد، رقم(۱٤٤)۔

(۹) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرجل يسمى دابته، رقم (۲٥٥۹)۔

(۱۰) فتح الباري (ج٦ص٥۹)۔

بـن رزيـق الـضبي الكوفي، قلت: لايصح هذا؛ لأن عمارا هذا مما انفرد به مسلم، ولم يخرج له البخاري"۔ (۱)

علمائے رجال رحمۃ اللہ علیہم کے صنیع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلام بن سلیم مراد ہیں نہ کہ عمار بن رزیق، کیونکہ ان میں سے اکثر نے عمار بن رزیق کو افراد بخاری میں شمار نہیں کیا۔ (۲) اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بخاری کے افراد میں سے نہیں ہیں۔

بہر حال مراد اگر ابوالاحوص سے سلام بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو ان کے حالات تو گذر چکے (۳) اور اگر مراد عمار بن رزیق ہیں جیسا کہ حافظ صاحب کا خیال ہے تو ہم ان کا یہاں مختصر تذکرہ نقل کرتے ہیں۔

عمار بن رزیق

یہ عمار بن رزیق - بضم الراء وفتح الزاي مصغرا-الضبي الكوفي التميمي رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کی کنیت ابوالأحوص ہے۔ (۴)

یہ ابواسحاق السبیعی، اعمش، منصور، عبداللہ بن عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، عطاء بن السائب، مغیرہ بن مقسم، فطر بن خلیفہ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں ابو الجواب احوص بن جواب، ابوالاحوص سلام بن سلیم الکوفی، ابواحمد الزبیری، زید بن الحباب، عبثر بن قاسم، یحیی بن آدم، معاویہ بن ہشام اور دیگر حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالی شامل ہیں۔ (۵)

امام یحیی بن معین اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۶)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٨)۔

(۲) انظر تهذيب الكمال (ج٢١ ص١٨٩)، وميزان الاعتدال (ج٣ص١٦٤)، والكاشف (ج٢ص٥٠)، وتهذيب التهذيب (ج٧ص٤٠٠)، والتقريب (ج١ص)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب الالتفات في الصلاة۔

(٤) تهذيب الكمال (ج١ص١٨٩)۔

(۵) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج٢١ ص١٨٩، ١٩٠)۔

(٦) تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي (ص١٥٩)۔

لوین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابواحمد الزبیری نے کہا: "لواختلفتَ إليه لكفاك أهل الدنيا"۔ (۱) کہ" اگر تم ان کے پاس آتے جاتے رہے تو وہ (عمار بن رزیق) تمہارے لئے اہل دنیا کی طرف سے کافی ہوجائیں"، یعنی اور کسی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان من الأثبات"۔ (۲)

امام ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۳)

ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"۔ (۴)

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لابأس به"۔ (۵)

اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"۔ (۶)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔ (۷)

سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۸)

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۹)

۱۵۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۱۰) رحمه الله رحمة واسعة

۴۔ ابی اسحٰق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب الصلاة

(۱) الكاشف (ج۲ص۵۰)۔

(۲) تهذيب التهذيب (ج۷ص۴۰۱)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۲۱ص۱۹۰)۔

(۶) حوالہ بالا۔

(۷) الثقات لابن حبان (ج۷ص۲۸۶)۔

(۸) حاشية الكاشف لابن العجمي (ج۲ص۵۰)۔

(۹) ميزان الاعتدال (ج۳ص۱۶۴)۔

(۱۰) الكاشف (ج۲ص۵۰)۔

من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۵۔عمرو بن میمون

یہ مشہور تابعی عمرو بن میمون الاودی ابویحیی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۶۔معاذ

یہ ممتاز انصاری صحابی حضرت معاذ بن جبل بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب الإيمان، وقول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

قال: كنت ردف النبي صلى الله عليه وسلم على حمار يقال له: عفير۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر جسے "عفیر" کہا جاتا تھا سوار تھا۔

"ردف" راء کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ ہے، جوہری فرماتے ہیں کہ "ردف" مرتدف کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جو سوار کے پیچھے سوار ہو اور اس کی جمع "أرداف" ہے۔(۴)

"عفیر" عین کے ضمہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ "أعفر" کی تصغیر ہے، جیسا کہ اسود کی تصغیر سُوید ہے۔(۵)

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کو عین کی بجائے غین کے ساتھ ضبط کیا ہے جو کہ وہم ہے، کیونکہ اکثر حضرات نے اسے عین کے ساتھ ہی نقل کیا ہے۔(۶)

اور "عفیر" عفرۃ سے مشتق اور ماخوذ ہے، جس کے معنی سرخی مائل بہ سفیدی کے ہیں، یعنی مٹی کے رنگ کے مشابہ، چنانچہ اس گدھے کا نام عفیر اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس کا رنگ سرخ مائل بہ سفیدی تھا۔(۷)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۳۷۰)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة......

(۳) كشف الباري (ج۱ص۶۲۸)۔

(۴) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۴۸)، ولسان العرب (ج۹ص۱۱۶)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۴۸)۔

(۶) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۴۸)، وشرح النووي على مسلم (ج۱ص۴۴)۔

(۷) فتح الباري (ج۶ص۵۹)، وشرح ابن بطال (ج۵ص۶۰)۔

پھر یہ بات سمجھئے کہ یہاں باب کی روایت میں اس گدھے کا نام ''عفیر'' آیا ہے، اسی طرح مسلم شریف کتاب الإیمان (۱) اور ابوداود، کتاب الجہاد (۲) کی روایت میں بھی اس کا نام ''عفیر'' ہی مذکور ہے، لیکن علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ (۳) سے، علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ (۴) اور شیخ ابومحمد لونی رحمۃ اللہ علیہ (۵) نے اس گدھے کا نام ''یعفور'' نقل کیا ہے۔

اب اختلاف یہ ہوا کہ آیا یہ ایک ہی حمار ہے یا دو الگ الگ حمار ہیں، چنانچہ ابن عبدوس رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک ہی حمار کے دو نام ہیں، جب کہ شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الگ الگ دو حمار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عفیر'' شاہ مقوقس نے ہدیۃً دیا تھا، دوسرا یعنی ''یعفور'' فروہ بن عمرو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا أو بالعکس۔ (۶)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ دو حمار تھے، چنانچہ فرماتے ہیں: "وهو غير الحمار الذي يقال له: يعفور"۔ (۷)

اور ''یعفور'' دراصل ھرن کے بچے کا نام ہے اور اس دوسرے گدھے کو ''یعفور'' اس کے سرعت سیر کی وجہ سے کہا گیا ہے، جیسا کہ ہرن کا بچہ دوڑنے میں تیز ہوتا ہے۔ (۸)

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ ''یعفور'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ہلاک ہوگیا تھا اور اسی کو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الصلاح کے حوالے سے راجح قرار دیا ہے۔ (۹)

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا، رقم (١٤٤)۔

(۲) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرجل يسمي دابته، رقم (٢٥٥٩)۔

(۳) قاله ابن بطال (ج٥ص٦٠)، وهو في معالم السنن للخطابي (ج٣ص٣٩٠)، وليس فيه ذكر الواقدي۔ وصنيع الخطابي دال على أنه قائل بكونهما واحداً۔

(٤) شرح ابن بطال (ج٥ص٦٠)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٨)۔

(٦) حواله بالا، وفتح الباري (ج٦ص٥٩)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص٥٩)۔

(٨) حواله بالا۔ وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٨)۔

(٩) حواله بالا، وشرح النووي على مسلم (ج۱ص۴۴)۔

البتہ سہیلی کا کہنا یہ ہے کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی دن ''یعفور'' نے اپنے کو ایک کنویں میں گرا کر ہلاک کر ڈالا تھا۔(۱)

اور حدیث باب کی دیگر جملہ تشریحات "کتاب العلم، باب من خصّ بالعلم قوما دون قوم" کے تحت گذر چکی ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے، جو حدیث کے اس جملے میں ہے: "یقال له: عفیر"۔(۲)

۲۷۰۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مالِكٍ (۳) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ فَزَعٌ بِالمَدِينَةِ ، فَاسْتَعارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لَنا يُقالُ لَهُ مَنْدُوبٌ ، فَقَالَ : (ما رَأَيْنا مِنْ فَزَعٍ ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) . [ر : ۲٤٨٤]

تراجم رجال

ا۔محمد بن بشار

یہ مشہور امام حدیث محمد بن بشار عبدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بندار کے لقب سے معروف ہیں، ان کے حالات "کتاب العلم، باب ما کان النبي صلی اللہ علیه وسلم یتخولهم ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۲۔غندر

یہ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، غندر کے لقب سے مشہور ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت آچکے۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٤٨)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس۔

(٤) كشف الباري (ج۳ص۲٥٨)۔

(٥) كشف الباري (ج۲ص۲٥۰)۔

۳۔شعبہ

یہ امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مختصراً "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۱)

۴۔قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی مختصراً "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت آچکے۔(۲)

۵۔انس بن مالک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات بھی "کتاب الإیمان" کے مذکورہ باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

قال: کان فزع بالمدینة، فاستعار النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فرسا لنا یقال له: المندوب۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اندر ایک مرتبہ خوف کے حالات پیدا ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا گھوڑا لیا، جس کا نام "مندوب" تھا۔

یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی نسبت اپنے طرف کی کہ "فرسا لنا"، جب کہ یہی روایت ماقبل میں بھی آئی ہے، اس میں "فرسا من أبي طلحة" (۴) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، یعنی وہ گھوڑا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا، لیکن ان دونوں روایات میں کوئی تعارض ومنافاۃ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد اور ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے دوسرے شوہر تھے، تو گھوڑا تو در اصل حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا مگر اس حیثیت سے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے زیر تربیت تھے اپنی طرف گھوڑے کی نسبت کردی۔(۵)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ ص۶۷۸)۔

(۲) کشف الباري (ج۲ ص۳)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(٤) صحیح البخاري، کتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس، رقم(۲٦۲۷)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٤٨)، وشرح القسطلاني (ج٥ ص٧٢)۔

فقال: "ما رأينا من فزع، وإن وجدناه لبحرا"۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (واپس آ کر) فرمایا ہم نے کوئی خوف کی بات نہیں دیکھی اور ہم نے اس کو سمندر (کی طرح) پایا۔

"مندوب" نامی یہ گھوڑا پہلے بطیء السیر تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے اس کی رفتار تیز ہوگئی اور سریع السیر ہوگیا۔(۱)

اور علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات پہلے آ چکی ہے کہ سب سے پہلے تیز گھوڑے کو سمندر سے تشبیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس جملے میں ہے: "فرسا لنا يقال له: مندوب"۔(۳)

٤٧ – باب: ما يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الفَرَسِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں جو گھوڑے کے بارے میں یہ آیا ہے کہ اس میں شوم اور نحوست ہے، آیا وہ اپنے عموم پر ہے یا بعض گھوڑوں کے ساتھ مخصوص ہے، نیز وہ اپنے ظاہر پر ہے یا مؤول ہے؟(۴)

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۵ص۷۲)، ويدل عليه قوله: "فرسا لأبي طلحة بطيئا" في باب السرعة والركض في الفزع، رقم (۲۹٦۹)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۴۵)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٨)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٦٠) وعمدة القاري (ج١٤ص١٤٩)۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے تحت دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔

چنانچہ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں جو حصر وارد ہوا ہے وہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے، نیز اس باب کے بعد والے باب کے ترجمے "الخيل لثلاثة ......" میں بھی اس بات کا اشارہ فرمایا ہے کہ شوم بعض گھوڑوں کے ساتھ خاص ہے، ہر گھوڑے کا حکم یہ نہیں اور یہ سب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت نظر اور دقت فکر کا نتیجہ ہے۔(۱)

۲۷۰۳ : حدّثنا أبو اليمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ (۲) : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّمَا الشُّؤْمُ في ثَلَاثَةٍ : في الْفَرَسِ ، وَالْمَرْأَةِ ، وَالدَّارِ) . [ر : ۱۹۹۳]

تراجم رجال

۱۔ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔شعیب

یہ ابوبشر شعیب بن ابی حمزۃ قرشی اموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۳۔الزہری

یہ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "بدء الوحي" کی تیسری حدیث

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٦٠)۔

(۲) قوله: "أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما": الحديث، مر تخريجه في كتاب البيوع، باب شراء الإبل الهيم أو الأجرب۔

(۳) كشف الباري (ج١ ص٤٧٩ و ٤٨٠)۔

کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۱)

۴۔سالم بن عبداللہ

یہ ابوعمر سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے بھی مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان" کے تحت آ چکے۔(۲)

۵۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس" میں گذر چکے۔(۳)

أخبرني سالم۔

اسی طرح شعیب نے امام زھری سے نقل کیا ہے کہ سالم نے زھری سے یہ حدیث بیان کی اور ابن ابی ذئب نے شاذ امر کا ارتکاب کیا کہ امام زہری اور سالم کے درمیان سند میں محمد بن زبید بن قنفذ کو داخل کر دیا ہے۔یعنی درست اور صحیح یہی ہے کہ اس سند میں امام زھری اور سالم کے درمیان دوسرے کوئی راوی نہیں ہیں۔(۴)

قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "إنما الشؤم في ثلاثة: في الفرس، والمرأة، والدار"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ نحوست گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں ہوتی ہے۔

"شؤم" کا لفظ شین معجمہ اور ہمزہ کے ساتھ ہے اور کبھی اس میں تسہیل کی جاتی ہے تو بجائے ہمزہ کے واو ہو جاتا ہے۔(۵) اور اس کے معنی نحوست اور بدفالی کے ہیں۔(۶)

---

(۱) كشف الباري (ج۱ص۳۲٦)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۱۲۸)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص٦۳۷)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٦۰)، وعمدة القاري (ج۱ص۱٤۹)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٦۰)۔

(٦) التمهيد (ج۹ص۲۷۸)۔

٢٧٠٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي حازِمِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ[1] : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنْ كانَ في شَيْءٍ : فَفِي الْمَرْأَةِ ، وَالْفَرَسِ ، وَالْمَسْكَنِ) . [٤٨٠٧]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن مسلمۃ

یہ عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب قعنبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔مالک

یہ امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔ابوحازم

یہ مشہور زاہد، ابوحازم بن دینار مولی الاسود مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔سہل بن سعد الساعدی

صحابیٔ رسول حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے حالات بھی گذر چکے ہیں۔(۴)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن كان في شيء ففي المرأة

---

(١) قوله: "عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا (ج٢ص٧٦٣) كتاب النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة ......، رقم (٥٠٩٥)، ومسلم، كتاب السلام، باب الطيرة والفأل ومايكون فيه الشؤم، رقم (٥٨١٠)، والترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في الشؤم، رقم (٢٨٢٤)، وابن ماجه، أبواب النكاح، باب مايكون فيه اليمن والشؤم، رقم (١٦٦٤)۔

(٢) كشف الباري (ج٢ص٨٠) وأيضا انظر لترجمة الإمام مالك بن أنس كشف الباري (ج١ص٢٩٠)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(۴) حوالہ بالا۔

والفرس والمسکن"۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نحوست) اگر کسی چیز میں ہوتی تو عورت میں، گھوڑے میں اور رہنے کی جگہ (مسکن) میں ہوتی۔

ایک سوال اور اس کے جوابات

باب کے تحت یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، ان احادیث پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں ہے: "لاعدوی، ولاطیرۃ"۔(۱) اور اس حدیث میں بدشگونی سے منع کیا گیا ہے، عورت، گھر اور گھوڑے کے اندر شوم کا یہ تصور بدفالی اور بدشگونی نہیں تو اور کیا ہے؟ بظاہر دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہے۔

اس تعارض کے دفعیہ کے لئے مختلف حضرات محدثین نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے ہیں:

۱۔ امام مالک اور ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہما نے احادیث باب کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیثیں اس دوسری حدیث میں بیان کردہ عام قانون سے مستثنیٰ ہیں۔(۲)

۲۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیثیں قرآن کریم کی آیت: ﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتاب﴾ (۳) سے منسوخ ہیں (۴) لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب پر رد کیا ہے اور فرمایا: "والنسخ لايثبت بالاحتمال"۔(۵)

۳۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ یہ کلام حرف شرط کے ساتھ ہے، جیسا کہ یہاں باب کی دوسری

---

(۱) الحديث، أخرجه البخاري كتاب الطب، باب الفأل، رقم (۵۷۵۶)، وباب لاعدوى، رقم (۵۷۷۶)، ومسلم، كتاب السلام، باب الطيرة والفأل، رقم (۵۸۰۰ و ۵۸۰۱)، وأبوداود، أبواب الطب، باب في الطيرة، رقم (۳۹۱۶) والترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في الطيرة، رقم (۱۶۱۵)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٦١)۔

(۳) الحديد /۲۲۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٠)، التمهيد (ج٩ص٢٨٥)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٦٢)۔

روایت سہل بن سعد میں "إن كان الشؤم ......" حرف شرط کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہیں کہ شؤم ونحوست اگر کسی چیز میں ہوسکتی ہے تو وہ عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوسکتی ہے۔(۱) (لیکن شوم کسی چیز میں نہیں ہوتی، اس لئے ان تین چیزوں میں بھی اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا)۔

۴۔بعض علماء نے فرمایا کہ درحقیقت شؤم کی دو قسمیں ہیں، ایک شؤم بمعنی عدم موافقت، دوم شوم بمعنی نحوست۔

چنانچہ شوم حدیث باب میں بمعنی عدم موافقت ہے اور "لا عدوى ولا طيرة" میں بمعنی نحوست ہے۔اس صورت میں شوم دار کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تنگ ہو، یا وہاں پڑوسی اچھے نہ ہوں یا وہاں کی آب وہوا خراب ہو، اسی طرح شؤم مرأة کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو، زبان دراز ہو، عفت اور پاک دامنی کا خیال نہ رکھتی ہو اور شؤم فرس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد میں کام نہ آئے یا سرکش ہو یا اس کی قیمت زیادہ ہو۔(۲)

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد فسر معمر في روايته لهذا الحديث الشؤم تفسيرا حسنا:

قال معمر: سمعت من يفسر هذا الحديث يقول: شؤم المرأة إذا كانت غير ولود، و شؤم الفرس إذا لم يغز عليه في سبيل الله، وشؤم الدار جار السوء"۔ (۳)

"اور معمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی روایت میں شوم کی اچھی تفسیر بیان کی ہے..... چنانچہ معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا ہے جو اس حدیث کی تفسیر وتوضیح بیان کر رہے تھے کہ فرما رہے تھے کہ عورت کا شوم تو یہ ہے کہ وہ بچے جننے والی نہ ہو، گھوڑے کا شوم یہ ہے کہ اس پر اللہ کے لئے لڑا نہ جائے اور گھر کا شؤم یہ ہے کہ اس کا پڑوسی برا ہو"۔

چنانچہ اس آخری جواب کی تائید حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اس میں ہے: "من سعادة المرء: المرأة الصالحة، والمسكن

---

(۱) حوالہ بالا، وتكملة فتح الملهم (ج٤ص٣٨١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٥١) قال العيني: "وهنا اسم كان مقدر، إن كان الشؤم في شيء حاصلا، فيكون في المرأة، والفرس، والمسكن، فقوله: "إن كان في شيء إلى آخره" إخبار أنه ليس فيهن، فإذا لم يكن في هذه الثلاثة، فلا يكون في شيء."

(۲) لامع الدراري (ج٩ص٢٦٧)، ورجح هذا الجواب الشيخ الكاندهلوي،انظر تعليقات لامع الدراري ۔

(۳) التمهيد لابن عبد البر (ج٩ص٢٧٨و٢٧٩)، والمصنف لعبدالرزاق (ج١ص٤١١)، رقم (١٩٥٢٧)۔

الصالح، والمركب الهنيء، ومن شقاوة المرء: المرأة السوء، والمسكن السوء، والمركب السوء"۔(۱)

''یعنی آدمی کی خوش بختی میں سے یہ ہے کہ اس کی بیوی صالحہ ہو، اس کے رہنے کی جگہ اچھی ہو اور اس کی سواری اچھی ہو اور آدمی کی بدبختی میں سے ہے کہ اس کی بیوی بدخلق ہو، اس کے رہنے کی جگہ بری ہو اور اس کی سواری بری ہو''۔

اور یہ چیز ہر جنس کی بعض انواع کے ساتھ مختص ہے۔(۲) واللہ أعلم بالصواب

ان اشیائے ثلاثہ کو مخصوص بالذکر کرنے کی وجہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث باب اداۃ حصر کے ساتھ وارد ہوئی ہے کہ شوم تین چیزوں میں ہی ہوتی ہے، عورت، فرس اور دار۔(۳)

بعض حضرات مثلاً ابوالعباس قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان اشیائے ثلاثہ کو مخصوص بالذکر کرنے کی وجہ طول ملازمت ہے، یعنی انسان کو اکثر ان ہی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے، کیونکہ انسان غالب احوال میں گھر سے جس میں وہ رہتا ہو، بیوی سے جس سے اس کی معاشرتی زندگی کا تعلق ہو اور بندھے ہوئے گھوڑے سے جس کو اس نے جہاد کے لئے تیار کر رکھا ہو مستغنی نہیں رہ سکتا۔(۴)

کیا شؤم مذکوران تین اشیاء میں محصور ہے؟

پھر یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ حدیث باب کے تمام طرق ان تین چیزوں پر متفق ہیں یعنی تمام طرق میں فرس، مرأۃ اور دار ہی کا ذکر ہے، البتہ مصنف عبدالرزاق (۵) میں "معمر عن أم سلمة" کے طریق میں "السیف" کا اضافہ بھی موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تلوار میں بھی شؤم اور نحوست ہوتی ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رواه جويرية عن مالك عن الزهري أن بعض أهل أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبره أن أم سلمة كانت تزيد السيف"۔(۶)

---

(۱) المسند للإمام أحمد بن حنبل (ج۱ص۱٦۸)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٦۲)، وانظر أيضا كشف الباري، كتاب النكاح (ص۱۸۱)۔

(۳) حوالہ بالا وعمدة القاري (ج۱٤ص۱٤۹)، وطرح التثريب في شرح التقريب (ج۷ص۲۱٥۳)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٤۹)، وطرح التثريب في شرح التقريب (ج۷ص۲۱٥۳)۔

(٥) المصنف لعبد الرزاق (ج۱۰ص٤۱۱)، رقم (۱۹٥۲۷)۔

(٦) التمهيد لابن عبد البر (ج۹ص۲۷۹)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس زیادت کے متعلق جو کلام ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ ذیل میں ہم ذکر کرتے ہیں:

''اس حدیث کو مع زیادت کے امام دارقطنی نے ''غرائب مالک'' میں نقل کیا ہے اور اس کی سند زھری تک صحیح ہے، پھر جویریہ اس حدیث میں منفرد بھی نہیں، بلکہ سعید بن داود نے ان کی متابعت کی ہے، اس متابعت کو بھی امام دارقطنی نے نقل کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ روایت جویریہ میں جو مبہم راوی ہیں وہ ابوعبیدہ عبداللہ بن زمعہ ہیں۔ چنانچہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ''سیف'' کی زیادتی کے ساتھ اپنی سنن میں موصولا ذکر کی ہے، اس کی سند میں ابوعبیدہ عبداللہ بن زمعہ کی صراحت ہے اور اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن زينب بنت أم سلمة عن أم سلمة أنها حدثت بهذه الثلاثة، وزادت فيهن: والسيف"۔ (۱)

زینب بنت ام سلمہ یہ ابوعبیدہ عبداللہ بن زمعہ کی والدہ ہیں، نیز حدیث باب کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے بھی سند کے کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں بھی ''سیف'' کی زیادتی موجود ہے۔ (۳)

چنانچہ علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ حصر بنسبت عادت کے ہے یعنی لوگ عادۃً ان چیزوں میں نحوست سمجھتے ہیں یہ کوئی خِلقی یا فطری معاملہ نہیں ہے کہ ان چیزوں میں ضرور نحوست ہو، یہ مطلب حصر کا نہیں کہ یہ اشیاء ثلاثہ خلقۃً مشئوم اور منحوس ہوتی ہیں، چنانچہ کبھی نحوست دو لوگوں کے ساتھ رہنے سے ہوتی ہے، کبھی سفر میں ہوتی ہے اور کبھی اس کپڑے میں ہوتی ہے، جس کو بندہ نیا نیا لیتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "إذا لبس أحدكم ثوبا جديدا فليقل: اللهم إني أسألك من خيره وخير ما صنع له، وأعوذبك من شره وشر ما صنع له"۔ (۴)

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب ما يكون فيه اليمن والشؤم، رقم (۱۹۹۵)۔

(۲) سنن النسائي الكبرى (ج۵ص۴۰۳)، كتاب عشرة النساء، أبواب حقوق الزوج، شؤم المرأة، رقم (ج۵ص۹۲۸۰)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٦٣)۔

(٤) الحديث رواه أبوداود في كتاب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديا، رقم (٤٠٢٠)، والترمذي في كتاب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدا، رقم (١٧٦٧)، وطرح التثريب في شرح التقريب (ج٧ص٢١٥٣)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت احادیث

باب کی پہلی حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کے جملے: "في الفرس" کے جملے میں ہے اور دوسری حدیث کی مناسبت بھی ترجمہ کے ساتھ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔(۱)

تنبیہ

یہ شؤم کا مسئلہ ''کتاب النکاح'' (۲) میں بھی گذر چکا ہے اور یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایات نقل کی ہیں، ترجمہ بھی قائم کیا ہے اور جہاد کی مناسبت سے شؤم فرس کو بیان کیا ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

٤٨ - باب : الخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ فرمایا کہ گھوڑے تین ہوتے ہیں، یعنی گھوڑوں کی پالنے والے افراد کی نوعیت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔(۳)

چنانچہ ایک خیل تو وہ ہے جو اجر وثواب کا سبب بنتا ہے اور یہ وہی خیل ہے جو جہاد کے لئے پالا جائے۔ دوسرے وہ ہے جو ستر، پردہ پوشی اور جہنم کی آگ سے حجاب کا سبب بنتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی گھوڑے کو پالے اور اس کے جو حقوق اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہیں ان کو اداء کرے، اس کی خوب نگہداشت کرے اور تیسرا گھوڑا وہ ہے جو اسلام سے عداوت کی بنیاد پر پالا جائے۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٤٩و ١٥١)۔

(۲) صحيح البخاري (ج۲ص٧٦٣)، كتاب النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة، وكشف الباري، كتاب النكاح، (ص١٨٠-١٨٢)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٥١)۔

پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حدیث باب کے ابتدائی حصہ کو ترجمۃ الباب کا جزء بنایا ہے۔(۱) جیسا کہ ان کی معروف عادت ہے۔(۲)

اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ کی غرض یہ بتائی ہے:

"ویحتمل عندي في وجه الغرض من الترجمة: أنه الإشارة إلى ما سبق من شؤم الفرس من حيث الحصر الوارد في الحديث، فإنه لم يتعرض فيه إلى الشؤم"۔(۳)

"یعنی میرے نزدیک ترجمۃ الباب کی غرض میں یہ احتمال ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ماسبق میں جو اشیائے ثلاثہ میں حصر وارد ہوا تھا کہ ان ہی میں نحوست ہوتی ہے۔ان میں گھوڑا بھی شامل تھا تو آپ نے سابق میں بیان کردہ شؤم سے یہاں تعرض نہیں کیا"۔

جس سے معلوم یہ ہوا کہ ہر گھوڑے میں نحوست نہیں ہوتی۔ كما سبق منا ذكره في الباب السابق۔

کیا گھوڑے ان تین اقسام ہی میں منحصر ہیں؟

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب میں خیل کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں تو کیا خیل کی یہی صرف تین اقسام ہیں یا اور بھی ہیں؟

اس کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب سے بعض شراح نے حصر مراد لیا ہے کہ گھوڑوں کی تین ہی قسمیں ہیں۔وہ اس طرح کہ گھوڑے کو پالنا اور اُسے رکھنا یا تو مطلوب ہوگا۔ یا مباح ہوگا یا ممنوع، چنانچہ مطلوب میں واجب اور مندوب دونوں داخل ہیں اور ممنوع کے تحت حرام اور مکروہ دونوں داخل ہیں۔(۴)

---

(۱) حوالہ بالا۔ وفتح الباري (ج٦ص٦٤)۔

(۲) كشف الباري (ج١ص)۔

(۳) الأبواب والتراجم للشيخ الكاندهلوي (ج١ص١٩٦)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٦٤)۔

پھر بعض حضرات نے اس پر اعتراض کیا کہ حدیث میں تو مباح کا ذکر ہی نہیں، کیونکہ قسم ثانی جو گھوڑوں کی ہے وہ اس قید کے ساتھ مقید ہے: "ولم ینس حق اللہ فیہ" چنانچہ یہ تو مندوب سے ملحق ہوا تو یہاں مباح والی قسم کہاں سے آ گئی؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غالب عادت یہ تھی کہ آپ انہی اشیاء کے ذکر کا اہتمام فرماتے ہیں جن میں کسی چیز کی ترغیب ہو یا کسی امر سے منع کیا گیا ہو۔ جہاں تک تعلق ہے خالص مباحات کا تو ان کے بیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرماتے ہیں، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ان مباحات سے سکوت عفو و معافی کی دلیل ہے۔(۱)

اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم ثانی خالص مباح کی ہو، مگر یہ کہ نیت کے خلوص کی وجہ سے وہ کبھی کبھی ندب کے درجے تک جا پہنچے برخلاف قسم اول کے، کیونکہ وہ ابتداء ہی سے مطلوب ہے۔(۲) یعنی قسم اول میں تو گھوڑا باندھنے کی نیت ہی جہاد کے واسطے تھی تو وہ تو شروع ہی سے مطلوب ومقصود ہے۔ واللہ اعلم

وقوله تعالى: ﴿والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق ما لا تعلمون﴾ (النحل: ۸).

اور اللہ عز وجل کا قول: اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا فرمائے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے طور پر۔

"الخیل ......" کا عطف چونکہ ماقبل کے "والانعام" پر ہے اس لئے مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہے۔(۳)

اور قرآن کریم کی آیت مذکورہ بالا ترجمۃ الباب کا جزء ثانی ہے اور یہ آیت بھی حدیث باب میں مذکورہ تقسیم پر دلالت کر رہی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں یعنی گھوڑے، گدھے اور خچر اللہ عز وجل نے سواری اور زینت کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ اب اگر کوئی آدمی ان کو کسی کام میں استعمال کرتا ہے تو اس کے لئے یہ مباح ہے، اس کے بعد

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٦٤)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٥١)۔

اگر اس فعل کے ساتھ عبادت کی نیت بھی شامل ہوجائے تو وہ مباح سے ترقی کر کے امر مندوب میں شامل ہوجاتا ہے۔ اور اگر نیت معصیت کی یعنی فخر ومباہات کی ہو تو یہ گناہ میں شامل ہوجاتا ہے۔(۱)

فائدہ

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ عز وجل کے قول مذکورہ بالا میں معطوف اور معطوف علیہ ایک طریقے پر نہیں ہے کہ معطوف علیہ تو "لتر کبوھا" ہے اور معطوف "زینۃ" کا کلمہ ہے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رکوب مخاطبین کا فعل ہے، جبکہ زینت، زینت عطا کرنے والے خالق کا فعل ہے۔(۲)

۲۷۰۵ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ (۳) : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (الخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ : لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ . فَأَمَّا ٱلَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، فَأَطَالَ فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ المَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ ، وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا ، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ أَرْوَاثُهَا وَآثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ . وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ عَلَى ذٰلِكَ) . وَسُئِلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنِ الحُمُرِ . فَقَالَ : (ما أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هٰذِهِ الآيَةُ الجَامِعَةُ الفَاذَّةُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ») . [ر : ۲۲٤۲]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن مسلمہ

یہ عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب قعنبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٦٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٥١)۔

(۳) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في كتاب المساقاة، باب شرب الناس والدواب من الأنهار۔

۲۔ مالک

یہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن" کے تحت آچکے ہیں۔(۱)

۳۔ زید بن اسلم

یہ مولی عمر زید بن اسلم العدوی ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ بالا باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۴۔ ابوصالح السمان

یہ ابوصالح ذکوان السمان الزیات رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔ ابوہریرہ

یہ مکثر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" میں گذر چکے ہیں۔(۳)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الخيل لثلاثة۔

بخاری شریف کے تمام نسخوں میں لام کے ساتھ "لثلاثة" ہے، جب کہ کشمیہنی کی روایت میں "الخیل ثلاثة" ہے، بغیر لام کے۔(۴)

گھوڑے کی تین قسموں کے درمیان وجہ حصر

ان تینوں اقسام کے درمیان وجہ حصر یہ ہے کہ گھوڑا سواری کے لئے پالا جائے گا یا تجارت کے لئے، پھر ان دو میں سے ہر قسم کے ساتھ کوئی عبادت مقترن ہوگی تو یہ قسم اول ہے، یا کوئی معصیت یا گناہ مقترن ہوگا تو یہ قسم ثالث ہے۔ یا ہر دو قسم کسی بھی قسم کی نیت سے خالی ہو تو یہ قسم ثانی ہے اور قسم ثانی سے مراد وہ صورت ہے جب کہ وہ ستر بنے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۸۰) وانظر أيضا لترجمة الإمام مالك بن أنس كشف الباري (ج۱ ص۲۹۰)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص۲۰۳)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ ص۶۵۸ و ۶۵۹)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٢)، وفتح الباري (ج٦ ص٦٤)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٦٤)۔

حدیث باب کا ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گھوڑا تین قسم کے آدمیوں کے پاس ہوسکتا ہے۔ایک شخص کے لئے باعث اجر ہے اور ایک شخص کے لئے باعث ستر ہے اور ایک شخص کے لئے جرم کا سبب ہے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے لئے باعث اجر وثواب ہے وہ شخص ہے جو اس کو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے پالے اور کسی چراگاہ یا باغ میں اس کو لمبی رسی میں باندھ دے تو وہ اس چراگاہ یا باغ کا جو جو حصہ اس رسی کے اندر آ جائے گا اتنے ہی تنکوں کے برابر نیکیاں اس کو ملیں گی۔ اور اگر اتفاق سے وہ اپنی رسی توڑ کر ایک ٹیلہ یا دو ٹیلے پھاند جائے تو اس کی لید کے وزن اور قدم کے نشانوں کے برابر اس کو نیکیاں ملیں گی اور اگر اس کا گذر کسی نہر پر ہو جائے جس کا وہ پانی پی لے اگر چہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تب بھی اسے نیکیاں ملیں گی اور جو شخص دکھلاوے اور فخر کی غرض سے باندھے اور اہل اسلام کی دشمنی کے لئے رکھے تو وہ گھوڑا اس کے لئے جرم کا سبب ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کی بابت پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے بارے میں مجھ کوئی حکم نازل نہیں ہوا مگر یہ آیت ﴿فمن یعمل مثقال ......﴾ یعنی جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا یہ آیت جامع ومنفرد ہے۔

چند ضروری فوائد

حدیث باب چونکہ "کتاب المساقاة" میں گذر چکی ہے اس لئے ہم نے یہاں صرف ترجمۂ حدیث پر اکتفا کیا ہے، البتہ چند ضروری فوائد کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہوگا وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ یہ روایت "کتاب المساقاۃ" میں گذر چکی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور قسم ثانی کو اختصاراً حذف کر دیا ہے، چنانچہ قسم ثانی کا ذکر کتاب المساقاۃ کی روایت میں یوں ہے: "ورجل ربطها تغنيا وتعففا، ثم لم ينس حق الله في رقابها ولا ظهورها، فهي لذلك ستر"۔(۱)

"اور ایک شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالتا ہے، پھر اس کی گردن اور اس کی پشت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہیں کرتا تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے پردہ ہے"۔

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب شرب الناس، وسقي الدواب من الأنهار، رقم (۲۳۷۱)، وعمدة القاري (ج۱۴ ص۱۵۲)، والكرماني (ج۱۲ ص۱٤۱)۔

۲۔حدیث باب کے جملے "ولــم يــرد أن يسـقيـهـا" سے معلوم یہ ہوا کہ بندے کو ان جزئیات کا بھی ثواب اور اجر ملتا ہے جو کسی فعل طاعت وعبادت کے درمیان واقع ہوں، بشرطیکہ اصل یعنی عبادت کا قصد ونیت موجود ہو۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں پر احسان اور فضل ہے۔(۱) چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفيـه أن الإنسـان يـؤجر على التفاصيل التي تقع في فعل الطاعة إذا قصد أصلها، وإن لم يقصد تلك التفاصيل"۔ (۲)

۳۔گھوڑوں کی پیشانیوں سے خیر وبرکت وابستہ ہوتی ہے، جب کہ ان کا رکھنا عبادت کے لئے یا کسی امر مباح کے لئے ہو، ورنہ ان کا رکھنا مذموم اور گناہ کا باعث ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفـي هـذا الحديث بيان أن الخيل إنما تكون في نواصيها الخير والبركة إذا كان اتخاذها في الطاعة أو في الأمور المباحة، وإلا فهي مذمومة"۔ (۳)

فقال: ماأنزل علي فيها إلا هذه الآية الجامعة الفاذة۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی بابت مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا مگر یہ آیت: ﴿فـمـن يـعـمـل مثقال ......﴾، یہ آیت جامع ومنفرد ہے۔

۴۔ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص گدھوں کو عبادت وطاعت کے لئے پالے تو اس کا ثواب وہ دیکھ لے گا اور اگر ان گدھوں کے ذریعے کسی معصیت اور گناہ کا ارتکاب کرے تب بھی اس کی سزا اور عقاب کو وہ دیکھ لے گا۔ (۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ومطابقت بالکل واضح ہے اور وہ "الخيل لثلاثة" میں ہے۔ (۵)

---

(۱) التمهيد (ج٤ص٢٠٣)، وشرح ابن بطال (ج٥ص٦٣)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٦٤)۔

(۳) حوالہ بالا (ص٦٥)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) عمدة القاري (ج١٤ص٢٥٥)۔

٤٩ – باب : مَنْ ضَرَبَ دابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْغَزْوِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دوران سفر قافلے میں اگر کسی کی سواری کمزوری اور لاغری کی وجہ سے رک جائے تو سواری کے مالک کی مدد اور اعانت کرنے کے لئے اسے مارنا چاہئے، تاکہ وہ سواری چل پڑے۔(۱)

٢٧٠٦ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ : حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ : أَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ (٢) فَقُلْتُ لَهُ : حَدِّثْنِي بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . قَالَ : سَافَرْتُ مَعَهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ . قَالَ أَبُو عَقِيلٍ : لَا أَدْرِي غَزْوَةً أَوْ عُمْرَةً . فَلَمَّا أَنْ أَقْبَلْنَا . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَعَجَّلَ إِلَى أَهْلِهِ فَلْيُعَجِّلْ) . قَالَ جَابِرٌ : فَأَقْبَلْنَا وَأَنَا عَلَى جَمَلٍ لِي أَرْمَكَ . لَيْسَ فِيهِ شِيَةٌ . وَالنَّاسُ خَلْفِي . فَبَيْنَا أَنَا كَذٰلِكَ . إِذْ قَامَ عَلَيَّ . فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (يَا جَابِرُ . اسْتَمْسِكْ) . فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِيرُ مَكَانَهُ . فَقَالَ : (أَتَبِيعُ الْجَمَلَ) . قُلْتُ : نَعَمْ . فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فِي طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ . فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ . وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ . فَقُلْتُ لَهُ : هٰذَا جَمَلُكَ . فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُولُ : (الْجَمَلُ جَمَلُنَا) . فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ . فَقَالَ : (أَعْطُوهَا جَابِرًا) . ثُمَّ قَالَ : (اسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ) . قُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ : (الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ) . [ر : ٤٣٢]

تراجم رجال

ا۔ مسلم

یہ مسلم بن ابراہیم القصاب فراہیدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب زیادة

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٢)۔ و فتح الباري (ج٦ ص٦٦)۔

(٢) قوله: "جابر بن عبد الله": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب الصلاة إذا قدم من سفر۔

الإیمان ونقصانه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔ابوعقیل

یہ ابوعقیل بشیر بن عقبہ السامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ابوالمتوکل الناجی

یہ ابوالمتوکل علی بن داؤد الناجی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔جابر بن عبداللہ

یہ مشہور صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

قال: سافرت معه في بعض أسفاره – قال أبو عقيل: لاأدري غزوة أم عمرة–۔

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسفار میں ان کے ساتھ سفر کیا۔ راوی حدیث ابوعقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ مذکورہ سفر کسی غزوے کا تھا یا عمرے کا۔

مذکورہ بالا سفر غزوے کا تھا یا عمرے کا؟

یہاں راوی ابوعقیل کو شک ہوا ہے کہ سفر کس چیز کے لئے تھا، غزوے کے لئے یا عمرے کے لئے۔لیکن روایات کے تتبع سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ سفر غزوے کا تھا، چنانچہ یہی حدیث امام بخاری نے کتاب البیوع میں بھی نقل کی ہے، اس میں "غزاۃ" کا لفظ صریح موجود ہے۔(۵) نیز سفر غزوے کا ہونے کی تائید ابوعوانہ عن مغیرہ کے طریق کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کے آخر میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: "فأعطاني ثمن الجمل والجمل

(۱) كشف الباري (ج۲ص ۴۵۵)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب المظالم، باب من عقل بعيره على البلاط أو باب المسجد۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الإجارة، باب ما يعطى في الرقبة على أحياء العرب......۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر۔

(۵) صحيح البخاري كتاب البيوع، باب شراء الدواب والحمير، رقم (۲۰۹۷)۔

وسهمي مع القوم"(۱) ظاہری بات ہے کہ سہم غزوے ہی میں ہوتا ہے۔

یہ کونسا غزوہ تھا؟

البتہ غزوے کی تعیین میں شراح کا اختلاف ہے کہ یہ کونسا غزوہ ہے؟ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث صحیح بخاری میں موصولا تقریبا چھبیس (۲۶) مرتبہ ذکر کی ہے، جن میں سے بعض میں سفر کے غزوے کا ہونے کی تصریح تو ہے جیسا کہ اکثر روایات میں ابہام ہے، البتہ صرف ایک تعلیق میں غزوے کی تعیین ہے کہ غزوہ تبوک کا تھا، چنانچہ کتاب الشروط میں داود بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم عن جابر کے طریق میں ہے: "اشتراه بطريق تبوك" (۲) اور داود بن قیس کی موافقت علی بن زید بن جدعان نے کی ہے، چنانچہ ان کی روایت میں ہے: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بجابر في غزوة تبوك"۔(۳)

لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جزم کیا ہے کہ مذکورہ واقعہ "غزوہ ذات الرقاع" کا ہے (۴) اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی خیال یہی ہے کہ یہ "غزوۃ ذات الرقاع" کا واقعہ ہے۔(۵) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے، حافظ فرماتے ہیں: "وهي الراجحة في نظري؛ لأن أهل المغازي أضبط لذلك من غيرهم"۔(۶)

اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن اسحاق کے قول پر جزم کیا ہے۔(۷)

غزوۃ ذات الرقاع کے راجح ہونے پر دلائل

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب میں غزوہ سے مراد "غزوۃ ذات الرقاع" ہے اس پر مختلف دلائل دیئے ہیں:-

(۱) صحيح البخاري، كتاب الاستقراض ......، باب الشفاعة في وضع الدين، رقم (۲٤۰٦)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب إذا اشترط البائع ظهر الدابة، رقم (۲۷۱۸)۔

(۳) فتح الباري (ج۵ص۳۲۰)۔

(٤) السيرة النبوية لابن هشام (ج۳ص۲۱٦)۔

(۵) فتح الباري (ج۵ص۳۲۰)۔

(٦) حوالہ بالا۔

(۷) دلائل النبوة للبيهقي (ج۳ص۳۸۲)، وقد صرح فيه: "في غزوة ذات الرقاع من نخل"۔

۱۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مذکورہ واقعہ مکہ اور مدینہ کے راستے میں پیش آیا۔ اور تبوک کا راستہ مکے کے راستے سے نہیں ملتا ہے، برخلاف غزوہ ذات الرقاع کے راستے کے۔ لہذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ ''غزوۃ ذات الرقاع'' کا ہے۔(۱)

۲۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بہت سے طرق میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مذکور فی الحدیث واقعہ میں یہ سوال بھی کیا: "هل تزوجت ؟" قال: نعم۔ قال: "أتزوجت بكرا أم ثيبا؟" (۲) پھر اسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ اعتذار بھی مذکور ہے کہ میں نے ثیب سے نکاح اس لئے کیا کہ میرے والد محترم غزوہ احد میں شہید ہوئے اور اپنے پیچھے میری چھوٹی چھوٹی بہنوں کو چھوڑ گئے، لہذا میں نے ثیب سے نکاح کیا تاکہ وہ میری بہنوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، حدیث باب میں مذکور واقعہ ان کے والد عبداللہ کی شہادت کے قریب قریب کا ہے، تو اس سفر کا ''غزوۂ ذات الرقاع'' کے موقعے پر ہونا زیادہ ظاہر ہے، نہ کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ہونا، کیونکہ صحیح قول کے مطابق ''غزوۂ ذات الرقاع'' کا وقوع غزوۂ احد کے ایک سال بعد کا ہے، جب کہ غزوہ تبوک اور غزوہ احد کے درمیان سات سال کا فاصلہ ہے۔(۳) واللہ أعلم

قال جابر: فأقبلنا وأنا على جمل لي أرمك، ليس فيه شية، والناس خلفي۔

حضرت جابر فرماتے ہیں تو ہم آئے درآنحالیکہ میں اپنے ایک اونٹ پر جو خاکستری رنگ کا تھا سوار تھا، اس میں کوئی عیب نہیں تھا اور دوسرے لوگ میرے پیچھے تھے۔

ارمک کے معنی

"أرمك" احمر کے وزن پر ہے، امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارمک اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی سرخی میں سیاہی ملی ہوئی ہو۔(۴)

---

(۱) فتح الباري (ج۵ص۳۲۱)۔

(۲) انظر مثلا الصحيح للبخاري كتاب الجهاد، باب استئذان الرجل الامام، رقم (۲۹۹۷)، و كتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا﴾، رقم (۴۰۵۲)۔

(۳) فتح الباري (ج۵ص۳۲۱)۔

(۴) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۳)، وشرح ابن بطال (ج۵ص۶۵)، وكتاب الأمالي (ج۲ص۲۵۶)۔

اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی اردو میں ''خاکستر اونٹ'' کے کیے ہیں۔(۱)

شیة کے معنی

"شیة" کے معنی علامت کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اس اونٹ پر اس کے حقیقی رنگ کے علاوہ اور کوئی دھبہ وغیرہ نہیں تھا۔(۲)

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس اونٹ میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں تھا اور اس احتمال کی تقویت وتایید مابعد کے جملے سے بھی ہوتی ہے:"والناس خلفي، فبينا أنا كذلك إذ قام علي" کہ لوگ میرے پیچھے رہ گئے تھے، چنانچہ میں اسی حال میں تھا کہ اچانک اونٹ رک گیا۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹ تیز رفتار اور رفتار کے حوالے سے اس میں کوئی عیب نہیں تھا، یہاں تک کہ وہ دوسرے لوگوں سے آگے نکل گیا اور پھر وہ تھکاوٹ کی وجہ سے رک گیا۔(۳)

نیز امام المفسرین حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قرآن کریم میں وارد ﴿لا شية فيها﴾ (۴) کے معنی "لا عيب فيها" منقول ہیں۔(۵)

تنبیہ

حدیث باب کی دیگر جملہ تشریحات ماقبل میں مختلف ابواب میں گذر چکی ہیں۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "فضربه بسوطه ضربة" چنانچہ مارنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اونٹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تھا اور مارنے کی وجہ اونٹ کا رک جانا تھا۔(۶)

---

(۱) فيض الباري (ج۳ص۴۳۱)۔

(۲) حوالہ بالا، و فتح الباري (ج۶ص۶۶)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ص۶۶)۔

(۴) البقرة/۷۱۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۳)۔

(۶) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۲)۔

فائدہ

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب سے معلوم یہ ہوا کہ جہاد میں جانور کے ہنکانے میں اپنے ساتھی کی مدد کرنی چاہئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک کمزور آدمی کی سواری کو دوسرا آدمی دھکا دے رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ذهب هذا بالأجر" - يعني المعين -- اسی طرح جو جانور کے ہنکانے میں معین ہوگا اس پر اس کو اجر وثواب ملے گا۔(۱)

٥٠ - باب : الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ الصَّعْبَةِ وَالْفُحُولَةِ مِنَ الخَيْلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں ترجمۃ الباب کے مقصد میں شراح بخاری کا اختلاف ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے کیا ہے؟

چنانچہ حافظ ابن حجر اور ابن بطال رحمۃ اللہ علیہما کی رائے یہ ہے کہ یہاں نر گھوڑے اور اڑیل جانور کی سواری کو افضل بتایا جارہا ہے۔(۲)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمے میں کئے گئے اپنے دعوی کو دو طریقوں سے ثابت کیا ہے، ایک راشد بن سعد کے اثر سے، کہ اس میں یہ آیا کہ سلف نر گھوڑوں کو پسند کرتے تھے تو اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سرکش جانور کی سواری پر استدلال فرمایا۔ دوسرے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور فی الباب سے کہ چونکہ حدیث میں گھوڑے کے لئے ضمیر مذکر کی استعمال کی گئی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ گھوڑا فحل (نر) تھا۔(۳)

اور علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ مدینہ منورہ مادہ گھوڑوں سے خالی نہیں

(۱) شرح ابن بطال (ج٥ ص٦٤)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٦٦)، وشرح ابن بطال (ج٥ ص٦٦)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٦٦)۔

تھالیکن اس کے باوصف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے نرگھوڑے کے علاوہ کسی اور پر سواری کی ہو، سوائے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے۔ یہ اسی وجہ سے تھا کہ نرگھوڑے مادہ گھوڑوں سے افضل ہوتے ہیں۔(۱)

مگر علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نظر سے خالی نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نرگھوڑوں کے علاوہ مادہ پر کبھی سواری نہیں کی، کیونکہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی بارے میں دارقطنی کی روایت یہ ہے: "غزوت مع النبي صلى الله عليه وسلم يوم بدر على فرس لي أنثى"۔(۲)

اسی طرح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ اناث الخیل کو پسند کرتے تھے، خاص طور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چنانچہ ان کے بارے میں آتا ہے: "أنه كان لا يقاتل إلا على أنثى؛ لأنهما تدفع البول، وهي أقل صهيلاً، والفحل يحبسه في جريه حتى ينتفق، ويؤذي بصهيله" کہ "وہ صرف گھوڑی پر ہی قتال کرتے تھے، کیونکہ وہ پیشاب نہیں روکتی، وہ ہنہناتی بھی کم ہے، بر خلاف نرگھوڑے کے کہ وہ دوڑتے وقت پیشاب روکے رکھتا ہے، یہاں تک کہ (پیشاب کی تھیلی) پھٹ جاتی ہے اور وہ اپنی ہنہناہٹ سے تکلیف بھی پہنچاتا ہے"۔(۳)

علامہ عینی اور علامہ گنگوہی رحمہما اللہ کی رائے

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب میں سخت سواری پر سواری کی مشروعیت اور جواز کو بیان کرنا چاہتے ہیں، اگر سوار اس کا اہل ہو، ورنہ نہیں۔(۴)

اور علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی غالبا اسی کے قائل معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص۶۶)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۳)۔

(۳) انظر تفصيل ذلك في عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۳)، وفتح الباري (ج۶ص۶۶)، وقال العلامة القرطبي رحمه الله في تفسيره "الجامع لأحكام القرآن" (ج۸ص۳۶): "والمستحب منها الإناث، قاله عكرمة وجماعة"۔

(۴) حوالہ بالا۔

"ظاهر كلام الشيخ قدس سره العزيز أنه حمل ترجمة البخاري على بيان جواز الركوب على الصعبة"۔ (۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی رائے

جب کہ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مجاہد کو ایسے گھوڑے پر سواری کی عادت ڈالنی چاہئے جو سخت ہو اور نر، تا کہ اس کے اندر جرأت و بہادری پیدا ہو اور ایسا گھوڑا میدان جہاد میں زیادہ مفید اور کارآمد ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"والأوجه عند هذا العبد الضعيف: أن غرض الإمام البخاري ترغيب الركوب على الدابة الصعبة والفحولة؛ كما يدل عليه أثر راشد بن سعد ......"۔(۲)

اور یہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہی بہتر و مناسب معلوم ہوتی ہے۔

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ : كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ الْفُحُولَةَ ، لِأَنَّهَا أَجْرَى وَأَجْسَرُ .

اور راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "سلف نر گھوڑوں کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ جرات اور جسارت والے ہوتے ہیں"۔

راشد بن سعد

یہ راشد بن سعد مقرائی - بفتح الميم وسكون القاف - (۳) حبرانی - بضم الحاء - (۴) حمصی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۵)

---

(۱) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲۳۲)، والأبواب والتراجم (ج۱ص۱۹۶)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) وقيل: بضم الميم، والأول قول الأكثر، انظر تعليقات تهذيب الكمال (ج۹ص۸)۔

(۴) تعليقات تهذيب الكمال (ج۹ص۹)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۹ص۸)۔

یہ حضرت ثوبان، حضرت سعد بن ابی وقاص، ابوالدرداء، عمرو بن العاص، ذی مخبر حبشی، عتبہ بن عبد، عوف بن مالک، معاویہ، یعلی بن مرۃ، مقدام بن معدی کرب، عبداللہ بن بسر، ابوامامۃ، ابن عامر عبداللہ بن لحی ہوزنی اور عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اوران سے روایت حدیث کرنے والوں میں حریز بن عثمان، صفوان بن عمرو، معاویہ بن صالح حضرمی، علی بن ابی طلحہ، ثور بن یزید اور ابوبکر بن ابی مریم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔(۱)

امام یحیی بن معین، (۲) ابو حاتم، احمد بن عبداللہ عجلی، یعقوب بن شیبۃ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۳)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا بأس به، إذا لم يحدث عنه متروك"۔(۴)

نیز علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا "تروي عن راشد بن سعد؟ قال: ماشأنه، هو أحب إليّ من مكحول"۔(۵)

مفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "راشد بن سعد المقرائي من حمير، من أثبت أهل الشام"۔(۶)

اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وكان ثقة"۔(۷)

البتہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ضعيف"۔(۸)

لیکن علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فهذا من أقواله المردودة"۔(۹)

صفین کی جنگ میں راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔(۱۰) اور اس

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۹ص۹، ۱۰)۔

(۲) تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي (ص۱۱۰)، رقم (۳۲۸)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج۹ص۱۰)۔

(۴) حوالہ بالا وتهذيب تاريخ دمشق لابن عساكر (ج۵ص۲۹۳)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۹ص۱۰)۔

(۶) حوالہ بالا۔

(۷) الطبقات لابن سعد (ج۷ص۴۵۶)۔

(۸) سير أعلام النبلاء (ج۴ص۴۹۰)۔

(۹) حوالہ بالا۔

(۱۰) حوالہ بالا، وشرح الكرماني (ج۱۲ص۲۷۳)۔

جنگ میں ان کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوئی تھی۔(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے صرف باب میں مذکور اثر نقل کیا ہے اور کوئی روایت نہیں لی، البتہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی حضرات نے ان کی روایتیں لی ہیں۔(۲)

اکثر ائمہ جرح وتعدیل کا خیال یہ ہے کہ ان کی وفات خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ۱۰۸ھ کو ہوئی۔(۳) اور تقریباً نوے سال وفات کے وقت ان کی عمر تھی۔(۴) رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة۔

أجرأ و أجسر کے معنی

"أجــرأ" ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح مروی ہے، اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی بہادر کے ہوں گے اور یہ مشتق جراءۃ سے ہوگا۔

اور اگر بغیر ہمزہ کے ہو تو اس کے معنی زیادہ تیز دوڑنے والے کے ہوں گے اور یہ مشتق جري سے ہوگا۔(۵)

اور "أجسر" جسارۃ سے مشتق ہے، اس کے معنی بھی بہادر کے ہیں۔(۶)

مفضل علیہ کے حذف کی وجہ

اور یہاں مفضل علیہ کو سیاق پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ نر گھوڑے مادہ اور خصی گھوڑوں سے زیادہ بہادر اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔(۷)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فحولة فحل کی جمع ہے اور اس میں جو تاء ہے وہ جمعیت کی تاکید کے لئے لائی گئی ہے، جیسے ملك کی جمع ملائكة ہے۔(۸)

---

(۱) تاريخ البخاري الكبير (ج۳ص۲۹۲)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۹ص۱۱)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۵۳)، وميزان الاعتدال (ج۲ص۳۵)، وتهذيب الكمال وتعليقاته (ج۹ص۱۱)۔

(٤) سير أعلام النبلاء (ج٤ص٤۹۰)۔

(۵) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱٤۳)، وفتح الباري (ج٦ص٦٦)۔

(٦) حواله بالا۔

(۷) فتح الباري (ج٦ص٦٦)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۵۳)۔

(۸) شرح الكرماني (ج۱۲ص۱٤۳)۔

٢٧٠٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ(١) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ ، فَٱسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوبٌ ، فَرَكِبَهُ ، وَقالَ : (ما رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) . [ر : ٢٤٨٤]

تراجم رجال

۱۔احمد بن محمد

یہ احمد بن محمد بن موسی ابوالعباس السمسار المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کالقب مردویہ ہے۔(۲)

اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ احمد بن محمد بن ثابت بن عصمان خزاعی شبویہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، درست نہیں، کیونکہ یہ رجال بخاری میں سے نہیں ہیں، بلکہ مروزی رجالِ بخاری میں سے ہیں۔(۳)

۲۔عبداللہ

یہ عبداللہ بن مبارک حنظلی مروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۳۔شعبہ

یہ ابو بسطام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے بھی مختصر حالات "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" کے تحت آ چکے ہیں۔(۵)

۴۔قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

---

(١) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب مايقع من النجاسات في السمن والماء۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٤)، وفتح الباري (ج٦ص٦٧)۔

(٤) كشف الباري (ج١ص٤٦٢)۔

(٥) كشف الباري (ج١ص٦٧٨)۔

۵۔انس بن مالک

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب الإیمان؛ باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے۔(۱)

تنبیہ

حدیث باب کی تشریحات ماقبل میں مختلف ابواب کے تحت بیان کی جا چکی ہیں۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

ماقبل میں ہم ترجمۃ الباب کے مقصد کے تحت شراح کا اختلاف ترجمے کے مقصد میں نقل کر چکے ہیں، یہی اختلاف ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث میں بھی ہے کہ حدیث کا کونسا جزء ترجمے پر منطبق ہے؟

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ ترجمے کے ساتھ حدیث کی مناسبت "فرسا" کے لفظ میں ہے اور وہ اس طرح کہ فرس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمیر جو استعمال کی وہ مذکر کی استعمال کی، یعنی "وإن وجدناه لبحرا" کہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز رفتار پایا۔تو معلوم یہ ہوا کہ مذکورہ گھوڑا مذکر تھا، چنانچہ حافظ صاحب لکھتے ہیں: "وأخذ کونه کان فحلا من ذکره بضمیر المذکر"۔(۳)

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایت کی ترجمۃ الباب پر دلالت وانطباق اس طور پر ہے کہ جس طرح سخت (اوراڑیل) جانور چلنے اور قطع مسافت میں خلل کا سبب بنتا ہے،اسی طرح سست رفتار جانور بھی قطع مسافت میں خلل کا باعث ہوتا ہے۔چنانچہ جب سست جانور پر سواری جائز ہے تو سخت جانور پر بھی جائز ہوگی۔(۴)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۳و٤)۔

(۲) انظر باب الشجاعة في الحرب والجبن، وباب اسم الفرس والحمار من هذا الکتاب۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٦٦)۔

(٥) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۲)۔

شیخ الحدیث صاحب کی رائے

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ودلالة الرواية عليه بما صار حال فرس أبي طلحة بعد ركوبه صلى الله عليه وسلم حتى قال: "وجدناه لبحراً"۔ (۱)

"یعنی روایت کی باب کے ساتھ دلالت اس حال میں ہے جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر سواری کے بعد ہوا حتی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے تو اسے سمندر کی طرح پایا"۔

چنانچہ اس سے سخت وتیز رفتار جانور پر سواری کی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔

٥١ – باب : سِهَامِ الفَرَسِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غازی کے گھوڑے کو مال غنیمت سے جو حصہ ملے گا اس کی مقدار اور کیت بتلانا چاہتے ہیں؟ (۲)

اور سہام کی اضافت فرس کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ گھوڑے کی وجہ سے اس کا مالک اضافی حصے کا مستحق ہوتا ہے۔ (۳)

٢٧٠٨ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا (٤) : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ جَعَلَ لِلفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا . [٣٩٨٨]

وَقَالَ مالِكٌ : يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ ، وَالْبَرَاذِينَ مِنْهَا ، لِقَوْلِهِ : «وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالحَمِيرَ لِتَرْكَبُوها» /النحل : ٨/ .

وَلَا يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ .

---

(١) تعليقات لامع الدراري (ج٧ص٢٣٢)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٤)۔

(٣) حوالہ بالا وفتح الباري (ج٦ص٦٧)۔

(٤) قوله: "ابن عمر رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم (٤٢٢٨)، ومسلم،=

تراجم رجال

۱۔عبید بن اسماعیل

یہ ابو محمد عبید بن اسماعیل ھباری، قرشی، کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔ابو اسامہ

یہ ابو اسامہ حماد بن اسامہ بن زید قرشی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔عبید اللہ

یہ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔نافع

یہ ابو عبد اللہ نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مشہور تابعی ہیں۔(۴)

۵۔ابن عمر

یہ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب قول النبي ﷺ: بني الإسلام علی خمس" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

أن رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل للفرس سهمین ولصاحبه سهما۔

كتاب الجهاد، باب كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين، رقم (٤٥٨٦)، وأبو داود، كتاب الجهاد، باب سهمان الخيل، رقم (٢٧٣٣)، والترمذي، أبواب السير، باب في سهم الخيل، رقم (١٥٥٤)، وابن ماجه، أبواب الجهاد، باب قسمة الغنائم، رقم (٢٨٥٤)۔

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحیض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحیض۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص٤١٤)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب التبرز فی البیوت۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب من أجاب السائل بأکثر مما سأله۔

(۵) كشف الباري (ج١ص٦٣٧)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے اور اس کے سوار کے لئے ایک حصہ مال غنیمت میں مقرر فرمایا تھا۔

مال غنیمت میں گھوڑے

کے کتنے حصے ہوں گے ایک یا دو؟

یہ مشہور اختلافی مسئلہ ہے، جس کی کچھ تفصیل "كتاب المغازي" میں آچکی ہے۔(۱) لیکن یہاں ہم مذکورہ مسئلے کی مزید تفصیل اور وضاحت کریں گے۔

امام مالک (۲)، شافعی (۳)، احمد، عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، ابن سیرین، حسین بن ثابت، ثوری، لیث بن سعد، اسحاق، ابوثور (۴)، اوزاعی (۵)، ابن حزم ظاہری (۶) اور صاحبین (۷) رحمہم اللہ تعالی وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ سوار کے تین حصے ہوں گے، ایک سوار کا، دو اس کے گھوڑے کے۔

جبکہ صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم (۸)، نیز حضرت امام اعظم اور زفر رحمہما اللہ تعالی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ سوار کے دو حصے ہوں گے، ایک اس کا، ایک گھوڑے کا۔(۹)

البتہ یہ بات واضح رہے کہ راجل (پیادے) کے سہم میں کوئی اختلاف نہیں، جمیع ائمہ کے نزدیک اسے ایک ہی حصہ ملے گا۔(۱۰)

---

(۱) كشف الباري، كتاب المغازي(ص٤٤٣)۔

(۲) بداية المجتهد (ج١ص٣٩٤) والمدونة الكبرى (ج٢ص٣٢)۔

(۳) كتاب الأم للشافعي، باب كيف تفريق القسم؟ (ج٤ص١٤٤)، و(ج٧ص٣٣٧)۔

(٤) المغني لابن قدامة (ج٩ص٢٠٠)، رقم (٧٤٩٣)۔

(٥) تكملة فتح الملهم (ج٣ص١٤١)

(٦) المحلى بالآثار (ج٥ص٣٩٢)۔

(٧) الهداية مع فتح القدير (ج٥ص٢٣٥)، كتاب السير، باب الغنائم و قسمتها۔

(٨) أوجز المسالك (ج٨ص٣١٢)، وروح المعاني (ج٦ص٥)۔

(٩) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٥)۔

(١٠) أوجز المسالك (ج٨ص٣١١)۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

اس باب میں جمہور کی مستدل وہ حدیثیں ہیں جن میں "للفرس سهمان، وللفارس سهم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، مثلاً باب کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، نیز یہی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں ذکر کی ہے اور اس حدیث کے تحت حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر بھی ہے: "فقال: إذا كان مع الرجل فرس فله ثلاثة أسهم، فإن لم يكن له فرس فله سهم"۔ (۱)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکور فی الباب حدیث جمہور کی صحیح ترین دلیل ہے۔

نیز ان کی ایک اور دلیل وہ روایت ہے، جس کو علامہ طبرانی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابورهم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: "شهدت أنا وأخي خيبر، ومعنا فرسان، فأسهم لنا ستة أسهم"۔ (۲)

مستدلات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اس مسئلے میں کئی دلیلیں ہیں، جن میں احادیث ہیں اور آثار بھی، نیز قیاس بھی ان کا مؤید ہے۔

پہلی دلیل

چنانچہ ان کی سب سے مشہور دلیل حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" میں نقل کیا ہے، حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"شهدنا الحديبية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما انصرفنا عنها إذا الناس يهزون الأباعر ...... فقسمت خيبر على أهل الحديبية، فقسمها رسول الله صلى الله عليه وسلم على ثمانية عشر سهما، وكان الجيش ألفا وخمس مائة، فيهم ثلاثمائة فارس، فأعطى الفارس سهمين، وللراجل سهماً"۔ (۳)

---

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم (۴۲۲۸)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۵۴)، و مجمع الزوائد (ج۵ص۲۴۲)، مزید دلائل کے لئے فتح الباري (ج۶ص۶۸) دیکھئے۔

(۳) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في من أسهم له سهم، رقم (۲۷۳۶)۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حدیبیہ میں شریک ہوئے، جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو (دیکھا) کہ لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے ہیں...... پس اہل حدیبیہ پر غزوہ خیبر کی غنیمت تقسیم کی گئی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے اٹھارہ حصے بنائے اور لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی، جن میں تین سو فارس تھے، تو آپ علیہ السلام نے فارس کو دو حصے اور پیادے کو ایک حصہ دیا''۔

دوسری دلیل

حافظ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مصنف'' میں مندرجہ ذیل سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے:

"حدثنا أبو أسامة وابن نمير، قالا: حدثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفارس سهمين، و للراجل سهما"۔ (۱)

مذکورہ بالا روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی باب کی روایات کے صریح معارض ہے اور اس کے رواۃ بھی ثقہ ہیں، جس پر کلام ہم انشاء اللہ عنقریب کریں گے۔

تیسری دلیل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے ایک عامل منذر بن ابی حمصہ نے حضرت امام اعظم کے قول کے موافق مجاہدین میں حصے تقسیم کئے، جس پر حضرت عمر راضی ہوئے اور کسی قسم کی نکیر نہیں فرمائی، چنانچہ امام جصاص لکھتے ہیں: "روي مثل قول أبي حنيفة عن المنذر بن أبي حمصة -عامل عمر رضي الله عنه- أنه جعل للفارس سهمين وللراجل سهماً، فرضيه عمر"۔ (۲)

چوتھی دلیل

قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ فرس کو ایک ہی حصہ دیا جائے، نہ کہ دو، کیونکہ دوسری صورت میں فرس کی مسلم پر

(۱) المصنف لابن أبي شيبة (ج٦ص٤٩٢)، كتاب السير، في الفارس كم يقسم له؟ ......، رقم (٣٣١٥٩)۔

(۲) أحكام القرآن للجصاص (ج٣ص٥٨)۔

برتری ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ مسلمان سب سے افضل ہوتا ہے! چنانچہ امام صاحب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لایسهم للفارس إلا سهم واحد، وقال: أکره أن أفضل بهیمة علی مسلم" (۱) کہ "فارس کو (اس کے گھوڑے کا) ایک حصہ ملے گا اور فرمایا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ایک جانور کو مسلمان پر فضیلت و برتری دوں"۔

ایک اہم تنبیہ

غزوۂ خیبر سے قبل غنائم کی تقسیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صواب دید پر ہوا کرتی تھی کہ نبی علیہ السلام اپنی رائے کے مطابق جس کو جتنا چاہتے عطا فرماتے تھے، سب سے پہلے غنائم کی تقسیم مجاہدین کے استحقاق کے رو سے غزوہ خیبر میں ہوئی، جس میں یہ طے پایا تھا کہ فارس کو اتنے حصے ملیں گے اور راجل کو اتنے۔ (۲)

اختلاف کا سبب

ائمہ کے درمیان فارس کو ملنے والے حصے میں جو اختلاف ہوا اس کا بنیادی سبب شرکائے غزوہ خیبر کی تعداد میں اختلاف کا ہونا ہے۔ اس سلسلے میں روایات میں شدید تعارض پایا جاتا ہے کہ شرکائے خیبر کی تعداد کیا تھی؟ چنانچہ شرکائے خیبر کی تعداد میں تقریباً دس قسم کے اقوال ہیں، جن میں تین زیادہ مشہور ہیں:-

۱۔ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی روایت (جو کچھ پہلے گذری) سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکائے خیبر کی تعداد پندرہ سو تھی، جن میں تین سو سوار اور دیگر بارہ سو پیادے تھے۔ (۳)

۲۔ حضرت براء بن عازب (۴) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم (۵) کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چودہ سو تعداد تھی، جن میں دو سو سوار اور دیگر پیادے تھے۔

۳۔ امام مغازی موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سو تعداد بتلائی ہے۔ (۶)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٥٥)۔

(۲) بذل المجهود (ج۱۲ص۳۳٤)، وتنظیم الأشتات (ج٤ص ۱۲۰)۔

(۳) سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب في من أسهم له سهم، رقم (۲۷۳٦)۔

(٤) صحیح البخاري، کتاب المغازي باب غزوة الحدیبیة......، رقم (٤۱٥۰)۔

(٥) حواله بالا، رقم (٤۱٥۳)۔

(٦) فتح الباري (ج۷ص ٤٤۰)، وإعلاء السنن (ج۱۲ص۱٥۷)۔

راجح عدد کیا ہے؟

شوافع وغیرہ رحمہم اللہ نے چودہ سو کی تعداد کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس، صالح بن کیسان، بشیر بن یسار اور اہل مغازی کے قول سے استدلال کرتے ہوئے چودہ سو کے عدد کو راجح کہا ہے۔(۱)

اور علمائے احناف حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔

وجوہ ترجیح

احناف کے مذہب کے راجح ہونے پر مندرجہ ذیل وجوہ دلالت کرتی ہیں:-

۱۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جس طرح یہ مروی ہے کہ شرکائے خیبر کی تعداد چودہ سو تھی، اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تعداد پندرہ سو تھی، حضرت سالم بن ابی الجعد (۲) اور حضرت سعید بن المسیب (۳) رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "أنهم كانوا خمس عشرة مائة"۔(۴)

۲۔ زیادت کا اثبات کرنے والا، اس کی نفی کرنے والے کے مقابلے میں راجح ہوتا ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں چودہ سو اور دوسری میں پندرہ سو کا عدد ہے، ظاہر ہے کہ پندرہ سو والی روایت زیادت کا اثبات کر رہی ہے، اس لئے وہی راجح ہوگی۔(۵)

۳۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی مستفاد یہی ہوتا ہے کہ وہ بھی پندرہ سو کی تعداد کے راجح ہونے کے قائل ہیں، چنانچہ انہوں نے ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ شرکائے خیبر کی تعداد پندرہ سو پچیس تھی۔(۶)

---

(۱) عون المعبود شرح سنن أبي داود (ج۷ص۳۲۵)، رقم (۲۷۳۳)، وإعلاء السنن (ج۱۲ص۱۵٦)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية، رقم (٤١٥٢)۔

(۳) حوالہ بالا، رقم (٤١٥٣)۔

(٤) إعلاء السنن (ج۱۲ص۱٥٦)۔

(٥) حوالہ بالا۔

(٦) فتح الباري (ج۷ص٤٤١)۔

حافظ علیہ الرحمۃ نے خود ''مقدمہ'' میں ذکر کیا ہے کہ وہ فتح الباری میں انہی احادیث کو لیں گے جو صحیح یا حسن ہوں گی اور ضعیف پر سکوت نہیں کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا روایت ان کے نزدیک صحیح یا حسن ضرور ہے، ورنہ وہ اس پر ضرور کلام کرتے۔(۱)

ان وجوہات کی بناء پر معلوم ہوا کہ غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لشکریوں کو سہم عطا فرمایا تھا ان کی تعداد پندرہ سو تھی، ان کے علاوہ جو زائد افراد تھے وہ عورتیں، خدام اور بچے تھے، جن کو سہم عطا نہیں فرمایا تھا(۲)، اس سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ موسی بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو سولہ سو کی تعداد بتلائی ہے، غالبا اس میں بچوں، عورتوں اور خدام وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ غنائم خیبر کے اولاً چھتیس حصے کئے گئے تھے، جن میں اٹھارہ حصے مسلمانوں کی عام ضروریات کے لئے مختص کردیئے گئے اور باقی اٹھارہ حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے۔(۳)

چنانچہ سنن ابی داود کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم خیبر کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا، ہر حصے میں سو حصے تھے، سو یہ اٹھارہ سو حصے ہوئے۔(۴)

اب غنائم خیبر کی تقسیم میں اختیار کی گئی صورتیں مندرجہ ذیل ہوسکتی ہیں:-

۱۔لشکر اسلام چودہ سو افراد پر مشتمل ہو، جس میں دو سو فارس ہوں، چنانچہ فارس کے تین حصے ہوئے اور راجل کا ایک ہی حصہ، یعنی ۲۰۰×۳=۶۰۰+۱۲۰۰=۱۸۰۰۔

۲۔لشکر کی تعداد پندرہ سو ہو، جس میں تین سو فارس ہوں، چنانچہ فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک حصہ ہوا، یعنی ۳۰۰×۲=۶۰۰+۱۲۰۰=۱۸۰۰۔

۳۔لشکر سولہ سو پر مشتمل ہو، جس میں دو سو فارس ہوں، اس طرح بھی فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک حصہ ہوا، یعنی ۲۰۰×۲=۴۰۰+۱۴۰۰=۱۸۰۰۔

---

(۱) هدي الساري (ص٤)، وإعلاء السنن (ج١٢ ص١٥٧)۔

(٢) إعلاء السنن (ج١٢ ص١٥٧)۔

(٣) زاد المعاد (ج٣ ص٣٢٨)۔

(٤) سنن أبي داود، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب ما جاء في حكم أرض خيبر، رقم (٣٠١٠-٣٠١٤)۔

اور یہ بات اوپر معلوم ہوچکی کہ لشکر کی تعداد میں راجح قول پندرہ سو کا ہے تو فارس کے دو حصے ہی ہوئے، نہ کہ تین حصے، کما قاله مُجَمّع بن جارية رضي الله عنه۔(۱)

دلائل جمہور کے جوابات

جمہور کی سب سے صحیح اور قوی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تھی، لیکن یہ حدیث بوجوہ جمہور کا مستدل نہیں بن سکتی، وضاحت حسب ذیل ہے:-

۱۔ اس میں جو تقسیم غنائم کا بیان ہے، اس کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ یہ تقسیم غزوہ خیبر سے قبل ہوئی تھی یا بعد میں، ممکن ہے کہ غزوہ خیبر سے قبل کا واقعہ ہو کر وہ منسوخ ہو۔(۲)

۲۔ عام قانون و ضابطہ تو یہی ہے کہ فارس کو بھی فرس کی طرح ایک حصہ ملنا چاہئے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجاہدین کو بطور نفل استحقاق سے زائد حصے دینا بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو نبی علیہ السلام نے ''غزوہ ذی قرد'' میں دو حصے عطا فرمائے تھے، ایک فارس کا، ایک راجل کا، جب کہ وہ راجل تھے۔ نیز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو غنیمت سے چار حصے دیئے جاتے تھے اور یہ زیادتی جو بطور نفل عطا کی جاتی تھی اس کا مقصد مجاہدین کو قتال و جہاد پر ابھارنا تھا۔(۳)

۳۔ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دونوں طرح کی روایات مروی ہیں کہ کچھ میں فارس کے لئے تین حصوں کا ذکر ہے، کچھ میں دو کا، جب ان کی دونوں قسم کی روایتوں میں تعارض ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث (۴) راجح ہوگی، جس میں فارس کو دو حصے دیئے جانے کا ذکر ہے، سهم له وسهم لفرسه۔(۵)

---

(۱) إعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۵۷)۔

(۲) بذل المجهود (ج۱۲ ص۳۳٤) و تنظيم الأشتات (ج٤ ص۱۲۰)۔

(۳) حواله بالا، وأحكام القرآن للجصاص الرازي (ج۳ ص۵۹)، وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷۱)۔

(٤) إعلاء السنن (ج۱۲ ص۱٦۷)، وتنظيم الأشتات (ج٤ ص۱۲۱)۔

(۵) الهداية (ج ۲ ص۵۷۳)۔

۴۔ مولانا خلیل احمد سہارنفوری رحمۃ اللہ علیہ "بذل" میں فرماتے ہیں کہ بسا اوقات عربی کتابت میں الف کو حذف کردیا جاتا ہے، چنانچہ للفرس سهمين دراصل لـلفارس سهمين تھا، الف کو حذف کردیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں راجل کے مقابلے میں لفظ فرس کو ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ صحیح لفظ دراصل فارس تھا نہ کہ فرس، لیکن راوی نے فارس کو فرس ہی سمجھا، اس لئے لـلفارس کی بجائے لـلفرس سهمين روایت کرنے لگے اور ظاہر بات ہے کہ راوی کا فہم حجت نہیں۔

اور ہمارے اس دعوی کی تایید کہ فرس دراصل فارس تھا، مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ہم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کے تحت ذکر کر آئے ہیں کہ "عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفارس سهمين، وللراجل سهما" چنانچہ یہ وہی روایت ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرس کے لفظ سے روایت کیا ہے، نیز دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "أن النبي صلى الله عليه وسلم قسّم للفارس سهمين و للراجل سهما" (۱) اور ان تمام روایات کا مطلب یہی ہے کہ فارس کو اس کے فرس کے حصے سمیت دو حصے ہی ملیں گے، نہ کہ تین حصے۔ (۲)

۵۔ پھر اس بات کو سمجھئے کہ اس باب میں باعتبار مجموع دو قسم کی متعارض احادیث ہیں، ایک تو وہ ہیں جن میں لـلفارس سهمين آیا ہے، جب کہ دوسری قسم کی روایات میں لـلفارس ثلثة أسهم مروی ہے، لیکن پہلی قسم کی روایات قیاس کے موافق ہیں، اس لئے کہ جہاد کے معاملے میں رجل ہی اصل ہے اور فرس آلۂ جہاد ہو کر اس کا تابع ہے، کیونکہ فرس کے بغیر تنہا رجل سے جہاد کا کام چل جاتا ہے، لیکن تنہا فرس سے نہیں چلتا، اس لئے فرس تابع ہوا اور تابع کو اصل پر فضیلت دینا عقل و قیاس کے خلاف ہے، چنانچہ جب احادیث میں تعارض ہے تو وہ حدیث راجح ہوگی جو قیاس کے موافق ہو، كما تقرر في الأصول۔ (۳)

حضرت ابورہم کی حدیث کا جواب

اور جہاں تک حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے، اس سے بھی جمہور کا استدلال بوجوہ درست

---

(۱) سنن الدارقطني (ج ٤ ص ٦١)، كتاب السير، رقم (٤١٣٨)۔

(۲) بذل المجهود (ج ١٢ ص ٣٣٤ و ٣٣٥)، وتنظيم الأشتات (ج ٤ ص ١٢١)۔

(۳) حوالہ بالا۔

نہیں، تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

۱۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی قیس بن ربیع ہیں، دوسرے اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ہیں، اول مختلف فیہ راوی ہیں، جب کہ دوسرا ضعیف ہے۔

۲۔ پھر حضرت ابورھم رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ صحابی ہیں یا نہیں؟(۱)

۳۔ اس حدیث شریف میں بھی وہی نفل والا احتمال موجود ہے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے بھائی کو جو دو حصے زائد دیئے تھے وہ بطور نفل ہوں، اس لئے اس سے استدلال درست نہیں ہوسکتا۔(۲)

وقال مالك: يسهم للخيل، والبراذين منها، لقوله: ﴿والخيل والبغال والحمير لتركبوها﴾۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غنیمت میں سے خیل اور براذین کو حصہ دیا جائے گا اللہ تعالی کے اس قول کی بناء پر "اور (اللہ تعالی نے پیدا کیا تمہارے لئے) گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو، تا کہ تم ان پر سواری کرو"۔

اختلاف نسخ

بعض نسخوں میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے ہے، جب کہ ابوذر کے نسخے میں حدیث مقدم ہے، كما في نسختنا۔(۳)

تعلیق مذکور کی تخریج

اس تعلیق کو موصولا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا میں نقل کیا گیا ہے۔(۴)

---

(۱) إعلاء السنن (ج۱۲ص۱٦٥)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٥)، وشرح القسطلاني (ج٥ص٧٧)۔

(٤) المؤطأ للإمام مالك بن أنس (ج٢ص٤٥٧)، كتاب الجهاد، (باب) القسم للخيل في الغزو، رقم (٢١)۔

براذین اور ہجین کے معنی

براذین برذون کی جمع ہے، علامہ مطرزی رحمۃ اللہ علیہ "المغرب" میں فرماتے ہیں کہ برذون ترکی گھوڑوں کو کہا جاتا ہے، اس کی ضد عراب —بکسر العين المهملة— ہے اور مونث کو برذونۃ کہتے ہیں۔(۱)

بعض نے یہ کہا ہے کہ براذین وہ گھوڑے ہیں جو روم سے لائے جاتے تھے، یہ گھوڑے گھاٹیوں، پہاڑوں اور مشکل راستوں پر دوڑنے میں مضبوط ہوتے ہیں، برخلاف عربی گھوڑوں کے۔(۲)

پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اسی تعلیق میں ایک اور لفظ کی زیادتی بھی مروی ہے، وہ ہے "الهجين" (۳) اور ہجین وہ گھوڑا کہلاتا ہے جس کے والدین میں ایک عربی ہو، دوسرا غیر عربی۔ اور بعض نے یہ کہا کہ جس گھوڑا کا باپ عربی ہو وہ "هجين" اور جس کی ماں عربی ہو وہ "مقرف" کہلاتا ہے۔(۴)

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ ہجین اور برذون ایک ہی چیز ہے۔(۵)

آیت کریمہ کا مقصد

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ ﴿والخيل والبغال والحمير لتركبوها﴾ سے استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال بقول علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر یہ احسان جتلایا ہے کہ اس نے بندوں کی سواری کے لئے گھوڑوں کو پیدا کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو غنیمت سے حصہ دیا ہے، چونکہ گھوڑے کا اطلاق برذون اور ہجین پر بھی ہوتا ہے، اس لئے انہیں بھی حصہ دیا جائے گا۔(۶)

---

(۱) المغرب (ج۱ص ۷۱)، وعمدة القاري (ج۱٤ص ۱٥٥)۔

(۲) حوالہ بالا، وفتح الباري (ج٦ص ٦٧)۔

(۳) الموطأ للإمام مالك بن أنس (ج۲ص ٤٥٧)، كتاب الجهاد، (باب) القسم للخيل في الغزو، رقم (۲۱)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص ۱٥٥)، وإعلاء السنن (ج۱۲ص ۱۷٦)۔

(٥) عمدة القاري (ج۱٤ص ۱٥٥)، والمغني لابن قدامة (ج۹ص ۲۰۱)، رقم (۷٤۹٤)۔

(٦) شرح ابن بطال (ج٥ص ٦٧)، وعمدة القاري (ج۱٤ص ۱٥٥)، وفتح الباري (ج٦ص ٦٧)۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار پوچھا گیا کہ کیا براذین پر زکوۃ واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کیا گھوڑوں پر زکوۃ ہے؟ مقصد یہی تھا کہ چونکہ خیل پر زکوۃ نہیں، اس لئے براذین پر بھی زکوۃ نہیں، (یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے) کیونکہ براذین بھی خیل ہی میں سے ہیں۔(۱)

مذکورہ تعلیق کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیق کے ذریعے اور ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ برذون گھوڑے میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس کو غنیمت سے حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ اور کتنا دیا جائے گا؟

ائمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، مالک، ثوری، ابوثور، خلال، عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالی کا مسلک یہ ہے کہ ہجین، برذون اور عراب سہم میں برابر ہیں، سب کو یکساں حصہ دیا جائے گا۔(۲)

جب کہ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ عراب کی تفضیل کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہجین اور برذون کو عراب کے مساوی حصہ نہیں بلکہ کمتر دیا جائے گا۔(۳)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے میں چار اقوال مروی ہیں:-

۱۔صرف ایک حصہ دیا جائے گا، نہ کہ دو حصے، جیسا کہ فرس میں دو حصوں کے وہ قائل ہیں۔

۲۔جمہور کے قول کے موافق کہ اس کو بھی فرس عربی کے مثل دیا جائے گا۔

۳۔اگر براذین عراب کی طرح جنگ میں حصہ لیں، تیزی دکھائیں تو ان کے لئے بھی عراب کی طرح مکمل سہم ہوگا، ورنہ کمتر حصہ ہوگا۔

۴۔براذین کو غنیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔راجح قول پہلا ہے۔(۴)

---

(۱) الموطأ للإمام مالك (ج۲ ص۴۵۷)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٥٥)، وفتح الباري (ج٦ ص٦٧)، والمغني (ج۹ ص۲۰۱) وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷۷)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٥٥)، وفتح الباري (ج٦ ص٦٧)، وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷۷)۔

(٤) المغني (ج۹ ص۲۰۱)، رقم (۷٤۹٤)، وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷۷)۔

جمہور کے دلائل

جمہور کی ایک دلیل تو وہ آیت کریمہ ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے دوسری وہ احادیث ہیں جن میں سہام فرس کا ذکر آیا ہے، چنانچہ ان تمام احادیث میں یہی بات ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرس کو حصے دیئے اور یہ احادیث مطلق ہیں کہ ان میں یہ تصریح کہیں بھی مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی جنس ونسل کو مدنظر رکھتے ہوئے سہام میں کمی یا زیادتی کی ہو۔(۱)

اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ براذین اور عراب میں کسی قسم کی تفریق نہ برتی جائے، کیونکہ براذین بھی حیوان ذوسہم ہیں، جس طرح کہ آدمی ہے، چنانچہ جیسے آدمیوں میں نسل کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اسی طرح گھوڑوں میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور سب کو مساوی حصہ دیا جائے گا۔(۲)

امام احمد ولیث کے دلائل اور ان کے جوابات

ان کی پہلی دلیل وہ روایت ہے جس کو سعید بن منصور اور ابو داود رحمہما اللہ نے مکحول سے روایت کیا ہے "أن النبي صلى الله عليه وسلم هجّن الهجين يوم خيبر وعرّب العراب، فجعل للعربي سهمين و للهجين سهما"۔ (۳) یعنی "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں ہجین گھوڑے کی تحقیر کی اور عراب کی تعظیم، چنانچہ عراب کو تو دو حصے دیئے اور ہجین کو ایک حصہ"۔

اس دلیل کا جواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، اس لئے یہ قابل استدلال نہیں۔(۴)

ان کی دوسری دلیل وہ اثر وحکایت ہے، جس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الام" میں اور سعید بن منصور نے اپنی "سنن" میں علی بن الاقمر کے طریق سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ گھوڑے حملہ آور ہوئے، چنانچہ

---

(۱) المغني (ج۹ص۲۰۱)، وإعلاء السنن (ج۱۲ص۱۷۸)، وأحكام القرآن للجصاص (ج۳ص۶۰)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٦)، وفتح الباري (ج٦ص٦٧)، وإعلاء السنن (ج١٢ص١٧٦)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٦٧)۔

عربی گھوڑے تو اپنے ہدف تک پہنچ گئے، لیکن براذین پیچھے رہ گئے، تو منذر بن ابی حمصہ وادعی کھڑا ہوا اور کہا کہ جو اپنے ہدف کو پہنچ گئے ان کے ساتھ میں ان کو شمار نہیں کروں گا جو ہدف کو نہیں پا سکے، یعنی اس نے عربی گھوڑوں کو فضیلت دی۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا ''وادعی کو اس کی ماں گم کرے'' (یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے منذر کے مذکورہ فعل کی تصویب وتعریف فرمائی) مزید فرمایا ''اس کی ماں نے اس کو نر جنا ہے، اس نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو نافذ و جاری کردو، چنانچہ یہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے براذین کو عراب کے مقابلے میں کم حصہ دیا۔ (۱)

لیکن اس دلیل کو بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے منقطع قرار دیا ہے۔ (۲)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اثر کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منذر بن ابی حمصہ وادعی کے مذکورہ فعل پر تعجب اس بات کا مقتضی ہے کہ اس واقعے سے قبل براذین کو بھی عراب کی طرح مکمل سہم دیا جاتا تھا، اس سے یہ ثابت ہوا کہ عادت مستمرہ براذین اور عراب میں برابری کی ابتداء ہی سے چلی آرہی تھی۔ (۳)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ منذر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عامل تھا، اس نے جو فیصلہ کیا مجتہد فیہ میں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مذکورہ فیصلہ کو برقرار رکھا، لیکن یہ اس لئے نہیں تھا کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہ تھی کہ وہ بھی منذر کے ہم خیال تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر حاکم کسی مجتہد فیہ شی میں کوئی فیصلہ کرے تو دیگر بعد کے حکام کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ پہلے حاکم کے فیصلہ کو ختم کردے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے فیصلہ کو برقرار رکھا اور اسے باطل قرار نہیں دیا تھا۔ (۴)

ولا يسهم لأكثر من فرس۔

ایک سے زائد گھوڑے کو سہم نہیں دیا جائے گا۔

یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گذشتہ کلام کا بقیہ حصہ ہے۔ (۵)

---

(۱) حوالہ بالا، والمغني (ج۹ ص۲۰۲)، وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷٦)، وكتاب الأم للشافعي (ج٤ ص۳۳۷)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٦۷)۔

(۳) إعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۷۷)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۱۵٦)، وفتح الباري (ج٦ ص٦۷)۔

یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے، چنانچہ طرفین، امام شافعی، مالک اور ظاہر یہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مجاہد کو اس کے کئی گھوڑوں میں سے صرف اس گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا جس پر اس نے قتال کیا ہے، اگر چہ میدان جنگ میں وہ کئی گھوڑے لایا ہو۔

جب کہ امام ابو یوسف، احمد، اسحاق، لیث بن سعد، ثوری، اوزاعی، مالکیہ میں سے ابن وہب اور ابن جہم رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ دو کو سہم دیا جائے گا۔(۱)

جمہور کے دلائل

۱۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بلغني أن الزبير بن العوام شهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بفرسين يوم خيبر، فلم يسهم له إلا بسهم فرس واحد"۔(۲)

۲۔مبسوط میں "إبراهيم التيمي عن أبيه" کے طریق سے یہ روایت علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے "أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يسهم لصاحب الأفراس إلا لفرس واحد يوم حنين"۔کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں کئی گھوڑے والوں کو بھی صرف ایک سہم عطا فرمایا تھا"۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے اور مجتہد کا کسی روایت سے استدلال اس کی تصحیح ہے، نیز اس کی تایید امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی (اوپر) ذکر کردہ بلاغ سے بھی ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ روایت اگر چہ مرسل ہے، لیکن اس قسم کی مرسل روایات ہمارے اور اکثر کے نزدیک حجت ہیں، کیونکہ ابراہیم کے والد یزید بن شریک مخضرم تابعی ہیں۔(۳)

۳۔امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فریقین کا مسلک تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

(۱) حوالہ بالا، المغني (ج۹ص ۲۰۲)، والأم للشافعي (ج٤ ص ۳٤۳)، وأحكام القرآن للجصاص (ج۳ص ٦۰)۔

(۲) المدونة الكبرى (ج۲ص ۳۲)، والموطأ للإمام مالك بن أنس (ج۲ص ٤٥۷)۔

(۳) المبسوط (ج۱۰ص ٤٦)، كتاب السير، باب معاملة الجيش مع الكفار، و إعلاء السنن (ج۱۲ص ۱۸۱)، و قواعد في علوم الحديث (ص٥۷)، الفصل الثاني في بيان ما يتعلق بالتصحيح......

"والذي يدل على صحة القول الأول أنه معلوم أن الجيش قد كانوا يغزون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما ظهر الإسلام بفتح خيبر ومكة وحنين وغيرها من المغازي، ولم يكن يخلو الجماعة منهم من يكون معه فرسان أو أكثر، و لم ينقل أن النبي صلى الله عليه وسلم ضرب لأكثر من فرس واحد وأيضا فإن الفرس آلة، وكان القياس أن لا يضرب له بسهم كسائر الآلات؛ فلما ثبت بالسنة والاتفاق سهم الفرس الواحد أثبتناه، و لم نثبت الزيادة إذ كان القياس يمنعه ......"۔ (۱)

''اور جو چیز پہلے قول (یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ودیگر کے قول) کی صحت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ اسلامی لشکر فتح خیبر، مکہ وحنین کے ذریعے اسلام کو غلبہ حاصل ہونے کے بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شرکت کرتا رہا ہے، اس لشکر میں ایسے افراد اور جماعت کی بھی کمی نہیں تھی جن کے پاس دو یا اس سے زائد گھوڑے ہوں اور نہ ہی نبی علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے ایک گھوڑے سے زائد کسی کو حصہ دیا ہو۔ نیز گھوڑا ایک آلہ ہے اور قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح دیگر آلات جہاد کو سہم نہیں دیا جاتا اسی طرح اسے بھی نہ دیا جائے۔ جب سنت اور اجماع سے صرف ایک گھوڑے کا سہم ثابت ہو گیا تو ہم نے اس حکم کو برقرار رکھا اور زیادتی کو برقرار نہیں رکھا، کیونکہ قیاس اس سے مانع ہے''۔

فریق ثانی کے دلائل اور ان کے جوابات

۱۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں اپنے قول کے لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے استدلال فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ غنیمت میں سے دو سے زائد گھوڑوں کو سہم نہیں دیا جائے گا۔ (۲)

---

(۱) إعلاء السنن (ج۱۲ص۱۸۱)، وأحكام القرآن للجصاص (ج۳ص۶۰)، وقال الشافعي في "الأم" له : "ولكننا ذهبنا إلى أهل المغازي فقلنا: إنهم لم يرووا أنه عليه السلام أسهم لفرسين، و لم يختلفوا أنه حضر خيبر بثلاثة أفراس لنفسه: السكب، والضرب والمرتجز، ولم يأخذ إلا لفرس واحد"۔ انظر الأم (ج۷ص۳۴۳)۔

(۲) كتاب الخراج للإمام أبي يوسف (ص۲۰)، و إعلاء السنن (ج۱۲ص۱۸۱)۔

۲۔ نیز وہ امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ :"لا یقسم لأکثر من فرسین"۔(۱)

لیکن ظاہر بات ہے کہ تابعی کا قول حجت نہیں، خصوصا جب کہ یہ ثابت بھی ہو چکا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں ایک سے زائد گھوڑے کو سہم نہیں دیا تھا۔(۲)

البتہ بعض احادیث بھی فریق ثانی کی تائید کرتی ہیں مثلا:

۳۔ امام سعید بن منصور نے "فرج بن فضالة، حدثنا محمد بن الولید الزبیدي عن الزهري" کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا تھا کہ "ایک گھوڑے کو دو، دو گھوڑوں کو چار اور ان کے مالک کو ایک حصہ دینا" چنانچہ یہ کل پانچ حصے ہوئے ......۔(۳)

لیکن اس سے استدلال بوجوہ درست نہیں:-

۱۔ یہ روایت مرسل ہے اور امام زہری کی مرسل روایات محدثین کے ہاں ضعیف ہیں۔

۲۔ ہمارے نزدیک مذکورہ بالا حدیث ایک خاص معرکے پر محمول ہے، جس میں مسلمانوں نے کئی راتیں اور دن مسلسل لڑائی میں شرکت کی تھی، جیسے غزوہ یرموک وغیرہ۔

چنانچہ مسلمانوں کو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ وہ دو یا زائد گھوڑوں پر سواری کریں، ظاہر ہے کہ جب معرکہ کئی دن تک جاری رہے گا تو یقیناً ایک گھوڑا کافی نہ ہوگا۔ اب اگر معاملہ اسی طرح ہو اور دو گھوڑوں کی ضرورت پڑے تو امامِ وقت کو اختیار ہے کہ وہ بطور نفل دو گھوڑوں کو سہم دے، جس طرح کہ اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ نفلا ایک گھوڑے کو دو سہم دے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس اثر میں ارشاد فرمایا ہے، جب کہ ان کا مذہب خود یہی ہے کہ فارس کے دو سہم ہوں گے، ایک اس کا، ایک گھوڑے کا، کما تقدم قبل۔(۴)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) إعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۸۱)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) إعلاء السنن (ج۱۲ ص۱۸۲) مزید دلائل اور ان کے جوابات کے لئے دیکھئے حوالہ سابقہ (ص۱۸۲ ۱۸۳)۔

٥٢ - باب : مَنْ قادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ في الحَرْبِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں غازی کی سواری کو اس کی مدد کی غرض سے کھینچنے کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں کہ چونکہ اس فعل میں غازی کی مدد ہوتی ہے، اس لئے یہ بھی باعث ثواب عمل ہے۔(۱)

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بتلایا ہو کہ دابہ کو کھینچ کر لے جانا، یہ اس جلب منہی عنہ میں داخل نہیں، جس کا ذکر ابوداود کی روایت "لا جلب ولا جنب" (۲) میں آیا ہے، چنانچہ شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولك أن تقول: إنه أشار بذلك إلى أن النهي عن الجلب لايتناول هذا"۔(۳)

٢٧٠٩ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : قالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا (٤) : أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ قالَ : لٰكِنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ لَمْ يَفِرَّ . إِنَّ هَوَازِنَ كانُوا قَوْمًا رُمَاةً . وَإِنَّا لَمَّا لَقِينَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَٱنْهَزَمُوا . فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُونَا بِالسِّهَامِ . فَأَمَّا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَفِرَّ . فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ . وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ . أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) . [٢٧١٩ ، ٢٧٧٢ ، ٢٨٧٧ ، ٤٠٦١-٤٠٦٣]

---

(١) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج١ ص١٩٦)۔

(٢) سنن أبي داود، أبواب الزكاة، باب أين تصدق الأموال، رقم (١٥٩١ و ١٥٩٢)۔

(٣) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج١ ص١٩٦)۔

(٤) قوله:"البراء بن عازب رضي الله عنهما": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً كتاب الجهاد والسير، باب بغلة النبي صلى الله عليه وسلم البيضاء، رقم (٢٨٧٤)، وباب من صف أصحابه عند الهزيمة، و نزل عن دابته واستنصر، رقم (٢٩٣٠)، وباب من قال: خذها وأنا ابن فلان، رقم (٣٠٤٢)، وكتاب المغازي، باب قول الله تعالى: ﴿ويوم حنين إذ أعجبتكم كثرتكم ...... إلى قوله...... غفور رحيم﴾، رقم (٤٣١٥-٤٣١٧) ومسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين، رقم (٤٦١٥-٤٦١٧)، والترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في الثبات عند القتال، رقم (١٦٨٨)۔

تراجم رجال

۱۔قتیبہ

یہ شیخ الاسلام ابورجاء قتیبہ بن سعید الثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔سہل بن یوسف

یہ ابوعبدالرحمٰن سہل بن یوسف انماطی (۲) بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

یہ ابن عون، عبید اللہ بن عمر، عوف الاعرابی، حمید الطّویل، سعید بن ابی عروبہ، سلیمان التیمی، عوام بن حوشب، شعبہ اور مثنی بن سعید الطائی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اساطین علم حدیث سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، یحیی بن معین، بندار، ابوموسی، ابوبکر بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید، نصر بن علی جہضمی، عباس بن یزید البحرانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ جیسے محدثین شامل ہیں۔(۴)

عباس الدوری، امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "ثقة، قد سمعت منه"۔(۵)

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا بأس به"۔(۶)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۷)

علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو "کتاب الثقات" میں ذکر کیا ہے۔(۸)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ ص۱۸۹)۔

(۲) الأنماطي منسوب إلى النمط، هو "ثوب من صوف يطرح على الهودج" (المنجد في اللغة: مادة "نمط")، وكان سهل يبيع الأنماط فنسب إليها، تعليقات تهذيب التهذيب (ج٤ ص٢٥٩)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج١٢ ص٢١٣)

(۴) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے تهذيب الكمال (ج١٢ ص٢١٣)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج١٢ ص٢١٤)۔

(٦) الجرح والتعديل (ج٤ ص١٩٣)، رقم (٥٠٠٦-٨٨٥)

(۷) تهذيب الكمال (ج١٢ ص٢١٤)۔

(۸) حوالہ بالا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۱)

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن ابی داود سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "بصري ثقة"۔(۲)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وثّقوه"۔(۳)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اصحاب صحاح نے ان سے روایات لی ہیں۔(۴)

۱۹۴ھ کو ان کی وفات ہوئی۔(۵) چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سمعت منه سنة تسعين، ولم أسمع بعد منه شيئا، أراه كان قد مات"۔ (٦) رحمه الله رحمة واسعة۔

۳۔شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۷)

۴۔ابی اسحاق

یہ ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔البراء بن عازب رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان" کے تحت آچکے ہیں۔(۸)

قال رجل للبراء بن عازب رضي الله عنه:

---

(۱) تهذيب التهذيب (ج٤ص ٢٦٠)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) الكاشف (ج١ص٤٧١)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج١٢ص٢١٤)۔

(٥) تعليقات تهذيب الكمال (ج١٢ص٢١٤)۔

(٦) تهذيب الكمال (ج١٢ص٢١٤)۔

(٧) كشف الباري (ج١ص٦٧٨)۔

(٨) كشف الباري (ج٢ص ٣٧٠-٣٧٦)۔

ایک آدمی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''مغازی'' کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی قبیلہ قیس کا کوئی فرد تھا، چنانچہ مغازی کی روایت میں یوں آیا ہے:"وسأله رجل من قيس"۔(۱)

أفررتم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم حنين؟

کیا آپ لوگ غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟

حدیث باب میں مذکور سوال وجواب غزوہ حنین سے متعلق ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقابل ہوازن اور ثقیف قبائل کے ۲۰ ہزار نوجوان تھے اور یہ غزوہ وادی حنین میں لڑا گیا تھا۔ اس غزوے میں اول وہلہ میں مسلمان مخالف قبائل کی تیراندازی سے گھبرا کر تتر بتر ہو گئے تھے اور صرف چند صحابہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے، اس غزوے کی مکمل تفصیل "كتاب المغازی" میں آچکی ہے۔(۲)

قال: لكن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يفرّ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرار نہیں ہوئے۔

کلمہ "لکن" استدراک کے لئے ہے اور تقدیری عبارت یہاں اس طرح ہے "نحن فررنا، ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يفر" کہ ہم تو فرار ہو گئے تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرار نہیں ہوئے۔(۳)

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کا مقصود اس حذف عبارت سے صحابہ کرام کے فرار ہونے کی تصریح نہ کرنا تھا۔(۴)

انبیائے کرام علیہم السلام
کا میدان جنگ سے فرار ہونا ممکن نہیں

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے راہِ فرار اختیار نہیں کی تھی۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی پوری زندگی اس پر دلیل ہے، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی شان تھی کہ وہ میدان

---

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى ﴿ويوم حنين إذ أعجبتكم كثرتكم ......﴾، رقم (٤٣١٧)۔

(۲) كشف الباري، كتاب المغازي (ص ٥٣٢)۔

(۳) عمدة القاري (ج ١٤ ص ١٥٧)۔

(۴) حوالہ بالا۔

جنگ سے کبھی فرار نہیں ہوئے، کیونکہ وہ اقدام میں بے نظیر، شجاعت میں بے مثال ہوتے ہیں، اللہ کی وعدہ نصرت پر انہیں کامل یقین ہوتا ہے اور یہ حضرات شہادت کے اور اللہ کے ساتھ ملاقات کے متمنی ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کے حق میں میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا ثابت نہیں۔ اور جو شخص اس بات کا قائل ہو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کا یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ آپ علیہ السلام کالے اور عجمی تھے جب کہ آپ علیہ السلام کا کالا اور عجمی نہ ہونا دلالت قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور یہ قول کفر ہے، چنانچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحكي عن بعض أصحابنا الإجماع على قتل من أضاف إليه صلى الله عليه وسلم نقصا أو عيبا، وقيل: يستتاب فإن تاب وإلا قتل"۔ (۱)

"یعنی ہمارے بعض اصحاب سے یہ اجماع نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی نقص یا عیب کو منسوب کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر توبہ کرتا ہے تو اچھی بات ہے، ورنہ اسے قتل کیا جائے گا"۔

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص (جو حضور ﷺ کے منہزم ہونے کا قائل ہو، اس) کے قتل کئے جانے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لأنه كافر، إن لم يتأول، ويعذر بتأويله"۔ (۲)

"یعنی اس لئے کہ وہ شخص کافر ہے، اگر وہ اپنے قول کی تاویل نہ کرے اور اگر وہ اس بات کا قائل کسی نص کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی تاویل کرتے ہوئے ہوا ہو تو ایسی تاویل کرنے پر اس کو معذور سمجھا جائے گا اور کافر قرار نہیں دیا جائے گا"۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تصور ہی کیونکر کیا جا سکتا ہے کہ آپ میدان چھوڑ جائیں گے، چنانچہ مسلم کی روایت میں حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی کے الفاظ ہیں: "قال البراء: كنا والله، إذا احمر البأس نتقي به، وإن الشجاع منا للذي يحاذي به" يعني النبي صلى الله عليه وسلم۔ (۳) "حضرت براء بن عازب رضی

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۶۹)، وأيضاً انظر لتفصيل هذه المسألة نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض (ج۱ص۱۶۵)، القسم الرابع في تصريف وجوه الأحكام ...... فصل في الحجة في إيجاب قتل من سبه أو عابه صلى الله عليه وسلم۔

(۳) الصحيح لمسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة حنين، رقم (۴۶۱۶)، والجامع لأحكام القرآن (ج۸ص۱۰۱)۔

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا! ہم لوگ جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی تو آپ ہی کے ذریعے اپنا بچاؤ کرتے تھے اور ہم میں بہادر وہی سمجھا جاتا جو آپ کے نقش قدم پر چلتا یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے“۔

إن هوازن كانوا قوما رماة، وإنما لما لقيناهم حملنا عليهم فانهزموا، فأقبل المسلمون على الغنائم، واستقبلونا بالسهام۔

تحقیق قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے تیرانداز تھے، ہمارا جب ان سے سامنا ہوا تو ہم نے ان پر حملہ کردیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے، پھر مسلمان غنائم کی طرف متوجہ ہوگئے، چنانچہ کفار نے تیروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔

یہاں مذکورہ بالا عبارت میں حضرت براء رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے میدان جنگ کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے کی علت بتلائی کہ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ ہوازن کے لوگ تیراندازی کے ماہر تھے، اس کے باوجود جب ہمارا ان سے آمنا سامنا ہوا اور خوب لڑائی ہوئی تو وہ لوگ بھاگ نکلے، مسلمان یہ سمجھے کہ فتح ہوگئی ہے، دشمن کے لوٹ کر آنے کا اب امکان نہیں، اس لئے وہ غنائم کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے، کفار نے موقع غنیمت جانا، دوبارہ حملہ کردیا اور خوب تیر برسائے، جس سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، چنانچہ وہ بھاگ نکلے اور اپنی جگہوں کو چھوڑ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ۱۰ ہزار کا لشکر ساتھ تھا، فتح مکہ کے بعد جب حنین تشریف لے گئے تو بہت سے افراد جو فتح کے بعد مسلمان ہوگئے تھے وہ بھی غزوہ حنین میں شامل ہوگئے، ہوازن نے جب دوبارہ حملہ کیا اور تیروں کی بارش کردی تو اس اچانک افتاد سے طلقائے فتح مکہ میں بھگدڑ مچ گئی، یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے، اس کے نتیجے میں صحابہ میں بھی فرار کی کیفیت پیدا ہوئی، بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واپس بلایا تو حضرات صحابہ واپس آگئے اور اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔(۱)

فأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يفر۔

رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے۔

یہاں بھی عبارت مقدر ہے: ”أما نحن فقد فررنا، وأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يفر“۔(۲)

---

(۱) کشف الباري، كتاب المغازي (ص۵۳۲)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۵۷)۔

فلقد رأيته، وإنه لعلى بغلته البيضاء۔

تحقیق میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا اور آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر پر سواری کی حالت میں آگے بڑھنا اور پھر مشرکین کے مجمع کی طرف جانا شجاعت و بہادری کی حیرت انگیز مثال ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں سواری سے اتر آئے تو شجاعت کی اور بھی اعلی وارفع مثال قائم ہوئی۔(۱)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اللہ کے راستے میں اپنے نفس کو ہلاکت اورشدت (سختی) میں ڈالنا جائز ہے، کیونکہ غزوہ حنین کے موقع پر تمام صحابہ سوائے بارہ (۲) سب کے سب بھاگ گئے تھے اور مشرکین کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی، لیکن اس کے باوجود یہ حضرات اپنی اپنی جگہوں اور صفوں پر جمے رہے اور ضرورت کے وقت فرار کی جو رخصت ہے اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔(۳)

وإن أبا سفيان أخذ بلجامها۔

اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا۔

"أبو سفيان" سے مراد ابوسفیان الحارث رضی اللہ عنہ ہیں، اور اس بات کی تصریح کتاب المغازی کی روایت میں موجود ہے:"وإن أبا سفيان بن الحارث آخذ بزمامها"۔(۴)

حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی اور چچا زاد بھائی حضرت ابوسفیان مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ھاشم ھاشمی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٧)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ص٦٩)۔

(٤) الصحيح للبخاري، كتاب المغازي باب قول الله تعالى: ﴿ويوم حنين إذ أعجبتكم كثرتكم، فلم تغن......﴾، رقم (٤٣١٥و٤٣١٧)۔

(٥) سير أعلام النبلاء (ج١ص٢٠٢) والإصابة (٤ص٩٠)۔

انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کا دودھ پیا تھا۔(۱)

اور بعض حضرات نے مغیرہ ان کے بھائی کا نام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا اسم گرامی ہے۔ جبکہ حضرت عبد اللہ بن مبارک اور ابراہیم بن المنذر، علامہ کلبی اور زبیر رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ مغیرہ ان ہی کا نام ہے۔(۲)

ان کی والدہ غزیّۃ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزی ہیں۔(۳)

یہ شاعر تھے، صحابہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے، اسلام اور اہل اسلام کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے، مسلسل بیس سال تک اپنی اس روش پر قائم رہے اور مسلمانوں کے خلاف قریش نے جتنی جنگیں لڑیں، ان سب میں قریش کے ساتھ اور مسلمانوں کے خلاف شریک ہوئے، ان کی مسلسل اسلام دشمن سرگرمیوں کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون ھدر قرار دیا تھا۔

جب اسلام کا بول بالا ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔(۴)

اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''طبقات'' میں ذکر کیا ہے، خود حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہی کی زبانی سنئے:

> ''چنانچہ میں اپنی اہلیہ اور بیٹے کے پاس آیا، ان سے کہا کہ نکلنے کی تیاری کرو، کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لانے ہی والے ہیں تو انہوں نے کہا ہم آپ پر فدا ہوں! آپ کو چاہئے کہ دیکھیں کہ عرب وعجم کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے، درآنحالیکہ آپ ان کی دشمنی میں ایک حد کو پہنچ چکے تھے، جب کہ ان کی نصرت کے لئے آپ کو سب سے پہلے جانا چاہئے

---

(۱) طبقات ابن سعد (ج٤ص٤٩)، والإصابة (ج٤ص٩٠)۔

(۲) الإصابة (ج٤ص٩٠)، وسير أعلام النبلاء (ج١ص٢٠٣)۔

(۳) طبقات ابن سعد (ج٤ص٤٩)۔

(۴) حوالہ بالا۔

تھا۔ (یعنی ان کی اہلیہ اور بیٹے نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی۔)

پھر میں نے اپنے بیٹے سے کہا میرے اونٹوں اور گھوڑے کو جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ پھر ہم مکہ سے نکلے، منزل ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو ہم چلے، جب ابواء مقام پر پہنچے تو وہاں پڑاؤ اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیش کا مقدمہ بھی ابواء میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا، جس کی منزل مکہ مکرمہ تھی۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے سے گھبرایا، کیونکہ آپ نے میرے خون کی نذر مان رکھی تھی، چنانچہ میں نے اپنا حلیہ بدلا اور اپنے بیٹے جعفر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلا، تقریباً ایک میل تک پیدل چلا، یہ اس صبح کی بات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواء میں اقامت اختیار کی تھی، چنانچہ میں آپ کے سامنے گیا تو آپ علیہ السلام نے رخ مبارک دوسری طرف پھیرلیا، میں اس طرف سے گیا تو پھر آپ نے رخ پھیرلیا، آپ علیہ السلام نے مجھ سے کئی بار اعراض کیا، تو مجھے قریب اور دور کے خیالات نے آ گھیرا اور اپنے سے کہنے لگا کہ میں آپ علیہ السلام تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل ہو جاؤں گا۔ اور میں نے ان کی نیکی، صلہ رحمی اور ان کے ساتھ میری قرابت کو یاد کیا، پس آپ نے میری اس کوشش اور معذرت کو قبول کیا۔

مجھے یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلام قبول کرنے سے خوش ہوں گے تو میں نے اسلام قبول کرلیا اور اسی حال میں ان کے ساتھ نکل پڑا اور ان کے ساتھ فتح مکہ اور حنین میں شریک ہوا۔ غزوہ حنین میں جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو میں گھوڑے سمیت اندھا دھند لشکر میں جا گھسا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہی طرف دیکھ رہے تھے، مگر آپ کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ ان کے لئے میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے کہا: "یا رسول الله، هذا أخوك، وابن عمك أبو سفيان ابن الحارث، فارض عنه" کہ "یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی اور آپ کے چچا کے بیٹے ابوسفیان بن حارث ہیں، ان سے راضی ہو جائیے۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے انہیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ بھی ان کی وہ عداوتیں جو انہوں نے مجھ سے روا رکھی معاف کرے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "میرے بھائی"۔ بخدا! میں نے رکاب

میں ان کے پاؤں کو بوسہ دیا"۔(۱)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صورۃً مشابہ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت عزیز رکھتے تھے،آپ علیہ السلام نے ان کو جنت کی خوش خبری بھی دی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:"أبو سفيان بن الحارث سيد فتيان أهل الجنة"۔(۲) اور فرمایا:"أبو سفيان أخي، وخير أهلي، و قد أعقبني الله من حمزة أبا سفيان بن الحارث" کہ"ابوسفیان میرے بھائی اور بہتر گھر والوں میں سے ہیں اور تحقیق اللہ عزوجل نے حضرت حمزہ کے بعد مجھے ابوسفیان بن حارث کو بطور بدل کے دیا"۔ چنانچہ اس کے بعد ان کو"أسد الله"اور"أسد الرسول"کے وقیع الفاظ سے پکارا جاتا تھا۔(۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انہوں نے ایک انتہائی پراثر اور دردناک مرثیہ بھی کہا تھا۔(۴)

یہ حج کو گئے اور وہاں حلاق نے ان کا سر مونڈھا، ان کے سر میں ایک مسہ تھا، جس کو حلاق نے کاٹ ڈالا اور اس

---

(۱) طبقات ابن سعد (ج٤ص ٥٠)۔

(۲) الإصابة (ج٤ص ٩٠)، والمستدرك للحاكم (ج٣ص ٢٥٥)، وسير أعلام النبلاء (ج١ص ٢٠٥)۔

(۳) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج ٤ص ٨٤)، وطبقات ابن سعد (ج٤ص ٥٢)۔

(٤) قال ابن إسحاق: ولأبي سفيان يرثي النبيّ، ﷺ :

أَرِقْتُ فَبَاتَ لَيلي لا يَزُولُ　　وليلُ أخي المُصِيبَةِ فِيهِ طُولُ
وأَسْعَدَني البُكَاءُ وذَاكَ فِيمَا　　أُصِيبَ المُسْلِمونَ بِه قَلِيلُ
فَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنا وجَلَّتْ　　عَشِيَّةَ قِيلَ قد قُبِضَ الرَّسُولُ
فَقَدْنا الوَحْيَ والتَّنزِيلَ فِينا　　يَرُوحُ بِهِ ويَغْدُو جِبْرَئِيلُ
وَذاكَ أحقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ　　نُفُوسُ الخَلْقِ أَوْ كَادَتْ تَسِيلُ
نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُو الشَّكَّ عَنَّا　　بِمَا يُوحَىٰ إلَيْهِ وَمَا يَقُولُ
ويَهْدِينا فَلاَ نَخْشَىٰ ضَلالاً　　عَلَيْنا، والرَّسُولُ لَنَا دَلِيلُ
فَلَمْ نَرَ مِثْلَهُ في النَّاسِ حَيّاً　　وَلَيْسَ لَهُ مِنَ المَوْتَىٰ عَدِيلُ
أَفَاطِمُ إن جَزِعْتِ فَذَاكَ عُذْرٌ　　وإنْ لَمْ تَجْزَعي فهو السَّبِيلُ
فَعُودِي بالعَزاءِ فَإنَّ فِيهِ　　ثَوَابَ الله والفَضْلُ الجَزِيلُ
وَقُولي في أبيكِ ولاَ تَمَلِّي　　وَهَلْ يَجْزِي بِفَضْلِ أَبيكِ قِيلُ
فَقَبْرُ أَبِيكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ　　وَفِيهِ سَيِّدُ النَّاسِ الرَّسُولُ

سير أعلام النبلاء (ج١ص ٢٠٤)۔

کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہوگئی، چنانچہ لوگ ان کو شہید سمجھتے تھے۔(۱)

۲۰ ھجری کو مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔(۲) رضي الله عنه وأرضاه۔

والنبي صلى الله عليه وسلم يقول:

أنـــا الـــنبـــي لا كـــذب أنـــا ابـــن عبـــدالـــمطـــلب

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ "میں نبی ہوں، اس میں کچھ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب جیسے سردار کا بیٹا ہوں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا قول "أنا النبي لا كذب" میں نبوت محمدی کا اثبات ہے، مطلب یہ ہے کہ میں اپنے قول میں کاذب نہیں ہو کہ مجھے شکست ہو، کیونکہ شکست اسی کو ہوسکتی ہے جس کو اللہ کی مدد ونصرت پر یقین نہ ہو اور موت کا خوف لاحق ہو۔(۳)

اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل نبی اور رسول ہی کو ہوتا ہے اور جسے اس درجے کا یقین حاصل ہو اسے شکست نہیں ہوسکتی۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس جملے میں ہے: "وإن أبا سفيان بن الحارث آخذ بلجامها"۔(۴)

۵۳ - باب : الرِّكابِ وَالْغرْزِ للدَّابَّةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ رکاب اور غرز کو اگر جانوروں کے لئے استعمال کیا جائے تو

(۱) حوالہ بالا، والمستدرك (ج۳ ص۲۵۵)۔

(۲) سير أعلام النبلاء (ج۱ ص۲۰۵)، وطبقات ابن سعد (ج٤ ص٥٣)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ ص٦٩)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٦)۔ حدیث باب کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے کشف الباري، كتاب المغازي (ص٥٣٥)۔

اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

چنانچہ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو یہ مروی ہے: "اقطعوا الركب، وثبوا على الخيل وثبا"۔ (۱) کہ "رکاب کو کاٹ ڈالو اور گھوڑے پر اچھل کر سوار ہو۔" اس سے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جانور پر سواری کے لئے رکاب استعمال کرنا ممنوع ہے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ موجودہ ترجمۃ الباب کے ذریعے یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکاب کے استعمال کو سرے سے ممنوع قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ ان کا مقصود اس ممانعت سے لوگوں کو گھوڑے پر خود سے بغیر کسی سہارے کے سوار ہونے کی تمرین اور مشق کی ترغیب دینا ہے، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاب کا استعمال کیا ہے اور جانور پر سوار ہونے کے لئے اس سے مدد لی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے اس سے منع فرما سکتے ہیں؟! (۲)

رکاب اور غرز کے معنی

"رکاب" زین کے اس لٹکے ہوئے حصے کو کہتے ہیں جس میں سوار اپنا پیر ڈالتا ہے۔ اور غرز کے معنی بھی رکاب ہی کے ہیں۔ (۳) اس اعتبار سے یہ دونوں مترادف ہیں۔

پھر بعض حضرات نے دونوں میں فرق یہ بیان کیا ہے کہ "رکاب" تو لوہے یا لکڑی کا ہوتا ہے اور "غرز" صرف چمڑے ہی کا ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک "غرز" اونٹ کے لئے اور "رکاب" فرس کے لئے ہوتا ہے۔ (۴)

٢٧١٠ : حدَّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا (٥) ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الغَرْزِ ، وَٱسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً ، أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الحُلَيْفَةِ . [ر : ١٤٤٣]

---

(١) كذا عزاه ابن بطال رحمه الله إلى عمر رضي الله عنه، إلا إني لم أجده في المصادر التي بين يدي۔

(٢) شرح ابن بطال (ج٥ص ٧٠)۔

(٣) المعجم الوسيط (ج١ص٣٦٨) مادة "ركب"۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٦٩) وعمدة القاري (ج١٤ص١٥٨)۔

(٥) قوله: "عن ابن عمر رضي الله عنهما": الحديث مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب غسل الرجلين في النعلين، ولايمسح على النعلين۔

تراجم رجال

یہ بعینہ وہی سند ہے جو ابھی "باب سہام الفرس" میں گذری ہے۔

تنبیہ

اور حدیث باب کی مکمل تشریح کتاب الحج میں آچکی ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "إذا أدخل رجله في الغرز"۔

اور چونکہ رکاب غرز ہی کے معنی کو شامل ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "غرز" کے ساتھ "رکاب" کو بھی ملحق کردیا ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں۔(۲)

٥٤ – باب : رُكُوبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے یہ ہے کہ اگر گھوڑے پر زین نہ ہو، اس کی پیٹھ ننگی ہو اور زین کے بغیر ہی آدمی اس پر سوار ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ ضروری نہیں کہ زین کے ساتھ ہی سوار ہوا جائے، بلکہ ننگی پیٹھ پر سواری تو گھڑ سوار کی مہارت پر دلالت کرتی ہے۔

لفظ "عري" کی تحقیق

"عـــــــري" عین مہملہ کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ ہے، اس کے معنی ننگی پیٹھ اور بلا زین کے ہیں، چنانچہ "فرس عري" کے معنی ننگی پیٹھ اور بلا زین گھوڑے کے ہوئے۔

---

(۱) انظر کتاب الحج، باب قول الله تعالى: ﴿يأتوك رجالا......﴾۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٥٨)، وفتح الباري (ج٦ ص٦٩)۔

اور "عري" کا لفظ جانوروں کے ساتھ ہی خاص ہے، چنانچہ آدمی کو "عري" نہیں کہا جاتا، بلکہ "عریان" کہا جاتا ہے۔(۱)

اس کلمے کے ضبط میں دوسرا احتمال ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا کہ حدیث میں یہ لفظ راء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی "عُرِي"۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وليس في كتب اللغة مايساعده"۔(۲)"لیکن لغت کی کتابیں ان کے قول کی موافقت نہیں کرتیں۔"

٢٧١١ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ(۳) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : ٱسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ عُرْيٍ ، ما عَلَيْهِ سَرْجٌ ، في عُنُقِهِ سَيْفٌ . [ر : ٢٤٨٤]

تراجم رجال

۱۔عمرو بن عون

یہ عمرو بن عون بن اوس سلمی واسطی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۲۔حماد

یہ حماد بن زید بن درہم ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا ......﴾" کے تحت آچکے ہیں۔(۵)

۳۔ثابت

یہ مشہور تابعی حضرت ابومحمد ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب القراءة

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٨)، وفتح الباري (ج٦ص ٧٠)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص ٧٠)۔

(۳) قوله:"عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس من الفرس۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب ماجاء في القبلة، ......۔

(۵) كشف الباري (ج٢ص٢١٩)۔

وللعرض علی المحدث" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۱)

۴۔انس

یہ مشہور صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

قال: استقبلهم النبي صلی اللّٰه علیه وسلم علی فرس عري، ما علیه سرج، وفي عنقه سیف۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے ایک ننگی پیٹھ کے گھوڑے پر سوار ہوگئے، اس پر زین نہ تھی اور آپ کی گردن میں تلوار حمائل تھی۔

تنبیہ

حدیث باب ماقبل میں کئی مرتبہ گذر چکی ہے اور وہیں اس سے متعلقہ ابحاث بھی ذکر کردی گئی ہیں، اس لئے ہم مزید تشریحات نہیں کریں گے، البتہ بعض فوائد کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

حدیث باب سے مستنبط فوائد

۱۔حدیث سے ایک فائدہ یہ مستنبط ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد درجے کے متواضع تھے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہر گھڑ سوار تھے، کیونکہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سواری وہی شخص کرسکتا ہے جو ہمیشہ گھڑ سواری کرتا ہو اور اس میں مہارت رکھتا ہو۔(۳)

۲۔دوسرا فائدہ یہ مستنبط ہوا کہ فارس کے لئے یہ مناسب اور ضروری ہے کہ گھڑ سواری کی مشق اور تمرین کرتا رہے، تاکہ کوئی اچانک مصیبت آئے تو اس کا سامنا کرنے کے لئے پہلے سے تیار ہو۔(۴)

---

(۱) کشف الباري (ج۳ص۱۸۳)۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٧٠)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٥٨)۔

(٤) حوالہ بالا، وشرح ابن بطال (ج٥ص٧٠)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے اور وہ حدیث کے اس جملے میں ہے: "استقبلهم النبي صلى الله عليه وسلم على فرس عري"۔(۱)

۵۵ - باب : الْفَرَسِ الْقَطُوفِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آہستہ چلنے والے گھوڑے پر سواری جائز اور مشروع ہے۔

کلمہ "قطوف" کی تحقیق

"قطوف" باب ضرب ونصر سے ہے، اس کے معنی آہستہ چلنے والا کے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: "قطفت الدابة يقطِف قِطَافا: إذا أبطأت"۔(۲)

۲۷۱۲ : حدّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ[3] : أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَزِعُوا مَرَّةً ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ كانَ يَقْطِفُ ، أَوْ كانَ فِيهِ قِطَافٌ ، فَلَمَّا رَجَعَ قالَ : (وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا) . فَكانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارَى . [ر : ۲٤٨٤]

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٨)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٧٠)، والمعجم الوسيط (ج٢ص٧٤٦)، مادة "قطف"۔

(۳) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس۔

تراجم رجال

۱۔عبدالاعلی بن حماد

یہ عبدالاعلی بن حماد بن نصر باہلی ذہلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔یزید بن زریع

یہ ابومعاویہ یزید بن زریع تیمی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔سعید

یہ سعید بن ابی عروبہ ابوالنصر یشکری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب ......" کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

اور حدیث باب کی تشریحات ماقبل میں کئی جگہ آچکی ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت اس جملے میں ہے: "كان يقطف، أو كان فيه قطاف"۔(۵)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الغسل، باب الجنب يخرج ويمشي في الأسواق وغيره۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الغسل، باب: إذا جامع ثم عاد، و من دار على ......۔

(٤) كشف الباري (ج٢ ص٣و٤)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٩)۔

اورکلمہ "أو" یہاں شک کے لئے ہے کہ راوی کو شک ہورہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے "یقطف" فرمایا ہے یا "قطاف"۔(۱)

فائدہ

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ حدیث سے یہ بات مستنبط ہوئی کہ سلطان اگر کمتر جانور پر سواری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تاکہ اس کو مشق کروائے، سدھائے اور اس کی تادیب کرے اور یہ تواضع کے قبیل سے ہے۔(۲)

٥٦ - باب : السَّبْقِ بَيْنَ الخَيْلِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اگر جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس فعل کی مشروعیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و منصوص ہے۔(۳)

کلمۂ "سبق" کی وضاحت

"سبق" سین مہملہ کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ سبَق یسبِق سے مصدر ہے، جس کے معنی مقابلے کے ہیں۔ اور یہی معنی یہاں مراد ہے۔

---

(۱) حوالہ بالا وفتح الباري (ج٦ ص ٧٠)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ ص ٧١)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٩)، وفتح الباري (ج٦ ص ٧١)۔

اور اگر یہ کلمہ باء کے فتحہ کے ساتھ ہو، یعنی "سبـــق" تو اس کے معنی اس شرط کے ہے جو آگے بڑھنے پر رکھی جاتی ہے۔(۱)

۲۷۱۳ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ(۲) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَجْرَى النَّبِيُّ ﷺ ما ضُمِّرَ مِنَ الخَيْلِ مِنَ الحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ، وَأَجْرَى ما لَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ ، قالَ ابْنُ عُمَرَ : وَكُنْتُ فِيمَنْ أَجْرَى .

قالَ عَبْدُ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَان قالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ قالَ سُفْيَانُ : بَيْنَ الحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ أَوْ سِتَّةٌ ، وَبَيْنَ ثَنِيَّةَ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ مِيلٌ . [ر : ٤١٠]

تراجم رجال

۱۔قبیصہ

یہ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۲۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث حضرت سفیان بن سعید ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان" کے مذکورہ باب کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

۳۔عبید اللہ

یہ عبید اللہ بن عمر العمری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(۱) حوالہ بالا ومختار الصحاح مادة "سبق"۔

(۲) قوله: "عن ابن عمر رضي الله عنهما": الحديث، مرتخريجه في كتاب الصلاة، باب هل يقال: مسجد بني فلان؟

(۳) كشف الباري (ج۲ ص۲۷۵)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ ص۲۷۸)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت۔

۴۔ نافع

یہ ابوعبداللہ نافع مولی ابن عمر العدوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۵۔ ابن عمر

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الإیمان، وقول النبي صلی اللہ علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس" کے تحت آچکے ہیں۔(۲)

تنبیہ

حدیث باب کی بعض تشریحات "کتاب الصلاۃ" کے تحت آچکی ہیں۔(۳) اور بعض فوائد کا ذکر ان شاء اللہ کچھ صفحات کے بعد ہم ذکر کریں گے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت حدیث کے ان دو جملوں میں ہے: "أجری النبي صلی اللہ علیه وسلم ما ضمر ......"۔ اور: "وأجری ما لم یضمر" کیونکہ ''اجراء'' مسابقت کے معنی کو شامل ہے۔(۴)

قال عبد اللہ: حدثنا سفیان قال: حدثني عبید اللہ۔

عبداللہ سے مراد کون ہیں؟

یہاں عبداللہ سے مراد ابن الولید عدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بعض نسخوں میں جو یہاں ''ابوعبداللہ'' آیا ہے وہ سہو اور غلط ہے۔(۵)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب من أجاب السائل بأکثر مما سأله۔

(۲) کشف الباري (ج۱ ص۶۳۶)۔

(۳) انظر کتاب الصلاۃ، باب هل یقال: مسجد بني فلان؟ رقم (۴۲۰)۔

(۴) عمدۃ القاري (ج۱۴ ص۱۵۹)۔

(۵) شرح الکرماني (ج۱۲ ص۱۴۷)۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"فعبد الله هو: ابن الوليد العدني، كذا رويناه في جامع سفيان الثوري من روايته عنه"۔ (۱)

"یعنی یہاں عبداللہ سے ابن الولید عدنی مراد ہیں، اسی طرح ہمیں روایت کی گئی ہے "جامع سفیان" میں سفیان سے عبداللہ کی روایت میں"۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ "عبداللہ" کی بجائے اگر "ابوعبداللہ" کہا جائے تو یہ ممکن ہی نہیں، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ناممکن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ کی ہے اور سفیان ثوری ان سے بہت پہلے ۱۶۱ھ کو وفات پا گئے تھے۔

تعلیق مذکور کا مقصد

مذکورہ بالا تعلیق کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں اپنے شیخ عبید اللہ سے "تحدیث" کی تصریح کی ہے، بخلاف پہلی روایت کے کہ وہ عنعنہ کے ساتھ مروی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"وأراد البخاري بهذا تصريح الثوري عن شيخه بالتحديث بخلاف الرواية الأولى، فإنها بالعنعنة"۔ (۲)

تعلیق مذکور کی تخریج

اس تعلیق کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی "جامع" میں موصولاً نقل کیا گیا ہے، جیسا کہ ابھی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں گذرا۔ (۳)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٧٢)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٩)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٧٢)۔

قال سفیان: بین الحفیاء إلی ثنیة الوداع خمسة أمیال......

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سابقہ سند کے ساتھ موصول ہے، یعنی "سفیان عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنه"۔(۱)

۵۷ – باب : إِضْمَارِ الخَيْلِ لِلسَّبْقِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سنت تو یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ گھوڑے مقدم کئے جائیں جن کو دبلا کیا گیا ہے، لیکن اگر ان گھوڑوں کا مقابلہ کروایا جائے جن کا اضمار نہیں کیا گیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"إشارة إلی أن السنة في المسابقة أن یتقدم إضمار الخیل، وإن کانت التي لا تضمر لا تمتنع المسابقة علیها"۔ (۲)

جب کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کا مقصد یوں بیان فرمایا ہے:

"أي هذا باب في بیان إضمار الخیل لأجل السبق، هل هو شرط أم لا؟"۔ (۳)

"یعنی یہ باب مقابلہ کی غرض سے گھوڑے کے اضمار کے بیان میں ہے (مقابلے میں شریک) گھوڑے کا اضمار کرنا شرط ہے یا نہیں"۔

اور اس کا جواب حدیث باب میں مذکور ہے کہ مقابلے کے گھوڑوں کے لئے اضمار شرط نہیں، اس کے بغیر بھی مقابلے کروائے جاسکتے ہیں۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٥۹)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص۷۱)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٥۹)۔

(٤) المتواري (ص۱٥٥)۔

اضمار کا مطلب ومعنی

اضمار خواہ باب افعال سے ہو یا تفعیل سے، اس کے معنی گھوڑے کو دبلا بنانے اور چھریرا بنانے کے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: "أضمر الفرس وضمره"۔(۱)

اضمار کا طریقہ

اضمار میں ہوتا یہ ہے کہ جانور کو پہلے خوب کھلا پلا کر موٹا کرتے ہیں، اس کے بعد اس کو بند کمرے میں رکھتے ہیں اور اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو پسینہ خوب آتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کا پانی اور گھاس کم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ جب خوب پسینہ آتا ہے تو اس کے جسم کا فالتو گوشت ختم ہو جاتا ہے اور وہ نہایت چاق و چوبند، مضبوط اور پھرتیلا ہو جاتا ہے اور اس اضمار کی مدت اہل عرب کے ہاں چالیس دن ہوتی ہے۔(۲)

بظاہر یہ فعل تعذیب نظر آتا ہے، لیکن اس کو مسابقت میں استعمال کرنے کے لئے اور جہاد کے لئے تیار کرنے کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔(۳)

٢٧١٤ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ[٤] رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ ، وَكانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ ، وَأَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ كانَ سَابَقَ بِهَا .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : أَمَدًا : غَايَةً . «فَطَالَ عَلَيْهِمُ الأَمَدُ» /الحديد ١٦/ . [ر : ٤١٠]

تراجم رجال

۱۔ احمد بن یونس

یہ احمد بن عبداللہ بن یونس تمیمی یربوعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دادا کی نسبت سے مشہور ہیں، ان کے حالات "کتاب

---

(۱) مصباح اللغات (ص٤٩٩) مادة "ضمر" والمعجم الوسيط (ج١ص٥٤٣) مادة "ضمر"۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ص٧١)، المعجم الوسيط (ج١ص٥٤٣)، مادة "ضمر"۔

(۳) شرح ابن بطال (ج٥ص٧١)، وشرح الكرماني (ج١٢ص١٤٧)۔

(٤) قوله: "عن عبد الله رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب هل يقال: مسجد بني فلان ؟

الإيمان، باب من قال: إن الإيمان...... " کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔لیث

یہ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۲)

۳۔نافع

یہ ابوعبداللہ نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔عبداللہ

یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب الإيمان، وقول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس" کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ ترجمہ تو انہوں نے اضمار الخیل کا قائم کیا ہے اور حدیث جو ذکر کی اس میں خیول مضمرۃ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ خیول غیر مضمرہ کا ذکر ہے۔(۵)

تو اس اعتراض کے شراح نے مختلف جوابات دیئے ہیں:-

۱۔علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ تو اضمار کا قائم کیا ہے اور روایت یہ ذکر کی "سابق بين الخيل التي لم تضمر" تاکہ مکمل حدیث کی طرف اشارہ ہو جائے۔کیونکہ پوری حدیث یوں ہے:"أن

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(۲) کشف الباري (ج۱ص۳۲٤)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب من أجاب السائل بأكثر مما سأله۔

(٤) کشف الباري (ج۱ص٦٣٧)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٥٩)، وشرح ابن بطال (ج٥ص٧١)۔

الرسول صلی اللہ علیه وسلم سابق بین الخیل التي ضمرت، و بین الخیل التي لم تضمر"۔(۱)

چونکہ حدیث میں دونوں قسم کے مقابلوں کا ذکر ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حصہ ذکر فرمادیا کیونکہ اس سے باقی حصے کی طرف بھی اشارہ ہوجاتا ہے۔(۲)

۲۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہے کہ خیول مضمرۃ کا مقابلہ تو عادۃً معروف ہی ہے، رہے خیول غیر مضمرۃ تو ان میں یہ احتمال واعتقاد ہوسکتا ہے کہ ان کا مقابلہ جائز نہ ہو، کیونکہ ان کے دوڑانے میں مشقت اور خطرہ ہے، چنانچہ حدیث سے اس کا جواز واضح ہوگیا کہ اس میں بھی کوئی جرح ومضائقہ نہیں ہے۔(۳)

قال أبو عبد اللہ: أمدا غاية: ﴿فطال علیهم الأمد﴾ ۔

''ابوعبد اللہ'' سے مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ عبارت صرف ''مستملی'' کے نسخے ہی میں موجود ہے۔(۴)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حدیث کے لفظ ''الأمد'' کی تفسیر فرمائی ہے کہ ''أمد'' کے معنی غایت اور انتہاء کے ہیں۔

اور انہوں نے جو تفسیر یہاں ذکر فرمائی ہے وہ ابوعبیدہ کی کتاب ''المجاز'' میں ذکر کردہ تفسیر ہے۔(۵)

گھوڑ دوڑ کے مقابلے کی
شرعی حیثیت اور اس کی مختلف صورتیں

حدیث باب میں اس بات کی صراحت ہے کہ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ جائز ہے، پھر اس میں تفصیل یوں ہے کہ یہ مقابلے یا تو عوض کے ساتھ ہوں گے یعنی اس میں کوئی انعام وغیرہ بھی ہوگا یا بلاعوض، چنانچہ فقہائے امت کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر یہ مقابلے بلاعوض وانعام کے ہوں تو جائز ہیں۔عوض کے ساتھ مقابلے کی تفصیل آگے آرہی

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص۷۱)۔

(۲) شرح الکرماني (ج۱۲ص۱۴۷)، وعمدۃ القاري (ج۱۴ص۱۶۰)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) عمدۃ القاري (ج۱۴ص۱۶۰)، وفتح الباري (ج۶ص۷۲)۔

(۵) حوالہ بالا۔

ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقابلہ کن امور اور جانوروں میں جائز ہے؟

چنانچہ امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب تو یہ ہے کہ یہ مقابلے صرف "خف، حافر ونصل" میں ہو سکتے ہیں (۱) "خف" سے مراد اونٹ اور ہاتھی "حافر" سے مراد گھوڑا، گدھا اور خچر اور "نصل" سے مراد تیر اندازی ہے، یعنی مقابلے ان تین چیزوں میں منحصر ہیں، دیگر کسی بھی چیز میں مقابلے جائز نہیں۔ (۲)

جب کہ بعض علماء نے اس مقابلے کو صرف گھوڑوں کے ساتھ خاص کیا ہے، یعنی مقابلہ صرف گھوڑوں کا ہی جائز ہے اور کسی چیز کا مقابلہ جائز نہیں۔ (۳)

اور امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تمام چیزوں میں مقابلے جائز ہیں۔ (۴)

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے پتھر پھینکنے کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۵)

اور اگر مسابقہ عوض کے ساتھ ہے، جسے "مـراهـنة" بھی کہا جاتا ہے تو اس کی مختلف صورتیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ جو عوض ہو وہ انعام کے طور پر ہو اور مقابلہ کرنے والوں کے علاوہ اور کسی کی طرف سے ہو، جیسے سلطان یا اور کوئی بھی دوسرا شخص، یہ صورت بالاجماع جائز ہے، چاہے انعام صرف جیتنے والے کے لئے ہو یا تمام شرکائے مقابلہ کے لئے، یا بعض کے لئے ہو۔ (۶)

چنانچہ علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إنـه صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل على حُلَل أتته من اليمن، فأعطى السابق

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٧٢)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٦٠)، واستدلوا في ذلك بما روي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاسبق إلا في نصل أو خف أو حافر۔" رواه الترمذي، رقم (١٧٠٠)، وأبوداود، (رقم (٢٥٧٤)، والنسائي، رقم (٣٦١٥) وأيضاً انظر: الإحسان بترتب صحيح ابن حبان، كتاب السير، باب السبق، رقم (٤٦٧١)۔

(۲) المرقاة (ج٧ص٣١٩)۔

(۳) حوالہ بالا

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) المرقاة لعلي القاري (ج٧ص٣٢٠)۔

(٦) تكملة فتح الملهم (ج٣ص٣٨٩)۔

ثلاث حُلَل، وأعطى الثاني حلتين، والثالث حلة، والرابع ديناراً، والخامس درهما، والسادس فضة، وقال: "بارك الله فيك، وفي كلكم، وفي السابق والفسكل"۔ (۱)

"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کپڑے کے جوڑوں پر جو یمن سے آپ کے لئے آئے تھے، گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا، چنانچہ اول آنے والے کو تین جوڑے، دوم کو دو جوڑے، سوم کو ایک جوڑا، چہارم کو ایک دینار، پنجم کو ایک درہم، ششم کو چاندی بطور انعام عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ تم کو اور سب میں برکت دے، اول آنے والے گھوڑے میں بھی اور آخر میں رہنے والے گھوڑے میں بھی"۔

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني" میں یہ نقل کیا ہے کہ مقابلہ صرف سلطان کی طرف سے ہو اور کسی کی طرف سے یہ مقابلے کروائے جائیں تو جائز نہیں (۲)، لیکن مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ہر متبرع شخص یہ مقابلے کرواسکتا ہے۔(۳)

۲۔ اگر مال صرف ایک ہی جانب سے ہو، مثلاً فریقین یوں کہیں کہ اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو تمہیں اتنا مال بطور انعام دوں گا اور اگر میں تم سے آگے نکل گیا تو میرے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا أو بالعکس۔

یہ صورت بھی اوروں کے نزدیک جائز ہے، البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت کو بھی قمار شمار کرتے ہوئے ناجائز قرار دیا ہے۔(۴)

لیکن مالکیہ کی کتب میں اس صورت کو بھی جائز کہا گیا ہے۔(۵) چنانچہ صحیح بات یہی ہے کہ ائمہ اربعہ اس دوسری صورت کے جواز پر بھی متفق ہیں۔(۶)

۳۔ اگر مال دونوں جانب سے ہو، مثلاً فریقین یوں کہیں: "إن سبقتني فلك علي كذا، وإن سبقتك فلي عليك كذا" کہ اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو تمہارے مجھ پر اتنے ہوں گے اور اگر میں تم سے

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٥۹)۔

(۲) المغني لابن قدامة (ج۹ص۳٦۹)۔

(۳) تكملة فتح الملهم (ج۳ص۳۹۰)، وأوجز المسالك (ج۸ص۳۹٥)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٦۱)، وفتح الباري (ج٦ص۷۳)۔

(٥) رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع (ج٥ص۲۸٥)، ومسائل شتى (ج٥ص٥۳)۔

(٦) تكملة فتح الملهم (ج۳ص۳۹۰)۔

آ گے نکل گیا تو تم پر میرے اتنے ہوں گے۔ یہ صورت بالا جماع حرام ہے، کیونکہ یہ وہی قمار ہے، جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔(۱)

۴۔فریقین مقابلے میں کسی تیسرے آدمی کو داخل کریں، یہی تیسرا آدمی "محلل" کہلاتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یہ دو جو اصل فریقین ہیں وہ مال کی ایک مقدار نکالیں اور تیسرا کچھ بھی مال نہ دے اور وہ دونوں اس تیسرے آدمی سے کہیں کہ اگر تم ہم دونوں سے آگے نکل گئے تو ہم دونوں کا سارا مال تمہارا اور اگر ہم دونوں تم سے سبقت کر جائیں تو تم پر ہمارے لئے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

اب اگر وہ تیسرا شخص ان دونوں سے جو اصل فریق ہیں آگے نکل گیا تو پورے مال کا مستحق وہی ہوگا اور وہ دونوں اس محلل سے سبقت کر گئے تو دو صورتیں ہیں:-

اگر وہ دونوں ایک ساتھ اس محلل سے آگے نکلے ہیں تو کسی کو دوسرے سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

اور اگر یہ دونوں اس محلل سے یکے بعد دیگرے آگے نکل جائیں تو ان دونوں میں سے جو اپنے ساتھی پر سبقت کر گیا ہے وہ اُس کے مال کا مستحق ہوگا اور یہ دوسرا پہلے کے مال کا مستحق نہ ہوگا۔(۲)

اس چوتھی صورت کا حکم حنفیہ کے نزدیک وہ ہے جو کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

"إدخال الثالث إنما يكون حيلةً للجواز، إذا كان الثالث يتوهم منه أن يكون سابقا ومسبوقا، فأما إذا كان يتيقن أنه يسبقهما لامحالة، أو يتيقن أنه يصير مسبوقا فلا يجوز"۔ (۳)

"یعنی فریقین کا اپنے ساتھ تیسرے آدمی کو ملانا جواز کے لئے حیلہ اس صورت میں بن سکتا ہے جب کہ تیسرے کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ سب سے آگے نکل جائے گا یا پیچھے رہ جائے گا، ہاں! اگر اس تیسرے کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ ان دونوں سے لازمی طور پر آگے نکل جائے گا، یا یہ اس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ ان دونوں سے پیچھے رہ جائے گا تو جائز نہیں"۔

---

(۱) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۱٦۱)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٦۱)، وتكملة فتح الملهم (ج۳ ص۳۹۰)۔

(۳) الفتاوى الهندية (ج٥ ص۳۲٤)۔

جواز کی یہ صورت اس شرط کے ساتھ کہ تیسرے آدمی کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ ان دونوں سے آگے نکل جائے گا، یا پیچھے رہ جائے گا امام ابوحنیفہ، احمد، شافعی، اوزاعی، اسحاق، سعید بن مسیب اور زہری رحمہم اللہ تعالی کا مذہب ہے۔(۱)

جب کہ امام مالک (۲) اور جابر بن زید (۳) رحمہما اللہ تعالی کا قول یہ ہے کہ محلل کے ساتھ بھی یہ صورت جائز نہیں۔(۴)

جمہور کا مستدل اس چوتھی صورت کے جواز پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداود (۵) اور امام احمد (۶) نے نقل کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

قال: من أدخل فرسا بين فرسين، يعني هو لا يأمن أن يسبق فليس بقمار، ومن أدخل فرسا بين فرسين، وقد أمن أن يسبق فهو قمار"۔ (۷)

کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا گھوڑا شامل کرے، یعنی جس کے بارے یہ یقین نہیں ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا تو یہ قمار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا ایسا گھوڑا شامل کرے، جس کے بارے یہ یقین ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا تو یہ قمار ہے"۔

چنانچہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر محلل کے آگے نکلنے کا گمان نہ ہو تو یہ صورت جوا اور قمار کی نہیں۔ البتہ اگر محلل کے سبقت کرنے کا یقین ہو تو یہ یقیناً قمار ہے اور جمہور اس کے جواز کے قائل بھی نہیں۔ واللہ أعلم

---

(۱) المغني لابن قدامة (ج۹ص۳۷۲)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٦۱)، والمدونة الكبرى (ج ص)۔

(۳) المغني لابن قدامة (ج۹ص۳۷۲)۔

(٤) تكملة فتح الملهم (ج۳ص۳۹۰)۔

(۵) سنن أبي داود، أبواب الجهاد، باب في المحلل، رقم (۲۵۷۹)۔

(٦) مسند الإمام أحمد (ج۲ص۵۰۵)۔

(۷) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٦۱)، ومشكوة المصابيح (ج۲ص۱۱۳۸)، رقم (۳۸۷۵)۔

٥٨ - باب : غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس ترجمہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ خیل مضمرہ کی غایت اور انتہاء دوڑ اور مقابلے کے لئے زیادہ ہوگی اور غیر مضمرہ کے درمیان جب مقابلہ کروایا جائے گا تو ان کے لئے جو غایت مقرر ہوگی وہ کم ہوگی۔(۱)

اور اس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ مضمرہ زیادہ دیر تک دوڑنے پر قادر ہوتے ہیں، بخلاف غیر مضمرہ کے کہ وہ جلد تھک جاتے ہیں، اس لئے اگر ان کو ان کی طاقت سے زیادہ دوڑایا گیا تو اس میں ان کے ضرر اور ہلاکت کا قوی اندیشہ ہے۔

چنانچہ حدیث باب میں یہ آیا ہے کہ خیول مضمرہ کی غایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران مسابقہ تقریباً چھ میل رکھی تھی، جب کہ غیر مضمرہ کی غایت تقریباً ایک میل رکھی۔ اس میں حکمت وہی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی۔(۲)

٢٧١٥ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعاوِيَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ مُوسٰى ابْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا(۳) قالَ : سَابَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ الخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ ، فَأَرْسَلَهَا مِنَ الحَفْيَاءِ ، وَكانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ - فَقُلْتُ لِمُوسٰى : فَكَمْ كانَ بَيْنَ ذٰلِكَ ؟ قالَ : سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ - وَسَابَقَ بَيْنَ الخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ ، فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ، وَكانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِي زُرَيْقٍ - قُلْتُ : فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ ؟ قالَ : مِيلٌ أَوْ نَحْوُهُ - وَكانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيهَا . [ر : ٤١٠]

تراجم رجال

۱۔عبد اللہ بن محمد

یہ ابو جعفر عبد اللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے مختصر حالات "کتاب الإیمان، باب أمور

(۱) فتح الباري (ج ٦ص ٧١)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص ١٦٠)، و شرح ابن بطال (ج٥ص ٧٢)۔

(۳) قوله: "عن ابن عمر رضي الله عنهما": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب هل يقال: مسجد بني فلان؟

الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔معاویہ

یہ ابوعمرو معاویۃ بن عمرو الازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔موسی بن عقبہ

یہ موسی بن عقبہ بن ابی عیاش اسدی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔نافع

یہ ابوعبداللہ نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

٦۔ابن عمر

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الإیمان، وقول النبي صلی اللہ علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس" کے تحت آچکے ہیں۔(٦)

تنبیہ

حدیث باب کی تشریح گذشتہ ابواب کے تحت آچکی ہے۔

فائدہ

حدیث باب سے یہ فائدہ مستنبط ہوا کہ جب گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کروایا جائے تو مقابلے کی انتہاء وغایت

(۱) کشف الباري (ج۱ ص٦٥٧)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الأذان، باب إقبال الإمام علی الناس عند تسویة الصفوف۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب من أجاب السائل بأکثر مما سأله۔

(٦) کشف الباري (ج۱ ص٦٣٦)۔

معلوم ہو۔ نیز یہ کہ گھوڑے رفتار اور قوت وغیرہ میں مساوی ہوں اور یہ کہ خیول مضمرہ کے ساتھ غیر مضمرہ کا مقابلہ نہ کروایا جائے۔اس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔(۱)

٥٩ – باب : نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔(۲)

قَالَ ابْنُ عُمَرَ : أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو قصواء اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ما خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ) . [ر : ٢٥٨١]

اور حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصواء خود نہیں بیٹھی۔

مذکورہ بالا دونوں تعلیقات کی تخریج

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولا کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔(۳)

جب کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) شرح ابن بطال (ج٥ص٧٢)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٦١)۔

(۳) انظر الصحيح للبخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، رقم (٤٤٠٠)۔

نے بھی موصولاً ذکر کیا ہے۔(۱)

مذکورہ بالا تعلیقات کے ذکر کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب کے تحت دو تعلیقات ذکر کی ہیں، ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی، اور دونوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ ''قصواء'' کا ذکر آیا ہے، مقصد یہ ہے کہ آپ کی ایک ناقہ تھی، جس کا نام ''قصواء'' تھا۔

باب سے مناسبت

نیز ان تعلیقات کی مناسبت بھی ترجمۃ الباب کے ساتھ واضح ہے کہ باب "ناقة النبي صلى الله عليه وسلم" کا قائم کیا گیا ہے اور دونوں تعلیقات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ "قصواء" کا ذکر ہے۔

٢٧١٦/٢٧١٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ محمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعاوِيَةُ : حَدَّثَنَا أَبو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنسًا (٢) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : كانَتْ ناقَةُ النَّبِيِّ ﷺ يُقالُ لَها الْعَضْباءُ .

تراجم رجال

ا۔عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

(١) انظر الصحيح للبخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب، رقم (٢٧٣١، ٢٧٣٢)، وأبو داود في سننه، أبواب الجهاد، باب في صلح العدو، رقم (٢٧٦٥، ٢٧٦٦)، وأبواب السنة، باب في الخلفاء، رقم (٤٦٥٥)۔

(٢) قوله: "أنسا رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً، كتاب الجهاد، باب ناقة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم (٢٨٧٢)، وكتاب الرقاق، باب التواضع، رقم (٦٥٠١)، وأبو داود في سننه، أبواب الأدب، باب في كراهية الرفعة في الأمور، رقم (٤٨٠٢ و ٤٨٠٣) والنسائي في سننه، كتاب الخيل والسبق والرمي، باب السبق، رقم (٣٦١٨)۔

(٣) كشف الباري (ج١ ص٦٥٧)۔

۲۔معاویۃ

یہ ابوعمرو معاویہ بن عمرو الازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث فزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

حُمید

یہ ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید الطّویل رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لايشعر" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۵۔انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آ چکے ہیں۔(۴)

(۲۷۱۷) : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ(۵) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ناقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْباءَ ، لَا تُسْبَقُ . قالَ حُمَيْدٌ : أَوْ لَا تَكادُ تُسْبَقُ ، فَجاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ فَسَبَقَها . فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حَتَّى عَرَفَهُ ، فَقَالَ : (حَقٌّ عَلَى ٱللهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ ٱلدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ) . طَوَّلَهُ مُوسَى . عَنْ حَمَّادٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [٦١٣٦]

---

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۵۷۱)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(۳) قوله: "عن أنس رضي الله عنه" الحديث، مر تخريجه آنفا في الحديث السابق۔

تراجم رجال

ا۔ مالک بن اسماعیل

یہ ابو غسان مالک بن اسماعیل بن زیاد النہدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔ زہیر

یہ زہیر بن معاویہ بن حدیج جعفی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مفصل حالات "كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں اور سند کے باقی رجال گذشتہ سند میں آچکے ہیں۔(۲)

قال: كان للنبي صلى الله عليه وسلم ناقة تسمى العضباء لاتسبق۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی، جسے "عضباء" کہا جاتا تھا، اس کے ساتھ مقابلہ میں کوئی اونٹنی آگے نہیں بڑھتی تھی۔

یعنی "عضباء" نامی جو اونٹنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی وہ ہمیشہ دوڑ کے مقابلوں میں آگے ہی رہتی، دوسری اونٹنیاں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھیں۔

قال حميد: أولا تكاد تسبق۔

حمید راوی کہتے ہیں کہ یا یہ کہا کہ کوئی اس سے آگے نہیں جاسکتی تھی۔

کلمہ "أو" شک کے لئے ہے، یعنی حمید الطویل کو شک ہوا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے "لا تسبق" فرمایا تھا یا "لا تكاد تسبق" اور دوسری روایات میں بغیر شک کے "لا تسبق" ہی ہے۔(۳)

فجاء أعرابي على قعود، فسبقها۔

تو ایک اعرابی ایک نوجوان اونٹ پر سوار ہوکر آیا، چنانچہ اس کا اونٹ عضباء سے سبقت لے گیا۔

یعنی اس اعرابی کے اونٹ کے ساتھ جو "عضباء" کا مقابلہ ہوا تو اعرابی کا اونٹ جیت گیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص۳٦۷)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص۷٤)۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تلاش بسیار و تتبع کے باوجود اس اعرابی کا نام معلوم نہ ہوسکا، لکھتے ہیں: "ولم أقف علی اسم هذا الأعرابي بعد التتبع الشديد"۔(۱)

"قعود" کے معنی

قعود -- بالفتح علی القاف-- اس جوان اونٹ کو کہتے ہیں جس پر سواری کی جاسکتی ہو، یعنی وہ سوار کو اپنے پر قابو دیتا ہو، اس کی کم از کم مدت دو سال ہے اور جب چھ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ ''جمل'' کہلاتا ہے اور ''قعود'' مذکر اونٹ ہی کو کہا جاتا ہے اور مؤنث کو ''قلوص'' کہتے ہیں۔(۲)

جب کہ ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اونٹوں میں ''قعود'' اس کو کہتے ہیں جو اپنے چرواہے کی ہر حاجت میں کام آتا ہو۔(۳)

فشق ذلك علی المسلمین، حتی عرفه۔

تو وہ مسلمانوں پر شاق گذرا، جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے۔

یعنی اعرابی کا اونٹ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے سبقت لے گیا تو یہ سبقت لے جانا مسلمانوں پر بہت شاق گذرا کہ آپ کی اونٹنی کیونکر پیچھے رہ گئی اور ان کی اس چیز کو آپ نے بھی محسوس کیا کہ میری اونٹنی کا مقابلے میں پیچھے رہ جانا ان مسلمانوں پر بہت گراں ہوا ہے(۴) اور آپ نے یہ ان مسلمانوں کے چہروں کے آثار سے معلوم کیا، چنانچہ کتاب الرقاق کی روایت میں الفاظ یوں ہیں: "فلما رأی مافي وجوههم"۔(۵)

فقال: حق علی الله أن لا یرتفع شيء من الدنیا إلا وضعه۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ دنیا کی جو چیز بلند ہو، اس کو پست کردے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں کمال کے بعد زوال ہے، وہ اللہ ہی کی ذات اقدس ہے جس کو زوال نہیں،

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) مختار الصحاح، مادة "قعد"۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) إرشاد الساري (ج٥ص ٨٠)۔

(٥) صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع (٦٥٠١)۔

ورنہ عادۃ اللہ تمام اشیاء میں یہی ہے کہ ان کو کامل ہونے کے بعد زوال ہونا ہے، کوئی بھی چیز ہمیشہ کامل ومکمل نہیں رہتی، بالآخر کمزور اور نقصان پذیر ہوجاتی ہے، اس کی واضح مثال حضرت انسان ہے کہ ابتداءً چھوٹا سا ہوتا ہے، آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے، جوانی میں اپنے کمال کو پہنچتا ہے، پھر جب بڑھاپے کی طرف اس کا سفر شروع ہوتا ہے تو کمال میں نقصان آتا جاتا ہے، بالآخر ایک دن وہ جسم جس پر وہ نازاں وفرحاں رہتا تھا فناء ہوجاتا ہے۔ ﴿کل من علیها فان، ویبقی وجه ربك ذو الجلال والإکرام﴾۔ (۱)

قصواء اور عضباء ایک اونٹنی کے دو نام ہیں یا یہ علیحدہ علیحدہ ہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کے نام بیان کئے گئے ہیں، یہ علیحدہ علیحدہ تھیں یا ایک ہی ناقہ کے مختلف نام ہیں۔

چنانچہ علامہ حربی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ ایک ہی ناقہ کے مختلف نام ہیں، نیز فرماتے ہیں کہ قصواء، عضباء اور جدعاء کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲)

جب کہ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ یہ الگ الگ اونٹنیوں کے نام ہیں، عضباء الگ ہے اور قصواء الگ۔ (۳)

سبب اختلاف

دراصل یہاں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ سیرت کی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں میں سے ایک کا نام "عضباء" دوسری کا "جدعاء" تیسری کا "صلماء" اور چوتھی کا "مخضرمہ" آیا ہے (۴) اور یہ سب کی سب کان کی صفات ہیں، چنانچہ "عضباء" اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کے کان پھٹے ہوئے ہوں، "جدعاء" کے معنی کن کٹی کے ہیں، جبکہ "صلماء" کے معنی ہیں وہ اونٹنی جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور "ناقہ مخضرمہ" کے معنی اس اونٹنی کے ہیں جس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔

---

(۱) الرحمن /۲۶، ۲۷۔

(۲) فتح الباري (ج۶ ص۷۴)، وشرح القسطلاني (ج۵ ص۸۱)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ ص۷۴)۔

(۴) زاد المعاد في هدي خير العباد (ج۱ ص۱۳۴)، وشرح القسطلاني (ج۵ ص۸۱)۔

اب یہاں دو احتمال ہیں:-

ا۔ ان میں سے ہر صفت الگ الگ اونٹنی کی صفت ہے، یعنی ایک اونٹنی ایسی تھی جس کے کان پھٹے ہوئے تھے، اس لئے اسے ''عضباء'' کہا گیا، دوسری کے کان کٹے ہوئے تھے اس لئے اسے ''جدعاء'' کہا گیا، تیسری کے دونوں کاٹ ہوئے تھے لہذا اسے ''صلماء'' سے موسوم کیا گیا اور چوتھی کے کان کا کنارہ کٹا ہوا تھا، لہذا اسے ''مخضر مہ'' کہا گیا۔(۱)

۲۔ یہ سب صفات ایک ہی اونٹنی کی ہوں، اب جس کو جیسا اچھا لگا اور خیال آیا اسی نام سے اس اونٹنی کو موسوم کردیا۔ یہی رائے علامہ حربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔(۲)

علامہ حربی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی تایید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک کام کے لئے بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ''قصواء'' پر سوار ہوئے "أنه ركب (أي علي) ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم القصواء" یہی روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں بجائے ''قصواء'' کے ''عضباء'' مروی ہے، جب کہ بعض دیگر حضرات نے اسی روایت میں ''جدعاء'' کی صفت ذکر کی ہے، لہذا یہ اس بات کی تصریح ہے کہ یہ تینوں صفات ایک ہی اونٹنی کی ہیں، کیونکہ قصہ ایک ہی ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "فهذا يصرح أن الثلاثة صفة ناقة واحدة؛ لأن القصة واحدة"۔(۳)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ سب کی سب صفات ایک ہی ناقہ کی ہے، کیونکہ ترجمۃ الباب میں انہوں نے ناقہ کو لفظ مفرد کے ساتھ ذکر کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أفرد الناقة في الترجمة إشارة إلى أن العضباء والقصواء واحد"۔(۴)

تنبیہ

قصواء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کٹے ہوئے ہوں، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ اونٹنی کن کٹی نہیں تھی، بلکہ اس کا یہ نام ہے۔(۵)

---

(۱) إرشاد الساري (ج۵ ص۸۱)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٧٣)۔

(٥) شرح الكرماني (ج١٢ ص١٤٨)۔

طوله موسى عن حماد عن ثابت عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم.

نسخوں کا اختلاف

یہ تعلیق "مستملی" کے نسخے میں عبداللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے بعد آئی ہے، یعنی باب کی پہلی حدیث جو مسندی سے مروی ہے، جب کہ ابوذر کی روایت کے علاوہ دیگر نسخوں میں عبداللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے بعد ہے۔(۱)

راجح نسخہ کونسا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تعلیق مستملی کے نسخے میں عبداللہ بن محمد مسندی کی روایت کے بعد مذکور ہے اور دیگر نسخوں میں سوائے ابوذر کے زہیر کی روایت کے بعد مذکور ہے تو راجح نسخہ کونسا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں راجح مستملی کا نسخہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ موسی بن اسماعیل کا طریق ابوداود میں موجود ہے اس کا سیاق زہیر بن معاویہ عن حمید سے طویل نہیں، ہاں ابواسحاق فزاری کے طریق سے بہرحال طویل ہے۔(۲)

مذکورہ تعلیق کی تخریج

موسی بن اسماعیل تبوذکی کی اس تعلیق کو موصولا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں "أبــواب الأدب" میں ذکر کیا ہے۔(۳)

مذکورہ تعلیق کے ذکر کرنے کا مقصد

معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً تو ابواسحٰق فزاری کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اسے نقل کردیا، کیونکہ اس میں حمید الطویل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کی ہے، پھر موسی بن اسماعیل کی

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٧٣)، وإرشاد الساري (ج٥ ص٨٠)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) الحديث أخرجه أبو داود، أبواب الأدب، باب في كراهية الرفعة في الأمور، رقم (٤٨٠٢)۔

تعلیق کوذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہی حدیث ثابت البنانی کے طریق سے مطولا بھی مروی ہے، پھران کو جب حمید ہی کے طریق سے یہ روایت مطولا مل گئی تو اسے بھی ذکر کردیا۔(۱) واللہ أعلم

ترجمۃ الباب کے ساتھ احادیث باب کی مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ احادیث باب کی مناسبت بایں طور ہے کہ باب "ناقة النبي صلی اللّٰه علیه وسلم" کا قائم کیا گیا ہے، جو عضباء وغیرہ کو بھی شامل ہے، جس کا ذکر باب کے تحت نقل کی گئیں احادیث میں ہے۔(۲)

باب الغزو علی الحمیر

اختلاف نسخ

یہ باب ہمارے پاکستانی نسخوں میں نہیں ہے۔(۳) صرف مستملی ہی نے اس باب کو، وہ بھی بغیر حدیث کے اپنے نسخے میں ذکر کیا ہے۔(۴)

جب کہ نسفی نے اپنی روایت میں اس باب کو اگلے باب کے ساتھ ملا کر یوں ذکر کیا ہے: "باب الغزو علی الحمیر، وباب بغلة النبي صلی اللّٰه علیه وسلم"۔ اور شراح بخاری میں سے بھی کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی، بہرحال یہ باب دونوں صورتوں میں اشکال سے خالی نہیں۔(۵)

البتہ مستملی کے نسخے کے اعتبار سے بات یوں بن سکتی ہے کہ ترجمہ تو امام صاحب نے قائم کردیا اور کسی مناسب حدیث کو اس کے تحت لانے کے لئے بیاض چھوڑ دی، شاید ان کا ارادہ یہی تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو "باب اسم الفرس والحمار" کے تحت گذری، اس کو ترجمے کے تحت داخل کرتے یعنی: "کنت ردف النبي صلی

(۱) فتح الباري (ج۶ص۷۳)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ص۶۲)۔

(۳) انظر الصحیح للبخاري (ج۱ص۴۰۲)۔

(۴) فتح الباري (ج۶ص۷۴) وعمدة القاري (ج۱۴ص۱۶۲)۔

(۵) حوالہ بالا۔

اللہ علیه وسلم علی حمار یقال له: عفیر"۔(۱)

چنانچہ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے پر سواری حالت حضر میں کی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حالت سفر میں اس پر سواری کی ہو اس طرح ان حضرات کے ہاں جو مطلق اور عام کے درمیان فرق نہیں کرتے، ترجمہ کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔(۲)

اور اگر نسفی کے نسخے کو دیکھا جائے تو اس میں بھی صرف بغلہ کا ذکر ہے، گدھے کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں، اس لئے یہ صورت بھی اشکال سے خالی نہیں۔

اب اس اشکال ثانی کا ایک جواب تو یہی دیا جا سکتا ہے کہ امام صاحب نے باب تو حمیر اور بغلہ کا ذکر کیا اور بغلہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد حمیر کے لئے جگہ چھوڑ دی۔ یا یہ کہا جائے کہ گدھے کا حکم خچر سے لیا جائے گا۔(۳)

٦٠ – باب : بَغْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ الْبَيْضَاءِ .

قَالَهُ أَنَسٌ [ر : ٤٠٨٢] . وَقَالَ أَبو حُمَيْدٍ : أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ [ر : ١٤١١]

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔(۴)

قاله أنس۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس عبارت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ

(۱) انظر الصحیح للبخاری، کتاب الجهاد، باب اسم الفرس والحمار، رقم (٢٨٥٦)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٧٤)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٧٤)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٢)۔

فرمایا ہے، جوغزوہ حنین سے متعلق ہے، اس تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی موصولا نقل کیا ہے۔(۱)

وقال أبو حميد: أهدى ملك أيلة للنبي صلى الله عليه وسلم بغلة بيضاء۔

اور حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ میں دیا تھا۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

اس تعلیق کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم وابوداود رحمۃ اللہ علیہم نے بھی موصولا نقل کیا ہے۔(۲)

مذکورہ تعلیقات کا مقصد

ان تعلیقات کا مقصد بالکل واضح ہے، کہ باب جو قائم کیا اس میں بغلة النبي صلى الله عليه وسلم کا ذکر ہے اور اسی امر کا اثبات ان دونوں تعلیقات میں بھی ہے۔

٢٧١٨ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الحَارِثِ[۳] قالَ : ما تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ ، وَسِلَاحَهُ ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً . [ر : ٢٥٨٨]

---

(١) انظر الصحيح للبخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف، رقم (٤٣٣٧)، والصحيح لمسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام، وتصبر من قوي إيمانه، رقم (٢٤٤١)۔

(٢) الصحيح للبخاري، كتاب الزكاة، باب خرص التمر، رقم (١٤٨١)، وكتاب الجزية والموادعة، باب إذا وادع الإمام ملك القرية، رقم (٣١٦١) ومسلم، كتاب الفضائل، باب معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، رقم (٥٩٤٨) وأبو داود، أبواب الخراج، باب إحياء الموات، رقم (٣٠٧٩)۔

(٣) قوله: "عمرو بن الحارث رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوصايا، باب الوصايا۔

تراجم رجال

۱۔عمرو بن علی

یہ ابوحفص عمرو بن علی بن بحر باھلی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔یحیی

یہ امام یحیی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۴۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الصلاة من الإیمان" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۴)

۵۔عمرو بن الحارث

یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

تنبیہ

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مکمل تشریح "کتاب الوصایا" میں گذر چکی ہے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب الرجل یؤضیء صاحبه۔

(۲) کشف الباري (ج۲ ص۲)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ ص۲۷۸)۔

(۴) کشف الباري (ج۲ ص۳۷۰)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الزوج والأیتام في الحجر۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "ماترك النبي صلى الله عليه وسلم إلا بغلته البيضاء......"۔

۲۷۱۹ : حدّثنا محمّدُ بْنُ الْمُثَنّى : حدَّثَنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ سُفْيانَ قالَ : حَدَّثَني أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَراءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (۱) قالَ لَهُ رَجُلٌ : يا أَبا عُمارَةَ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ قالَ : لَا وَاللهِ ما وَلَّى النَّبِيُّ ﷺ ، وَلٰكِنْ وَلَّى سَرَعانُ النَّاسِ ، فَلَقِيَهُمْ هَوازِنُ بِالنَّبْلِ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضاءِ ، وَأَبُو سُفْيانَ بْنُ الحارِثِ آخِذٌ بِلِجامِها ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (أَنا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، أَنا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) . [ر : ۲۷۰۹]

تراجم رجال

۱۔محمد بن المثنی

یہ ابوموسی محمد بن المثنی بن عبید عنزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں اور سند کے دیگر رجال یعنی یحیی بن سعید، سفیان اور ابواسحاق کے تذکرے کا حوالہ گذشتہ سند میں ابھی گذر چکا ہے۔(۲)

۵۔البراء

یہ مشہور صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان" کے ذیل میں آ چکے ہیں۔(۳)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس خچر پر غزوہ حنین کے موقع پر سوار تھے، کیا یہ

(۱) قوله: "عن البراء رضي الله عنه": الحديث مر تخريجه في باب من قاد دابة غيره في الحرب۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص۲۵)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ ص۳۷۵)۔

وہی خچر ہے جو ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو ہدیہ میں پیش کیا تھا یا کوئی اور؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس خچر پر حنین میں سوار تھے یہ وہ خچر نہیں جو ملک ایلہ نے پیش کیا تھا۔ کیونکہ ملک ایلہ نے جو خچر بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا وہ غزوہ تبوک کے موقع پر تھا جب کہ حنین کا واقعہ اس سے بہت پہلے کا ہے۔(۱)

اور جس خچر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین میں سوار تھے، وہ آپ کو فروہ بن نفاثہ-بضم النون، بعدها فاء خفيفة، ثم مثلثة- (۲) نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ورسول الله صلى الله عليه وسلم على بغلة له بيضاء، أهداها له فروة بن نفاثة الجذامي۔" (۳) یعنی "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے، جو آپ کو فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ دیا تھا"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین میں بغلہ بیضاء پر سوار تھے یا شہباء پر؟

اب یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے دن جس خچر پر سوار تھے اس کا رنگ کیا تھا؟ کیونکہ بخاری شریف کی روایات میں بیضاء کا ذکر ہے اور مسلم شریف کی اکثر روایات میں بھی بغلة بيضاء (۴) کا ذکر ہے، البتہ ایک روایت جو حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں "البغلة الشهباء" مروی ہے۔(۵)

اسی طرح علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات" میں ایک جگہ تو یہ ذکر کیا کہ نبی علیہ السلام اپنے سفید خچر

(۱) فتح الباري (ج٦ص ٧٥)۔

(٢) شرح النووى على مسلم (ج٢ص٩٩)۔

(٣) انظر الصحيح لمسلم (ج٢ص ١٠٠)، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة حنين، رقم (٤٦١٢)۔

(٤) انظر الصحيح لمسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة حنين، رقم (٤٦١٢)، وأيضا انظر شرح معاني الآثار للطحاوي (١٧٧/٢)۔

(٥) صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة حنين، رقم (٤٦١٩)۔

دلدل پرسوار ہوئے "وركب بغلته البيضاء دُلدل" (۱) جب کہ اسی باب میں کچھ صفحات کے بعد یہ لکھا کہ آپ علیہ السلام اپنی بغلۃ شہباء پرسوار تھے "وهو على بغلة له شهباء"۔(۲)

اس تعارض کے تین جوابات ہوسکتے ہیں:-

۱۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ علیہ السلام پہلے ایک خچر پرسوار ہوئے، اس سے اتر کر پھر دوسرے پر سوار ہوئے۔(۳)

۲۔ جب کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح روایت مسلم کی ہے، یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو ابھی گذری۔(۴)

غالبا حافظ صاحب کی نظر اس روایت پر نہیں گئی جو ہم نے ابھی حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی، کیونکہ وہ بھی مسلم ہی کی روایت ہے، اس لئے مسلم ہی کی ایک روایت کو راجح اور صحیح، دوسری کو مرجوح قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا جب کہ اس کا شاہد اور متابع بھی موجود ہو، کیونکہ ابن سعد کی وہ روایت جس میں "على بغلة له شهباء" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا مدار اس بات پر ہے کہ یہاں دو خچر مراد لئے جائیں ایک بیضاء، دوسری شہباء اور مطلب یہ ہو کہ آپ علیہ السلام غزوہ حنین میں دو خچروں پر باری باری سوار ہوئے۔

۳۔ یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ شہباء اور بیضاء سے مراد ایک ہی خچر ہو، کیونکہ لغت کے اعتبار سے ان الفاظ میں کوئی خاص فرق نہیں، اس لئے کہ بیاض تو ظاہر ہے کہ سفیدی کو کہتے ہیں، لیکن شہب کے معنی بھی یہ ہیں کہ بیاض کے ساتھ تھوڑی سی سیاہی بھی ہو، امام محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الشهبة في الألوان: البياض الغالب على السواد"۔(۵) اس لئے ممکن ہے کہ اکثر رواۃ نے غالب اکثریت کا اعتبار کر کے بیضاء کہہ دیا ہو اور حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے خچر کی ہلکی سی سیاہی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے شہباء سے تعبیر کر دیا ہو۔

---

(۱) طبقات ابن سعد (ج۱ ص ۱۵۰)۔

(۲) حوالہ بالا (ص ۱۵۵)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٥٧)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص ٧٥)۔

(٥) مختار الصحاح مادة "شهب"۔

بہر حال یہاں راجح جواب علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ والا معلوم ہوتا ہے۔

تنبیہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی تشریح ماقبل میں "باب من قاد دابة غيره في الحرب" کے تحت گذر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "والنبي صلى الله عليه وسلم على بغلته البيضاء"۔ (۱)

٦١ - باب : جِهَادِ النِّسَاءِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمۃ الباب کے دو مقصد بیان کئے ہیں:

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ عورتوں کا جہاد کیا ہے؟ اور ان کے جہاد کی نوعیت بتائی کہ ان کا جہاد حج کرنا ہے۔

۲۔ عورتوں کے جہاد میں شرکت کے جواز کو بیان کرنا مقصود ہے کہ عورتیں جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت میں تو مطلب واضح ہے، دوسری صورت کی وضاحت یوں ہے کہ جب سائلہ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب فرمائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکیر نہیں کی تو آپ علیہ السلام کا نکیر نہ کرنا اس بات کی تقریر ہوئی کہ عورتیں جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں اور ان کی شرکت فی الجہاد جائز ہے۔

مگر یہ واضح رہے کہ یہ اجازت مشروط ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو بالکل جائز نہیں اور اگر فتنے وفساد کا اندیشہ نہ ہو تو عورتیں جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں۔ (۲)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٦۳)۔

(۲) لامع الدراري (ج۷ص۲۳٤)۔

۲۷۲۰/۲۷۲۱ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحٰقَ ، عَنْ عائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ، عَنْ عائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا(۱) قَالَتْ : اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ في الجِهَادِ ، فَقَالَ : (جِهَادُكُنَّ الحَجُّ) .

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ : بِهٰذَا .

تراجم رجال

۱۔محمد بن کثیر

یہ ابوعبداللہ محمد بن کثیر عبدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۲۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۳۔معاویہ بن اسحاق

یہ ابوالازہر معاویہ بن اسحاق بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

یہ اپنے والد اسحاق، عمران، موسی (یہ دونوں ان کے چچا ہیں) اپنی پھوپھی عائشہ، ام الدرداء، عروۃ بن الزبیر، سعید بن جبیر، ابو بردہ بن ابوموسی اور ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے ان کے دو عم زاد اسحاق، طلحہ، ان کے بھتیجے صالح بن موسی، ان کے آزاد کردہ غلام یزید بن عطاء، الاعمش، اسرائیل، سفیان ثوری، شریک، شعبہ، حسن بن عمرو فقیمی اور ابوعوانہ رحمہم اللہ تعالی وغیرہ روایت

---

(۱) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه في كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔

(۲) كشف الباري (ج۳ص۵۳٦)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲۷۸)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۲۸ص۱٦۰)۔

حدیث کرتے ہیں۔(۱)

امام احمد اور امام نسائی رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ثقة"۔ (۲)

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وكان ثقة"۔ (۳)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة"۔ (۴)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۵)

امام ابوحاتم اور یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا بأس به"۔(۶)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ثقة"۔(۷)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۸)

آپ نے معاویہ بن اسحاق کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ملاحظہ کیے کہ ان کو سب حضرات نے ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے، لیکن امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کی رائے سے ہٹ کر انہیں ضعیف کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "شيخ واهٍ"۔(۹)

مگر ان سب اقوال توثیق کے بعد امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ ان کا تفرد ہے۔

پھر معاویہ بن اسحاق صرف بخاری ہی کے راوی نہیں، بلکہ ان سے امام نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت لی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی توثیق وتعدیل ہے۔

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۲۸ ص ۱٦۰-۱٦۱)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۲۸ ص۱٦۱)۔

(۳) طبقاته (ج٦ ص۳۳۹)۔

(٤) تعليقات تهذيب الكمال (ج۲۸ ص۱٦۱)، وتهذيب التهذيب (ج۱۰ ص۲۰۲)۔

(٥) الثقات لابن حبان (ج۷ ص٤٦۷)۔

(٦) تهذيب الكمال وتعليقاته (ج۲۸ ص۱٦۱)، وتهذيب التهذيب (ج۱۰ ص۲۰۲)۔

(۷) تاريخ الدارمي (ص۱۷۱)، رقم (٦۱۳)۔

(۸) الكاشف (ج۲ ص۲۷٤)۔

(۹) تهذيب الكمال (ج۲۸ ص۱٦۱)۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری نے بھی ان سے باب کی صرف یہی روایت لی ہے اور اس کی متابعت حبیب بن ابی عمرہ کے ذریعے ذکر کی ہے۔اس لئے امام بخاری پر سرے سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ان کا ترجمہ ''میزان الاعتدال'' میں ذکر کیا وہیں ''صح'' کی علامت بھی لگائی ہے۔(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بارے میں معتمد قول توثیق کا ہے۔(۳)

۴۔ عائشہ بنت طلحہ

یہ ام عمران عائشہ بنت طلحہ التیمیہ رحمہا اللہ ہیں۔(۴)

۵۔ عائشہ

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات ''بدء الوحي'' کی دوسری حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۵)

قالت: استأذنت النبي صلى الله عليه وسلم في الجهاد، فقال: جهادكنَّ الحج.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کے لئے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: تم عورتوں کا جہاد حج ہے۔

عورتوں کے لئے جہاد واجب نہیں

باب کی حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جہاد عورتوں پر واجب نہیں اور نہ وہ آیت کریمہ ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾ کے عموم کے تحت داخل ہیں۔اس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔(۶)

---

(۱) هدي الساري (ص٤٤٤).

(۲) ميزان الاعتدال (ج٤ص١٣٤).

(۳) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج٢ص٢٧٥).

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

(۵) كشف الباري (ج١ص٢٩١).

(۶) شرح ابن بطال (ج٥ص٧٥).

عورتوں کے لئے حج، جہاد سے افضل کیوں ہے؟

نیز حدیث باب میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ عورتیں جہاد کو ذریعہ عبادت بناسکتی ہیں اور اس میں شریک ہوسکتی ہیں جیسا کہ جہاد کی شرکت کے سوال پر نکیر نہ کرنے سے معلوم ہوا، لیکن افضل عورتوں کے لئے حج بیت اللہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں اہل قتال میں سے نہیں، نہ ہی ان کو جہاد پر قدرت حاصل ہے، نیز عورت کے لئے اس سے افضل چیز بھی اور کوئی نہیں کہ وہ ستر میں رہے اور مردوں کے ساتھ اختلاط واجتماع سے پرہیز کرے، یہی ان کے حق میں افضل ہے۔

چنانچہ جب بات یہی ہے کہ عورت کے لئے افضل عام حالات میں بھی ستر اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچنا ہے تو جہاد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، کیونکہ وہاں پردے اور ستر عورت کا اہتمام کیا جاسکتا، نہ ہی نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچا جاسکتا ہے، برخلاف حج کہ دوران حج عورتوں کے لئے مردوں سے احتراز اور اجتناب کرنا ممکن اور آسان ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کے حق میں حج، جہاد سے افضل ہے۔(۱)

وقال عبد الله بن الوليد: حدثنا سفيان عن معاوية بهذا۔

اس تعلیق کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''جامع'' میں موصولاً نقل کیا گیا۔(۲)

(۲۷۲۱) : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهٰذَا . وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ ، عَنْ عائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ، عَنْ عائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ [۳] ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : سَأَلَهُ نِسَاؤُهُ عَنِ الْجِهَادِ ، فَقَالَ : (نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ) . [ر : ۱٤٤۸]

حدثنا قبيصة حدثنا سفيان عن معاوية بهذا۔

یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور سند ہے، جس میں امام بخاری کے شیخ قبیصہ ہیں۔(۴)

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص۷۵-۷٦)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٤) وفتح الباري (ج٦ص٧٦)۔

(۳) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه في كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٤)۔

تراجم رجال

۱۔قبیصہ

یہ ابو عامر قبیصہ بن محمد سوائی کوفی رحمۃ اللہ علی ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات بھی "کتاب الإیمان" ہی کے مذکورہ باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔معاویہ

یہ معاویہ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات گذشتہ حدیث میں گذر چکے۔

۴۔حبیب بن ابی عمرۃ

یہ حبیب بن ابی عمرۃ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔عائشہ بنت طلحہ

سابقہ سند دیکھئے۔(۴)

۶۔عائشہ

سابقہ سند دیکھئے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص ۲۷۵)۔

(۲) كشف الباري (ج ص۲۷۸)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) كشف الباري (ج۱ ص ۲۹۱)۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

حبیب بن ابی عمرہ کی یہ تعلیق قبیصہ کے طریق کے ساتھ موصول ہے۔(۱)

اور حبیب بن ابی عمرہ کی اس تعلیق کو ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستخرج" میں اور اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے موصولا نقل کیا ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ باب کی احادیث کی مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ احادیث باب کی مناسبت بایں معنی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حج کو عورتوں کا جہاد قرار دیا ہے۔(۳)

٦٢ – باب : غَزْوِ المَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے، جو جمہور اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہے۔(۴)

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کے سمندری غزوے میں شرکت کو ناپسند فرماتے اور ممنوع قرار دیتے تھے، جب کہ جمہور کے نزدیک عورتیں جس طرح زمینی جنگ میں حصہ لے سکتی ہیں، اسی طرح سمندری جنگ میں بھی شریک ہوسکتی ہیں۔(۵)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٤)۔

(٢) تغليق التعليق (ج٣ص٤٤١)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٤)۔

(٤) تعليقات لامع الدراري (ج٧ص٢٣٥)۔

(٥) حواله بالا، والتمهيد (ج١ص٢٣٣)۔

٢٧٢٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنا معاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصارِيِّ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا[1] رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : دَخَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى ٱبْنَةِ مِلْحَانَ فَٱتَّكَأَ عِنْدَها ، ثُمَّ ضَحِكَ . فَقالَتْ : لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَقالَ : (ناسٌ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ) . فَقالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱدْعُ ٱللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ . قالَ : (اللَّهُمَّ ٱجْعَلْها مِنْهُمْ) . ثُمَّ عادَ فَضَحِكَ . فَقالَتْ لَهُ مِثْلَ . أَوْ مِمَّ ذٰلِكَ ؟ فَقالَ لَها مِثْلَ ذٰلِكَ . فَقالَتْ : ٱدْعُ ٱللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ . قالَ : (أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ ، وَلَسْتِ مِنَ الآخِرِينَ) . قالَ : قالَ أَنَسٌ : فَتَزَوَّجَتْ عُبادَةَ ابْنَ الصَّامِتِ ، فرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ . فَلَمَّا قَفَلَتْ . رَكِبَتْ دَابَّتَها ، فَوَقَصَتْ بِها ، فَسَقَطَتْ عَنْها فَماتَتْ . [ر : ٢٦٣٦]

تراجم رجال

ا۔عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد مسندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۲۔معاویہ بن عمرو

یہ ابوعمرو معاویۃ بن عمرو الازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۳۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث فزاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(۱) قوله: "أنسارضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في أوائل كتاب الجهاد، باب الدعاء بالجهاد......۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص۶۵۷)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة۔

۴۔عبداللہ بن عبدالرحمٰن الانصاری

یہ ابوطوالہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۵۔انس

یہ مشہور صحابی، خادم نبی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آچکے ہیں۔(۲)

قال: قال أنس: فتزوجت عبادة بن الصامت، فركبت البحر مع بنت قرظة۔

ابوطوالہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے پھر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر وہ بنت قرضہ کے ہمراہ سمندر میں سوار ہوئیں۔

تنبیہ

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے حالات کتاب الجہاد کے اوائل اور ان کے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حالات "كتاب الإيمان، باب بلا ترجمة" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

بنت قرظہ

یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی اہلیہ محترمہ فاختہ بنت قرظہ رضی اللہ عنہا ہیں، بعض حضرات نے ان کا نام کنود بتایا ہے۔(۴)

ان کے والد قرظہ بن عبدعمرو بن نوفل بن عبدمناف ہیں۔جیسا کہ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس کی تصریح کی ہے۔

جب کہ بعض حضرات کو یہ وہم ہوا کہ انہوں نے حضرت فاختہ کو حضرت قرظہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی قرار دیا ہے۔(۵)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الهبة، باب من استسقى۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص۲)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ ص۴۸)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٥)، وفتح الباري (ج٦ ص٧٦)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٥) وفتح الباري (ج٦ ص٧٧)۔

اور بلاذری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ قرظہ بن عبد عمرو حالت کفر میں مرا، جب کہ ان کی بیٹی (فاختہ) کی رویت ثابت ہے، نیز ان کے بھائی مسلم بن قرظہ رضی اللہ عنہ کی بھی، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ جمل میں شہید ہوئے۔(۱)

یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام کی پہلی بحری جنگ میں شریک تھیں۔ کما في حدیث الباب۔

تنبیہ

حدیث باب کی جملہ تشریحات کتاب الجہاد کے اوائل میں "باب الدعاء بالجهاد والشهادة....." کے تحت آ چکی ہیں، البتہ یہاں حدیث باب کی سند سے متعلقہ دو ابحاث ہم ذکر کریں گے۔

بحث اول

اس حدیث کی سند میں ہے: "حدثنا أبو إسحاق هو الفزاري عن عبد الله بن عبد الرحمن الأنصاري" تمام روایات کے سند اسی طرح ہے کہ ابواسحاق اور عبداللہ کے درمیان اور کوئی راوی نہیں ہے۔(۲)

جب کہ ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ نے "اطراف" میں یہ دعوی کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک راوی "زائدہ بن قدامہ" ساقط ہو گئے ہیں، حافظ جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے اس قول کو برقرار رکھا اور ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کے لئے یہ فرمایا کہ میتب بن واضح رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "عن أبي إسحاق الفزاري، عن زائدة، عن قُدامة" کے طریق سے نقل کیا ہے۔(۳)

لیکن علامہ ابومسعود اور حافظ مزی رحمہما اللہ تعالی کا یہ دعوی بعض وجوہات کی بنا پر درست نہیں:-

۱۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ مزی کا ابومسعود رحمہما اللہ کے قول کو برقرار رکھنا اور اس کی تائید میتب بن واضح کی روایت سے کرنا درست نہیں، بخاری کی روایت ہی صحیح ہے۔(۴) اس کی وجہ یہ ہے میتب بن واضح

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) فتح الباري (ج ص۷۷)۔

(۳) تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف (ج۱۳ ص۷۳)۔

(٤) النكت الظراف (ج۱۳ ص۷۳)۔

ضعیف ہے اور ایک ضعیف راوی کی روایت کی بناء پر صحیح بخاری کی روایت کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔(۱)

۲۔ نیز یہی روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں "معاوية بن عمرو عن أبي إسحاق" کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں بھی ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں، زائدہ کا نہ ہی کسی اور کا۔(۲)

۳۔ ابوعلی جیانی رحمۃ اللہ علیہ ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تتبعت طرق هذا الحديث عن أبي إسحاق الفزاري فلم أجد فيها زائدة"۔ یعنی ''ابواسحاق سے مروی اس حدیث کے تمام طرق کا تتبع میں نے کیا تو ان میں کسی میں بھی زائدہ کو موجود نہ پایا''۔(۳)

۴۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق فزاری کی کتاب ''السیر'' میں اس حدیث کو دیکھا تو اس میں بھی زائدہ نہیں تھے۔(۴)

۵۔ نیز یہی روایت حافظ ابونعیم نے "المستخرج" میں اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: "حدثنا ابن المقرئ، ثنا أبو عروبة، ثنا المسيب بن واضح، عن أبي إسحاق، عن أبي طوالة، عن أنس رضي الله عنه" اس میں بھی زائدہ نہیں ہیں۔(۵)

اس پوری تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ ابومسعود کا یہ دعوی کہ صحیح بخاری کی روایت میں ابواسحاق اور عبداللہ الانصاری کے درمیان ایک راوی زائدہ بن قدامہ ساقط ہو گئے ہیں، درست نہیں۔ اور صحیح بخاری کی روایت ہی درست ہے۔

ابومسعود کو یہ وہم کیوں ہوا؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ابومسعود دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وہم اس لئے ہوا کہ معاویہ بن عمرو نے جس طرح یہ حدیث ابواسحاق سے لی، اسی طرح زائدہ عن ابی طوالہ کے طریق سے بھی حاصل کی ہے۔

چنانچہ ابومسعود دمشقی رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھے کہ یہ روایت معاویہ کے ہاں "عن أبي إسحاق عن زائدة" کے

---

(۱) فتح الباري (ج۶ ص۷۷)۔

(۲) مسند الإمام أحمد (ج۳ ص۲۶۵)۔

(۳) النكت الظراف (ج۱۳ ص۷۳)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) حوالہ بالا۔

طریق سے ہے۔ حالانکہ بات یہ نہیں، بلکہ معاویہ کے پاس یہ روایت ابواسحاق اورزائدہ دونوں سے ہے، چنانچہ معاویہ بن عمرواس روایت کو بیان کرتے ہوئے کبھی تو دونوں کوذکر کردیتے ہیں اور کبھی علیحدہ علیحدہ ہرایک سے الگ روایت بیان کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں معاویۃ بن عمرو کی اس حدیث کی تخریج کی اور وہاں زائدہ کی روایت پرابواسحق کی روایت کومعطوف کیا ہے، چنانچہ معاویہ بن عمرو کی اس روایت کو پہلے "ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة ثنا عبد الله بن عبدالرحمن بن معمر الأنصاري" کی سند کے ساتھ بیان کیا(۱)، پھراس کے بعد یہی روایت "ثنا معاوية بن عمرو ثنا أبوإسحق عن عبدالله بن عبد الرحمن بن معمر" کے سند سے ذکر کی۔(۲)

اوراسماعیلی نے اس حدیث کو "أبي خيثمة عن معاوية بن عمرو عن زائدة" کے طریق کے ساتھ نقل کیا اورصرف زائدہ کوذکر کیا ہے۔

نیز ابوعوانہ نے بھی اس روایت کواپنی "صحیح" میں "عن جعفر الصائغ عن معاوية" کے طریق سے نقل کیا ہے۔

بہر حال اس پوری تفصیل سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ صحیح بخاری کی روایت میں جو آیا ہے، وہی درست ہے۔(۳) واللہ اعلم

بحث ثانی

حدیث باب کوحضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین افرادروایت کرتے ہیں:- اسحق بن ابی طلحہ، محمد بن یحیی بن حبان اورابوطوالہ عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث مسند انس رضی اللہ عنہ میں سے ہے، یامسند ام حرام رضی اللہ عنہا میں سے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کو جب ابواسحاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تواس کے الفاظ یہ

(۱) مسند أحمد (ج۳ص۲٦٤)۔

(۲) مسند أحمد (ج۳ص۲٦٥)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص۷۷)۔

ہیں "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل على أم حرام" (۱) اور ابوطوالہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: "دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنة ملحان"۔ (۲)

ان دونوں یعنی ابواسحاق اور ابوطوالہ کے کلام سے ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث مسند انس میں سے ہے۔

جب کہ محمد بن یحیی نے اپنی روایت یوں بیان کی ہے: "عن أنس عن خالته أم حرام" (۳) ان کا کلام اس بات پر واضح دلالت کر رہا ہے کہ یہ حدیث مسند ام حرام میں سے ہے۔ یہی معتمد بات ہے۔ شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ اس موقع پر حاضر نہیں تھے تو انہوں نے حدیث میں بیان کردہ واقعہ اپنی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے سنا، چنانچہ یہی حدیث حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے عمیر بن الاسود نے بھی روایت کی ہے، جس میں واضح طور پر یہ مذکور ہے کہ یہ حدیث مسانید ام حرام میں سے ہے، عمیر بن اسود فرماتے ہیں: "فحدثتنا أم حرام أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: أول جيش من أمتي......"۔ (۴)

اس بحث ثانی کا خلاصہ اب یہ ہوا کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ مسند انس میں سے ہے اور خواب کا جو واقعہ ہے وہ مسند ام حرام میں سے ہے، چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود نہیں تھے، اس لئے انہوں نے مذکورہ بالا واقعہ اپنی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے لیا۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے، وہ اس طرح کہ غزو المرأة في البحر کا باب قائم کیا گیا ہے اور حدیث میں بھی حضرت ام حرام اور فاختہ بنت قرظہ کے غزوۃ البحر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی امارت میں شرکت کا ذکر ہے۔ (۵)

---

(۱) الحديث أخرجه البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، رقم (۲۷۸۸، ۲۷۸۹)۔

(۲) صحيح البخاري كتاب الجهاد والسير، باب غزو المرأة في البحر، رقم (۲۸۷۷، ۲۸۷۸)

(۳) صحيح البخاري كتاب الجهاد والسير، باب فضل من يصرع في سبيل الله، رقم (۲۷۹۹، ۲۸۰۰)۔

(٤) صحيح البخاري كتاب الجهاد والسير، باب ماقيل في قتال الروم، رقم (۲۹۲٤)، وانظر لهذا البحث كله فتح الباري (ج٦ ص٧٧)، والنكت الظراف على الأطراف (ج١ ص٢٦٢) و(ج١٣ ص ٧٣)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٤)۔

٦٣ – باب : حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُونَ بَعْضِ نِسَائِهِ .

ترجمة الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ اگر آدمی اپنی بیویوں میں سے بعض کو اپنے ساتھ جہاد میں خدمت وغیرہ کی غرض سے لے جائے اور بقیہ کو نہ لے جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱)

لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایک قید کا اضافہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ ان بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی بھی کرے، جیسا کہ باب کی حدیث میں ذکر ہے۔(۲)

٢٧٢٣ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ حَدِيثِ عائِشَةَ[۳] ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الحَدِيثِ ، قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ ، فَأَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا ، فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي ، فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ ما أُنْزِلَ الْحِجَابُ .
[ر : ٢٤٥٣].

تراجم رجال

۱۔ حجاج بن منہال

یہ ابو محمد حجاج بن منہال انماطی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٥)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "عن حديث عائشة رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها ......۔

(٤) كشف الباري (ج٢ ص٧٤٤)۔

۲۔عبداللہ بن عمر

یہ عبداللہ بن عمر نمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔یونس

یہ یونس بن یزید بن ابی النجاد ایلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۲)

۴۔الزہری

یہ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۵۔عروۃ بن الزبیر

یہ جلیل القدر تابعی حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے بھی مختصر حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

۶۔سعید بن المسیب

یہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من قال: إن الأعمال هو العمل" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

۷۔علقمہ بن وقاص

یہ علقمہ بن وقاص بن محصن لیثی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ماجاء أن

---

(۱)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الشهادات، باب إذا عدل رجل رجلا ......۔

(۲) کشف الباري (ج۱ص٤٦٣)، نیز دیکھئے، کشف الباري (ج۳ص٢٨٢)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص٣٢٦)۔

(٤) کشف الباري (ج۱ص٢٩١)۔

(٥) کشف الباري (ج۲ص١٥٩)۔

الأعمال بالنية أو الحسبة" کے تحت آ چکے ہیں۔(۱)

۸۔عبیداللہ بن عبداللہ

یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے کچھ حالات "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے تحت اور مفصل حالات "کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر؟" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۹۔عائشہ

یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت آ چکے ہیں۔(۳)

تنبیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث "حدیث الإفك" ہے،اس حدیث کی مکمل تشریح "کتاب المغازي" میں آ چکی ہے۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث باب کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس میں تصریح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لے گئے تھے، وہ قرعہ اندازی کے بعد لے گئے تھے۔(۵)

٦٤ – باب : غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ .

---

(۱) کشف الباري (ج۲ ص ٧٤١)۔

(۲) کشف الباري (ج١ ص٤٦٦)، و(ج٣ ص٣٧٩)۔

(۳) کشف الباري (ج١ ص٢٩١)۔

(٤) کشف الباري، کتاب المغازي، باب حدیث الإفك (ص٣٣٢)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٧٨)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ترجمۃ الباب سے یہ بیان کرنی ہو کہ عورتیں اگرچہ غزوے کے لیے نکلیں، لیکن وہ قتال نہیں کریں گی، چنانچہ تقدیر عبارت یوں ہوگی "وقتالهن مع الرجال، أي هل هو سائغ، أو إذا خرجن مع الرجال في الغزو يقتصرن على ما ذكر من مداواة الجرحى ونحو ذلك ؟" یعنی اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ قتال کرنا کیا یہ شائع ہے، یا اگر عورتیں مردوں کے ساتھ غزوے کے لیے نکلیں تو زخمیوں کی مرہم پٹی یا اسی طرح کسی خدمت پر ہی اقتصار کریں گی؟(۱)

٢٧٢٤ : حَدَّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ (٢) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَ : وَلَقَدْ رَأَيْتُ عائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ ، وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا ، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ . وَقالَ غَيْرُهُ : تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ، ثُمَّ تُفْرِغانِهِ في أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغانِهَا في أَفْوَاهِ الْقَوْمِ . [٢٧٤٦ ، ٣٦٠٠ ، ٣٨٣٧]

تراجم رجال

۱۔ابو معمر

یہ ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج منقری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔عبدالوارث

یہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب

(١) فتح الباري (ج٦ ص٧٨)۔

(٢) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً كتاب الجهاد والسير، باب المجن ومن يترس بترس صاحبه، رقم (٢٩٠٢)، وكتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب أبي طلحة رضي الله عنه، رقم (٣٨١١)، وكتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا ......﴾، رقم (٤٠٦٤)، ومسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، رقم (٤٦٨٣)۔

العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم علمه الكتاب" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔عبدالعزیز

یہ عبدالعزیز بن صہیب بنانی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مختصر حالات "كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان" کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

۴۔انس

یہ مشہور صحابی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۳)

قال: لما كان يوم أحد انهزم الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ شکست کھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتشر ہو گئے۔

یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں جو مسلمانوں کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا تھا، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، کتاب المغازی کی روایت میں مزید تفصیل مذکور ہے، جس کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بغرض اختصار حذف کر دیا ہے۔(۴)

قال: ولقد رأيت عائشة بنت أبي بكر وأم سليم، وإنهما لمشمرتان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنے پائنچے اٹھائے ہوئے تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا یہ مشہور انصاری صحابیہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۳۵٦-۳٦۱)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے، كشف الباري، كتاب المغازي (ص۲۳۰)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب الحياء في العلم۔

"مشمرتان" باب تفعیل سے اسم فاعل، تثنیہ مؤنث کا صیغہ ہے، کہا جاتا ہے: "شمر الثوب عن ساقیه" یعنی "اس نے کپڑے کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھایا"۔(۱)

أری خَدَمَ سُوقِهما۔

میں ان کی پنڈلیوں کی پازیب کو دیکھ رہا تھا۔

"خَدَم"- بفتح الخاء المعجمة والدال المهملة- خَدَمَة کی جمع ہے اور اس کے معنی خلخال یعنی پازیب کے ہیں۔(۲)

اور "سوق" جمع ہے ساق کی۔ جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔(۳)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے نامحرم تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پنڈلیوں کی طرف دیکھنا جائز کیسے ہوگیا؟

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے دو جوابات ارشاد فرمائے ہیں:-

۱۔ یہ نہی عن النظر إلی الاجنبیات سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کا قصہ بیان فرما رہے ہیں اور اس وقت تک اجنبیات کی طرف دیکھنے کی نہی وممانعت نازل نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ تو حدیث میں نہیں فرمایا کہ میں نے ان کی پنڈلی کی طرف جان بوجھ کر دیکھا تھا، چنانچہ ان کی یہ بات اس پر محمول ہے کہ یہ نظر جو پڑی وہ اچانک اور غیر اختیاری طور پر پڑی۔(۴)

تنقزان القرب

وہ مشکیزوں کو چھلکاتی ہوئی لے جاتی تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ مشکیزے پانی سے اتنے لبریز ہوتے کہ ان سے پانی چھلکتا تھا۔

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۲٦)، ومصباح اللغات مادة "شمر"۔

(۲) جامع الأصول (ج۸ص۲٤۰)، وفتح الباري (ج٦ص۷۸)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱٦٦)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱٦٦)۔

(٤) شرح النووي علی مسلم (ج۲ص۱۱٦)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱٦۷)۔

اوپر جو ترجمہ ہم نے نقل کیا، یہ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(۱)

"تنقزان" کے معنی اور ضبط

"تنقزان" تثنیہ مؤنثہ غائبہ کا صیغہ ہے اور اس کلمے کو شراح نے دوطرح سے ضبط کیا ہے:-

ا۔ یہ تاء کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا باب "نصر" ہوگا اس کے معنی کودنے اور اچھلنے کے ہوں گے۔(۲)

لیکن اس صورت میں "القرب" کا نصب مشکل ہے، کیونکہ "النقز" فعل لازم ہے اور وہ "القرب" میں نصب کا عمل نہیں کرسکتا۔

اس اشکال کا جواب صاحب "تلویح" نے یہ دیا ہے کہ "القرب" منصوب علی نزع الخافض ہے، یعنی تنقزان بالقرب۔(۳)

۲۔ یہ تاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا باب "افعال" ہوگا اور اس صورت میں "القرب" کا نصب صحیح اور درست ہے، مطلب یہ ہوگا کہ وہ شدت سیر کی وجہ سے مشکیزوں کو ہلاتی تھیں۔(۴)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اصول میں ضمۂ تاء کی صراحت ہے۔(۵)

البتہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض شیوخ "القرب" کو مرفوع پڑھا کرتے تھے، بایں طور پر کہ "القرب علی متونہما" جملہ حالیہ اسمیہ بلا واو ہو۔(۶)

جب کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ درست لفظ "تزفران" ہے اور "زَفَر" کہتے ہیں بھاری مشکیزوں کے اٹھانے کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگلے باب کی روایت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "تزفر" کا

---

(۱) فيض الباري (ج٣ص٤٣٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٦)، وفتح الباري (ج٦ص٧٨)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٦)، وقد جاء هذا اللفظ بضم التاء في رواية باب مناقب أبي طلحة رضي الله عنه، من كتاب مناقب الأنصار، رقم (٣٨٨)، وباب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا......﴾، من كتاب المغازي، رقم (٤٠٦٤)۔

(۶) فتح الباري (ج٦ص٧٨)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٧)، والنهاية (ج٥ص١٠٦)۔

لفظ نقل کیا ہے۔(۱)

البتہ یہ بات طے ہے کہ یہ کلمہ خواہ فتحۂ تاء کے ساتھ یا ضمہ کے، یہ سرعت سیر سے کنایہ ہے۔(۲)

وقال غيره: تنقلان القرب على متونهما۔

اورابو معمر کے علاوہ کسی دوسرے نے یہ کہا ہے کہ وہ دونوں اپنی پشت پر رکھ کر مشکیزوں کو منتقل کرتی تھیں۔

مذکورہ تعلیق کا مطلب ومقصد

ابو ذر، کشمیہنی اور حموی کے نسخوں میں اسی طرح ہے، اس حدیث کو بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں غزوہ احد(۳) کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس میں رواۃ نے کوئی اختلاف نہیں کیا، بلکہ سبھی نے "تنقزان" نقل کیا ہے۔(۴)

اور"غیرہ" میں ضمیر مجرور ابو معمر کی طرف راجع ہے اور غیر سے مراد جعفر بن مہران ہیں۔(۵)

اب مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ عبدالوارث سے حدیث باب کو روایت کرنے والے سبھی حضرات نے "تنقزان" ہی کہا ہے، البتہ جعفر بن مہران نے اپنی روایت میں "تنقلان" نقل کیا ہے، اور یہ بات تو کسی پر مخفی نہ ہوگی کہ "تنقزان" کی صورت میں جو اشکالات پیش آرہے تھے وہ "تنقلان" کی صورت میں نہیں آتے کیونکہ یہ فعل متعدی ہے اور معنی بھی اس کے واضح ہیں۔(۶)

مذکورہ تعلیق کی تخریج

مذکورہ تعلیق کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" (۷) میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی کے واسطے سے،

---

(٦) أعلام الحديث للخطابي (ج٢ص١٣٨٥)۔

(١) فتح الباري (ج٦ص٧٨)۔

(٢) تغليق التعليق (ج٣ص٤٤٢)۔

(٣) الصحيح للبخاري (ج ص) كتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان ......﴾، رقم (٤٠٦٤)۔

(٤) تغلیق التعليق (ج٣ص٤٤٢)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساء مع الرجال، رقم (٤٦٨٣)۔

ابو یعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں اور اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن مہران کے واسطے سے بعینہ حدیث باب کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔(۱)

ثم تفرغانه في أفواه القوم، ثم ترجعان، فتملآنها، ثم يجيئان فتفرغانه في أفواه القوم......۔

پھر وہ دونوں پانی کو قوم کے منہ میں انڈیلتیں، پھر لوٹ جاتیں اور مشکیزوں کو بھر کر لاتیں، پھر آتیں، پس پانی کو قوم کے منہ میں انڈیلتیں۔

"تفرغانه" باب افعال سے ہے، اس کے معنی گرانے اور انڈیلنے کے ہیں اور ضمیر منصوب ماء کی طرف راجع ہے جو قرب کے لفظ سے مفہوم ہو رہا ہے، اب مطلب یہ ہوا کہ وہ دونوں اس پانی کو جو مشکیزوں میں تھا لوگوں کے منہ میں گراتی اور انڈیلتی تھیں۔(۲)

اور ''ابوذر'' کے نسخے میں "تفرغانها" ہے، اس صورت میں ضمیر منصوب "القرب" کی طرف راجع ہوگی۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا انطباق

علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے الفاظ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ تو قائم کیا ہے "غزو النساء، وقتالهن مع الرجال" کا اور باب کے درمیان جو حدیث ذکر کی اس میں سرے سے غزوے یا قتال کا ذکر ہی نہیں ہے، اس لئے ترجمہ اور حدیث کے تحت مناسبت موجود نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "بوّب على غزوهن وقتالهن، و ليس في الحديث أنهن قاتلن"۔(۴)

پھر انہوں نے خود ہی اعتراض مذکورہ بالا کا جواب دیتے ہوئے دو مناسبتیں ذکر فرمائی ہیں:-

۱۔ یہ کہا جائے کہ عورتیں مجاہدین اور غازیوں کی جو اعانت و مدد وغیرہ کرتی تھیں وہی ان کا غزوہ و جہاد تھا۔(۵)

---

(۱) تغليق التعليق (ج۳ص۴۴۲)، وفتح الباري (ج٦ص٧٨)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٧)، وشرح القسطلاني (ج٥ص٨٤)۔

(۳) إرشاد الساري (ج٥ص٨٤)۔

(۴) المتواري (ص١٥٦)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٦)، وفتح الباري (ج٦ص٧٨)۔

(۵) حوالہ بالا۔

اس جواب کی تایید مختلف احادیث سے ہوتی ہے، چنانچہ ابوداود شریف کی روایت ہے، حشرج بن زیاد اپنی دادی ام زیاد رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:۔

"أنها خرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة خيبر سادس ست نسوة، فبلغ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم، فبعث إلينا، فجئنا، فرأينا فيه الغضب، فقال: مع مَنْ خرجتن، وبإذن منْ خرجتن؟ فقلنا: يارسول الله، خرجنا نغزل الشعر، ونعين به في سبيل الله، ومعنا دواء للجرحى، ونناول السهام، ونسقي السويق......"۔ (۱)

"یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں نکلیں وہ چھے خواتین میں سے چھٹی خاتون تھیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچی تو انہوں نے ہمیں بلانے کے لیے آدمی بھیجا تو ہم حاضر خدمت ہوئیں، ہم نے ان کے چہرے پر غصہ دیکھا، فرمایا تم عورتیں کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے نکلی ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس لیے نکلی ہیں کہ سوت کاتیں گی اور اس کے ذریعے اللہ کے راستے میں مدد دیں گی اور ہمارے پاس زخمیوں کے لیے دوا ہے اور ہم تیر پکڑائیں گی اور ستو پلائیں گی۔"

اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ہم تیراندازوں کو تیر پکڑائیں گی اور یہ بات طے ہے کہ غازی کو کچھ دینے والے کو اس کے مثل اجر وثواب ملے گا۔ (۲)

نیز اس جواب کی تایید حضرت ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو اگلے باب کے بعد والے باب میں آرہی ہے کہ: "كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم نسقي، ونداوي الجرحى ......"۔ (۳)

اسی طرح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: "وقد كان يغزو بهن، فيداوين الجرحى......" (۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، جو زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی وغیرہ کرتی تھیں۔ (۵)

---

(۱) سنن أبي داود، أبواب الجهاد، باب في المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة، رقم (۲۷۲۹)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٦٦)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب مداواة النساء الجرحى في الغزو، رقم (۲۸۸۲)۔

(٤) صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ......، رقم (٤٦٨٤)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٧٨)۔

۲۔ یا یہ کہا جائے کہ یہ صحابیات رضی اللہ عنہن جب زخمیوں کی دیکھ بھال کا فریضہ انجام دیتیں اور انہیں پانی وغیرہ پلاتیں تو بعض اوقات ان امور کی ادائیگی کے دوران اپنی حفاظت اور بچاؤ کی بھی ضرورت پڑ جاتی تھی اور یہی احتمال غالب ہے، اسی لئے ان کی طرف بھی قتال کی نسبت کردی گئی۔(۱)

اس احتمال کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

"أن أم سليم اتخذت يوم حنين خنجراً، فكان معها، فرآها أبو طلحة، فقال: يارسول الله، هذه أم سُليم معها خنجر۔ فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما هذا الخنجر؟ قالت: اتخذتُه إن دنا مني أحد من المشركين بقرتُ به بطنه"۔ (۲)

"کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا غزوہ حنین کے موقعے پر ایک خنجر سنبھالے ہوئے تھیں، جوان کے پاس ہی تھا، حضرت ابوطلحہ (ام سلیم کے شوہر) رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں، جن کے پاس خنجر ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ خنجر تم نے کیوں لیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس خنجر کے ذریعے میں اس کا پیٹ چاک کردوں گی"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لڑی گئی مشہور جنگ، جنگ یرموک میں عورتوں نے لڑائی لڑی ہے، جب رومیوں نے مسلمانوں پر شدید حملہ کیا اور وہ مسلم لشکر میں گھس آئے تو رومی عورتوں کو تلوار سے مارنے لگے، اس موقع پر قریش کی عورتوں نے رومیوں کا بڑی پامردی سے سامنا کیا اور آخر کار انہیں مار بھگایا۔(۳)

٦٥ – باب : حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ .

---

(۱) حواله بالا۔ المتواري (ص١٥٦)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٦)۔

(۲) صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساء مع الرجال، رقم (٤٦٨٠)۔

(۳) إرشاد الساري (ج٥ص٨٤)، وشرح ابن بطال (ج٥ص٧٧)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے اس امر کا جواز ومشروعیت بتلانا ہے کہ عورتیں غزوے میں لوگوں کو پانی پلاسکتی ہیں۔اس میں حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔(۱)

۲۷۲۵ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : قالَ ثَعْلَبَةُ ابْنُ أَبِي مالِكٍ(۲) : إِنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ المَدِينَةِ ، فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ : يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ ، أَعْطِ هٰذَا ٱبْنَةَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ ، يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُوم بِنْتَ عَلِيٍّ ، فَقَالَ عُمَرُ : أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ . وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الأَنْصارِ ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ . قالَ عُمَرُ : فَإِنَّهَا كانَتْ تَزْفِرُ لَنَا القِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ . قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : تَزْفِرُ تَخِيطُ . [۳۸۴۳]

تراجم رجال

۱۔عبدان

یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔عبداللہ

یہ عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۳۔یونس

یہ ابویزید یونس بن یزید بن ابی النجاد ایلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پانچویں

(۱) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۶۹)، و فتح الباري (ج۶ص۷۹)۔

(۲) قوله: "ثعلبة": الحديث، أخرجه البخاري أيضا كتاب المغازي، باب ذكر أم سليط، رقم (۴۰۷۱)، والحديث من إفراده، عمدة القاري (ج۱۴ص۱۷۰)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص۳۶۱-۳۶۲)۔

حدیث (۱) اور مفصل حالات "كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۴۔ابن شہاب

یہ ابوبکر محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے بھی حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث میں آچکے ہیں۔(۳)

۵۔ثعلبہ بن ابی مالک

یہ ابو یحیی یا ابو مالک ثعلبہ بن ابی مالک عبداللہ بن سام القرظی المدنی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

یہ بنو قریظہ کی مسجد کے امام تھے اور آخر عمر تک اس منصب پر فائز رہے اور انصار کے حلیف تھے۔(۵)

ان کے والد عبداللہ بن سام ابو مالک اصلاً یمنی ہیں، قبیلہ "کندہ" سے ان کا تعلق تھا اور مذہباً یہودی تھے، یمن سے ترک وطن کر کے مدینہ منورہ آبسے اور بنو قریظہ کے ایک شخص ابن سعید کی بیٹی سے نکاح کیا اور ابو مالک بنو قریظہ کے حلیف بنے، اسی لئے ان کو قرظی کہا جاتا ہے۔(۶)

اور ان کے والد عبداللہ بن سام غالباً غزوہ بنی قریظہ میں حالت کفر میں مارے گئے۔(۷)

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں یا نہیں؟

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے، چنانچہ ابن سعد، امام ابوحاتم، ابن حبان، عجلی اور دیگر بعض حضرات نے ان کو تابعی قرار دیا ہے، ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: "سألت أبي عن ثعلبة بن أبي مالك؟ فقال: هو من التابعين"۔(۸)

---

(۱) كشف الباري (ج١ص٤٦٣)۔

(۲) كشف الباري (ج٣ص٢٨٢)۔

(۳) كشف الباري (ج١ص٣٢٦)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج٤ص٣٩٧)، وطبقات ابن سعد (ج٥ص٧٩)۔

(۵) حوالہ بالا، الجرح والتعدیل (ج۲ص۳۹۰)، رقم (۱۸۷۵)۔

(٦) طبقات ابن سعد (ج٥ص٧٩)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص٧٩)، والإصابة (ج١ص٢٠١)۔

(٨) تهذيب التهذيب (ج٢ص٢٥)، وحاشية سبط ابن العجمي (ج١ص٢٨٤)، وطبقات ابن سعد (ج٥ص٧٩)، وتعليقات معجم الصحابة (ج٣ص٩٢٤)۔

جب کہ امام یحیی بن معین، حافظ جمال الدین مزی، امام بخاری، ابن عبدالبر، ابن قانع، ذہبی اور مصعب بن عبداللہ زبیری رحمہم اللہ تعالی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔(۱)

آپ نے فریقین کے اقوال ملاحظہ کیے، لیکن راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حضرت ثعلبہ قرظی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اسلام قبول کر چکے تھے۔(۲)

خود حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "كنت غلاما على عهد النبي صلى الله عليه وسلم"۔(۳)

اس لئے راجح یہی ہے کہ یہ صحابی تھے اور انہوں نے حالت اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ابن ماجہ میں ان کی مرفوع روایت بھی موجود ہے۔(۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان کے صحابی ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحديثه عن عمر في صحيح البخاري، ومن يقتل أبوه بقريظة، ويكون هو بصدد من يقتل لولا الإنبات لايمتنع أن يصح سماعه؛ فلهذا الاحتمال ذكرته هنا"۔(۵)

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ان کی حدیث موجود ہے اور جن کے والد بنوقریظہ میں قتل ہوئے ہوں اور وہ خود بھی قتل ہونے کے قریب ہوں اگر انبات کا معاملہ نہیں ہوتا۔ تو ان کے سماع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح ہونا ممتنع نہیں، اسی لئے حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ میں نے (قسم اول) میں نقل کیا ہے"۔

---

(۱) تهذيب الكمال (ج٤ص٣٩٧)، والاستيعاب (ج١ص١٣٢)، وتاريخ البخاري الكبير (ج١ص١٧٤)، ومعجم الصحابة (ج٣ص٩٢٤)، والكاشف للذهبي (ج١ص٢٨٤)۔

(۲) الاستيعاب (ج١ص١٣٢)۔

(۳) حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف (ج١ص٢٨٤)۔

(٤) أخرج ابن ماجة لثعلبة بن أبي مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم، كان يخطب قائما خطبتين، يفصل بينهما بجلوس، وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما كذلك۔ سنن ابن ماجه: كتاب الرهن، باب الشرب من الأودية، رقم (٢٤٨١)۔

(٥) الإصابة (ج١ص٢٠١)۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الإصابة" کے قسم اول میں ان صحابہ کا ترجمہ وتذکرہ لکھا ہے جن کی رویت و صحبت ثابت ہو، خواہ ثبوت کسی بھی طریقہ سے ہو۔(۱)

اور مصعب بن عبداللہ زبیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سِنُّه سن عطية وقصتُه كقصته" (۲) یعنی حضرت ثعلبہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ کے ہم عمر ہیں اور حضرت ثعلبہ کا قصہ بھی حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ کے قصے کی طرح ہے۔(۳)

یہ واضح رہے کہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، وہ بالاتفاق صحابی ہیں تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی شمار ہوں گے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت جابر اور حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے صاحبزادے ابو مالک، منظور، زھری، مسور بن رفاعۃ، محمد بن عقبہ اور صفوان بن سلیم وغیرہ شامل ہیں۔(۴)

یہ صحیح بخاری، ابوداود اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔(۵) اور ان کی صحاح ستہ میں صرف ایک ہی مرفوع حدیث ہے۔(۶) رضي الله عنه وأرضاه۔

٦۔عمر بن الخطاب

یہ خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب العدوی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے مختصر حالات "بدء الوحي"

---

(۱) الإصابة (ج۱ ص٤)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج٤ ص٣٩٧)۔

(۳) وقصة عطية رواها الأئمة الأربعة، وهي: "عن عطية القرظي قال: كنت فيمن حكم عليهم سعد بن معاذ، فشكوا فيَّ، أمن الذرية أنا أو من المقاتلة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "انظروا، فإن كان أنبت الشعر فاقتلوه، وإلا فلاتقتلوه"۔ قال: فإذا عانتي لم تنبت، فألقوني في الذرية، فلم أقتل"۔ انظر سنن أبي داود، أبواب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد، رقم (٤٤٠٤)، و(٤٤٠٥)، والترمذي، أبواب السير، باب ما جاء في النزول على الحكم، رقم (١٥٨٤)، والنسائي، كتاب قطع السارق، باب حد البلوغ وذكر السن ......، رقم (٤٩٨٤)، وابن ماجه، أبواب الحدود، باب من لايجب عليه الحد، رقم (٢٥٤١)۔

(۴) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج٤ ص٣٩٧ و ٣٩٨)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج٤ ص٣٩٨)۔

(٦) تعليقات معجم الصحابة (ج٣ ص٩٢٤)، وخلاصة الخزرجي (ص٥٧)، حرف الثاء، من اسمه "ثعلبة"۔

کی پہلی حدیث اور مفصل حالات "كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

إن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قسم مروطاً بين نساء من نساء المدينة، فبقي مرط جيد۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، تو ایک اچھی چادر بچ گئی۔

مُرُوط — بضم الميم والراء— مرط کی جمع ہے، سوت یا ریشم کی چادر کو کہتے ہیں۔(۲)

فقال له بعض من عنده: يا أمير المؤمنين، أعط هذا ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي عندك — يريدون: أم كلثوم بنت علي —

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیجئے، جو آپ کے نکاح میں ہیں۔ ان کی مراد ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم أقف على اسمه"۔ اس قائل کا نام مجھے معلوم نہ ہوسکا۔(۳)

ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی سب سے چھوٹی اولاد اور صاحبزادی ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سگی بہن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں۔ اسی لیے حدیث میں ان کو "بنت رسول اللہ" کہا گیا ہے۔(۴)

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت

---

(۱) كشف الباري (ج۱ ص۲۳۹)، و(ج۲ ص٤٧٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٨)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٧٩)۔

(۴) حوالہ بالا۔

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا رشتہ اپنے لیے طلب کیا، اس وقت یہ کم سن تھیں (۱)، ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ۱۷ھ میں ہوا۔ (۲) اوران کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی رقیہ اور ایک صاحبزادے زید پیدا ہوئے۔ (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح عوف بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا، عوف کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفر نے ان سے نکاح کیا، محمد کے بعد عبداللہ بن جعفر سے ان کا نکاح ہوا۔ (۴)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا ایک ہی دن انتقال ہوا اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، جو ان دنوں مدینہ منورہ کے امیر تھے، نے ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی، یہ سانحہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں ہوا۔ (۵)

فقال عمر: أم سليط أحق، وأم سليط من نساء الأنصار ممن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم.

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ حق دار ہیں۔ اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا

یہ حضرت ام قیس بنت عبید بن زیاد بن ثعلبہ النجاریہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا ہیں (۶) اور یہ اپنی کنیت ہی سے معروف تھیں۔ (۷)

(۱) حوالہ بالا ۔ والاصابة (ج٤ص٤٩٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٨)۔

(۲) شیعیت کا اصلی روپ (ص۲۷۵)۔

(۳) تهذيب الأسماء واللغات (ج٢ص٣٦٥)، وسير أعلام النبلاء (ج٣ص٥٠١)۔

(٤) الإصابة (ج٤ص٤٩٢)۔

(٥) حوالہ بالا۔ وطبقات ابن سعد (ج٨ص٤٦٥) نیز دیکھئے کشف الباري، کتاب المغازي (ص٢٤٠)۔

(٦) طبقات ابن سعد (ج٨ص٤١٩)۔

(٧) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٨)۔

ان سے پہلا نکاح ابوسلیط بن ابی حارثہ بن قیس نجاری نے کیا اور ابوسلیط سے ان کا ایک بیٹا سلیط اور ایک بیٹی فاطمہ پیدا ہوئی، اسی لئے انہیں ام سلیط کہا جاتا ہے۔(۱)

ابوسلیط کی وفات کے بعد یہ مالک بن سنان کے نکاح میں آئیں اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔(۲)

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اور غزوہ احد، خیبر اور حنین میں ہمراہی کا شرف حاصل ہے۔(۳)

قال عمر: فإنها كانت تزفر لنا القرب يوم أحد.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط ہمارے لیے جنگ احد میں مشکیزے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چادر کے معاملے میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کو ترجیح دینے کی علت بتلائی ہے کہ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا چونکہ غزوہ احد میں ہمارے لیے مشکیزے اٹھا کر لایا کرتی تھیں اس لئے مذکورہ چادر کی وہ زیادہ حق دار ہیں۔

قال أبوعبدالله: تزفر: تخيط.

ابوعبداللہ (امام بخاری) فرماتے ہیں کہ تزفر کے معنی ہیں: وہ سیتی تھیں۔

یہ جملہ صرف مستملی کی روایت میں ہے، باقی نسخ صحیح بخاری میں یہ توضیحی جملہ نہیں پایا جاتا۔(۴)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زفر کے معنی یہاں سینے کے جو بیان کیے ہیں، اس پر شراح بخاری نے اعتراض کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ذلك لا يعرف في اللغة، وإنما الزفر: الحمل"۔(۵) کہ "یہ لغت میں غیر معروف ہے اور زفر تو درحقیقت اٹھانے کے معنی میں ہے"۔ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٨).

(٢) فتح الباري (ج٧ص٣٦٧).

(٣) فتح الباري (ج٦ص٧٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٩). وطبقات ابن سعد (ج٨ ص٤١٩).

(٤) فتح الباري (ج٦ص٧٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٩).

(٥) انظر فتح الباري (ج٦ص٧٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٩)، وقال ابن بطال: "قوله: "تزفر لنا القرب" يعني: تحمل، قال صاحب العين والأفعال (أي الخليل النحوي): زفر الحمل زفرا: نهض به، والزفر: القربة، والزوافر: الإماء يحملن القرب". (ج٥ص٧٩).

علیہ فرماتے ہیں: "غیر معروف في اللغة"۔ (۱) اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے بھی علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''مقدمہ لامع'' میں اس تفسیری جملے کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اوہام میں سے قرار دیا ہے۔ (۲)

پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اس کی توجیہ ذکر کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا تفسیر کی وجہ یہ ہو کہ ''تزفر'' کے معنی ان کے نزدیک یہ ہوں کہ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا ان مشکیزوں کو اس حال میں کہ وہ خالی اور پھٹے ہوئے ہوں سینے کے لیے اٹھاتی تھیں، یہ اٹھانا مشکیزوں سے پانی پلانے کے لئے نہ ہو۔ (۳)

اور اس توجیہ کی صورت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا تفسیری جملہ درست قرار پاتا ہے۔

اور دیگر حضرات شراح نے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غالبًا یہاں ابوصالح کاتب اللیث کی اتباع کی ہے، چنانچہ ابوصالح سے "تزفر" کے معنی "تخرز" مروی ہے اور خرز کے معنی سینے کے ہیں۔ (۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث باب کے اس جملے میں ہے: "فانها كانت تزفر لنا القرب يوم أحد"۔ (۵)

٦٦ - باب : مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الجَرْحَى فِي الْغَزْوِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں میدان جنگ

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۵ص۸۵)۔

(۲) مقدمة اللامع (ج۱ص۲٤۳)، وأيضا انظر لامع الدراري (ج۷ص۲۳٦)۔

(۳) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۵)۔

(٤) إرشاد الساري (ج۵ص۸۵)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٨)، فتح الباري (ج٦ص۷۹)۔

(۵) عمدة القاري (ج١٤ص١٦۷)۔

میں عورتیں مجاہدین اسلام کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ وغیرہ کرتی تھیں اور یہ ثابت ہے۔(۱)

چنانچہ سابقہ باب میں تو عورتوں سے متعلق ایک خدمت یعنی مشکیزوں کو اٹھا کر لانے کا ذکر تھا اور باب ہذا میں ان سے متعلق ایک دوسری خدمت یعنی زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کا ذکر ہے۔

۲۷۲۶ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ . عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ(۲) قَالَتْ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحَى . وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ . [۲۷۲۷ ، ۵۳۵۵]

تراجم رجال

۱۔علی بن عبداللہ

یہ امام ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۲۔بشر بن المفضل

یہ ابواسماعیل بشر بن المفضل بن لاحق رقاشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: رب مبلغ أوعى من سامع" کے تحت آچکا ہے۔(۴)

۳۔خالد بن ذکوان

یہ ابوالحسن خالد بن ذکوان المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٦۸)۔

(۲) قوله: "عن الربيع......": الحديث أخرجه البخاري أيضا كتاب الجهاد، باب رد النساء الجرحى والقتلى، رقم (۲۸۸۳)، وكتاب الطب، باب هل يداوي الرجل المرأة والمرأة الرجل؟ رقم (٥٦٧٩) ولم يخرجه غيره من الأئمة الستة۔

(۳) كشف الباري (ج۳ ص۲۹۷)۔

(٤) كشف الباري (ج۳ ص۲۲۲)۔

(٥) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصوم، باب صوم الصبيان۔

۴۔ الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

یہ انصاری صحابیہ حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ہیں۔(۱)

قالت: کنا مع النبي صلی اللّٰه علیه وسلم نسقي، ونداوي الجرحی، ونرد القتلی إلی المدینة۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی غزوے میں شریک) تھے، زخمیوں کو پانی پلاتے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے اور جو لوگ شہید ہو جاتے ان کو مدینہ منورہ اٹھا کر لاتے تھے۔

حدیث باب میں یہ آیا ہے کہ عورتیں نامحرم مردوں کی مرہم پٹی اور اسی کے مثل دوسری چیزیں مثلاً مریض کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور موتیٰ (شہداء) کو میدان جنگ سے مدینہ منورہ منتقل کرتی تھیں۔

ایک اور اعتراض اور اس کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیونکر جائز ہوگیا کہ عورتیں نامحرم مردوں کی مرہم پٹی کریں، کیونکہ اس میں تو اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط لازم آتا ہے؟(۲)

شراح نے اس اعتراض کے دو جوابات ارشاد فرمائے ہیں:-

۱۔ یہ احتمال ہے کہ مذکورہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہو، لہذا کوئی حرج نہیں۔(۳)

۲۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ صحابیات دوران علاج مردوں کو چھوئے بغیر ان کا علاج کرتی ہوں، وہ اس طرح کہ دواء تو صحابیات تیار کریں اور متاثرہ حصے پر اس دواء کا استعمال اور کوئی شخص یا محرم عورت کرے۔ اس صورت میں بھی لمس نہیں پایا جائے گا۔(۴)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱٦۸)۔

(۳) فتح الباري (ج۱۰ ص۱۳٦)۔

(٤) إرشاد الساري (ج٥ ص۸٥)۔

حدیث باب سے مستنبط ایک فائدہ

باب کی حدیث سے معلوم یہ ہوا کہ ضرورت اور حاجت کے وقت اجنبی مرد یا اجنبی عورت ایک دوسرے کا علاج معالجہ کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ دوران علاج متاثرہ حصے سے نظر یا لمس وغیرہ میں تجاوز نہ کیا جائے۔ صرف متاثرہ حصے ہی کو دیکھے یا چھوئے۔(۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ علاج ضرورت ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات"۔(۲)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ بالکل واضح ہے اور وہ حدیث کے اس جملے میں ہے: "ونداوي الجرحی" کہ ہم زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں۔(۳)

٦٧ – باب : رَدِّ النِّسَاءِ الجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت میدان جنگ میں عورتوں سے متعلق ایک اور خدمت یعنی میدان جنگ سے زخمیوں اور شہداء کو منتقل کرنے کو بیان فرمارہے ہیں۔(۴)

چنانچہ حدیث باب میں ہے کہ عورتیں زخمیوں کو اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں، نیز جو مقتولین وشہداء تھے ان کو مدینہ منورہ پہنچارہی تھیں۔

---

(۱) فتح الباري (ج۱۰ ص۱۳٦)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٦٨)، و شرح ابن بطال (ج٥ ص٧٩)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٨٠)۔

(۳) وعمدة القاري (ج١٤ ص١٦٨)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٩)۔

۲۷۲۷ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ خالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ(۱) قالَتْ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَنَسْقِي الْقَوْمَ ، وَنَخْدُمُهُمْ ، وَنَرُدُّ الجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِينَةِ . [ر : ۲۷۲۶]

تراجم رجال

ا۔مسدد

یہ مسدد بن مسرہد بن مسربل رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا مختصر تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آچکا ہے۔(۲)

اور سند کے دیگر رجال کا حوالہ گذشتہ باب کی سند میں گذر چکا ہے۔

قالت: كنانغزو مع النبي صلى الله عليه وسلم، فنسقي القوم، ونرد الجرحى والقتلى إلى المدينة۔

نرد الجرحى والقتلى کے معنی اور اس میں احتمالات

علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ونرد الجرحى والقتلى" میں دو احتمال ہیں:-

ا۔قتلی سے مراد حقیقی مقتولین وشہداء ہوں اور لفظ "قتلی" کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو ان کو لوٹانے کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کی تدفین وغیرہ میں مشغولیت چونکہ قتال میں خلل پیدا کرنے کا سبب ہے۔اس لئے ان شہداء ومقتولین کو عورتیں میدان جنگ سے مدینہ منورہ منتقل کررہی تھیں۔(۳)

لیکن اس معنی واحتمال پر اس روایت کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے جس کو امام احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور دارمی

---

(۱) قوله:"عن الربيع بنت معوذ رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه آنفا في الباب السابق۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲)۔

(۳) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۶)۔

رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

"لما كان يوم أحد، جاء ت عمتي بأبي لتدفنه في مقابرنا، فنادى منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم: ردوا القتلى إلى مضاجعهم"۔ (اللفظ للترمذي) (۱)

اس روایت سے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کو مدینہ منورہ منتقل کرنے سے منع فرمایا تھا اور انہیں ان کی جائے شہادت کی طرف لوٹانے کا حکم دیا تھا، جب کہ باب کی حدیث میں مذکورہ روایت کے برخلاف شہداء کو مدینہ منورہ منتقل کرنے کا ذکر ہے؟

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ رد القتلی سے ان کو معرکے سے ان کی قبروں کی طرف منتقل کرنا مراد لیا جائے۔ اور اس کی تائید شرح القسطلانی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

"قال السفاقسي: كانوا يوم أحد يجعلون الرجلين والثلاثة من الشهداء على دابة، وتردهم النسائي إلى موضع قبورهم"۔ (۲)

کہ "سفاقسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر صحابہ کرام دو یا تین شہداء کو کسی جانور پر رکھتے اور عورتیں ان کو ان کی قبروں کی طرف منتقل کرتیں"۔ (۳)

اور رہے "إلى المدينة" کے الفاظ تو علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ الفاظ ابوذر کے نسخے میں نہیں ہیں۔ (۴)

---

(۱) الحديث أخرجه الإمام أحمد في مسنده (ج۳ ص۲۹۷) وأبو داود في سننه، أبواب الجنائز، باب في الميت يحمل من أرض إلى أرض، رقم (۳۱٦٥)، والترمذي في جامعه، أبواب الجهاد، باب (في ماجاء في دفن القتيل في مقتله)، رقم (۱۷۱۷)، والنسائي في سننه، أبواب الجنائز، باب أين يدفن الشهيد؟ رقم (۲۰۰٦، ۲۰۰۷)، والدارمي في سننه (ج۱ ص۳٦)، المقدمة، باب ما أكرم به النبي صلى الله عليه وسلم في بركة طعامه، رقم (٤۳)، والخطيب التبريزي في مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الثاني، رقم (۱۷۰٤)۔

(۲) إرشاد الساري (ج٥ ص۸٥)، وعزا العلامة العيني هذا القول إلى ابن التين (ج١٤ ص۱٦۹)۔

(۳) تعليقات لامع الدراري (ج۷ ص۲۳٦)۔

(٤) إرشاد الساري (ج٥ ص۸٥)۔

اور اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ "إلی المدینة" کے الفاظ کا تعلق جرحی سے ہے، نہ کہ قتلی سے اور اس توجیہ کی صورت میں معنی بالکل درست ہیں، یعنی عورتیں زخمیوں کو مدینہ منورہ منتقل کر رہی تھیں، نہ کہ شہداء کو۔(۱)

یا یہ کہا جائے گا کہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور فی الباب کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سے پہلے ہے، یعنی آپ علیہ السلام کے منع کرنے سے قبل یہ عورتیں شہداء کو مدینہ منورہ منتقل کر رہی تھیں، لیکن بعد میں آپ نے فرمادیا کہ شہداء کو ان کی جائے شہادت ہی میں دفن کیا جائے۔ اس طرح سنن اور بخاری کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔(۲)

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ "قتلی" سے وہ زخمی مراد ہوں جو قریب الموت ہوں، رہے وہ زخمی حضرات صحابہ جن کے زخم مندمل ہونے کا مستقبل قریب میں احتمال ہو، ان کو میدان جنگ ہی میں باقی رہنے دیا گیا تھا، تاکہ وہ صحت کے بعد دوبارہ قتال میں شریک ہو سکیں۔(۳)

لیکن اس احتمال پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر "قتلی" سے مراد زخمی ہیں تو پھر الگ سے "جرحی" کے ذکر کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اس اشکال کے جواب میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حدیث میں "جرحی" سے مراد وہ افراد ہیں جو قریب الموت نہ ہوں اور ان کے لوٹانے سے مراد ان کو خیموں میں منتقل کرنا ہو۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت واضح ہے، جو حدیث کے اس جملے میں ہے: "ونرد الجرحی والقتلی إلی المدینة"۔(۵)

---

(۱) تعلیقات لامع الدراري (ج۷ص۲۳۶)۔

(۲) حوالہ بالا (ص۲۳۷)۔

(۳) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۷)۔

(٤) تعلیقات لامع الدراري (ج۷ص۲۳۷)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٦٩)۔

٦٨ – باب : نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تو ہم کا ازالہ کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا ہے، چنانچہ کسی کو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ شہید کو اگر تیر لگا ہے تو اسے شہید کے جسم سے نکالا نہیں جائے گا بلکہ تیر کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے گا، جیسا کہ اس کو خون آلودہ جسم کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ قیامت کے دن اسی حالت میں وہ دربار خداوندی میں حاضر ہو۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہم کا ازالہ فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں، جب کہ حکم بھی یہی ہے کہ جب آپ شہید کو دفن کریں تو اس کی زرہ وغیرہ اتارلیں اور ہتھیار جو اس کے بدن پر ہیں ان کو علیحدہ کریں تو تیر کو بھی نکالا جائے گا۔ (۱)

جب کہ علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف دوسرا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بدن انسانی سے تیر نکالنے کا جواز بیان کررہے ہیں، اگرچہ اس کے نکالنے سے اندیشۂ ہلاکت وموت ہو اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف نہیں ہے، جب کہ اس فعل سے نفع وصحت کی بھی امید ہو، اسی کے مثل زخم کو چیرنا اور اس میں شگاف ڈالنا اور لوہے وغیرہ سے داغ لگوانا ہے، یعنی وہ تمام امور جن کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہوا کہ جس طرح زخم کا چیرنا اور جسم پر بطور علاج داغ لگوانا جائز ہے، اسی طرح جسم سے تیر نکالنا بھی جائز ہے۔ (۲)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے یعنی علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے، کیونکہ حدیث باب اس شخص سے متعلق ہے جس کے جسم سے تیر زندہ ہونے کی حالت میں نکالا گیا، جب کہ علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نزع السہم بعد الموت سے متعلق ہے۔ (۳)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٨١)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ص٨١)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص٨١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٦٩)۔

٢٧٢٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى(١) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : رُمِيَ أَبُو عامِرٍ في رُكْبَتِهِ ، فَٱنْتَهَيْتُ إِلَيْهِ ، قالَ : ٱنْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ ، فَنَزَعْتُهُ ، فَنَزَا مِنْهُ المَاءُ ، فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عامِرٍ) . [٤٠٦٨ ، ٦٠٢٠]

تراجم رجال

۱۔محمد بن العلاء

یہ ابو کریب محمد بن العلاء بن کریب ہمدانی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ابواسامہ

یہ ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید قرشی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۔ برید بن عبداللہ

یہ ابو بردہ برید بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان تینوں حضرات کا تذکرہ "كتاب العلم، باب فضل من علم وعلم" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۴۔ابو بردہ

یہ حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں،ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أي الإسلام أفضل؟" کے تحت آچکا ہے۔(۳)

---

(١) قوله: "عن أبي موسى رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا كتاب المغازي، باب غزوة أوطاس، رقم (٤٣٢٣)، وكتاب الدعوات، باب الدعاء عند الوضوء، رقم (٦٣٨٣)، ومسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي موسى وأبي عامر الأشعريين، رقم (٦٤٠٦)۔

(٢) كشف الباري (ج٣ص٤١٧)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٦٩٠)۔

۵۔ ابوموسی

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات بھی مذکورہ باب کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

قال: رمي أبوعامر في ركبته فانتهيتُ إليه، فقال: انزع هذا السهم، فنزعته۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھٹنے میں تیر لگا تو میں ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے کہا اس تیر کو نکالو۔تو میں نے اسے نکال دیا۔

حدیث باب میں ذکر کردہ واقعہ غزوہ اوطاس سے متعلق ہے، یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، یہی حدیث انہوں نے کتاب المغازی میں تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے، وہیں اس کی تشریح بھی آچکی ہے۔(۲)

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے عم محترم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا نام عبید بن سُلیم بن حضار بن حرب ہے، قبیلہ اشعر بن ادد بن زید سے ان کا تعلق ہے۔(۳)

جب کہ علی ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام عبید بن وھب اور ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام عبداللہ بن وھب لکھا ہے، جو کہ درست نہیں۔(۴)

ان کا شمار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابہ میں ہے، ابن قتیبہ نے ان کا ذکر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں کیا ہے۔گویا کہ یہ قدیم الاسلام صحابی تھے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ابتداءً نابینا تھے، پھر بینا ہوگئے۔(۵)

غزوہ حنین میں جب مشرکین کو شکست ہوئی تو ان میں سے بہت سے افراد بھاگ کر اوطاس میں آگئے تھے،

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) دیکھئے کشف الباري، کتاب المغازي (ص٥٤٣)۔

(۳) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج٤ص١٣٥)، والإصابة (ج٤ص١٢٣)، وأسد الغابة (ج٦ص١٨٣)۔

(٤) الاستيعاب بهامش الإصابة (ج٤ص١٣٥)، وأسد الغابة (ج٦ص١٨٣)، ومعرفة الصحابة (ج٤ص٥١٧)۔

(٥) الإصابة (ج٤ص١٢٣)، والاستيعاب بهامش الإصابة (ج٤ص١٣٥)، وأسد الغابة (ج٦ص١٨٣)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک جماعت روانہ کی، اسی غزوہ اوطاس میں وہ شہید ہوئے۔ اور ان کی شہادت کا سبب وہ تیر بنا تھا جو مشہور مشرک درید بن صمہ کے بیٹے سلمہ بن درید نے پھینکا تھا، جو ان کے گھٹنے پر لگا، جیسا کہ حدیث باب میں بھی مذکور ہے پھر بعد میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے قاتل کا کام تمام کیا۔ (۱)

جب کہ بعض حضرات نے درید بن صمہ کو تیر پھینکنے والا قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ درید اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا کہ اس کی عمر سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور بڑھاپے کی وجہ سے اس نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی، چنانچہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقيل : إن دريداً هو الذي قتل أبا عامر، و قتله أبو موسى، وذلك غلط؛ فإن دريداً إنما حضر الحرب شيخا كبيرا، ولم يباشر الحرب لكبره"۔ (۲)

فنزامنه الماء، فدخلت على النبي ﷺ فأخبرته، فقال: اللهم اغفر لعبيد أبي عامر۔

تو زخم سے پانی نکلا، چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ ان سے عرض کیا، تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما دیجئے۔

"نزا" باب "نصر" سے ہے، اس کا مصدر نزوا ونزوانا ہے اور اس کے معنی اچھلنے کے ہیں، لیکن بقول علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ یہاں مرادی معنی پانی نکلنے کے ہیں۔ (۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور وہ اس جملے میں ہے: "انزع هذا السهم، فنزعته"۔ (۴)

---

(۱) حوالہ بالا، وکشف الباري، کتاب المغازي (ص۵٤۲)۔

(۲) أسد الغابة (ج٦ ص۱۸۳)۔

تنبیہ: ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نام کے ایک اور صحابی بھی ہیں، لیکن وہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور ان کا نام ھانی یا عبد الرحمن یا عبید یا عباد بن قیس ہے۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٩)، وشرح ابن بطال (ج٥ ص٨١)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٦٩)۔

٦٩ - باب : الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللهِ .

ترجمة الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالی کے بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں لشکر اسلام کی حفاظت اور اللہ کی راہ میں چوکیداری کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو غافل نہیں رہنا چاہئے اور اپنی حفاظت کا بہر حال انتظام کرنا چاہیے، معلوم نہیں کہ دشمن کدھر سے کب حملہ کردے؟ اس لئے ان کو حراست اور حفاظت کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

٢٧٢٩ : حدّثنا إسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قالَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ[2] : كانَ النَّبِيُّ ﷺ سَهِرَ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، قالَ : (لَيْتَ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِي صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ) . إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ ، فَقَالَ : (مَنْ هٰذَا) . فَقَالَ : أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ ، وَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ . [٦٨٠٤]

تراجم رجال

۱۔ اسماعیل بن خلیل

یہ ابو عبداللہ اسماعیل بن خلیل کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٨١)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٠)۔

(۲) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": الحديث، أخرجه البخاري أيضا كتاب التمني، باب قوله صلى الله عليه وسلم: ليت كذا وكذا، رقم (٧٢٣١)، ومسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، رقم (٦٢٣٠ - ٦٢٣٢)، والترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، رقم (٣٧٥٦)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض۔

۲۔علی بن مسہر

یہ ابوالحسن علی بن مسہر القرشی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔یحیی بن سعید

یہ مشہور تابعی محدث، یحیی بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب صوم رمضان احتسابا من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۴۔عبداللہ بن عامر بن ربیعہ

یہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما ہیں۔(۳)

۵۔عائشہ

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت آ چکے ہیں۔(۴)

تقول: كان النبي صلى الله عليه وسلم سهر، فلما قدم المدينة قال: ليت رجلا من أصحابي صالحا يحرسني الليلة۔

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ بیان کرتی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک رات) بیداری میں گذاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا: کاش میرے اصحاب میں سے کوئی صالح ایسا آتا جو رات میں ہمارا پہرہ دیتا۔

روایات کے درمیان تعارض اور اس کا حل

باب کی روایت میں یہی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بیداری کی حالت میں گذاری، اس

---

(۱) حوالہ بالا۔

(٢) كشف الباري (ج٢ص ٣٢١)، وأيضا انظر كشف الباري (ج١ص٢٣٨)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب تقصير الصلاة، باب صلاة التطوع على الدواب......۔

(٤) كشف الباري(ج١ص ٢٩١)۔

میں بیداری کے زمانے کو نہیں بیان کیا گیا، چنانچہ ظاہری مفہوم حدیث کا تو یہی ہے کہ بیداری کا واقعہ مدینہ منورہ میں آنے سے پہلے کا اور آپ علیہ السلام کا قول "ليت رجلا من أصحابي صالحا......" بعد کا ہے۔

لیکن یہی روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی "صحیح" میں ذکر کی ہے، اس میں ليث عن يحيى بن سعيد کے طریق سے یوں مروی ہے:

"سهر رسول الله صلى الله عليه وسلم مقدمه المدينة ليلة، فقال: ليت رجلا صالحا من أصحابي يحرسني الليلة"۔ (۱)

چنانچہ صحیح مسلم کی روایت اس باب میں صریح ہے کہ بیداری اور قول دونوں کا زمانہ مدینہ منورہ آنے کے بعد کا ہے۔ (۲) اس لئے مسلم کی روایت بخاری کی روایت کے مقابلے میں راجح ہوگی، کیونکہ صریح غیر صریح پر راجح ہوتا ہے۔

نیز صحیح مسلم کی جو روایت ہے اس کی تائید امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے ابواسحاق الفزاری عن یحیی بن سعید کے طریق سے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في أول ما قدم المدينة يسهر من الليل"۔ (۳)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث باب کے متن کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے، متن دراصل یوں ہے: "سمعت عائشة رضي الله عنها تقول: لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة سهر ليلة"۔ (۴)

اس طرح تمام روایات کے درمیان تطبیق ہو جائے گی، کیونکہ حدیث ایک اور راوی بھی ایک ہی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (۵)

قدوم مدینہ سے کیا مراد ہے؟

پھر یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث باب میں قدوم مدینہ سے نبی علیہ السلام کی مدینہ میں پہلی تشریف

(۱) صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، رقم (۶۲۳۱)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۷۰)، وفتح الباري (ج۶ص۸۲)، وإرشاد الساري (ج۵ص۸۶)۔

(۳) سنن النسائي الكبرى (ج۵ص۶۱)، كتاب المناقب، سعد بن مالك رضي الله عنه، رقم (۸۲۱۷/۳)۔

(۴) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۷۰)، وشرح القسطلاني (ج۵ص۸۶)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۷۰)۔

آوری جو ہجرت کے بعد ہوئی ہے، مراد نہیں ہے، کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نہیں تھیں، نہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، بلکہ کسی سفر وغیرہ سے تشریف آوری مراد ہے(۱)، اس کی دلیل وہ روایت ہے، جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں "يزيد بن هارون عن يحيى بن سعيد" کے طریق سے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"إن رسول الله صلى الله عليه وسلم سهر ذات ليلة وهي إلى جنبه، قالت: فقلت: ما شأنك يا رسول الله؟......"۔ (۲)

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کے پہلو میں تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو کیا پریشانی ہے؟''

چنانچہ معلوم ہوا کہ حدیث میں قدوم مدینہ سے ہجرت کے بعد کا پہلا قدوم مراد نہیں ہے، بلکہ یہ اور کسی موقع کا واقعہ ہے۔

إذ سمعنا صوت سلاح، فقال: من هذا؟ فقال: أنا سعد بن أبي وقاص؛ جئت لأحرسك فنام النبي صلى الله عليه وسلم۔

اسی اثناء میں ہم نے اسلحے کی آواز سنی تو نبی علیہ السلام نے استفسار فرمایا: یہ کون ہے؟ تو جواب دیا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں، آپ کی حفاظت کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

صحیح مسلم میں لیث کے طریق میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: "وقع في نفسي خوف على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجئت أحرسه، فدعا له رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔(۳)

کہ ''میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشہ پیدا ہوا تو میں ان کی حفاظت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعاؤں سے نوازا۔''

---

(۱) فتح الباري (ج۱ص۸۲)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۷۰)، وشرح القسطلاني (ج۵ص۸٦)۔

(۲) مسند الإمام أحمد بن حنبل (ج٦ص۱٤۱)۔

(۳) صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، رقم (٦۲۳۱)۔

ایک سوال اوراس کے جوابات

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تو اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے: ﴿واللّٰہ یعصمك من الناس﴾ کہ ''اللہ تعالی لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کریں گے''۔ تو اللہ عزوجل کی خصوصی حفاظت ونگرانی میں ہونے کے باوجود حراست وحفاظت کی مزید کیا ضرورت ہے؟(۱)

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا سوال کا جواب تو یہ دیا ہے کہ حدیث میں مذکور واقعہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ چنانچہ حدیث (۲) میں آیا ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو رات کو اپنی حفاظت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کردی تھی۔ (۳)

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث باب اوراس طرح کی دیگر احادیث جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ونگرانی کا ذکر ہے وہ مذکورہ بالا آیت سے منسوخ ہیں۔ (۴)

جب کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب کو منسوخ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں ایسی کوئی بات نہیں جو حراست وحفاظت کی نفی کرتی ہو، جیسا کہ اللہ عزوجل کا اپنے دین کا دوسرے ادیان پر غالب وظاہر کرنا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ قتال کیا جائے اوراس کے لئے لشکر وغیرہ تیار کیا جائے۔ (۵)

تو اس صورت میں ''عصمۃ'' سے مراد فتن، گمراہی اور جان کے ضائع ہونے وغیرہ سے حفاظت ہے۔ (۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین صحابہ کرام

روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد تقریبا بیس تک مروی ہے،

---

(۱) عمدة القاري (ج ۱٤ ص ۱۷۰)۔

(۲) وقد روى الترمذي من طريق عبد الله بن شقيق عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يُحرَس حتى نزلت هذه الآية: ﴿والله يعصمك من الناس﴾ فأخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من القُبة، فقال لهم: أيها الناس، انصرفوا، فقد عصمني الله"۔ الجامع للترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب: ومن سورة المائدة، رقم (۳۰٤٦)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج ۵ ص ۸۲)۔

(٤) فتح الباري (ج ٦ ص ۸۲)۔

(۵) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج ۱٤ ص ۱۷۰)۔

(٦) فتح الباري (ج ٦ ص ۸۲)۔

جن میں سے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام یہ ہیں:

حضرت سعد بن معاذ، محمد بن مسلمہ، زبیر، ابو ایوب الانصاری، ذکوان بن عبدقیس، ادرع السلمی، محجن بن ادرع، عباد بن بشر، عباس بن عبدالمطلب اور ابوریحانہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔(۱)

حدیث باب سے مستنبط فوائد

علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ سلطان کو دشمن سے حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے حفاظت و چوکیداری کا انتظام کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ باوجودیکہ آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ اللہ عزوجل ان کے ذریعے اپنے دین کو کامل و مکمل کریں گے اور ان کے ذریعے اللہ کا کلمہ بلند ہوگا، (اور ظاہری بات ہے کہ جب تک فریضہ رسالت کی ادائیگی کا کام مکمل نہیں ہوتا آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا) لیکن آپ علیہ السلام نے اپنی حفاظت کا اہتمام کیا، تاکہ دشمن کے اچانک کئے گئے حملے سے اور اس کی تکالیف سے بچاؤ ممکن ہو سکے۔(۲)

نیز یہ بات بھی مستفاد ہوئی کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی اپنے سلطان کی حفاظت کا اہتمام وانتظام کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں دشمن کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا موقع مل جائے۔(۳)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس جملے میں ہے: "من يحرسني الليلة....."۔

لیکن اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں تو "الغزو في سبيل الله" کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں، اس میں مذکور واقعہ تو حضر کا ہے، نہ کہ غزوے کا، جب کہ ترجمۃ غزوۃ فی سبیل اللہ کا ہے؟

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر ہو یا حضر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ کے راستے ہی میں ہوتے تھے۔اس لئے اس اعتراض کے کوئی معنی نہیں۔(۴)

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۵ ص۸٦)، وحاشية السهارنفوري على صحيح البخاري (ج۲ ص۱۰۷٤)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ ص۸۲)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٧٠)۔

٢٧٣٠ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (١) ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ ، وَالدِّرْهَمِ ، وَالْقَطِيفَةِ ، وَالْخَمِيصَةِ ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ) .

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : لَمْ يَرْفَعْهُ إِسْرَائِيلُ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ .

تراجم رجال

ا۔ یحیی بن یوسف

یہ ابو یوسف یا ابو زکریا یحیی بن یوسف بن ابی کریمۃ الزّمی الرقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

ان کا تعلق خراسان کے ایک گاؤں "زم" سے تھا، لیکن بعد میں انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی۔(۳)

یہ عبداللہ بن ادریس، عبیداللہ بن عمرو الرقی، عیسی بن یونس، ابو معشر المدنی، ابوبکر بن عیاش، خلف بن خلیفہ، ابو الاحوص اور امام وکیع رحمہم اللہ تعالی وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام بخاری، ابن ماجہ، ابوزرعہ دمشقی، ابو حاتم رازی، محمد بن اسحاق صنعانی، عثمان بن خرزاذ، عباس الدوری، حنبل بن اسحاق، عبداللہ بن حماد آملی، ابوبکر بن ابی الدنیا، محمد بن غالب تمتام، ابوبکر بن ابی خیثمہ اور احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ شامل ہیں۔(۴)

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألت أبي عنه، فقال: كتبنا عنه بالري قديما، ثم كتبنا عنه ببغداد، وسألت أحمد بن حنبل عنه، فأثنى عليه، قلت لأبي: ما قولك فيه؟ قال: هو عندي صدوق"۔(۵)

(١) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا (ج١ص٤٠٤)، كتاب الجهاد، نفس الباب الذي نحن فيه، رقم (٢٨٨٧)، و(ج٢ص٩٥٢)، كتاب الرقاق، باب مايتقى من فتنة المال، رقم (٦٤٣٥)، وابن ماجه، أبواب الزهد، باب في المكثرين، رقم (٤١٣٥-٤١٣٦)۔

(٢) تهذيب الكمال (٣٢ص٦٠)، وطبقات ابن سعد (ج٧ص٣٤٨)۔

(٣) تهذيب الكمال (ج٣٢ص٦٠و٦١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٧١)۔

(۴) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج٣٢ص٦٠-٦١)

(۵) تہذیب الکمال (ج۳۲ص۶۱)، والجرح والتعدیل (ج۹ص۲۴۷) رقم (۱۲۸۷-۸۳۲)۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے ری اور بغداد دونوں جگہ حدیث سنی ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی تعریف کی۔ میں نے اپنے والد ابوحاتم سے ان کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ثقة"۔(۱)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے: "الإمام الحافظ الحجة ..... وكان من كبار المحدثين الرحالة"۔(۲)

ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وكان ثقة"۔(۳)

اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۴)

اصحاب اصول ستہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان سے روایات لی ہیں۔(۵)

اور صحیح بخاری میں ان سے صرف چار احادیث مروی ہیں۔(۶)

عباسی خلیفہ ''واثق باللہ'' کے دور خلافت میں بغداد میں ۲۲۵ھ کو ان کا انتقال ہوا(۷)۔ ایک قول ۲۲۹ھ کا بھی ہے۔(۸) رحمه الله تعالى رحمة واسعة

۲۔ ابوبکر

یہ ابوبکر بن عیاش الخیاط المقری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۹)

(۱) تهذيب الكمال (ج۳۲ ص۶۱)، وسير أعلام النبلاء (ج۱۱ ص۳۸)۔

(۲) سير أعلام النبلاء (ج۱۱ ص۳۸)۔

(۳) تهذيب التهذيب (ج۱۱ ص۳۰۸)۔

(٤) الثقات لابن حبان (ج۹ ص۲۶۲)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج۳۲ ص۶۲)، اعلم أن العلامة العيني رحمة الله عليه عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۱) عده من أفراد البخاري فحسب، ولكن كما ترى أن المزي عده من رجال ابن ماجه أيضا، وهو الصحيح۔

(٦) تهذيب التهذيب (ج۱۱ ص۳۰۸)۔

(۷) تهذيب الكمال (ج۳۲ ص۶۱)۔

(۸) حوالہ بالا و سیر اعلام النبلاء (ج۱۱ ص۳۹)۔

(۹) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجنائز، باب ماجاء في قبر النبي صلى الله عليه وسلم۔

۳۔ابو حصین

یہ ابو حصین عثمان بن عاصم الاسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔ابو صالح

یہ ابو صالح ذکوان السمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ مختصراً "كتاب الإيمان باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۵۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا مفصل تذکرہ بھی "كتاب الإيمان" ہی کے مذکورہ باب کے تحت آ چکا ہے۔(۳)

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تعس عبدالدينار والدرهم والقطيفة والخميصة، إن أعطي رضي، وإن لم يعط لم يرض۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ دینار کا غلام، درہم کا غلام، جھالردار چادر کا غلام اور خمیصہ کا غلام ہلاک ہوا، کہ اگر اسے کچھ دے دیا جاتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا ہے۔

قال أبو عبدالله: لم يرفعه إسرائيل ومحمدبن جحادة عن أبي حصين۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسرائیل (۴) اور محمد بن جحادہ (۵) نے ابو حصین کے واسطے سے یہ روایت مرفوعاً بیان نہیں کی ہے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص۶۵۸)۔

(۳) حوالہ بالا (ص۶۵۹)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب من ترك بعض الاختيار مخافة أن يقصر......۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الإجارة، باب كسب البغي۔

مذکورہ بالا عبارت کا مطلب

اس عبارت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی باب کی جو روایت ہے اس کو اسرائیل بن یونس اور محمد بن جحادہ رحمہما اللہ تعالی نے موقوفاً نقل کیا ہے۔

دراصل اس حدیث کو ابوحصین سے اسرائیل بن یونس، قاضی شریک، قیس بن الربیع، مہر بن جحادہ اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ تعالی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

جن میں سے اسرائیل بن یونس اور محمد بن جحادہ نے روایت کو موقوف علی ابی ہریرہ قرار دیا ہے، یعنی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جب کہ ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو مرفوع کہا ہے اور قاضی شریک اور قیس بن الربیع نے بھی ابوبکر بن عیاش کی اس بات میں ہم نوائی کی ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔(۱)

راجح موقوف ہے یا مرفوع؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تو اس حدیث کا حکم کیا ہے، یہ حدیث موقوف ہے یا مرفوع؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں:

"إسرائيل أثبت منهم، ولكن اجتماع الجماعة يقاوم ذلك، وحينئذٍ تتم المعارضة بين الرفع والوقف، فيكون الحكم للرفع......"۔(۲)

کہ "اسرائیل ان کے مقابلہ میں اثبت ہیں، البتہ ان کے مقابلہ میں چونکہ ایک جماعت ہے اس لئے یہ جماعت ان کا مقابلہ کرسکتی ہے، ایسی صورت میں رفع اور وقف کا معارضہ ہوگا اور رفع کو ترجیح دی جائے گی"۔

وَزَادَنَا عَمْرٌو قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ[۳]، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوبَى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الحِرَاسَةِ كَانَ فِي

(۱) فتح الباري (ج۱۱ ص۲٥٤)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الحديث السابق آنفا۔

الْحِرَاسَةِ ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ ، إِنْ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ ».
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : لَمْ يَرْفَعْهُ إِسْرَائِيلُ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ .
وَقَالَ : «تَعْسًا» كَأَنَّهُ يَقُولُ : فَأَتْعَسَهُمُ اللَّهُ . «طُوبَى» فُعْلَى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ ، وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ إِلَى الْوَاوِ ، وَهِيَ مِنْ يَطِيبُ . [٦٠٧١]

تراجم رجال

ا۔عمرو

یہ عمرو بن مرزوق بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار

یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار العدوی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ أبيه

"ابیہ" سے مراد ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن دینار قرشی عدوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۴۔ابوصالح

سابقہ سند دیکھئے۔(۴)

۵۔ابوہریرہ

سابقہ سند دیکھئے۔(۵)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الغسل، باب إذا التقى الختانان۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم......۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص۶۵۸) و(ج۳ص۱۲۵)۔

(٤) كشف الباري (ج۱ص۶۵۸)۔

(۵) حوالہ بالا (ص۶۵۹)۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تعس عبدالدينار وعبدالدرهم وعبد الخميصة۔

ان چیزوں کی غلامی کا مطلب

حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ دینار، درہم اور خمیصہ کا غلام ہلاک ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی اگر ان چیزوں کے حصول اور طلب کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے، اللہ کو اور اس کے احکامات کو بھول جائے اور اس کی تمام کوششیں مال کی زیادتی ہی میں صرف ہو جائے تو گویا کہ وہ مال کا، دینار کا اور درہم کا غلام ہے اور انہی چیزوں کے حصول میں اس طرح مصروف ہے کہ گویا وہ بندہ اور یہ اشیاء اس کا رب ہیں اور دونوں کے درمیان آقا و غلام کا تعلق ہے۔(۱)

پھر یہاں حدیث باب میں جو دینار یا درہم، خمیصہ اور قطیفہ کا ذکر آیا ہے تو ان اشیاء کی تخصیص مراد نہیں ہے، بلکہ مطلقا مال مراد ہے۔

"الخميصة": اس چادر کو کہتے ہیں جو سیاہ ہو، مربع ہو اور اس پر مختلف قسم کی دھاریاں بنی ہوئی ہوں۔(۲)

القطيفة: مخملی چادر کو کہا جاتا ہے اور اس کی جمع قطائف ہے۔(۳)

إن أعطي رضي، وإن لم يعط سخط۔

اگر اسے دیا جائے تو راضی ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر خالق حقیقی کی جانب سے ایسے شخص کو نوازا جائے، اسے خوب مال و دولت دیا جائے تو راضی وخوش رہتا ہے اور اگر اسی خالق کی طرف سے کبھی کبھار اس کے رزق وغیرہ میں تنگی پیدا ہو جائے تو اپنے خالق سے ناراض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ یہ دینار و درہم کا غلام ہے، بالکل صحیح و درست ہے، اور اس صورت میں ایسے شخص کی ہلاکت کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اسنے اپنے تمام اعمال کو فانی دنیا کے حصول پر موقوف کر رکھا ہے اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی نعمتوں کے حصول کی کوشش چھوڑ دی ہے اور اس کے لیے عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔(۴)

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ ص۸۳)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)۔

(۳) حوالہ بالا (ص۱۷۱)۔

(٤) شرح ابن بطال (ج۵ ص۸۳)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)۔

اگر غور کے ساتھ دیکھا جائے تو ہمارے اس زمانے میں بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں جو اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے تھوڑی سی تکلیف اور مشقت پر سیخ پا ہو جاتے ہیں، تقدیر کو کوسنے لگتے ہیں، کفار سے تو شکوہ ہی بے جا ہے، ہمارے اکثر مسلمانوں کی یہی حالت ہے، جب کہ اس میں ہمارا اپنا ہی قصور ہے، اعمال ہی ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر شرم آتی ہے، پھر اللہ کی نصرت اور اس کی طرف سے رزق کی فراوانی کے بھی امیدوار ہیں! فـإلـى اللہ المشتکی۔

تعس وانتکس

ایسا شخص ہلاک اور برباد ہوا۔

اس جملے میں ایسے شخص کے لیے بددعا ہے جو مال و دولت کا غلام بن کر اسی کا ہو رہا اور اپنے خالق و مالک کو بھول گیا کہ ایسا شخص ہلاک ہے، برباد ہے۔

تعس کی صرفی ومعنوی تحقیق

کلمہ "تعس" تُعسا وتعساً سے فعل ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کا اکثر استعمال باب "سمع" سے ہوتا ہے۔اور باب "فتح" سے بھی مستعمل ہے۔(۱)

مختلف ائمہ لغت نے اس کلمہ کے مختلف معنی بیان کیے ہیں لیکن ان سب کا مرجع وحاصل چونکہ ایک ہی ہے اس لیے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔اور ترجمے میں ان سب معانی کے جامع لفظ "ہلاکت" کو لیا ہے۔(۲)

انتکس کی صرفی ولغوی تحقیق

اور "انتکس" باب "افتعال" سے فعل ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کا مجرد نکس ہے۔اور نکس کے

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٨٢)۔

(۲) فقال العلامة ابن بطال رحمة الله عليه: "التعس: ألا ينتعش، ولايفيق من عثرته ...... هذا قول الخليل، وقال ابن الأنباري: التعس: الشر، هذا قول المبرد، وقال غيره: التعس: البعد، وقال الرستمي: التعس أن يخر على وجهه، قال: والتعس أيضا: الهلاك"۔ شرح ابن بطال (ج٥ص٨٣)۔

معنی بقول رستمی ''سر کے بل گرنے'' کے ہیں۔ مراد یہاں بھی ''ہلاکت'' ہی ہے۔(۱)

وإذا شيك فلا انتقش۔

اور اسے جو کانٹا چبھ گیا وہ نہیں نکلا۔

پھر یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تاکید اس شخص کے لیے یہ جملہ بھی بد دعا کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اگر اسے کوئی کانٹا چبھ گیا تو وہ اسے نوچنے (کانٹا نکالنے کا آلہ) کے ذریعہ نکالنے کی توفیق نہ ہو، تاکہ وہ دنانیر، دراہم کی طلب وسعی سے رک جائے۔(۲)

اور کبھی انتقاش بطور استعارہ توبہ کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے، اس صورت میں مذکورہ جملے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے شخص کو توبہ کی توفیق نہ ہو۔(۳)

طوبى لعبدٍ آخذٍ بعنان فرسه في سبيل الله أشعث رأسه مغبرةً قدماه۔

ایسے شخص کے لیے بشارت وخوش خبری ہو، جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کے سر کے بال پراگندہ اور اس کے قدم گرد وغبار سے اٹے ہوئے ہیں۔

اس جملے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی اور ایسے اعمال کی جو دنیا و آخرت میں فائدہ دیں ترغیب دی ہے۔(۴)

"أشعث رأسه" کا اعراب

"أشعث" مجرور بالفتحہ ہے، کیونکہ یہ غیر منصرف ہے اور یہ لفظ عبد کی چونکہ صفت ہے اس لئے مجرور ہے۔(۵)

جب کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے "أشعث" کو منصوب بنا بر حال کہا ہے۔(۶)

---

(۱) قال الرستمي: "النكس: أن يخر على رأسه" شرح ابن بطال (ج۵ص۸۳)۔

(۲) حوالۂ بالا، وأعلام الحديث للخطابي (ج۲ص۱۳۸۸)، وتاج العروس (ج۴ص۳۵۹)، مادة "نقش"۔

(۳) مصباح اللغات (ص۹۰۲)، مادة: "نقش"۔

(۴) فتح الباري (ج۶ص۸۳)، وشرح ابن بطال (ج۵ص۸۳)۔

(۵) شرح القسطلاني (ج۵ص۸۷)۔

(۶) حوالہ بالا، وشرح الطيبي (ج۵ص۲۸۸)۔

اور "رأسه" اشعث کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔(۱)

لیکن ابوذر کے نسخے میں "أشعث" مرفوع آیا ہے، تو علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ "أشعث" چونکہ "رأسه" کی صفت ہے اس لئے مرفوع ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے: رأسُه أشعثُ۔(۲)

مگر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کرمانی اور بعض کی اس توجیہ پر رد کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ کرمانی اور بعض نے جو کہا ہے وہ نحاۃ کے نزدیک درست نہیں ہے اور "رأس" أشعث کا فاعل ہے اور وہ صفت کیونکر واقع ہوسکتا ہے، حالانکہ موصوف اپنے صفت پر متقدم نہیں ہوتا اور بعض نے جو عبارت کی تقدیر بیان کی ہے، اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ "أشعث" کے بعد جو "رأسه" ہے اسے ملغیٰ قرار دیا جائے۔(۳)

اور "مغبرة قدماه" کے اعراب میں بھی وہی تفصیل ہے جو "أشعث رأسه" میں ہے۔(۴)

إن كان في الحراسة كان في الحراسة، وإن كان في الساقة كان في الساقة۔

اگر وہ پاسبانی اور پہرے میں ہو تو پاسبانی میں ہی ہو اور اگر وہ لشکر کے آخری حصے میں ہو تو لشکر کے آخری حصے میں ہی ہو۔

یہ جگہ ان مواضع میں سے ہے کہ جہاں شرط اور جزاء متحد ہیں لیکن معنی ہر ایک کا دوسرے سے مختلف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے:

"إن كان المهم في الحراسة كان فيها، وإن كان المهم في الساقة كان فيها"۔(۵)

"یعنی لشکر کی پاسبانی اور پہرہ داری وقت کا تقاضا اور مہم ہو تو اسی میں ہوتا ہے اور اگر مہم اور ضروری لشکر کے آخری حصے میں موجودگی ہو تو وہیں ہوتا ہے"۔

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو جس کام کا حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتا

---

(۱) إرشاد الساري (ج۵ص۸۷)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٨٣)، وشرح الكرماني (ج١٢ص١٥٦)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٧٢)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٨٣)۔

(٥) حوالہ بالا۔

ہے اور جہاں بھی اسے کھڑا کر دیا جائے، اپنی جگہ سے وہ نہیں ہلتا، جم کر کھڑا رہتا ہے، چنانچہ اگر مقدمۃ الجیش کی حفاظت اسے سونپی جائے تو وہیں ہوتا ہے اور اگر لشکر کے پچھلے حصے کی نگہبانی کا کہا جائے تو اس سے بھی انکار نہیں کرتا۔(۱)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں جزاء کی تعظیم وفخامت پر دلالت ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ پاسبانی اور نگہبانی میں ہو تو ایک عظیم کام میں مشغول ہے اور مراد اس سے اس کا لازم ہے یعنی ایسے شخص کو چاہئے کہ حراست ونگہبانی کے لوازم کو پورا کرے اور اپنے کام وفرض کی انجام دہی میں پوری تندہی کے ساتھ مشغول رہے۔(۲)

اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ وہ شہرت سے بچتا ہے، رفعت وبلندی کا طالب نہیں ہوتا، اپنے کام سے کام رکھتا ہے، گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ نگہبانی میں ہو تو اسی میں مشغول رہتا اور اگر لشکر کے پچھلے حصے میں اسے متعین کر دیا جائے تو وہیں رہتا ہے، یعنی ہر حال میں خوش رہتا ہے اور جو بھی ذمہ داری اسے سونپ دی جائے اسے پورا کرتا ہے۔(۳)

مقدمۃ الجیش اور
مؤخر الجیش کی تخصیص بالذکر کی وجہ

حدیث میں شراح کی تصریح کے مطابق حراست سے مراد مقدمۃ الجیش یعنی لشکر کے اگلے حصہ کی نگہبانی و پاسبانی ہے اور ساقہ سے لشکر کا آخری اور پچھلا حصہ مراد ہے۔(۴)

چنانچہ یہاں لشکر کے صرف دو حصوں پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے اور ان دونوں کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تو اس تخصیص کی وجہ علامہ طیبی وعلامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ ان دونوں حصوں کی نگہبانی میں مشقت اور تکلیف زیادہ ہے، پہلا تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ مسلمان دار الحرب سے نکل رہے ہوں، ظاہر ہے کہ ان اوقات ہی میں لشکر کو زیادہ خطرات لاحق ہوتے ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص۸۳)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)، وشرح الطيبي (ج۹ ص۲۸۸)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص۸۳)۔

(٤) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱٥٦)۔

(٥) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)، وشرح الطيبي (ج۹ ص۲۸۸)۔

إن استأذن لم يؤذن له، وإن شفع لم يشفع له۔

اگر وہ اجازت طلب کرتا ہے (کسی سے ملاقات وغیرہ کے لیے) تو اس کو اجازت بھی نہ ملے اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش بھی قبول نہ کی جائے۔

اس جملے میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ شخص دنیا اور اہل دنیا کی طرف کوئی التفات وتوجہ نہیں دیتا، اس نے اپنے نفس کو بالکل فنا کردیا ہے، اس کو مال کی طلب ہے، نہ ہی لوگوں کے نزدیک شان وشوکت کا خواہاں ہے، بلکہ اس کی شان وشوکت تو اللہ ہی کے ہاں ہے، لوگ تو اس کی کسی کے بارے میں سفارش تک قبول نہیں کرتے، لیکن اللہ تعالی کے نزدیک اس کی اتنی حیثیت ہوتی ہے کہ اس کی شفاعت بھی قبول کی جاتی ہے اور اس کے بارے میں بھی سفارش قبول کی جاتی ہے۔(۱)

وقال: تعسا، كأنه يقول: فأتعسهم الله۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (قرآن مجید میں) تعسا، "فأتعسهم الله" اللہ انہیں ہلاک کرے، کے معنی میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول صرف مستملی کے نسخہ میں ہی پایا جاتا ہے۔(۲)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ معروف عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ آیا ہو اور وہی لفظ قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہو تو اس کی تفسیر وتوضیح فرماتے ہیں۔(۳)

چنانچہ اسی عادت کے موافق یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿والذين كفروا فتعسا لهم وأضل أعمالهم﴾ (۴) میں وارد لفظ "فتعسا" کی تفسیر فرمائی ہے کہ یہ "فأتعسهم الله" کے معنی میں ہے، یعنی اللہ تعالی انہیں ہلاک کرے۔ یہی تفسیر دیگر مفسرین کرام سے بھی منقول ہے۔(۵)

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)۔

(۲) حوالۂ بالا، و فتح الباري (ج٦ ص۸۳)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) محمد /۸۔

(٥) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۲)، و فتح الباري (ج٦ ص۸۳)۔

طوبى فعلى من كل شيء طيب، وهي ياء حولت إلى الواو، وهي من يطيب۔

طوبی فعلی کے وزن پر ہے، ہر اچھی چیز کے لئے، واو اصل میں یاء تھا پھر یاء کو واو سے بدل دیا گیا اور یہ یطیب سے مشتق ہے۔

لفظ "طوبى" کی صرفی ولغوی تحقیق

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طوبی کی صرفی ولغوی تحقیق فرمائی ہے کہ یہ فعلی کے وزن پر ہے اور یطیب سے مشتق ہے، اس صورت میں طیبی ہونا چاہئے تھا تو اس کی وجہ امام صاحب نے یہ بتائی کہ یاء کو واو سے تبدیل کیا گیا ہے، کیونکہ یاء کا ماقبل مضموم ہے، جو کہ واو کا متقاضی ہے، اس لئے یاء کو واو سے تبدیل کر دیا گیا۔(۱)

طوبی کے ایک معنی تو جنت کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔(۲) لیکن غالبا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں "من كل شيء طيب" لا کر یہ اشارہ فرمایا کہ لفظ کے عام معنی مراد لیے جائیں تو زیادہ بہتر ہے، اس طرح جنت ہو یا اس کے ایک درخت کا نام یا اور کوئی بھی اچھی چیز اس عموم کے تحت داخل ہو جائے گی۔

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿الذين آمنوا وعملوا الصالحات طوبى لهم وحسن مآب﴾(۳) میں وارد لفظ "طوبی" کی تفسیر وتوضیح فرمائی ہے۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "طوبى لعبد آخذ بعنان فرسه في سبيل الله" اور "إن كان في الحراسة كان في الحراسة" کہ ان دونوں جملوں میں اللہ کے راستے میں نگہبانی و پاسبانی پر خوشخبری دی گئی ہے۔(۵)

---

(۱) إرشاد الساري (ج۵ ص۸۷)۔

(۲) وفتح الباري (ج٦ ص۸۳)۔

(۳) الرعد ۲۹۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص۸۳)۔

(٥) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧١)۔

حراست فی سبیل اللہ کی

فضیلت کے بارے میں دیگر چند احادیث

اللہ کے راستے میں نگہبانی و پاسبانی کی فضیلت دیگر اور احادیث میں بھی وارد ہوئی ہے، جو امام بخاری کی شرط پر تو نہیں، البتہ صحیح ضرور ہیں، جن میں سے چند کو ذیل میں ہم نقل کرتے ہیں:-

۱۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے: "حرس ليلة في سبيل الله تعالى أفضل من ألف ليلة، يقام ليلها ويصام نهارها"۔ (۱) کہ "اللہ تعالی کے راستہ میں ایک رات کی نگہبانی ان ایک ہزار راتوں سے بہتر و افضل ہے، جن کی راتوں میں نفلیں پڑھی جائیں اور ان کے دنوں میں روزہ رکھا جائے"۔

۲۔حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے: "حرمت النار على عين سهرت في سبيل الله" (۲) یعنی "جہنم کی آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ کے راستے میں جاگی ہو"۔

۳۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: "عينان لاتمسهما النار: عين بكت من خشية الله، وعين باتت تحرس في سبيل الله"۔ (۳) یعنی "جہنم کی آگ دو آنکھوں کو نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کی خشیت وخوف سے روئی ہو۔ اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں نگہبانی و پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے رات گذاردی ہو"۔

۴۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ألا أنبئكم بليلة أفضل من ليلة القدر حارس حرس في أرض خوف لعله أن لايرجع إلى أهله"۔(۴)

"کیا میں تمہیں ایسی رات کی بابت نہ بتلاؤں جو لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے، وہ اس نگہبانی کرنے والے (کی رات ہے) جو دہشت زدہ سرزمین پر سرحدوں کی نگہبانی کا فریضہ انجام دیتا ہے، شاید کہ وہ اپنے اہل وعیال کی طرف دوبارہ واپس نہ آئے"۔

---

(۱) مسند الإمام أحمد (ج۱ ص ٦١ و ٦٥)، الترغيب للمنذري (ج۲ ص ٢٥٠)۔

(۲) مسند الإمام أحمد (ج٤ ص ١٣٤)، والمستدرك (ج۲ ص ۸۳)، وقال الذهبي في تلخيصه للمستدرك: "صحيح"۔

(۳) الجامع للترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل الحرس في سبيل الله، رقم (١٦٣٩)۔

(٤) المستدرك للحاكم (ج۲ ص ٨٠) كتاب الجهاد، باب من رابط يوما و ليلة، وكنز العمال (ج٤ ص ٣٢٣)، ومن أراد الاستزادة فليراجع الترغيب والترهيب للمنذري (ج۲ ص ٢٤٨)، كتاب الجهاد، باب الترغيب في الحراسة في سبيل الله تعالى۔

۷۰ - باب : فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت غازی کی خدمت کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں، چاہے یہ خدمت کا فعل چھوٹے کا بڑے کے لیے ہو، یا بڑے کی طرف سے چھوٹے کے لیے انجام دیا جائے، یا دو ہم رتبہ وہم عمر افراد ایک دوسرے کی خدمت کریں۔(۱)

اور اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، جو سب کی سب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، چنانچہ پہلی حدیث میں تو بڑے کی چھوٹے کی خدمت کرنا مذکور ہے، دوسری حدیث میں اس کے برعکس ہے اور تیسری حدیث میں مساوی اشخاص کی خدمت کا ذکر پایا جاتا ہے، جیسا کہ ہم آگے تشریح احادیث کے تحت انشاء اللہ بیان کریں گے۔(۲)

۲۷۳۱ : حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ . عَنْ ثابِتٍ الْبُنَانِيِّ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ (۳) : صَحِبْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ . فَكَانَ يَخْدُمُنِي وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ ، قالَ جَرِيرٌ : إِنِّي رَأَيْتُ الْأَنْصارَ يَصْنَعُونَ شَيْئًا . لَا أَجِدُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ .

تراجم رجال

۱۔ محمد بن عرعرہ

یہ ابو عبداللہ محمد بن عرعرہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٧٣)، فتح الباري (ج٦ ص٨٣)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، أخرجه مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب حسن صحبة الأنصار رضي الله [illegible] (٦٤٢٨)۔

(۴) كشف الباري (ج٢ ص [illegible])۔

۲۔شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا مختصر تذکرہ "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون ......" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

۳۔یونس بن عبید

یہ ابوعبید یونس بن عبید بن دینار بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا مختصر تذکرہ "کتاب الإیمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا ......﴾" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۴۔ثابت البنان

یہ مشہور تابعی بزرگ ابومحمد ثابت بن بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے مفصل حالات "کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۵۔انس بن مالک

یہ مشہور صحابی، خادم رسول، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ......" کے تحت آچکا۔(۴)

قال: صحبت جرير بن عبد الله، فكان يخدمني، وهو أكبر من أنس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو وہ میری خدمت کرتے تھے، حالانکہ وہ انس رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے۔

یہ سفر کا واقعہ ہے یہی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے، وہاں سفر کی تصریح موجود ہے۔"خرجت مع جرير بن عبد الله في سفر ......"۔(۵)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ ص۶۷۸)۔

(۲) کشف الباري (ج۲ ص۲۰۲)۔

(۳) کشف الباري (ج۳ ص۱۸۳)۔

(٤) کشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(٥) الصحیح لمسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب حسن صحبة الأنصار، رقم (٦٤٢٨)۔

اور حدیث کے جملے "وهو أكبر من أنس" میں دو احتمالات ہیں:-

ا۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہو، اس صورت میں یہاں التفات ہے، یعنی التفات المتکلم الی الغیبۃ، کیونکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ "وهو أكبر مني" کہتے، لیکن التفات کرتے ہوئے "أكبر من أنس" فرمایا، اس صورت میں یہ جملہ حالیہ ہوگا۔(۱)

۲۔ مسلم شریف (۲) کی روایت "محمد بن المثنی عن ابن عرعرة" کے طریق میں یہ الفاظ آئے ہیں "وكان جرير أكبر من أنس" تو شاید یہ الفاظ ثابت بنانی کے ہوں تو اس صورت میں یہ جملہ معترضہ ہوگا۔ (۳)

قال جرير: إني رأيت الأنصار يصنعون شيئا لا أجد أحداً منهم إلا أكرمته۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے انصار کو ایک ایسا کام کرتے دیکھا کہ جب بھی ان میں سے کوئی مجھے ملتا ہے تو میں اس کی تعظیم واکرام کرتا ہوں۔

مسلم شریف کی روایت میں "إني قد رأيت الأنصار تصنع برسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا" (۴) ہے، چنانچہ اب مطلب یہ ہوگا کہ میں نے انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے اب جب کبھی میں کسی انصاری صحابی سے ملتا ہوں تو اس کا اکرام کرتا ہوں۔ گویا یہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو خدمت کی تھی اس کی علت بیان کی ہے کہ چونکہ یہ حضرات انصار، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے، ان کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے، اس لئے ہمیں ان انصار کی خدمت وتعظیم کرنی چاہئے۔

اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے "شيئا" کو جو مبہم رکھا اس سے مقصود مبالغہ ہے۔(۵)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ باب کی یہ حدیث

---

(۱) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۷۳)، وفتح الباري (ج۶ ص۸۴)۔

(۲) صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب حسن صحبة الأنصار، رقم (۶۴۲۸)۔

(۳) فتح الباري (ج۶ ص۸۴)، وإرشاد الساري (ج۵ ص۸۷)۔

(۴) صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب حسن صحبة الأنصار، رقم (۶۴۲۸)۔

(۵) فتح الباري (ج۶ ص۸۴)، وعمدة القاري (ج۱۴ ص۱۷۳)۔

ان احادیث میں سے ہے، جن کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے غیر مناسب موقع پر ذکر کیا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس حدیث کو مناقب میں ذکر کرتے، نہ کہ جہاد میں، لیکن انہوں نے اس کے عکس کیا کہ اس حدیث کو جہاد میں ذکر کردیا۔(۱)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بعینہ اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کی ہے اور اس میں "في سفر" کا اضافہ بھی مروی ہے۔(۲)

تو اب معلوم ہوا کہ یہ واقعۂ خدمت و اکرام سفر کا ہے اور سفر عام ہے، خواہ غزوے کا ہو یا غیر غزوے کا، تو اس طرح حدیث اپنے باب میں واقع ہوگی اور مطابقت بھی حاصل ہوجائے گی۔(۳)

۲۷۳۲ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حدّثنا محمّدُ بْنُ جعفرٍ ، عن عمرو بن أبي عَمْرٍو ، مَوْلَى الْمطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ : أنّه سمع أنس بن مالك رضي الله عنه يقول[۴] : خرجتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ أَخْدُمُهُ . فلمّا قدم النّبيّ ﷺ راجعًا وبدا له أحدٌ . قال : (هذا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) . ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى المدينةِ . قال (اللّهمّ إنّي أحرّم ما بين لابتيها ، كتحريم إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ . اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا) .

[۳۱۸۷ ، ۳۸۵۵ ، ۳۸۵٦ ، ٥١٠٩ ، ٦٠٠٢ ، ٦٩٠٢ . وانظر : ۳٦٤ ، ۲۰۲۳]

تراجم رجال

۱۔عبدالعزیز بن عبداللہ

یہ ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی الاویسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٨٤)۔

(۲) مسلم شريف، كتاب فضائل الصحابة، باب حسن صحبة الأنصار، رقم (٦٤٢٨)۔

(۳) عمدة القاري (١٤ ص ١٧٣)۔

(٤) قوله: "أنس بن مالك رضي الله عنه" الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب ما يذكر من الفخذ۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب الحرص على الحديث۔

۲۔محمد بن جعفر

یہ محمد بن جعفر بن ابی کثیر انصاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔عمرو بن ابی عمرو

یہ عمرو بن میسرہ ابی عمرو رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔انس بن مالک

سابقہ سند دیکھئے۔(۳)

حدیث کا ترجمہ

عمرو بن ابی عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا، میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے اور احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وہ پہاڑ ہے، جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے''۔

بعد ازیں آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیانی خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا، اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرمائیے''۔

باب کی یہ حدیث چونکہ ماقبل میں کئی مرتبہ گذر چکی ہے اور کتاب المغازی میں بھی اس کی کچھ تشریح آچکی ہے، اس لیے ہم نے یہاں صرف ترجمۂ حدیث پر اکتفاء کیا ہے۔(۴)

---

(۱) ان کے حالات کے لیے دیکھئے، کتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب الحرص على الحديث۔

(۳) كشف الباري (ج۲ ص٤)۔

(٤) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۲٥۲و۳۱۹)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ اس جملے میں ہے: "خرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى خيبر أخدمه"۔(۱)

اور ترجمۃ الباب کے مقصد کے تحت ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان میں سے دوسری میں چھوٹے کا بڑے کی خدمت کرنا مذکور ہے تو دیکھئے یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ بحیثیت خادم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ صغیر (چھوٹے) ہیں اور نبی علیہ السلام کبیر (بڑے)۔

۲۷۳۳ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّاءَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، عَنْ مُوَرِّقٍ العِجْلِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ(۲) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، أَكْثَرُنَا ظِلاًّ الَّذِي يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ ، وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا فَلَمْ يَعْمَلُوا شَيْئًا ، وَأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ) .

تراجم رجال

۱۔سلیمان بن داود

یہ ابوالربیع سلیمان بن داود عتکی زہرانی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۷۳)۔

(۲) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، أخرجه مسلم، كتاب الصيام، باب أجر المفطر في السفر إذا تولى العمل، رقم (۲٦۲۲)، والنسائي، كتاب الصيام، باب فضل الإفطار في السفر على الصوم، رقم (۲۲۸۵)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲۷۰)۔

۲۔اسماعیل بن زکریا

یہ ابوزیاد اسماعیل بن زکریا الخلقانی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔ عاصم

یہ عاصم بن سلیمان الأحول رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔مورق العجلی

یہ مورق بن شمرخ عجلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔انس

سابقہ سند دیکھئے۔(۴)

قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی سفر کا واقعہ ہے، چنانچہ اس میں ہے: "كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر؛ فمنا الصائم، و منا المفطر، قال: فنزلنا منزلا في يوم حار"۔(۵) یعنی "ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں روزے دار بھی تھے اور بغیر روزے والے بھی، فرماتے ہیں کہ تو ہم نے ایک منزل پر سخت گرمی کے دن پڑاؤ ڈالا۔"

أكثرنا ظلا من يستظل بكسائه۔

ہم میں سائے کے لحاظ سے بہتر وہ شخص تھا جس نے اپنی چادر سے سایہ کر رکھا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ شدت کی گرمی تھی، اس لئے سایہ کا کوئی انتظام نہیں تھا، زیادہ سے زیادہ جو ہوسکا وہ یہ تھا

(۱)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب البیوع، باب ماذكر في الأسواق۔

(۲)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان۔

(۳)ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب التہجد، باب صلاة الضحى في السفر۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص٤)۔

(٥) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب أجر المفطر في السفر ......، رقم (٢٦٢٢)۔

کہ جن صحابہ کے پاس چادر وغیرہ تھی وہ اس کے ذریعے سایہ کا انتظام کررہے تھے، رہے وہ حضرات جن کے پاس چادر وغیرہ بھی نہیں تھی تو انہوں نے گرمی سے بچنے کے لیے ہاتھوں کا استعمال کیا، چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے: "ومنا من يتقي الشمس بيده"۔(۱)

وأما الذين صاموا فلم يصنعوا شيئا۔

اور جو حضرات روزے سے تھے تو انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

یعنی گرمی چونکہ بہت زیادہ تھی، معاملہ بھی نہایت اہم یعنی غزوے کا تھا، اس لئے وہ حضرات جو روزے سے تھے، برداشت نہ کرسکے، کام وغیرہ کرنے سے عاجز ہوگئے۔(۲)

وأما الذين أفطروا فبعثوا الركاب، وامتهنوا، وعالجوا۔

اور جن حضرات نے روزہ رکھا نہیں تھا تو وہ اپنے اونٹ پانی پر لے گئے اور خوب خدمت بھی کی اور دیگر کام بھی کئے۔

مطلب یہ ہے کہ روزے دار حضرات چونکہ ضعف تھکن کا شکار ہوگئے اور کام وغیرہ سے عاجز ہوگئے تھے. اس لئے اونٹوں کو پانی، گھاس وغیرہ چرنے کے لئے بے روزہ حضرات لے گئے، نیز انہوں نے روزے دار حضرات کی بھی خوب خدمت کی اور دوسرے تمام کام بھی کئے۔

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ذهب المفطرون اليوم بالأجر۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج اجر وثواب تو روزہ رکھنے والے لے گئے۔

اجر سے مراد اجر وافر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ صائمین کے روزے کا اجر کم ہوگیا تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے والوں کو ان کے اعمال کا اجر بھی ملے گا اور روزے داروں کا اجر بھی، کیونکہ انہوں نے اپنے کام بھی انجام دیئے اور روزے داروں کی ذمے داریاں بھی پوری کیں۔(۳)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٨٤)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٨٤)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا سبب

حضرت مولانا ظہور الباری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''روزہ اگرچہ خیر محض ہے اور مخصوص ومقبول عبادت ہے، پھر بھی سفر وغیرہ میں ایسے مواقع پر جب کہ اس کی وجہ سے دوسرے اہم کام رک جانے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے، جو واقعہ حدیث میں ہے اس میں بھی یہی صورت پیش آئی تھی کہ جو لوگ روزے سے تھے، وہ کوئی کام تھکن کی وجہ سے نہ کر سکے، لیکن بے روزہ داروں نے پوری تندہی سے تمام خدمات انجام دیں، اس لئے ان کا ثواب بڑھ گیا۔

اسلام میں عبادت کا نظام انسان کی فطرت کے مطابق اور نہایت معقول طریقے پر قائم ہے۔ دین نے فرائض وواجبات میں مدارج قائم کئے ہیں اور مدارج کا جو پوری طرح لحاظ رکھے گا، اللہ کے نزدیک اس کی عبادت اسی درجے مقبول ہوگی۔ حدیث میں اسی لئے کہا گیا ہے کہ روزہ نہ رکھنے والے آج اجر وثواب لے گئے، حالانکہ انہوں نے ایک اہم عبادت چھوڑی تھی، لیکن اس سے زیادہ اہم عبادت کی خاطر! اس لیے ثواب کے بھی زیادہ مستحق ہوئے''۔(۱)

مذکورہ بالا حدیث سے مستنبط فوائد

۱۔ امام ابوعبداللہ بن ابی صفرة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوے میں خدمت کا اجر روزے کے اجر وثواب سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ روزے نہ رکھنے والا جہاد، طلب علم، دیگر اعمال صالحہ وفاضلہ مثلاً کمزور کی مدد واعانت یا مسلمانوں کو جس چیز کی حاجت وضرورت درپیش ہو، اس کے انجام دہی میں زیادہ قوی وطاقت ور ہوتا ہے۔(۲)

۲۔ نیز یہ فائدہ بھی مستنبط ہوا کہ جہاد میں کہیں اترنا ہو، یا سفر کرنا ہو تو مجاہدین پر واجب ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔(۳)

---

(۱) تفهيم البخاري (ج۲ص۹٦)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۸٤)۔

(۳) حوالہ بالا۔

۳۔حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ مساوی اشخاص ایک دوسرے کی خدمت کر سکتے ہیں اور یہ جائز ہے، اس میں کسی قسم کے عار کی کوئی بات نہیں۔(۱)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث کے اس جملے میں ہے: "فبعثوا الرکاب، وامتھنوا وعالجوا" کیونکہ یہ تمام امور خدمت سے عبارت ہیں، چنانچہ بعث الرکاب کا مطلب تو یہ ہے کہ اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے لے گئے، جب کہ "امتھنوا" کے معنی "خدموا" کے اور "عالجوا" کے معنی کھانا وغیرہ پکانے اور تیار کرنے کے ہیں۔(۲)

٧١ - باب : فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سفر میں اپنے ساتھی کے سامان وغیرہ کو بطور معاونت کے اٹھانے کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۳)

٢٧٣٤ : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ[٤]، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (كُلُّ سُلَامَى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، كُلَّ يَوْمٍ ، يُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ ، يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا ، أَوْ يَرْفَعُ مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَدَلُّ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ) . [ر: ٢٥٦٠]

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٧٤)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ ص١٧٤)۔

(٤) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، قد مر تخريجه في كتاب الصلح، باب فضل الإصلاح بين الناس ......۔

تراجم رجال

۱۔اسحاق بن نصر

یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر بخاری سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔اکثر اپنے دادا کی طرف منسوب ہوکر اسحاق بن نصر کہلاتے ہیں۔(۱)

۲۔عبدالرزاق

یہ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب حسن إسلام المرء" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔معمر

یہ معمر بن راشد ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے ذیل میں آچکا ہے۔(۳)

۴۔ھمام

یہ ھمام بن منبہ بن کامل یمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان، باب حسن إسلام المرء" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۵۔ابو ہریرہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں،ان کے تفصیلی حالات "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت آچکے ہیں۔(۵)

---

(۱)ان کے حالات کے لئے دیکھئے،كتاب الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده في الخلوة۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۴۲۱)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص۴۶۵)۔

(۴) كشف الباري (ج۲ص۴۲۸)۔

(۵) كشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

حدیث کا ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزانہ انسان کے ایک ایک جوڑ پر صدقہ واجب ہے، اگر کوئی شخص کسی کی سواری میں اعانت کرتا ہے کہ اس کو سواری پر سوار کرادے یا اس کا سامان اس پر اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھا اور پاک کلمہ بھی صدقہ ہے، ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔

تنبیہ

حدیث باب کی کچھ تشریحات "کتاب الصلح"(۱) میں گذر چکی ہیں اور کتاب الجہاد ہی کے "باب من أخذ بالركاب ونحوه" کے تحت دیگر تشریحات آئیں گی۔

حدیث باب کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث باب کی مناسبت حدیث کے اس ٹکڑے میں ہے: "يعين الرجل في دابته، يحامله عليها أو يرفع عليها متاعه صدقة"۔

البتہ اشکال یہاں پر یہ ہے کہ ترجمہ تو سفر کا ہے اور اس کے تحت جو حدیث لائی گئی ہے، اس میں تو سرے سے سفر کا ذکر ہی نہیں ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مطلق ہے اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ جب حضر میں اور عام حالات میں کسی کا سامان اٹھانے کی یہ فضیلت ہو تو ظاہری بات ہے کہ حالت سفر میں کسی کا سامان اٹھانے کی فضیلت بطریق اولی اور زیادہ ہوگی۔ اس طرح ترجمے اور حدیث میں مطابقت حاصل ہو جائے گی۔(۲)

---

(۱) كتاب الصلح، باب فضل الإصلاح بين الناس ......، رقم (۲۷۰۷)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۷۵)، وفتح الباري (ج٦ ص۸۵)۔

۷۲ - باب : فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اَللهِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اسلامی سلطنت و خلافت کی سرحدوں پر پہرہ دینا اور نگہبانی کرنا، یہ اہل اسلام کی حفاظت کا بڑا عمدہ، محفوظ اور مضبوط طریقہ ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس فعل کی فضیلت بیان کی ہے۔(۱)

رباط کے معنی

الرباط – بکسر الراء وبالمؤحدة الخفيفة– کے معنی یہ ہیں کہ کفار کے شر و فساد سے مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کی غرض سے اس جگہ اور مقام کو لازم پکڑنا جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہو۔(۲) جس کو عرف عام میں ''سرحد'' کہتے ہیں۔

البتہ علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ جس جگہ کی حفاظت مرابط کر رہا ہو، وہ اس کا وطن نہ ہو، یہی شرط ابن حبیب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کی ہے۔(۳) یعنی بقول ابن حبیب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ابن التین کی بیان کردہ مذکورہ شرط کے قائل ہیں۔

لیکن حافظ صاحب اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالی نے ابن التین کی اس شرط کو رد کیا ہے، ان دونوں کا فرمانا یہ ہے کہ اس اطلاق میں اشکال ہے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کا اپنا ہی وطن ہوتا ہے اور وہ وہاں دشمن کو دفع کرنے کی نیت سے اقامت کئے ہوتا ہے۔(۴)

چنانچہ اسی وجہ سے سلف صالحین میں سے بہت سے حضرات نے سرحدوں میں رہائش اختیار کی۔(۵) تاکہ رباط کا اجر و ثواب حاصل ہو۔

---

(۱) عمدة القاری (ج١٤ ص١٧٥)۔

(۲) حوالہ بالا، وفتح الباري (ج٦ ص٨٥)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا، وقد ذكر العلامة العيني تعريفات أخرى للرباط، ولكن اخترنا أشهرها۔

(۵) فتح الباري (ج٦ ص٨٥)۔

وَقَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا» إِلَى آخِرِ الآيَةِ /آل عمران: ٢٠٠/ .

اور اللہ عز وجل کا قول: اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور کمر بستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لئے بعض اوقات آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی اسی عادت کے موافق انہوں نے مذکورہ آیت بالا پیش کی ہے اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف کیا ہے کہ مرابطہ جو آیت قرآنی میں مذکور ہے اس سے یہی سرحد کی پہرے داری اور نگہبانی مراد ہے۔

چنانچہ اس آیت کی کئی تفسیریں مفسرین کرام سے منقول ہیں(۱)، لیکن مصنف علیہ الرحمۃ نے آیت کریمہ کو اس مقام میں ذکر کر کے آیت کی مشہور ترین تفسیر کو اختیار فرمایا ہے، جو حضرت حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ سے مروی ہے، چنانچہ یہ دونوں حضرات مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "(اصبروا) على طاعة الله (وصابروا) أعداء الله في الجهاد(ورابطوا) في سبيل الله "۔(۲)

٢٧٣٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ : سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ(۳) : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ : (رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ ٱلدُّنْيا وَما عَلَيْهَا ، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ ٱلدُّنْيا وَما عَلَيْهَا ، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، أَوِ الْغَدْوَةُ ، خَيْرٌ مِنَ ٱلدُّنْيا وَما عَلَيْهَا) .
[ر : ٢٦٤١]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن منیر

یہ ابو عبدالرحمن عبداللہ بن منیر المروزی الزاہد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

---

(١) راجع لتلك الأقوال للمفسرين: الفتح (ج٦ص٨٥) والعمدة (ج١٤ص١٧٥)، وتفسير القرطبي (ج٤ص٣٢٢)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ص٨٥)۔

(٣) قوله: "عن سهل بن سعد رضي الله عنه": الحديث، قد مر تخريجه في أوائل الجهاد، باب الغدوة والروحة ......۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب......۔

۲۔ابوالنضر

یہ ابوالنضر ھاشم بن قاسم لیثی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار

یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار مزنی عدوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔ابوحازم

یہ مشہور زاہد، ابوحازم سلمۃ بن دینار مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔سہل بن سعد الساعدی

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

سمع أبا النضر

اس عبارت میں حذف ہے، عبارت کی تقدیر دراصل یوں ہے: "أنه سمع ....." مگر لکھنے میں "أنه" کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔(۵)

أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: رباط یومٍ في سبیل اللّٰہ خیر من الدنیا وماعلیها۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ایک دن پہرہ دینا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے۔

وموضع سوط أحدكم من الجنة خیرمن الدنیا وماعلیها۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم ۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه ۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه ۔

(۵) فتح الباري (ج: ص۸٦)۔

اور جنت میں تم میں سے کسی کے لئے ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و ماعلیہا سے بڑھ کر ہے۔

خیر من الدنیا ومافیہا سے عدول کرنے کی وجہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی باب کی یہ حدیث کتاب الجہاد کے اوائل میں بھی گذری ہے۔(۱) وہاں حدیث کے الفاظ میں "خیر من الدنیا وماعلیہا" کی بجائے "خیر من الدنیا ومافیہا" آیا ہے۔تو "فیہا" سے "علیہا" کی طرف عدول کرنے کی وجہ کیا ہے؟

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عدول میں فائدہ یہ ہے کہ "فیہا" میں معنی ظرفیت اور"علیہا" کے اندر استعلاء کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ استعلاء میں ظرفیت کے مقابلے میں عموم زیادہ ہے اور وہ ظرفیت سے قوی بھی ہے، چنانچہ مبالغہ میں زیادتی کے لیے "فیہا" سے "علیہا" کی طرف عدول کیا گیا۔(۲)

جنت کی کوڑے (سوط)

برابر جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہونے کی وجہ

حدیث باب میں یہ مذکور ہے کہ جنت کی ایک کوڑے جتنی جگہ بھی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے۔اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وصار موضع سوط في الجنة خير من الدنيا وما فيها، من أجل أن الدنيا فانية، وكل شيء في الجنة وإن صغر في التمثيل لنا- وليس فيها صغير - فهو أدوم وأبقى من الدنيا الفانية المنقطعة، فكان الدائم خيراً من المنقطع"۔(۳)

یعنی "جنت کی ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا ومافیہا سے اس لئے بہتر ہے کہ دنیا فانی ہے اور جنت کی ہر چیز اگرچہ تمثیل کے طور پر ہمارے لئے چھوٹی ہو۔جب کہ وہاں کی کوئی چیز حقیر و چھوٹی نہیں۔ دائمی ہے اور ختم و منقطع ہونے والی دنیا کے مقابلے میں باقی رہنے والی ہے، چنانچہ دائمی اور باقی رہنے والی شیء منقطع سے بہتر ہوئی۔"

---

(۱) انظر الصحيح للبخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله ...۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۲۶)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ص)، وعمدة القاري (ج۱۴ص۱۷۶)۔

اسلامی سرحدوں کی نگہبانی کی فضیلت میں دیگر چند احادیث

اسلامی سرحدوں کی نگہبانی وحفاظت (یعنی رباط) کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں (۱) استیعاب چونکہ مقصود نہیں ہے، اس لئے چند احادیث ہم تحریر کریں گے۔

۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رباط یوم ولیلة خیر من صیام شهرٍ وقیامه، وإن مات جری علیه عمله الذي کان یعمله، وأجري علیه رزقه، وأمن الفتّان"۔ (اللفظ لمسلم) (۲)

یعنی "ایک دن ورات کا پہرہ دینا ایک مہینے کے صیام اور قیام سے بہتر ہے اور اگر (اس دوران) وہ مرگیا تو اس کے وہ اعمال جو وہ کیا کرتا تھا، اس کے لیے جاری ہوجائیں گے اور اس پر اس کا رزق جاری کردیا جائے گا اور وہ شیطان سے محفوظ ہوگا"۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

"رباط یومٍ في سبیل الله خیر من ألف یوم فیما سواه من المنازل"۔ (۳)

"اللہ کے راستے میں ایک دن کی چوکیداری دوسرے مقامات پر گذارے گئے ایک ہزار سال سے بہتر ہیں"۔

۳۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کل المیت یختم علی عمله، إلا المرابط، فإنه ینمو له عمله إلی یوم القیامة، ویؤمَّن من فتّان القبر"۔ (اللفظ لأبي داود)۔ (٤)

"یعنی ہر میت کے اعمال پر مہر لگادی جاتی ہے (بند کردیا جاتا ہے) سوائے مرابط کے، چنانچہ اس کا

---

(۱) راجع لتلك الأحادیث الواردة في فضل الرباط في سبیل الله: الجامع لأحکام القرآن (ج٤ ص٣٢٤)۔

(۲) الحدیث، أخرجه مسلم في کتاب الإمارة، باب فضل الرباط في سبیل الله عزوجل، رقم (٤٩٣٨)، والترمذي في فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل المرابط، رقم (١٦٦٥)، والنسائي في کتاب الجهاد، فضل الرباط، رقم (٣١٦٩، ٣١٧٠)۔

(۳) الحدیث أخرجه الترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل المرابطة، رقم (١٦٦٧)، والنسائي في سننه الصغری، کتاب الجهاد، فضل الرباط، رقم (٣١٧١، ٣١٧٢)، وابن ماجه، أبواب الجهاد، باب فضل الرباط في سبیل الله، رقم (٢٧٦٦)۔

(٤) الحدیث، رواه أبو داود، أبواب الجهاد في فضل الرباط، رقم (٢٥٠٠)، والترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل من مات مرابطا، رقم (١٦٢١)۔

عمل اس کے لئے قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے مامون ومحفوظ ہوجاتا ہے"۔

اور حدیث کی دیگر تشریحات کتاب الجہاد ہی کے اوائل میں "باب الغدوة والروحة في سبيل الله" اور "باب الحور العين وصفتهن......" کے تحت گذر چکی ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے اور وہ حدیث کے ابتدائی جملے "رباط يوم في سبيل الله ......" میں ہے۔

٧٣ – باب : مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ بچہ جہاد کا مخاطب نہیں، لیکن اس کے باوجود اسے تبعاوضمنا لے کر نکلنا جائز ہے۔(۱)

جب کہ شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچے کو خدمت کی غرض سے لے جانے کے جواز کا اثبات کر رہے ہیں، اس تو ہم کو دفع کرتے ہوئے جو بعض صغار صحابہ کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ جب وہ غزوے میں شرکت کی غرض سے پیش ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کر دیا، مثلا: ابن عمر، زید بن ثابت اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور اس تو ہم کو رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ قتال کے لئے حاضر ہوئے تھے، نہ کہ خدمت کی غرض سے۔ چنانچہ ان کو خدمت کی غرض سے لے جانے کی تو اجازت ہے، لیکن قتال کی غرض سے لے جانا جائز نہیں۔(۲)

٢٧٣٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ(٣) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :

---

(١) فتح الباري (ج٦ ص٨٧)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٦)۔

(٢) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج١ ص١٩٧)۔

(٣) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب مايذكر من الفخذ۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ : (اَلْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرَ) فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي ، وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ) . ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ . فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا ، وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ) . فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ . ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ ، قَالَ : فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ ، فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ نَظَرَ إِلَى أُحُدٍ ، فَقَالَ : (هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) . ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ . اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ) . [ر : ٣٦٤]

تراجم رجال

۱۔ قتیبہ

یہ شیخ الاسلام ابورجاء قتیبہ بن سعید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام" کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

۲۔ یعقوب

یہ یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

(۱) کشف الباري (ج۲ ص۱۸۹)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب الجمعة، باب الخطبة على المنبر۔

۳۔عمرو

یہ عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن حنطب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔انس

یہ مشہور صحابی، ابوحمزہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے حالات "کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي طلحة: "التمس لي غلاما من غلمانكم يخدمني حتى أخرج إلى خيبر"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے لئے تلاش کرو، جو میری خدمت کرے، یہاں تک کہ میں غزوۂ خیبر کے لئے نکل پڑوں۔

کلمہ "حتی" نبی علیہ السلام کے کلام میں تعلیل کے لئے ہے، بیان غایت کے لیے نہیں اور وہ "التمس" کے ساتھ متعلق ہے، نہ کہ "یخدمني" کے ساتھ۔ اور مقصود کلام یہ ہے کہ میرے لئے سفر میں خدمت کے لیے کوئی لڑکا ڈھونڈو یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ لوٹ آؤں۔(۳)

ایک اشکال اور اس کا جواب

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث کے اس ابتدائی ٹکڑے پر اعتراض کیا ہے اور وہ یہ کہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آپ علیہ السلام کے پہلی بار ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آنے کے بعد شروع کی، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خود احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ: "خدمت النبي صلى الله عليه وسلم تسع سنين"۔(۴) اور ایک روایت میں "عشر سنين" (۵) کا ذکر

(۱) ان کے حالات کے لے دیکھئے کتاب العلم، باب الحرص على الحديث۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

(۳) حاشية السندي على البخاري (ج۲ص۱۵۲)۔

(٤) الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقا، رقم (٦٠١٤)۔

(٥) الصحيح للبخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، رقم (٦٠٣٨)۔

ہے اور خیبر کا واقعہ ۷ ہجری کا ہے، اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف چار سال نبی علیہ السلام کی خدمت کی ہو۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ "التمس لي غلاما من غلمانكم" کا مطلب ومعنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں کون جائے گا اس کی تعیین کردی جائے، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو متعین فرمادیا کہ یہی خدمت کے لیے جائیں گے۔ تو التماس کا مطلب استئذان کا ہوگا کہ سفر میں ہمراہی کے لیے کسی کو اجازت دے دو، یہ مطلب نہیں کہ نئے سرے سے کسی کو خدمت کے لیے تلاش کرو، کیونکہ وہ تو پہلے سے موجود ہے، اس طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوجائے گی۔ (۱)

کیا بچے کو غنیمت میں سے حصہ ملے گا؟

یہاں ضمناً یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ اگر بچہ غزوے میں شریک ہو، خواہ خدمت کی نیت سے، خواہ قتال کی نیت لے کر، ائمہ ثلاثہ، امام ثوری، لیث بن سعد، ابوثور وغیرہ رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک اس کو سہم نہیں دیا جائے گا، بلکہ امام اپنی مرضی کے موافق کچھ مال وغیرہ دے دیگا۔ (۲)

جب کہ امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالی کا مسلک یہ ہے کہ بچہ کو بھی مال غنیمت میں سے بالغ افراد کی طرح حصہ ملے گا۔ (۳)

البتہ ان دونوں حضرات کے اقوال میں فرق یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سہم کو اس شرط کے ساتھ مشروط فرماتے ہیں کہ وہ بچہ قتال بھی کرتا ہو، اس کی طاقت رکھتا ہو، چونکہ اس شرط کے پائے جانے کی صورت میں یہ بچہ آزاد ہے، مذکر ہے اور مقاتل بھی ہے، اس لیے اس کو بھی عام آدمیوں کی سہم دیا جائے گا۔ (۴)

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٨٧)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٧)۔

(۲) المغني لابن قدامة (ج٩ ص٢٠٦)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) هذا مانقله عن الإمام مالك بن أنس ابن قُدامة، وأما في المدوّنة (ج٢ ص٣٣) فقوله كقول الأئمة الثلاثة۔

اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً بچے کے لئے غنیمت میں سے حصے کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں بچوں کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔ پھر بعد کے مسلمان خلفاء بھی دارالحرب میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو حصہ دیتے رہے ہیں۔ (۱)

دلائل جمہور

اس مسئلے میں ہماری ایک دلیل تو حضرت سعید بن المسیب کا یہ اثر ہے: "كان الصبيان والعبيد يُحذَون من الغنيمة إذا حضروا الغزو في صدر هذه الأمة"۔ (۲) کہ "اس امت کی ابتداء میں بچے اور غلام اگر غزوے میں حاضر ہوتے تو انہیں غنیمت میں سے کچھ نہ کچھ دیا جاتا تھا"۔

اور جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تمیم بن قرع المهدی اس لشکر میں تھے، جس نے آخری مرتبہ اسکندریہ کو فتح کیا تھا۔ چنانچہ تمیم کہتے ہیں: "فلم يقسم لي عمرو من الفيء شيئا" کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (جو اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے) نے مجھے غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا اور فرمایا کہ نابالغ لڑکا ہے۔ اس کی وجہ سے میری قوم اور قریش کے کچھ لوگوں کے درمیان جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ تو قوم میں سے کسی نے کہا کہ تم لوگوں میں نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے کچھ حضرات موجود ہیں، انہیں سے پوچھ لو۔ تو انہوں نے حضرت ابونضر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو ان دو حضرات نے فرمایا کہ دیکھ لو، اگر اس کے زیرناف بال اُگ آئے ہیں تو اسے بھی غنیمت میں سے حصہ دو۔ تو قوم میں سے کسی نے میرا معائنہ کیا تو دیکھا کہ بال اُگ آئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مجھے بھی غنیمت میں سے حصہ دیا۔ (۴)

اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هذا من مشاهير حديث مصر وجيده، ولأنه ليس من أهل القتال، فلم يسهم له كالعبد، ولم يثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم قسم لصبي، بل كان لا يجيزهم في

(۱) المغني لابن قدامة (ج۹ ص۲۰۶)، وإعلاء السنن (ج۱۲ ص۲۰۷)۔

(۲) المغني (ج۹ ص۲۰۶)

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا۔

القتال؛ فإن ابن عمر رضى الله عنه(١) قال: عرضت على النبي صلى الله عليه وسلم وأنا ابن أربع عشرة سنة، فلم يجزني في القتال، وعرضت عليه وأنا ابن خمس عشرة، فأجازني"۔ (٢)

"یعنی یہ حدیث مصر کی مشہور اور اچھی احادیث میں سے ہے اور چونکہ تمیم بن قرع جنگ جوؤں میں سے نہیں تھے، اس لیے انہیں غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا گیا، جیسا کہ غلام کو نہیں دیا جاتا اور یہ بات کسی طرح ثابت نہیں کہ نبی علیہ السلام نے کسی بچے کو غنیمت میں سے دیا ہو، بلکہ آپ علیہ السلام تو بچوں کو قتال کے لیے ہی نہیں چھوڑتے تھے (تو غنیمت میں سے حصہ دینے کے کیا معنی!) چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودہ سال کی عمر میں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قتال میں شریک ہونے کی غرض سے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے قتال میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی اور پندرہ سال کی عمر میں مجھے دوبارہ پیش کیا گیا تو آپ نے شرکت کی اجازت دے دی"۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا جواب

جہاں تک امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ راوی نے "رضخ" (۳) کو "سہم" سے تعبیر کر دیا ہو اور "رضخ" کے قائل جمہور بھی ہیں، اس لئے یہ امام اوزاعی کی دلیل نہیں بن سکتی۔ (۴)

---

(١) حديث عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أخرجه البخاري، كتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهاداتهم، رقم (٢٦٦٤)، وكتاب المغازي، باب غزوة الخندق، رقم (٤٠٩٧)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب بيان سن البلوغ، رقم (٤٨٣٧)، والترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في حد بلوغ الرجل، رقم (١٧١١)، وأبو داود، أبواب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد، رقم (٤٤٠٦)، والنسائي، أبواب الطلاق، باب متى يقع طلاق الصبي؟ رقم (٣٤٦١)۔

(٢) المغني لابن قدامة (ج٩ص٢٠٦)۔

(٣) "الرضخ" معناه: "أنهم (أي المرأة والعبد والصبي) يُعطَون شيئا من الغنيمة دون السهم، ولا يسهم لهم سهم كامل، ولا تقدير لما يعطونه، بل ذلك إلى اجتهاد الإمام، فإن رأى التسوية بينهم سوّى بينهم، وإن رأى التفضيل فضَّل"۔ (المغني ج٩ص٢٠٤)۔

(٤) المغني (ج٩ص٢٠٦)، وإعلاء السنن (ج١٢ص٢٠٧)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس حصے میں ہے: "التمس لي غلاما من غلمانكم يخدمني حتى أخرج إلى خيبر"۔ جس سے بچے کو غزوے میں بطور خادم لے جانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔(۱)

٧٤ – باب : رُكُوبِ الْبَحْرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمندری سفر کی مشروعیت و جواز کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۲)

اور یہ جواز و مشروعیت عام ہے، خواہ مردوں کے لئے ہو یا عورتوں کے لیے، جہاد کی غرض سے سمندری سفر ہو یا حج اور تجارت کی نیت سے۔(۳)

رکوب بحر میں اسلاف کا اختلاف

اسلاف میں سے بعض حضرات رکوب بحر کو ناپسند کرتے اور اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو رکوب بحر سے منع کرتے تھے۔ اسی لئے ان کی زندگی اور عہد خلافت میں کسی نے بھی سمندری سفر نہیں کیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رکوب بحر کی اجازت طلب کی۔ تو انہوں نے اجازت دے دی۔ معاملہ اسی پر استوار رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے لوگوں کو پھر سے رکوب بحر سے منع کر دیا۔ لیکن یہ

---

(١) عمدة القاري (١٤ ص ١٧٧)، وفتح الباري (ج٦ ص ٨٧)۔

(٢) إرشاد الساري (ج٥ ص ٩١)۔

(۳) حوالہ بالا۔

ممانعت صرف ان کے حیات تک باقی رہی، بعد میں رکوب بحر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔(۱)

چنانچہ بعد کے بعض علماء بھی رکوب بحر سے منع کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ وہ حج یا جہاد کی نیت سے بھی سمندری سفر میں شریک نہیں ہوسکتیں۔(۲)

اور جمہور کا مسلک یہی ہے کہ سمندری سفر مردوں کے لیے ہو یا عورتوں کے لیے، نیت جہاد کی ہو حج کی یا تجارت کی، بہرصورت جائز ہے۔(۳)

اور باب کی حدیث جمہور کی دلیل ہے، جس میں مطلقا رکوب بحر کی اجازت واباحت موجود ہے۔(۴)

ایک اہم تنبیہ

لیکن یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ جمہور نے جو سمندری سفر کی اجازت دی ہے وہ ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، وہ یہ کہ سمندر پرسکون ہو اور ہلاکت کا خطرہ نہ ہو، ورنہ جمہور کے نزدیک بھی اس کی اجازت نہیں۔(۵)

چنانچہ علامہ ابوعبید ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے "غریب الحدیث" میں ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے سمندری سفر سے اس کی طغیانی اور مشکلات پیش آنے کی صورت میں منع فرمایا ہے، زہیر بن عبداللہ سے مرفوعا مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من ركب البحر إذا التج -أو قال: ارتج- فقد برئت منه الذمة -أو قال: فلا يلومن إلا نفسه-"۔ یعنی جس نے سمندر کے تلاطم (یا فرمایا کہ موج مارنے) کے وقت اس میں سفر کیا، اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے (یا یہ فرمایا کہ وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے)۔(۶)

اور اللہ تعالی کا اس کے ذمہ سے بری ہونا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے وہ وعدہ ختم ہوجائے گا، کیونکہ اس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا، یہ مطلب نہیں کہ اسلام کا ذمہ اس سے بری ہے، کیونکہ اسلام سے بری کوئی شخص اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ وہ کفر اختیار کرے۔(۷)

---

(۱) التمهيد لابن عبد البر (ج۱ ص۲۳۳)، وفتح الباري (ج٦ ص۸۸)۔

(۲) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج١٤ ص۱۷۸)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص۱۷۸)، وفتح الباري (ج٦ ص۸۸)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص۸۸)، وعمدة القاري (ج١٤ ص۱۷۸)۔

(٥) التمهيد (ج۱ ص۲۳٤)۔

(٦) حوالہ بالا، وشرح ابن بطال (ج٥ ص۸۹)، والأدب المفرد (ج۲ ص٦۰۲)، باب من بات على سطح ليس له سترة، رقم (۱۹٤)۔

(۷) شرح ابن بطال (ج٥ ص۸۹)، ومسند الإمام أحمد (ج٥ ص۷۹)۔

چنانچہ زہیر بن عبد اللہ کی روایت میں سمندری سفر سے ممانعت تلاطم وطغیانی کے ساتھ مقید ہے، اس کا مفہوم مخالف یہی ہے کہ تلاطم وطغیانی کے نہ ہونے کی صورت میں سمندری سفر جائز ہے اور یہی قول علماء سے مشہور ہے، چنانچہ اگر سلامتی کا غلبہ ہو تو خشکی اور تری برابر ہیں، حافظ ابن حجر وعلامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

"وفيه (أي في حديث زهير) تقييد المنع بالارتجاج، و مفهومه الجواز عند عدمه، وهو المشهور عن أقوال العلماء، فإذا غلبت السلامة فالبر والبحر سواء"۔ (۱)

ایک اور تنبیہ

ہم نے اوپر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نقل کیا تھا کہ وہ عورتوں کے لئے سمندری سفر کو جائز نہیں کہتے، خواہ حج کے لیے ہو یا جہاد کے لئے، لیکن بعد میں ائمہ مالکیہ رحمہم اللہ تعالی نے بھی جمہور علماء کا قول اختیار کیا ہے۔ (۲)

۲۷۳۷ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (۳) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمًا فِي بَيْتِهَا ، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ ، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ما يُضْحِكُكَ . قَالَ : (عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنهم ، فَقَالَ : (أَنْتِ مَعَهُمْ) . ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ ، فَيَقُولُ : (أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ) . فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ ، فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ ، فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا ، فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا . [ر : ۲۶۳۶]

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٨)۔

(۲) التمهيد (ج١ ص٢٣٣)۔

(۳) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في أوائل الجهاد، باب الدعاء بالجهاد ......۔

تراجم رجال

۱۔ابوالنعمان

یہ ابوالنعمان محمد بن الفضل سدوسی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة لله ورسوله......" کے تحت آ چکے۔(۱)

۲۔حماد بن زید

یہ ابو اسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا......﴾" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۳۔یحیی

یہ مشہور تابعی یحیی بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی پہلی حدیث کے تحت اور مفصل تذکرہ "كتاب الإيمان، باب صوم رمضان احتساباً من الإيمان" کے تحت آ چکا ہے۔(۳)

۴۔محمد بن یحیی بن حبان

یہ محمد بن یحیی بن حبان بن منقذ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔انس بن مالک

یہ مشہور صحابی، ابوحمزہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ......" کے ذیل میں آ چکا ہے۔(۵)

قال: حدثتني أم حرام أن النبي صلى الله عليه وسلم قال يوما في بيتها۔

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۷۲۸)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ ص۲۱۹)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ ص۲۳۸)، و(ج۲ ص۳۲۱)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من تبرَّز على لبنتين۔

(۵) كشف الباري (ج۲ ص۴)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے مجھے بتلایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن (دوپہر) کو میرے گھر میں قیلولہ فرمایا۔

مذکورہ بالا عبارت میں جو "قال یوما" میں "قال" آیا ہے۔ یہ قیلولۃ سے ہے نہ کہ قول سے اور قیلولہ کے معنی دوپہر کو آرام کرنے کے ہیں۔(۱)

تنبیہ

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔ان کے مفصل حالات کتاب الجہاد ہی میں "باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء" میں بیان کئے جاچکے ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت واضح ہے، جو اس جملے میں ہے: "عجبت من قوم من أمتي يركبون البحر كالملوك على الأسرة"۔ (۲)

۷۵ – باب : مَنِ اُسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الحَرْبِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ مقاتلین ومجاہدین کو ضعفاء اور صحاء کی دعائیں حاصل کرنی چاہئیں، تاکہ ان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تبارک وتعالی جہاد میں غلبہ وفتح عطا فرمائیں۔(۳)

یا تو یہ مطلب ومقصد ہے کہ ضعفاء وصلحاء کو بھی ساتھ لے لیا جائے، تاکہ ان کی کمزوری، پرہیز گاری اور تقویٰ کی وجہ سے استقامت حاصل ہو اور اللہ تبارک وتعالی فتح ونصرت سے سرفراز فرمائیں۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٧٨)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ (١٧٨)۔

بہرحال اگران سے دعاؤں کی درخواست کی جائے تو اس کے لئے بھی سنت میں اصل موجود ہے اور اگران کو ساتھ لے لیا جائے تو یہ بھی ثابت ہے۔

۲۷۳۸ : وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ : قَالَ لِي قَيْصَرُ : سَأَلْتُكَ : أَشْرَافُ النَّاسِ ٱتَّبَعُوهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ، فَزَعَمْتَ ضُعَفَاءَهُمْ ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ . [ر : ۷]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ قیصر نے مجھ سے کہا: ''میں نے تم سے پوچھا تھا کہ بڑے لوگ ان کی اتباع کررہے ہیں یا ضعیف اور کمزور لوگ؟ تو تمہارا گمان یہی ہے کہ کمزور لوگ اور یہی لوگ رسولوں کے متبعین ہوتے ہیں''۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس مشہور روایت سے یہ جملہ تعلیقا نقل فرمایا ہے، جو حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور قیصر روم کے درمیان مکالمہ پر مشتمل ہے۔ اور یہ روایت موصولا ''بدء الوحي'' میں آچکی ہے اور وہیں اس کی تخریج بھی گذر چکی ہے۔(۱)

مذکورہ تعلیق کا مقصد
اور ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب میں ضعفاء اور صالحین سے استعانت کا مسئلہ مذکور ہے، مذکورہ تعلیق کا مقصد اسی کی دلیل فراہم کرنا ہے کہ ہرقل نے ''ضعفاء'' کو اصل ''اتباع الرسل'' قرار دیا، لیکن یہاں یہ واضح رہے کہ استدلال ہرقل کا قول ہونے کی بنیاد پر نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حکایت اور تقریر کی بنیاد پر ہے، اس سے مذکورہ تعلیق کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی خوب واضح ہوگئی۔ واللہ أعلم۔(۲)

---

(۲) کشف الباري (ج۱ ص۴۷۷)۔

(۱) فتح الباري (ج۶ ص۸۸)۔

۲۷۳۹ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ، عَنْ طَلْحَةَ ، عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ (۱) قالَ : رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلاً عَلَى مَنْ دُونَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ) .

تراجم رجال

۱۔سلیمان بن حرب

یہ ابوایوب سلیمان بن حرب ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر ......" کے تحت آچکا ہے۔(۲)

۲۔محمد بن طلحہ

یہ ابومصرف محمد بن طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۳۔طلحہ

یہ ابومحمد طلحہ بن مصرف الیامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۶۔مصعب بن سعد

یہ مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مصعب ہیں۔(۵)

قال: رأى سعد رضي الله عنه أن له فضلا على من دونه۔

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ انہیں دوسروں پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔

---

(۲) قوله: "عن مصعب بن سعد": الحديث، أخرجه النسائي في سننه الصغرى، في الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف، رقم (۳۱۸۰)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۱۰۵)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العيدين، باب استقبال الإمام الناس في خطبة العيد۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب البيوع، باب مايتنزه من الشبهات۔

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب وضع الأكف على الركب في الركوع۔

"سعد" سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو مصعب کے والد ہیں۔(۱)

اور یہ یہاں "رأی" جو رؤیۃ سے مشتق ہے "ظـــن" کے معنی میں ہے، یعنی گمان کیا، چنانچہ نسائی شریف کی روایت میں "ظن" ہی آیا ہے۔(۲)

اور "من دونـه" سے دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔(۳) چنانچہ نسائی شریف کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادتی بھی مروی ہے: "من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم"۔(۴)

اب خلاصہ مذکورہ بالا عبارت کا یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بہادر تھے، مالدار تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے تو ان کو یہ خیال گذرا کہ دیگر بہت سے صحابہ پر انہیں ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔(۵)

یہ روایت مرسل ہے یا متصل؟

باب کی یہ پہلی حدیث جو حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، صورۃً اگر چہ مرسل نظر آ رہی ہے، کیونکہ حضرت مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "هل تنصرون إلا بضعفائكم؟" کا زمانہ نہیں پایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے حضرت مصعب تابعی ہیں، نہ کہ صحابی اور ان کی ولادت عہد نبوی کے بہت بعد کی ہے، پھر انہوں نے یہاں اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سماع کی بھی تصریح نہیں کی۔ لیکن اس کے باوصف یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے، کیونکہ یہی روایت دیگر مختلف حضرات محدثین نے نقل کی ہے اور وہاں ان کے والد سے ان کی روایت کی تصریح موجود ہے۔(۶)

چنانچہ یہی روایت اسماعیل نے معاذ بن ھانیء کے طریق سے نقل کی ہے اور اس میں ہے: "حدثنا محمد

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٩)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٨٩)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٩)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) انظر سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف، رقم (٣١٨٠)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ ص٨٩)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٩) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے، کشف الباري (ج٢ ص١٧٣)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٧٩)۔

بن طلحة ...... عن مصعب بن سعد عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔ البتہ اس میں رسول علیہ السلام کا قول مرفوع ہی ہے، اس کا ابتدائی حصہ یعنی: "رأى سعد رضي الله عنه أن له فضلا على من دونه" موجود نہیں ہے۔(۱)

نیز اسماعیلی اور امام نسائی رحمہما اللہ (۲) نے اس روایت کو "مسعر عن طلحة بن مصرف عن مصعب عن أبيه" کے طریق سے نقل کیا ہے، چنانچہ اس طریق میں بھی عن أبيه کی تصریح موجود ہے، لہذا یہ روایت متصل ہے، نہ کہ مرسل۔(۳)

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم"۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں مدد اور روزی انہیں کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے۔

نسائی شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "إنما نصر الله هذه الأمة بضعفتهم؛ بدعواتهم وصلاتهم و إخلاصهم"۔(۴) کہ "اللہ تعالی نے اس امت کی نصرت اس کے کمزور لوگوں کی وجہ سے کی ہے، ان کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی بناپر"۔

ضعفاء نصرت خداوندی کا سبب ہیں

اب دونوں طرق کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی کی طرف سے جو نصرت وغیرہ نازل ہوتی ہے، اس کا سبب یہی کمزور لوگ ہوتے ہیں، جن کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص میں یہ برکت ہوتی ہے کہ وہ نصرت الٰہی کے اس کے بندوں کی جانب متوجہ ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دل دنیا کی چکاچوند اور اس کی زینت سے خالی ہوتے ہیں اور ان کے ضمیر ان چیزوں سے صاف ہوتے ہیں جو انہیں اللہ تعالی سے دور کردیں، چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد سامنے رکھا ہوتا ہے کہ کسی طرح اللہ تعالی کو راضی کیا جائے اور اس کی خوشنودی حاصل کی جائے، اسی لئے ان کے دل پاکیزہ اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مذکورہ

(۱) فتح الباري (ج٦ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٧٩)۔

(۳) سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف، رقم (٣١٨)۔

(۴) فتح الباري (ج٦ص٨٨)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٧٩)۔

(٥) سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف، رقم (٣١٨)۔

جملے کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وتأويل ذلك؛ أن عبادة الضعفاء ودعاءَ هم أشد إخلاصا وأكثر خشوعا؛ لخلاء قلوبهم من التعلق بزخرف الدنيا وزينتها، وصفاء ضمائرهم مايقطعهم عن الله، فجعلوا همَّهم واحداً، وزكت أعمالهم، وأجيب دعاؤهم"۔(۱)

حدیث میں تواضع اور کبر سے بچنے کی ترغیب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ "هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم؟" اس میں ان کے لئے تواضع اختیار کرنے کی ترغیب ہے اور نبی علیہ السلام کا مقصود یہ بھی تھا کہ عام مسلمانوں کے دلوں سے تکبر کو ختم فرمادیں، اسی لئے آپ علیہ السلام نے خطاب عام رکھا، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس قول رسول کا مخاطب کوئی خاص شخص ہے، علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إنما أراد عليه السلام بهذا القول لسعد الحضّ على التواضع، و نفي الكبر والزهد عن قلوب المؤمنين"۔ (۲)

حدیث باب میں فضل سے کیا مراد ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے جو یہ فرمایا: "هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم؟" کہ ان کمزوروں ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے تو اس کا سبب کیا تھا؟ کیونکہ ماقبل میں ہم نے فضل کی توضیح شجاعت و مالداری سے کی ہے، لیکن امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف (۳) میں مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا ایک روایت نقل کی ہے، جس میں یہ زیادتی بھی مروی ہے: "قال سعد: يا رسول الله، أرأيت رجلا يكون حامية القوم ويدفع عن أصحابه، أيكون نصيبه كنصيب غيره؟ ......" کہ "حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے، ایک آدمی اپنی قوم کا محافظ ہوتا ہے اور اپنے

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ ص۹۰)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) مصنف عبد الرزاق (ج۵ ص۳۰۳)، رقم (۹۶۹۱)۔

اصحاب کا دفاع کرتا ہے تو کیا اس کا حصہ بھی (غنیمت میں) دوسروں کی طرح ہوگا؟'' تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ثكلتك أمك يا ابن أم سعد، وهل ترزقون وتنصرون إلا بضعفائكم؟" کہ ''اے ام سعد کے بیٹے! تیری ماں تجھ کو روئے، ان کمزوروں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔''

تو اس صورت میں فضل سے مراد غنیمت میں زیادتی ہوگی اور حدیث باب کے جملے: "رأى سعد رضي الله عنه أن له فضلاً على من دونه"۔ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ خیال لاحق ہوا کہ چونکہ وہ اپنی قوم کے محافظ اور اس کی طرف سے دفاع کرنے والے ہیں اس لیے انہیں غنیمت میں حصہ زیادہ ملنا چاہئے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا کہ مقاتلین کے حصے برابر ہی ہوتے ہیں کیونکہ قوی اور طاقت ور کو اگر اس کی قوت وشجاعت کی بنا پر برتری حاصل ہے تو کمزور کو بھی اس کی دعاؤں اور اخلاص کی بنا پر ایک قسم کی ترجیح حاصل ہوگی۔ (۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت بایں معنی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ ہر معاملے میں تمہاری نصرت ضعفاء اور صلحاء ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسا کہ کلام کے اطلاق سے سمجھ میں آرہا ہے، لیکن اس کا سب سے اہم موقع میدان جنگ ہے کہ وہاں ضعفاء وصلحاء کی دعاؤں کے ذریعے مدد اور برکت حاصل کی جائے، اس لئے اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (۲)

۲۷۴۰ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرًا ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ[۳] ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (يَأْتِي زَمانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ ، فَيُقَالُ : فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ ؟ فَيُقَالُ : نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ، ثُمَّ يَأْتِي زَمانٌ ، فَيُقَالُ : فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَيُقَالُ : نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ ، ثُمَّ يَأْتِي زَمانٌ ، فَيُقَالُ : فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَيُقَالُ : نَعَمْ ، فَيُفْتَحُ) . [۳۳۹۹ ، ۳٤٤٩]

---

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص ۹۱)، وفتح الباري (ج٦ص ۸۹)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٧٩)۔

(۳) قوله: "عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنهم": الحديث، أخرجه البخاري أيضا كتاب المناقب، باب علامات النبوة في=

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی مسندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے ذیل میں آچکا ہے۔(۱)

۲۔سفیان

یہ ابومحمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہلالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے مختصر حالات "بدء الوحي" کی پہلی حدیث کے تحت (۲) اور مفصل حالات "كتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا" کے تحت گذر چکے۔(۳)

۳۔عمرو

یہ ابومحمد عمرو بن دینار جمحی مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۴۔جابر

یہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

۵۔ابوسعید الخدری

یہ مشہور صحابی، حضرت سعد بن مالک بن سنان، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب

= الإسلام، رقم (٣٥٩٤)، وكتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، و من صحب ......، رقم (٣٦٤٩)، ومسلم في صحيحه، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، رقم (٦٤٦٧)۔

(۱) كشف الباري (ج١ ص٦٥٧)۔

(۲) كشف الباري (ج١ ص٢٣٨)۔

(۳) كشف الباري (ج٣ ص١٠٢)۔

(۴) ان کے حالات کے لیے دیکھئے، كتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر۔

الإيمان، باب من المدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ياتي زمان يغزو فئام من الناس، فيقال: فيكم من صحب النبي صلى الله عليه وسلم؟ فيقال: نعم......"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت غزوے پر ہوگی، پوچھا جائے گا کہ کیا لشکر میں کوئی بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں! تو انہیں فتح وکامرانی سے نوازا جائے گا۔

"فئام" کے معنی

فئام - بکسر الفاء و يجوز الفتح أيضاً- کے معنی جماعت کے ہیں اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے اور اس کا اطلاق ہمیشہ جماعت پر ہوتا ہے، جیسا کہ لفظ قوم ہے۔(۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ میں ایسے تین طبقات اور جماعتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کی موجودگی کسی بھی لشکر کے لیے فتح ونصرت کی ضمانت ہے کہ ان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ فتح وکامرانی سے نوازیں گے، تو اوپر ذکر کردہ عبارت میں پہلی جماعت یا پہلے طبقے کا بیان ہے، وہ طبقہ یا جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے، نبی علیہ السلام کے یہ الفاظ مبارکہ ان تینوں طبقات کی فضیلت پر دال ہیں اور اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث (۳) سے بھی ہوتی ہے کہ: "خير أمتي قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم"۔(۴)

ثم يأتي زمان، فيقال: فيكم منْ صحب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم؟ فيقال: نعم، فيفتح۔

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۸۲)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۹۱)، وفتح الباري (ج٦ص۸۹) وعمدة القاري (ج۱ص۱۷۹)۔

(۳) هذا الحديث رواه غير واحد من الصحابة، والذي ذكرنا ألفاظه رواه عمران بن حصين رضي الله عنه، أخرجه البخاري في كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ......، رقم (۳٦٥٠)۔

(٤) شرح ابن بطال (ج۵ص۹۱)۔

پھر ایک زمانہ آئے گا تو پوچھا جائے گا کہ کیا لشکریوں میں کوئی ایسا ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں! تو فتح ہوگی۔

اور اس عبارت میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ تابعین کی جماعت ہے، جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت میں رہے، ان حضرات تابعین کی شرکت اور برکت سے بھی اہل اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔

ثم يأتي زمان، فيقال: فيكم من صحب صاحب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم؟ فيقال: نعم، فيفتح۔

پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا فرد بھی ہے جس نے نبی علیہ السلام کے اصحاب کے کسی ساتھی کی صحبت اٹھائی ہو؟ تو کہا جائے گا کہ جی ہاں! تو ان کو بھی فتح نصیب ہوگی۔

اس عبارت میں جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے ان سے تبع تابعین مراد ہیں۔ کہ ان کی برکت سے بھی فتح و کامرانی اہل اسلام کا مقدر ہوگی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت بایں معنی ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، یا نبی علیہ السلام کے صحابہ کی صحبت اٹھائی، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کی اور یہ تین قسم کے حضرات ہیں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ، تو ان ہی حضرات کے واسطے نصرت و کامرانی حاصل ہوئی ہے، کیونکہ یہ حضرات امور دنیا میں کمزور اور امور آخرت میں قوی ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مطابقته للترجمة من حيث إن من صحب النبي صلى الله عليه وسلم، ومن صحب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ومن صحب صاحب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، وهم ثلاثة: الصحابة، والتابعون، وأتباع التابعين، حصلت بهم النصرة؛ لكونهم ضعفاء فيما يتعلق بأمر الدنيا، أقوياء فيما يتعلق بأمر الآخرة"۔(۱)

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۷۹)۔

۷۶ – باب : لَا يَقُولُ فُلَانٌ شَهِيدٌ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ کسی بھی آدمی کے متعلق یقینی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ یہ شہید ہے۔ کیونکہ قطعی ویقینی علم کا راستہ وحی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ راستہ اب بند ہے۔(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"تقولون في مغازيكم: فلان شهيد، ومات فلان شهيداً، ولعله قد يكون قد أوقر راحلته، ألا لاتقولوا ذلكم، ولكن قولوا كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مات في سبيل الله أو قتل فهو شهيد"۔ (۲)

"یعنی تم لوگ اپنی جنگوں میں کہتے ہو کہ فلاں شہید ہے اور فلاں شہید ہو کر مرا ہے، تو شاید کہ اس نے اپنی سواری پر بہت بوجھ لاد دیا ہو۔ تو سنو! یہ نہ کہو، بلکہ اس طرح کہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے راستے میں مرا یا قتل ہوا تو وہی شہید ہے۔"

۲۷۴۱ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (ٱللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ ، وَٱللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ) . [ر : ۲۶۳۵ ، ۲۶٤۹]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کو بہتر طور پر معلوم ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے اور اللہ ہی کو زیادہ علم ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہو رہا ہے۔

(۱) فتح الباري (ج٦ ص ٩٠)، وعمدة القاري (ج١٤ ص ١٨٠)۔

(۲) مسند الإمام أحمد (ج١ ص ٤١)، و فتح الباري (ج٦ ص ٩٠)، والإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (ج٨ ص ٦٨)، كتاب السير، ذكر ايجاب الجنة لمن مات في سبيل اق ......، رقم (٤٦٠١)۔

تعلیق مذکور کا مقصد

مذکورہ بالا تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں جو دعوی کیا کہ کسی کی بابت یہ نہ کہا جائے کہ فلاں یقینی طور پر شہید ہے، اس کے اثبات کے لئے نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تعلیق میں یہ آیا ہے کہ اللہ کے راستے میں کون جہاد کر رہا ہے یا کون زخمی صرف اللہ کے راستے میں ہو رہا ہے، یہ اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں، کیونکہ اس کی معرفت کا تعلق قلب ونیت سے ہے اور نیتوں کا حال اللہ تعالی کے علاوہ اور کس کو معلوم ہو سکتا ہے؟ لہذا کسی بھی شخص کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ شہید ہے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تعلیق دراصل ان کی دو مختلف حدیثوں پر مشتمل ہے، جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک ہی تعلیق میں یکجا کر دیا ہے، چنانچہ تعلیق کا پہلا جملہ یعنی "اللہ أعلم بمن یجاهد في سبیله" موصولا کتاب الجہاد (۱) کے اوائل میں حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے گذر چکا ہے، جب کہ تعلیق کا دوسرا جملہ یعنی "واللہ أعلم بمن یکلم في سبیله" بھی کتاب الجہاد (۲) کے اوائل میں اعرج رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے موصولا گذر چکا ہے۔

مذکورہ تعلیق کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ تعلیق کی مناسبت اس صورت میں ظاہر ہوگی جب کہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث "من قاتل لتکون کلمة اللہ هي العلیا فهو في سبیل اللہ" (۳) کو بھی مدنظر رکھا جائے اور اس بات کا علم کہ کون اللہ کے کلمے کی بلندی کے لئے جہاد کر رہا ہے وحی سماوی کے بغیر نہیں ہو سکتا، چنانچہ جس کے بارے میں بھی ثابت ہو جائے کہ وہ واقعتاً اللہ کے راستے میں ہے اس پر شہادت کا حکم

---

(۱) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن معاهد بنفسه ......، رقم (۲۷۸۷)۔

(۲) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب من یخرج في سبیل اللہ عزوجل، رقم (۲۸۰۳)۔

(۳) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمة اللہ هي العلیا، رقم (۲۸۱۰)۔

لگایا جائے گا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول "والله أعلم بمن يكلم في سبيله" کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم بجز اس کے کسی کو نہیں ہوسکتا، جس کو خود اللہ نے اطلاع اور خبر دی ہو، اس لئے ہر مقتول فی الجهاد کے متعلق یہ اطلاقی حکم مناسب نہیں کہ وہ اللہ کے راستے میں ہے۔(۱)

۲۷۴۲ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(۲): أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَلْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا ، فَلَمَّا مالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ ، وَمالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ . وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ ، لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ ، فَقَالُوا : ما أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كما أَجْزَأَ فُلَانٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : أَنَا صَاحِبُهُ ، قالَ : فَخَرَجَ مَعَهُ كلما وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ ، وَإِذا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ ، قالَ : فَجرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ ، وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ، ثُمَّ تَحامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ ، قالَ : (وَما ذاكَ) . قالَ : الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : أَنَا لَكُمْ بِهِ ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ ، وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ، ثُمَّ تَحامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ : (إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فِيما يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ ، فِيما يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) .

[۳۹٦٦ ، ۳۹۷۰ ، ٦۱۲۸ ، ٦۲۳۳]

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص۹۰)۔

(۲) قوله: "عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم (۴۲۰۳ و۴۲۰۷)، وكتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتيم وما يخاف منها، رقم (٦۴۹۳)، وكتاب القدر، باب العمل بالخواتيم، رقم (٦٦۰۷)، ومسلم، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه، رقم (۳۰٦)، وكتاب القدر، باب كيفية خلق الأدمي، في بطن أمه، وكتابة رزقه وعمله، و شقاوته وسعادته، رقم(٦۷۴۱)۔

تراجم رجال

۱۔قتیبہ

یہ شیخ الاسلام ابورجاء قتیبہ بن سعید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب إفشاء السلام من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔یعقوب بن عبدالرحمٰن

یہ یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ الاسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ابوحازم

یہ مشہور زاہد، ابوحازم سلمہ بن دینار مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم التقى هو والمشركون فاقتتلوا، فلما مال رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عسكره، ومال الآخرون إلى عسكرهم۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (ساتھیوں سمیت) مشرکین سے سامنا ہوا تو انہوں نے آپس میں خوب قتال کیا، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنے ٹھکانے کی طرف۔

حدیث کے مضمون کا تعلق کس غزوے سے ہے؟

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا حدیث میں ذکر کردہ واقعہ کسی غزوے سے متعلق ہے، لیکن یہ کونسا غزوہ تھا

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۱۸۹)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب الخطبة على المنبر۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(٤) حوالہ بالا۔

اس میں محدثین کا اختلاف ہے، چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس جانب ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ احد کا ہے، جب کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی اور دیگر بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے متعلق ہے۔(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو کتاب الجہاد کے علاوہ، کتاب المغازی میں "باب غزوۃ خیبر" (۲) کے تحت بھی ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان بھی یہی ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔(۳)

وفي أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لايدع لهم شاذة ولا فاذة إلا اتبعها، يضربها بسيفه۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا شخص تھا، جو مشرکین کا کوئی بھی آدمی بھاگتا ہوا نہیں چھوڑتا تھا، مگر یہ کہ اس کا تعاقب کرتا اور اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔

یہاں "رجل" سے مراد قزمان ظفری ہے اور اس کی کنیت ابوالغیداق تھی۔(۴)

اور مذکورہ بالا عبارت میں اس شخص کی شجاعت و بسالت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ میدان جنگ میں جہاں بھی جاتا اپنی بہادری کے نشانات ثبت کرتا جاتا، کوئی بھی بھاگتا ہوا آدمی اس سے بچ نہیں پاتا تھا۔

شاذه اور فاذة کے معنی

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "شاذة" تو اس کو کہتے ہیں کہ جو پہلے سے قوم میں شامل تھا پھر اس سے الگ ہو گیا اور "فاذة" اس کو کہتے ہیں جو سرے سے قوم میں شامل ہی نہیں رہا ہو، چنانچہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قزمان ظفری جس کے بھی درپے ہوتا اسے ختم کر کے دم لیتا۔(۵)

اور علامہ داودی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "شاذة" سے بڑی چیزیں اور "فاذة" سے چھوٹی چیزیں مراد ہیں اور

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے، كشف الباري، كتاب المغازي، (ص۲۱)، و(۴۲۲)، وعمدة القاري (ج۱۴ص۱۸۰)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم (۴۲۰۳ و۴۲۰۷)۔

(۳) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۴۲۲)۔

(۴) فتح الباري (ج۷ص۴۷۲)، وعمدة القاري (ج۱۴ص۱۸۱)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ص۱۸۱)۔

مطلب یہ ہے کہ وہ کسی قسم کی سختی ونرمی کی پروانہیں کرتا تھا۔(۱)

پھر بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ شاذۃ اور فاذۃ میں جوتاء ہے وہ مبالغہ کی ہے، جیسا کہ علامة اور نسابة کی تاء ہے۔(۲)

جب کہ بعض دیگر حضرات کا کہنا یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ موصوف محذوف یعنی نسمة کی صفت ہیں اور تقدیر عبارت یوں ہے: "لا یدع لهم نسمة شاذة ولا فاذة۔" (۳)

فقالوا: ماأجزأ منا اليوم أحد كما أجزأ فلان۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ آج ہماری طرف سے کوئی شخص ایسا نہیں لڑا جیسا کہ فلاں شخص لڑا۔

باب کی روایت میں تو "فقالوا" آیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی ضمیر مستتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف راجع ہے، لیکن کشمیہنی کے نسخے میں کتاب المغازی کی روایت میں "قلت" مذکور ہے، اگر یہ روایت صحیح اور محفوظ ہے تو قائل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہوں گے۔(۴)

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أما إنه من أهل النار"۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! وہ اہل جہنم میں سے ہے۔

یعنی جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلسل اس شخص کی تعریفیں کئے جارہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعۂ وحی اس کے جہنمی ہونے کا فرمایا کیونکہ وہ شخص باطنا منافق تھا اور اپنا نفاق چھپائے ہوئے تھا۔(۵)

کلمہ "أما" میم کے تخفیف کے ساتھ استفتاحیہ ہے، اسی لئے اس کے بعد جو "إنه" کا ہمزہ ہے وہ مکسور ہے۔(۶)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) حوالہ بالا، وفتح الباري (ج۷ص۴۷۲)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) إرشاد الساري (ج۵ص۹۲)، مزید دیکھئے، کشف الباري، كتاب المغازي (ص۴۲۳)۔

(۵) إرشاد الساري (ج۵ص۹۲)۔

(۶) حوالہ بالا۔

فقال رجل من القوم: أنا صاحبه۔

تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا۔

"رجل" سے مراد حضرت اکثم بن ابی الجون الخزاعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ طبرانی میں ان کی روایت ہے کہ:

"قال: قلنا: يا رسول الله، فلان يجزیء في القتال، قال: هو في النار، قلنا : يارسول الله، إذا كان فلان في عبادته واجتهاده ولين جانبه في النار، فأين نحن؟ قال: ذلك إخبات الساق، وهو في النار، قال: فكنا نتحفظ عليه في القتال"۔ (۱)

یعنی "حضرت اکثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! فلانے نے لڑائی میں کمال کا اظہار کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ تو ہم نے (از راہ تعجب) کہا یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی عبادت، محنت اور نرم طبیعت کے باوجود جہنمی ہے تو ہم کہاں ہوں گے؟! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب نفاق کی خباثت و برائی ہے اور وہ جہنمی ہے۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو ہم سب لڑائی میں اس پر نظر رکھنے لگے۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ "أنا صاحبه" کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ کیونکہ اس کا فعل ظاہراً اچھا تھا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلا رہے تھے کہ وہ جہنمی ہے تو لازمی طور پر اس کا عجیب سبب ہوگا جس کی وجہ سے اس کا اہل جہنم میں شمار ہوا۔ (۲)

قال: فخرج معه، كلما وقف وقف معه، وإذا أسرع أسرع معه، قال: فجرح الرجل جرحا شديداً، فاستعجل الموت، فوضع نصل سيفه في الأرض وذبابه بين ثدييه، ثم تحامل على سيفه فقتل نفسه۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو وہ (اکثم) اس کے ساتھ نکل پڑے، جہاں کہیں وہ کھڑا ہوا وہیں یہ بھی کھڑے ہوئے اور جب وہ دوڑتا تو یہ بھی اس کے ساتھ دوڑتے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر وہ شخص شدید زخمی ہوگیا تو اس نے مرنے میں جلدی کی، چنانچہ اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر اور اس کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے

(۱) فتح الباري (ج۷ص۴۷۳)، والطبراني في الكبير (ج۱ص۲۹٦)، ومجمع الزوائد (ج۷ص۲۱٤)۔

(۲) إرشاد الساري (ج۵ص۹۲)، وشرح النووي على مسلم (ج۱ص۷۳)۔

درمیان میں رکھ کرتلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت اکثم بن ابی الجون رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہو لئے، چنانچہ جہاں وہ رکتا وہیں یہ بھی رک جاتے اور جہاں وہ جلدی کرتا، دوڑتا وہیں حضرت اکثم رضی اللہ عنہ بھی دوڑتے، مقصود اس کے احوال کا مشاہدہ تھا، آخر کار وہ منافق شخص لڑتے لڑتے زخمی ہوگیا اور زخموں کی تاب نہ لاسکا اس لئے مرنے میں جلدی کی اور خودکشی کرلی۔

"نصل سیفه" میں نصل سے کیا مراد ہے؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نصل کے دو معنیٔ مرادی بیان کئے ہیں:-

۱۔ نصل سے مجازاً تلوار کا مقبض (یعنی دستہ) مراد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل نصل مطلقاً تلوار کے لوہے کو کہتے ہیں۔ (۱) چنانچہ علامہ طاہر پٹنی ہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "النصال: وهو حديدة السيف"۔ (۲)

۲۔ نصل سیفه سے پوری تلوار مراد ہے۔ (۳) حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی تائید کتاب المغازی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں "فوضع سيفه بالأرض......" آیا ہے۔ (۴)

اور "ذباب" تلوار کی دھار کو کہتے ہیں یا اس حصے کو جس طرف سے وار کیا جاتا ہے۔ (۵)

فخرج الرجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أشهد أنك رسول الله، قال: "وماذاك؟" قال: الرجل الذي ذكرت آنفا أنه من أهل النار، فأعظم الناس ذلك، فقلت: أنا لكم به، فخرجت في طلبه ......فقتل نفسه۔

چنانچہ وہ آدمی (یعنی حضرت اکثم رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے جس آدمی کے

---

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۷)۔

(۲) مجمع بحار الأنوار (ج٤ص۷۱٦)۔

(۳) لامع الدراري (ج۷ص۲۳۷)۔

(٤) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲۳۷)۔

(٥) إرشاد الساري (ج٥ص۹۳)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٨١)۔

بارے ابھی کہا تھا کہ وہ جہنمی ہے تو لوگوں نے اس بات کو سخت سمجھا تو میں نے کہا کہ میں تمہیں اطمینان کرائے دیتا ہوں، چنانچہ میں اس کے نگرانی کے لئے چلا، پھر وہ سخت زخمی ہوگیا اور اس نے موت کے لئے جلدی کر کے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا پھر وہ اپنی تلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت اکثم بن ابی الجون رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو اس منافق کے خودکشی کرنے کی اطلاع دی ہے کہ جب آپ نے اس کو جہنمی قرار دیا تو آپ کا قول دیگر مسلمانوں پر بڑا بھاری گذرا کہ اتنا بہادر آدمی کیسے جہنمی ہوسکتا ہے؟ تو میں نے انہیں مطمئن کرنے کے لئے کہا میں تم لوگوں کو ابھی اس کی بابت خبر لائے دیتا ہوں...... پھر انہوں جو کچھ دیکھا تھا اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کیا اور آپ علیہ السلام کے نبی برحق ہونے کی شہادت دی۔

ثم تحامل ......تحامل کے معنی مائل ہونے اور جھکنے کے ہیں۔(۱)

ایک اعتراض اور اس کے جوابات

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک اعتراض نقل کیا ہے، اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ خودکشی کرنا تو معصیت ہے اور اہل سنت کا مشہور ومسلمہ قاعدہ ہے کہ العبد لایکفر بالمعصیة، پھر تو وہ خودکشی کرنے والا جنتی ہے، کیونکہ وہ مؤمن ہے تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے فرمادیا کہ وہ جہنمی ہے؟(۲)

اس اعتراض کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے خود ہی اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں:-

۱۔شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ وہ مومن نہیں ہے۔اسی لئے اس کے جہنمی ہونے کا فرمایا۔

۲۔یا یہ کہ وہ عنقریب مرتد ہوجائے گا کہ نفس کو قتل کرنا حلال قرار دے گا اور ظاہر ہے کہ استحالۃ المعصیۃ کفر۔

۳۔یا اس کے جہنمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان گناہ گاروں میں سے ہے جو جہنم میں داخل ہوں گے پھر وہاں سے نکل آئیں گے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٨١)۔

(۲) شرح الكرماني (ج١٢ص١٦٣)۔

(۳) شرح الكرماني (ج١٢ص١٦٤)۔

لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کرمانی کے اس اعتراض وجوابات کوتکلف قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"لو اطلع الكرماني على أنه كان معدودا في المنافقين أو على قوله: ماقاتلت على دين، لما تكلف بهذه الترديدات". (١)

"یعنی اگر علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوتا کہ اس کا شمار منافقین میں تھا، یا ان کو اس کے اس قول کی اطلاع ہوتی کہ میں کسی دین کا دفاع کرتے ہوئے نہیں لڑ رہا ہوں تو ان کو ان تردیدات کی ضرورت ہی نہ پڑتی"۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك: "إن الرجل ليعمل عمل أهل الجنة فيما يبدو للناس، وهو من أهل النار، وإن الرجل ليعمل عمل أهل النار فيما يبدو للناس، وهو من أهل الجنة"۔

تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی لوگوں کے خیال میں بظاہر اہل جنت کے کام کرتا ہے، حالانکہ وہ مآلاً دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی لوگوں کے خیال میں بظاہر دوزخ والوں کے کام کرتا ہے، حالانکہ وہ مآلاً جنت والوں میں سے ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد کا مطلب

یعنی ایک آدمی وہ ہوتا ہے کہ اس کے اعمال دیکھ کر لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ شخص جنتی ہے، لیکن انجام اس کا برا ہوتا ہے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے اور ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اعمال ظاہراً برے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، لیکن انجام اس کا اچھا ہوتا ہے اور جنت اس کا مستقر۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اپنے اعمال صالحہ سے دھوکا نہ کھائے، اسی طرح گناہ گار اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فيه: التحذير من الاغترار بالأعمال، وأنه ينبغي للعبد أن لا يتّكل عليها، ولايركن إليها؛ مخافة من انقلاب الحال للقدر السابق، وكذا ينبغي للعاصي أن لايقنط، ولغيره

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨١)۔

أن لایُقنطه من رحمة اللّٰه تعالی"۔ (۱)

"یعنی حدیث میں اعمال کی وجہ سے دھوکا کھانے سے بچنے کا ذکر ہے اور یہ کہ بندے کو چاہئے کہ صرف اعمال صالحہ پر تکیہ نہ کرے اور نہ بھروسہ، مبادا تقدیر سابق کی وجہ سے اس کی یہ اچھی حالت بُرے حال سے نہ بدل جائے، اسی طرح گناہ گار بندے کو بھی چاہئے کہ مایوس نہ ہو اور دوسروں کے لئے بھی یہ مناسب ہے کہ اسے اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہ کریں"۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب کی حدیث کے ساتھ مناسبت نہیں ہے کیونکہ ترجمہ تو اس بات پر قائم کیا گیا ہے کہ کسی کو بلا تحقیق یقینی طور پر شہید نہ کہا جائے، اس بات کا تو حدیث میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

تو حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بقول علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ بایں معنی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص (قزمان) کے لئے جہاد کی طرف رجحان و میلان کی گواہی دی تھی، اب اگر وہ قتل ہو جاتا تو لازمی بات تھی کہ صحابہ اس کی شہادت کی بھی گواہی دیتے اور اسے شہید قرار دیتے، چنانچہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس کا قتال و جہاد اللہ کے لئے نہیں تھا، بلکہ وہ قومی حمیت کی وجہ سے لڑ رہا تھا تو معلوم ہوا کہ ہر مقتول فی الجہاد کو شہید نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ وہ بھی اس شخص (یعنی قزمان) کی طرح ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو احکام ظاہرہ میں شہید کا حکم دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سلف نے بدر و احد وغیرہ کے مقتولین کو شہداء سے موسوم کیا ہے اور مراد اس سے حکم ظاہری ہے، جو ظن غالب پر مبنی ہو۔ (۲)

۷۷ - باب : التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تیر اندازی کی ترغیب دے رہے ہیں، کیونکہ یہ جہاد میں کام آنے والی چیز ہے

(۱) شرح النووي (ج۱ ص۷۳)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص ٩٠)، وعمدة القاري (ج١٤ ص ١٨٠)۔

اوراس سے دشمن کے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی ہے، اس لئے تیراندازی سیکھنی چاہئے۔(۱)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَأَعِدُّوا لَهُمْ ما اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِباطِ الخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ» /الأنفال : ٦٠/ .

اور اللہ عزوجل کا قول: ان (کفار) کے لئے جس قدر قوت اور گھوڑے تمہارے لئے ممکن ہوں تیار کرو، اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ گے۔

آیت کریمہ میں "قوة" سے کیا مراد ہے؟

حافظ صاحب اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے تحت مذکورہ آیت کریمہ کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قوۃ سے مراد رمی ہے، کیونکہ ایک حدیث میں قوۃ کی تفسیر رمی سے کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ (۲) سے مروی ہے: "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يقول: ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ ألا إن القوة الرمي –ثلاثا–"(۳)۔ (اللفظ لمسلم)

رمی کے تخصیص بالذکر کی وجہ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ میں قوۃ کی تفسیر رمی سے کرنے اور رمی کو مخصوص بالذکر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و إنما فسر القوة بالرمي، وإن كانت القوة تظهر بإعداد غيره من آلات الحرب؛

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨١)۔

(۲) الحديث أخرجه مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه، رقم (٤٩٤٦)، وأبوداود، كتاب الجهاد، باب في الرمي، رقم (٢٥١٤)، والترمذي، أبواب التفسير، باب: ومن سورة الأنفال، رقم (٣٠٨٣)، وابن ماجه، أبواب الجهاد، باب الرمي في سبيل الله، رقم (٢٨١٣)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٩١)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨١)۔

لكون الرمي أشد نكاية في العدو وأسهل مؤنة؛ لأنه قد يرمي رأس الكتيبة، فيصاب فينهزم من خلفه"۔ (۱)

''یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوۃ کی تفسیر رمی سے کی ہے، اگر چہ قوت کا اظہار دوسرے آلات حرب کی تیاری سے بھی ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تیر اندازی کا اثر دشمن پر شدید اور تیر کا بوجھ اپنے پر ہلکا ہوتا ہے کیونکہ کبھی کبھار لشکر کے اگلے حصے پر تیر اندازی کی جاتی ہے تو وہ تیروں کا شکار ہو جاتا ہے اور شکست کھا کر پیچھے بھاگ جاتا ہے، راہ فرار اختیار کرتا ہے''۔

اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی نحوی تعلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مااستطعتم" میں "ما" موصولہ ہے اور اس کا عائد یعنی ضمیر محذوف ہے اور "من قوة" اس کے لئے بیان ہے اور مراد نفس قوت ہے۔ (۲)

مزید فرماتے ہیں کہ اس بیان اور مبین میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ تیر اندازی کی تیاری بغیر ممارست اور طویل مشق اور پابندی کے درست نہیں ہوسکتی ہے اور آلات حرب میں کمان اور تیر کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں جس میں اس قدر ممارست اور پابندی کی ضرورت پیش آتی ہو، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار "قوة" کی تفسیر رمی سے فرمائی ہے۔ (۳)

اور آیت کریمہ سے متعلقہ بعض دیگر تفصیلات "باب من احتبس فرساً فی سبیل اللّٰہ" کے تحت ماقبل میں آچکی ہیں۔

۲۷۴۳ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ (٤) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ٱرْمُوا بَنِي إِسْماعِيلَ ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كانَ رَامِيًا ، ٱرْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ) . قالَ : فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما لَكُمْ لَا تَرْمُونَ) . قالُوا : كَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ ؟ فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ٱرْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ) . [۳۱۹۳ ، ۳۳۱۶]

(۱) الجامع لأحكام القرآن (ج۸ص۳۷)۔

(۲) شرح الطيبي (ج۷ص۳۱٤)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) قوله: "سلمة بن الأكوع رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا في كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى:=

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن مسلمہ

یہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب حارثی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

۲۔حاتم بن اسماعیل

یہ ابواسماعیل حاتم بن اسماعیل کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔یزید بن ابی عبید

یہ یزید بن ابی عبید مولی سلمۃ بن الاکوع رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔سلمۃ بن الأکوع

یہ مشہور صحابی حضرت سلمۃ بن الأکوع رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم على نفر من أسلم ينتضلون۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے درآنحالیکہ وہ تیراندازی کررہے تھے۔

"أسلم" سے مراد بنواسلم ہیں۔جو عرب کا مشہور قبیلہ ہے۔(۵)

"ينتضلون" انتضال سے مشتق ہےاوراس کے معنی تیراندازی کرنے کے ہیں۔(۶) اور یہ جملہ فعلیہ ماقبل

= ﴿واذكر في الكتاب إسمعيل، إنه كان صادق الوعد﴾، رقم (۳۳۷۳)، وكتاب المناقب، باب نسب اليمن إلى إسمعيل، منهم: أسلم بن أفصى بن حارثة بن عمرو من خزاعة، رقم (۳۵۰۷)۔

(۱) كشف الباري (ج۲ ص ۸۰)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب بلا ترجمة بعد باب استعمال فضل وضوء الناس۔

(۳،۴) ان دونوں کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۵) عمدة القاري (ج۱۴ ص ۱۸۲)، وفتح الباري (ج۶ ص ۹۱)۔

(۶) حوالہ بالا۔

کے لئے حال واقع ہورہا ہے۔(۱)

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ارموا بني إسماعيل؛ فإن أباكم كان راميا، ارموا وأنا مع بني فلان۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کرو، کیونکہ تمہارے والد بھی تیر انداز تھے، تیر اندازی کرو اور میں فلاں قبیلے کے ساتھ ہوں۔

بنی فلان سے کون مراد ہے؟

حدیث میں "وأنا مع بني فلان" آیا ہے اور مراد اس سے "ابن الأدرع" ہیں اور ابن الأدرع کا نام محجن ہے، چنانچہ صحیح ابن حبان (۲) اور مسند بزار (۳) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "وأنا مع ابن الأدرع" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اس سے زیادہ صریح روایت طبرانی کی ہے، جو حمزہ بن عمرو الاسلمی سے مروی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: "وأنا مع محجن بن الأدرع"۔(۴)

جب کہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ ابن الأدرع کا نام سلمہ ہے، مزید فرماتے ہیں کہ ادرع تو لقب ہے اور اصل نام ان کے والد کا ذکوان ہے۔(۵)

لیکن راجح قول پہلا ہی ہے، چنانچہ علامہ خزرجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محجن بن الأدرع ...... وهو الذي قال فيه النبي صلى الله عليه وسلم: ارموا وأنا مع ابن الأدرع"(٦)۔

---

(١) إرشاد الساري (ج٥ص٩٤)۔

(٢) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (ج٨ص٩٩)، كتاب السير، ذكر اسم الرواة الذين قال لهم النبي صلى الله عليه وسلم هذا القول، رقم (٤٦٧٥)۔

(٣) فتح الباري (ج٦ص٩١)۔

(٤) مجمع الزوائد للهيثمي (ج٥ص٢٦٨)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٩١)۔

(٦) خلاصة الخزرجي (ص٣٧٠)۔

حضرت مجحن بن الادرع

یہ حضرت مجحن بن الادرع الأسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں۔(۱)

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حنظلہ بن علی الاسلمی، رجاء بن ابی رجاء الباہلی اور عبداللہ بن شقیق رحمہم اللہ تعالی وغیرہ روایت حدیث کرتے ہیں۔(۲)

آخر عمر میں بصرہ میں رہائش اختیار کی، انہوں نے ہی مسجد بصرہ کی حد بندی وغیرہ کی تھی۔(۳)

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ انتقال سے قبل مدینہ منورہ لوٹ آئے تھے، وہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔(۴)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الادب المفرد'' میں، امام ابوداود اور نسائی رحمہما اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سے روایات لی ہیں۔(۵)

اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کل پانچ حدیثیں روایت کی ہیں اور اصحاب اصول ستہ نے ان میں سے دو روایتیں لی ہیں۔(۶)

قال: فأمسك أحد الفريقين بأيديهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما لكم لاترمون؟ قالوا: كيف نرمي وأنت معهم؟

راوی کہتے ہیں تو دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا کہ تم تیر اندازی کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم تیر اندازی کیسے کریں جب کہ آپ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں۔

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۲۷ص۲٦۷)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) طبقات ابن سعد (ج۷ص۱۲)۔

(٥) تهذيب الكمال (ج۲۷ص۱٦۷)، وفتح الباري (ج٦ص۹۱)۔

(٦) خلاصة الخزرجي (ص۳۷۰)۔

مطلب یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں تو فلاں یعنی محجن بن ادرع کے ساتھ ہوں تو دوسرے فریق نے تیراندازی سے اپنے ہاتھ روک لئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہاتھ روکنے کی بابت پوچھا کہ کیا بات ہے تم لوگ تیراندازی کیوں نہیں کررہے؟ تو ہاتھ روکنے والے فریق نے جواب دیا کہ یہ ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ ہم تیراندازی کریں جب کہ آپ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں؟ ظاہری بات ہے کہ اس صورت میں شکست کا منہ ہمیں ہی دیکھنا پڑے گا۔

جواب دینے والے کون تھے؟

حدیث کے جملے "قالوا: کیف نرمي وأنت معهم؟" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کا جواب ہے تو یہ جواب دینے والے کون صحابی تھے؟ تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے بقول یہ حضرت نضلہ الاسلمی رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ ابن اسحاق نے ''مغازی'' میں سفیان بن فروۃ الاسلمی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ:

"بینا محجن بن الأدرع يناضل رجلا من أسلم يقال له: نضلة ......فقال نضلة وألقى قوسه من يده: والله، لاأرمي معه وأنت معه......فقال نضلة: لايُغلب من كنت معه"۔ (۱)

''یعنی اس دوران کہ حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کے ساتھ تیراندازی کررہے تھے، جنہیں نضلہ کہا جاتا ہے......تو حضرت نضلہ رضی اللہ عنہ نے کمان اپنے ہاتھ سے پھینکتے ہوئے کہا: واللہ! میں اس کے ساتھ تیراندازی نہیں کروں گا کہ آپ اس کے ساتھ ہوں ......حضرت نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یارسول اللہ) آپ جس کے ساتھ ہوں اسے شکست نہیں ہوسکتی''۔

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "ارموا فأنا معكم كلّكم"۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیراندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص٩٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٨٢)، وإرشاد الساري (ج٥ص٩٤)، و قال الحافظ في مقدمة الفتح "هدي الساري": "ويحتمل أن يكون هو أبا برزة؛ فإن اسمه نضلة بن عبيد" (ص٢٩٠)۔

"کلکم" کا جولام ہے وہ مجرور ہے، کیونکہ وہ "معکم" کی جو ضمیر ہے، اس کے لئے تاکید ہے۔(۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں فریقوں کے ساتھ شامل کیونکر ہوگئے، جب کہ یہ بات طے تھی کہ ایک فریق غالب ہوگا، دوسرا مغلوب؟(۲)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں معیت سے مراد خیر کا قصد وارادہ، نیت کی اصلاح اور تیراندازی میں قتال کی غرض سے تمرین ہے، یہاں کسی ایک فریق کے غالب ومغلوب ہونے کا سلسلہ مقصود نہیں اور نہ ہی آپ نے غالبیت ومغلوبیت کے نقطۂ نظر سے اپنی "معیت" بیان فرمائی ہے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت "ارموا بني إسماعيل" میں ہے اور جہاں جہاں "ارموا" کا لفظ آیا ہے، اس سے تیراندازی کی ترغیب وتحریض مراد ہے۔(۴)

حدیث سے مستنبط فوائد

حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد مستفاد ہوتے ہیں:-

۱۔ علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان یا خلیفہ کو چاہئے کہ اپنے لوگوں کو تیراندازی، نیز دیگر فنون حرب کی تعلیم کا حکم دے اور ان کے سیکھنے پر ابھارے۔(۵)

۲۔ مزید فرماتے ہیں کہ آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آباء کی اچھی خصلتوں کو تلاش کرے، ان کی

---

(۱) شرح القسطلاني (ج۵ ص۹٤)۔

(۲) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱٦٤)۔

(۳) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱٦٥)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨٢)۔

(٥) شرح ابن بطال (ج٥ ص٩٤)۔

اتباع کرے اور انہی کی طرح عمل کرے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: "ارموا فإن أباكم كان راميا"۔ (۱)

۳۔ سلطان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی بھی فن کے ماہرین پر یہ جتلا دے کہ وہ ان کے ساتھ ہے، یعنی ان کی جماعت میں شامل ہے اور ان سے محبت رکھتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کے ماہرین کے ساتھ کیا تھا کہ فرمایا: "وأنا مع بني فلان"۔ (۲)

۴۔ نیز سلطان کو چاہئے کہ لوگوں کو امور قتال وحرب کی خود نشان دہی کرے کہ فلاں چیز سیکھو، اس میں مہارت اختیار کرو، جیسا کہ نبی علیہ السلام نے کیا۔ (۳)

۵۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گھڑ سواری اور اسلحے کا استعمال سیکھنا فرض کفایہ ہے اور کبھی کبھی وہ فرض عین بھی ہو جاتا ہے۔ (۴)

۲۷۴۴ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ (۵) قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ ، حِينَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوا لَنَا : (إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ) . [۳۷٦۳]

تراجم رجال

۱۔ ابونعیم

یہ مشہور محدث ابونعیم فضل بن دُکین کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب (بلا ترجمة)" کے تحت آچکا ہے۔ (٦)

(۱) شرح ابن بطال (ج۵ص۱۹٤)۔
(۲) حوالہ بالا۔
(۳) حوالہ بالا۔
(٤) تفسير القرطبي (ج۸ص۳۹)۔
(۵) قوله: "عن أبيه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً، كتاب المغازي، باب فضل من شهد بدرا، رقم (۸٤و۳۹۸۵)، وأبوداود، أبواب الجهاد، باب في الصفوف، رقم (۲٦٦۳)، وباب سل السيوف عند اللقاء، رقم (۲٦٦٤)۔
(٦) كشف الباري (ج۲ص۲٦۹)۔

۲۔عبدالرحمٰن بن الغسیل

یہ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔حمزہ بن ابی اسید

یہ حمزہ بن ابی اسید مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ابو مالک ان کی کنیت ہے اور یہ منذر بن ابی اسید کے بھائی ہیں۔(۲)

یہ اپنے والد ابو اسید الساعدی اور حارث بن زیاد الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادے مالک و یحیی، نیز سعد بن المنذر، عبدالرحمٰن بن سلیمان بن الغسیل، محمد بن عمرو بن علقمہ، امام زہری اور ابو عمرو بن حماس رحمہم اللہ تعالی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔(۳)

حافظ ابن حجر، خطیب بغدادی اور اسماعیلی رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ حمزہ بن ابی اسید صحابی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں پیدا ہوئے ہیں۔(۴)

جب کہ بعض دیگر حضرات محدثین مثلا ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنی کتاب ''الثقات'' میں تابعین میں ذکر کیا ہے۔(۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابوداود وامام ابن ماجہ رحمہما اللہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔(۶)

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں ان کا انتقال ہوا۔(۷)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء: أما بعد۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۷ص۳۱۱)۔

(۳) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۷ص۳۱۱و۳۱۲)۔

(٤) الإصابة (ج۱ص۳۵۳، ۳٦۸)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۷ص۳۱۲)۔

(٦) تهذيب الكمال (ج۷ص۳۱۲)۔

(۷) طبقات ابن سعد (ج۵ص۲۷۲)۔

۴۔ أبيه

"أب" سے مراد حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی الخزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم يوم بدر حين صففنا لقريش، وصفوا لنا: "إذا أكثبوكم فعليكم بالنبل"۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے موقع پر، جب ہم قریش کے مقابلے میں صف بستہ کھڑے ہوگئے تھے اور وہ بھی ہمارے مقابلے کے لئے صف بستہ ہوگئے تھے، فرمایا کہ اگر دشمن (قریش) تمہارے قریب آ جائے تو تم لوگ تیراندازی شروع کر دینا۔

حضرت ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غزوہ بدر سے متعلق ہے، چنانچہ اس کی تشریح بھی کتاب المغازی میں آ چکی ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث ابی اسید رضی اللہ عنہ کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ہے: "فعليكم بالنبل" کیونکہ اس میں رمی بالسہام کی ترغیب وتحریض ہے۔(۳)

رمی سے کیا مراد ہے؟

ہم پیچھے باب کے شروع میں نقل کر آئے ہیں کہ آیت کریمہ: ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة......﴾ (۴) میں "قوة" کی تفسیر رمی سے کی گئی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا بھی آیت کو ترجمۃ الباب کے تحت ذکر کرنے کا یہی تھا کہ "قوة" سے مراد رمی ہے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول۔

(۲) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۱۳۷)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۸۳)۔

(٤) الانفال / ٦٠۔

اب گفتگو اس میں ہے کہ رمی سے کیا مراد ہے؟ آیا وہی جو معروف ہے، یعنی تیر اندازی یا رمی عام ہے؟ تو بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ رمی سے اس کے خاص معنی یعنی تیر اندازی ہی مراد ہے۔

لیکن راجح یہ ہے کہ رمی اس قوت کا ایک فرد ہے، باقی جس طریقے سے بھی دشمن کے مقابلے میں قوت حاصل کی جاسکتی ہے، اس کا اختیار کرنا ضروری وواجب ہے۔

ہم یہاں حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس درج کئے دیتے ہیں جس سے راجح قول کو سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، فرماتے ہیں:

"احادیث میں اگرچہ قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی گئی ہے، گویا باعتبار عموم الفاظ اس سے مراد ہر قسم کا سامان حرب ہے اور یہ مطلب نہیں کہ قوت صرف تیر اندازی میں منحصر ہے، بلکہ تلوار، نیزہ، سپر (ڈھال)، زرہ، خود، قلعے، سامان رسد اور سامان حرب سب قوت میں داخل ہیں، اس لئے کہ مقصود اصلی تو آیت کا یہ ہے کہ وہ ساز وسامان اور آلات حرب مہیا کرو، جس کے ذریعے تم دشمن کی مدافعت کرسکو اور اس پر غالب آسکو............ بہر حال اس آیت سے مقصود مسلمانوں کو یہ حکم دینا ہے کہ تم دشمنوں کے مقابلے کے لئے سامانِ جنگ تیار کرو، جس قدر طاقت اور قوت فراہم کرسکتے ہو، اس میں کسر نہ چھوڑو اور ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں سامان جنگ بدلتا رہتا ہے، پہلے زمانے میں نیزے وتلوار تھے اور اس زمانے میں توپ اور بندوق (وغیرہ) ہیں، یہ سب سامان جہاد ہے اور یہ سب، اسی طرح آئندہ جو اسلحہ اور آلات حرب وضرب تیار ہوں گے، انشاء اللہ وہ سب اس آیت کے عموم اور مفہوم میں داخل ہوں گے اور عین منشائے قرآنی ہوں گے......"(۱)

---

(۱) معارف القرآن للكاندهلوي (ج۳ص۲۵۵)۔

قال محدث العصر الشاه أنور الكاشميري رحمه الله: "والتحريض على الرمي كان في الزمان الماضي، وأما اليوم فينبغي أن يكون على تعلم استعمال الآلات التي شاعت في زماننا؛ كالبندقة، والغاز، ومن الغباوة: الجمود على ظاهر الحديث؛ فإن التحريض عليه ليس إلا للجهاد، وليس فيه معنى وراءه، ولما لم يبق الجهاد بالأقواس لم يبق فيها معنى مقصود، فلا تحريض فيها ....، فالحاصل: أن التحريض في كل زمان بحسبه، و في النص إشارة إليه أيضا، فقال تعالى: ﴿ترهبون به عدو الله وعدوكم﴾، والمقصود هو الإرهاب، وذلك لايحصل اليوم بتعلم الرمي"۔ فيض الباري (ج۳ص۴۳۵)، وأيضاً انظر روح المعاني للعلامة الألوسي (ج۶ص۲۵)۔

جدید اسلحے کی تیاری فرض ہے

حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''اس آیت کی رو سے مسلمان حکومتوں پر جدید اسلحے کی تیاری اور ان کے کارخانوں کا قائم کرنا فرض ہوگا، اس لئے کہ اس آیت میں قیامت تک کے لئے ہر مکان و زمان کے مناسب قوت و طاقت کی فراہمی کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح کافروں نے تباہ کن ہتھیار تیار کئے ہیں، ہم پر بھی اسی قسم کے تباہ کن ہتھیاروں کا تیار کرنا فرض ہوگا، تاکہ کفر وشرک کا مقابلہ کرسکیں''۔(۱)

گھڑ سواری افضل ہے یا تیر اندازی؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ گھڑ سواری ہو یا تیر اندازی، دونوں جہاد وقتال کے اہم ذریعے ہیں اور اسباب حرب میں سے ہیں، لیکن ان دونوں میں افضل کیا ہے تو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد ذهب أكثر العلماء إلى أن الرمي أفضل من ركوب الخيل، وذهب الإمام مالك إلى أن الركوب أفضل من الرمي، وقول الجمهور أقوى للحديث"۔ (۲)

اور اکثر علماء اس جانب گئے ہیں کہ رمی، رکوب الخیل سے افضل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ رکوب، رمی سے افضل ہے اور جمہور کا قول حدیث کی وجہ سے قوی ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ارموا واركبوا، وأن ترموا خير من أن تركبوا"۔(۳) یعنی ''تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور یہ کہ تم تیر اندازی کرو اس سے بہتر یہ ہے کہ تم گھڑ سواری کرو''۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کو گھڑ سواری سے بہتر وافضل فرمایا ہے۔

---

(۱) معارف القرآن (ج۳ص۲۵۵)۔

(۲) تفسير القرآن العظيم لابن كثير الدمشقي (ج٢ص٣٢١)۔

(۳) الحديث رواه أبوداود في الجهاد، باب في الرمي، رقم (٢٥١٣)، والترمذي في فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الرمي في سبيل الله تعالى، رقم (١٦٣٧)، وقال: هذا حديث حسن صحيح، والنسائي في كتاب الخيل والسبق، باب تأديب الرجل فرسه، رقم (٣٦٠٨)، وابن ماجه، في أبواب الجهاد، باب فضل الرمي في سبيل الله، رقم (٢٨١١)۔

۷۸ – باب : اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ یہ لہو بالحراب اس لہو (کھیل) میں داخل نہیں ہے جو منہی عنہ ہے، شریعت نے لہو بالحراب کو مشروع و جائز قرار دیا اور اس کو مستثنیات میں داخل کیا ہے، چنانچہ یہ فعل اگر بغرض تعلیم ہو تو جائز ہے، بلکہ قوت علی الجہاد حاصل کرنے کے لئے مندوب و مسنون ہے۔(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غالبا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعہ اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جو حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''......وليس اللهو إلا في ثلاثة: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته امرأته، ورميه بقوسه ونبله''۔ (۲) (اللفظ للنسائي)

کہ ''لہو تین مواقع کے علاوہ کہیں اور جائز نہیں ہے، ایک یہ کہ آدمی کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، دوسرے آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا اور تیسرے کمان اور تیر کے ساتھ اس کا تیر اندازی کرنا''۔(۳)

حراب – بكسر الحاء وفتح الراء – حَربة – بفتح الحاء وسكون الراء – کی جمع ہے اور اس کے معنی برچھے کے ہیں۔(۴)

اور ''نحوها'' کے ذریعے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشارہ فرمایا کہ یہ لہو کا جواز حراب کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ دیگر آلات حرب مثلاً تیر، کمان اور تلوار وغیرہ کے ساتھ بھی جائز ہے۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۱۸۳)، وفيض الباري (ج۳ ص٤۳٦)۔

(۲) الحديث رواه أبوداود في الجهاد، باب في الرمي، رقم (۲۵۱۳)، والترمذي في فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الرمي في سبيل الله تعالى، رقم (۱٦۳۷)، وقال: هذا حديث حسن صحيح، والنسائي في كتاب الخيل والسبق، باب تأديب الرجل فرسه، رقم (۳٦۰۸)، وابن ماجه، في أبواب الجهاد، باب فضل الرمي في سبيل الله، رقم (۲۸۱۱)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص۹۳)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨٣)، ومعجم الوسيط (ج١ ص١٦٤)، مادة ''حرب''۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨٣)۔

٢٧٤٥ : حدّثنا إبْراهيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ(١) ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا الحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ ، فَأَهْوَى إِلَى الحَصَى فَحَصَبَهُمْ بِهَا . فَقَالَ : (دَعْهُمْ يَا عُمَرُ) . وَزَادَ عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ : فِي المَسْجِدِ .

تراجم رجال

ا۔ابراہیم بن موسی

یہ ابواسحاق ابراہیم بن موسی بن یزید الفراء رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(٢)

٢۔ھشام

یہ ابوعبدالرحمٰن ھشام بن یوسف صنعانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(٣)

٤۔معمر

یہ ابوعروہ محمد معمر بن راشد ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی الحدیث الخامس کے تحت آچکا ہے۔(٤)

٥۔زہری

یہ ابوبکر محمد بن مسلم زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا بھی مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(٥)

---

(١) قوله: "عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه": الحديث، رواه مسلم، كتاب العيدين، باب الرخصة في اللعب الذي لامعصية فيه في أيام العيد، رقم (٢٠٦٩)، والنسائي، كتاب العيدين، باب اللعب في المسجد يوم العيد، ونظر النساء إلى ذلك، رقم (١٥٩٧)۔

(٢،٣) ان دونوں حضرات کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله۔

(٤) كشف الباري (ج١ ص٤٦٥)۔

(٥) حوالہ بالا (ص٣٢٦)۔

۶۔ابن المسیب

یہ امام التابعین، حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل" کے تحت آچکے ہیں۔(۱)

۷۔ابو ہریرہ

یہ مشہور صحابیٔ رسول، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا مفصل تذکرہ "كتاب الإيمان" کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(۲)

قال: بينا الحبشة يلعبون عند النبي صلى الله عليه وسلم بحرابهم دخل عمر، فأهوى إلى الحصى، فحصبهم بها۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دوران کہ حبشی اپنی برچھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، کنکریوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر ان کنکریوں سے حبشیوں کو نشانہ بنایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہاں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ حبشی مدینہ منورہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مختلف قسم کے حربی مظاہرے پیش کئے تو یہی لوگ ایک مرتبہ اپنی برچھیوں اور چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور جب یہ منظر دیکھا تو کنکریاں تلاش کرنے لگے اور ان کنکریوں کے ساتھ حبشیوں کو نشانہ بنانے لگے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس فعل کی حکمت معلوم نہ تھی اور وہ اسے بھی لہو باطل میں شمار کر بیٹھے تھے۔علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لعدم علمه بالحكمة، وظنه أنه من اللهو الباطل"۔(۳)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

(۳) إرشاد الساري (ج۵ص۹۵)۔

اورنسائی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حبشی لوگ بنوارفدہ سے تعلق رکھتے تھے۔(۱)

فقال: "دعهم یاعمر۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو۔

یعنی ان کے کام میں دخل مت دو اور انہیں کھیلتا چھوڑ دو، کیونکہ ان کا یہ فعل جنگ کی تمرین ومشق اور دشمن کا مقابلہ کرنے کی تیاری کے لئے ہے۔(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے اجتہادی خطا اور غلطی ہو جائے تو اس کو ملامت کرنا درست نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی قسم کی زجر وتوبیخ نہیں فرمائی، کیونکہ وہ اس معاملے میں متاول تھے۔(۳)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اب اشکال یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حبشیوں کو جو نبی علیہ السلام کے قریب کھیل رہے تھے کنکریاں کیوں ماریں، جب کہ ان کو نظر آ رہا تھا کہ نبی علیہ السلام بھی وہاں موجود ہیں، یہ تو ایک طرح کی خدانخواستہ بے ادبی ہوئی؟

علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کے دو جوابات دیئے ہیں:-

۱۔ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان حبشیوں کو دیکھ رہے ہیں۔(۴)

۲۔ یا وہ یہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کو دیکھا تو ہے، مگر حیاء ان کو روکنے اور منع کرنے سے مانع ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اقدام کیا اور ان کو روکا۔ اور ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسرے

---

(۱) سنن النسائي، كتاب العيدين، باب اللعب في المسجد يوم العيد......، رقم (۱۵۹۷)۔

(۲) شرح القسطلاني (ج ٥ ص ٩٥)، وشرح ابن بطال (ج ٥ ص ٩٥)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج ٥ ص ٩٥)۔

(٤) عمدة القاري (ج ١٤ ص ١٨٣)۔

جواب کوراجح قرار دیا ہے، کیونکہ حدیث میں صراحت ہے کہ "يلعبون عند النبي صلى الله عليه وسلم ....." تو نہ دیکھنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔(۱)

زاد علي: حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر: "في المسجد"۔

مطلب مذکورہ عبارت کا یہ ہے کہ یہ جو واقعہ حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ مسجد کا تھا کہ وہ لوگ مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔(۲)

نیز علی سے مراد ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہاں کی روایت میں تو "زاد علي" ہے، لیکن مستملی کی روایت میں "زادنا علي، ......" آیا ہے، اس لئے اس کو کوئی شخص غیر دال علی الاتصال نہ سمجھے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت واضح ہے اور وہ حدیث کے ابتدائی جملے میں ہے، یعنی "بينا الحبشة يلعبون عند النبي صلى الله عليه وسلم"۔

علامہ عینی اور حافظ صاحب کا تسامح

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ کا خیال ہے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت حدیث باب میں نہیں ہے، کیونکہ اس میں "حراب" کا ذکر نہیں ہے تو شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث باب کو یہاں ذکر فرما کر اس کے بعض دیگر طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مراد اس سے ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث لی ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلاۃ (۴) میں ذکر فرمایا ہے، فرماتی ہیں: "رأيت النبي صلى الله عليه وسلم والحبشة يلعبون بحرابهم"۔ اس طرح حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ہو جاتی ہے۔(۵)

---

(۱) حوالۂ بالا۔

(۲) شرح القسطلاني (ج۵ص۹۵)۔

(۳) تغليق التعليق (ج۳ص٤٤٤)۔

(٤) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد، رقم (٤٥٥)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٩٣)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٨٣)۔

غالباً ان حضرات کو یہاں تسامح ہو گیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر جو نسخہ تھا شاید اس میں ''حراب'' کے الفاظ موجود نہ ہوں، چنانچہ بخاری کے محشی حضرت احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قوله: بحرابهم، هذا موضع الترجمة، وكأنه لعدم وجوده في بعض النسخ لم يطلع عليه بعض المهرة، فتحير في مطابقة الحديث للترجمة"۔ (۱)

تنبیہ

حدیث باب کی دیگر تشریحات کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہیں۔ (۲)

۷۹ — باب : الْمِجَنِّ وَمَنْ يَتَتَرَّسْ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈھال (سپر) اور اس کے استعمال کا ذکر فرمایا ہے۔ (۳)

اور مقصد اس ترجمے سے ان کا یہ ہے کہ ان چیزوں کا استعمال توکل کے خلاف نہیں ہے اور یہ نبوت کی تعلیم اور منصب نبوت کے خلاف بھی نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وجه هذه التراجم دفع من يتخيل أن هذه الآلات ينافي التوكل، والحق أن الحذر لا يرد القدر، ولكن يضيق مسالك الوسوسة لما طبع عليه البشر"۔ (٤)

''یعنی ان تراجم کا مقصود اس شخص کے خیال کو رد کرنا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ ان آلات کا استعمال توکل کے منافی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ احتیاط تقدیر کو نہیں ہٹاتی، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ انسانوں کی جو وسوسے کی جبلت و عادت ہے احتیاط کو اختیار کرنے سے اس وسوسے کا خاتمہ ہو جاتا ہے''۔

(۱) حاشية السهارنفوري على صحيح البخاري (ج۱ ص۴۰٦)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد، رقم (٤٥٤)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨٤)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٩٤)۔

مجن کے معنی

المجن: میم کے کسرہ، جیم کے فتحہ کے ساتھ، ڈھال (سپر) کو کہتے ہیں۔(۱)

اور یہ جَنَّ یَجِنُّ سے مشتق ہے، جس کے معنی ڈھانپنے کے ہیں اور مجن کو مجن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دشمن کے حملے کو روکتی اور آدمی اور دشمن کے درمیان حجاب بن جاتی ہے۔ اور ترس کے معنی بھی ڈھال کے ہیں۔(۲)

٢٧٤٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (٣) رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ ، فَكَانَ إِذَا رَمَى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ ﷺ فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْضِعِ نَبْلِهِ . [ر : ٢٧٢٤]

تراجم رجال

۱۔ احمد بن محمد

یہ ابوالعباس احمد بن محمد بن موسیٰ مروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۲۔ عبداللہ

یہ امام عبداللہ بن مبارک حنظلی مروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "بدء الوحي" کی پانچویں حدیث کے تحت آچکا۔(۵)

۳۔ الاوزاعی

یہ مشہور فقیہ، عبدالرحمٰن بن عمرو بن ابی عمرو اوزاعی شامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "کتاب العلم،

---

(۱) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٤)۔

(۲) النهاية للجزري (ج١ ص٣٠٨)، باب الجيم مع النون۔

(۳) قوله: "عن أنس بن مالك رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الجهاد، باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب مايقع من النجاسات في السمن والماء۔

(۵) كشف الباري (ج١ ص٤٦٢)۔

باب الخروج في طلب العلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۴۔اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ

یہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھي به المجلس، ......" کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

۵۔انس بن مالک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب ......" کے تحت گذر چکے۔(۳)

قال: کان أبو طلحة یتترس مع النبي صلی الله علیه وسلم بترس واحد، وکان أبو طلحة حسن الرمي، فکان إذا رمی یشرف النبي صلی الله علیه وسلم، فینظر إلی موضع نبله.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی ڈھال سے کام لیتے تھے۔اور ابوطلحہ بہت اچھے تیر انداز تھے، چنانچہ جب وہ تیر پھینکتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک اٹھا کر ان کے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھتے تھے۔

پہلے جملے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی ڈھال سے کام لیتے تھے۔مطلب یہ ہے کہ ڈھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑی ہوئی تھی اور حضرت ابوطلحہ تیر اندازی کر رہے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص تیر اندازی کر رہا ہوتا ہے اس کے دونوں ہاتھ مشغول ہوتے ہیں، اسی لئے نبی علیہ السلام نے ڈھال پکڑی ہوئی تھی اور اس سے ابوطلحہ کا بچاؤ کر رہے تھے۔(۴)

اور حدیث سے متعلقہ دیگر تشریحات کتاب المغازی میں آئیں گی۔(۵)

---

(۱) کشف الباري (ج۳ص٤٠٨)۔

(۲) کشف الباري (ج۳ص۲۱۳)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص٤)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٩٤)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٨٤)۔

(٥) کشف الباري، کتاب المغازي (ص٢١٢و ٢٣١)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حدیث کی مناسبت ترجمے کے ساتھ بالکل واضح ہے اور وہ حدیث کے ابتدائی جملے "كان أبو طلحة يتترس مع النبي صلى الله عليه وسلم بترس واحد" میں ہے۔(۱)

۲۷٤٧ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ(۲) قالَ : لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ ، وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ ، وَكُسِرَتْ رَباعِيَتُهُ ، وَكانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ ، وَكانَتْ فاطِمَةُ تَغْسِلُهُ ، فَلَمَّا رَأَتِ الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً ، عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْها ، وَأَلْصَقَتْها عَلَى جُرْحِهِ ، فَرَقَأَ الدَّمُ . [ر : ٢٤٠]

تراجم رجال

۱۔سعید بن عفیر

یہ سعید بن کثیر بن عفیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اکثر اپنے دادا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان کے حالات "كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۲۔یعقوب بن عبدالرحمٰن

یہ یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۳۔ابوحازم

یہ مشہور زاہد، ابوحازم سلمۃ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٨٤)۔

(۲) قوله: "عن سهل" : الحديث، مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(۳) كشف الباري (ج٣ص٢٧٤)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب الخطبة على المنبر۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

۴۔ سہل

یہ مشہور صحابی، حضرت سہل بن سعد ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

قال: لما كسرت بيضة النبي صلى الله عليه وسلم......

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود سر مبارک پر ٹوٹ گیا اور چہرۂ انور خون آلود ہو گیا اور آپ کے آگے کے دو دانت شہید ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں بھر بھر کر پانی لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم کو دھو رہی تھیں، جب انہوں نے دیکھا کہ خون، پانی سے بھی زیادہ ہو گیا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر لگا دیا، جس سے خون آنا بند ہو گیا۔

اس حدیث کی کچھ تفصیل چونکہ "کتاب الوضوء" (۲) میں اور کچھ تشریحات "کتاب المغازی" (۳) میں آچکی ہیں، اس لئے ہم نے یہاں فقط ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا عذاب

جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے تھے اور یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے، ان دانتوں کی شہادت یوں ہوئی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکا جس سے آپ کے دانت مبارک شہید اور ہونٹ زخمی ہوئے۔(۴)

چنانچہ اللہ عز وجل نے عتبہ کو اس کی گستاخی کی سزا یہ دی کہ اس واقعے کے بعد اس کی نسل میں جو بچہ بھی پیدا ہوا، اس کے نیچے کے دانت جڑ سے ٹوٹے ہوئے ہوتے اور یہ چیز اس کی نسل میں معروف و مشہور ہے۔(۵)

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) كشف الباري، كتاب المغازي (ص ۲٤۷)۔

(٤) إرشاد الساري (ج ٥ ص ٩٥)۔

(٥) حوالہ بالا۔

اور عبداللہ بن قمیئہ نے حضور علیہ السلام پر حملہ کیا، جس سے خود کے دو آہنی حلقے رخ مبارک میں گھس گئے۔ پھر اس نے متکبرانہ و گستاخانہ طور پر یہ الفاظ بھی کہے: "خذها وأنا ابن قميئة" کہ یہ لو اور میں قمیئہ کا بیٹا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: "أقمأك الله" کہ "اللہ تجھے ذلیل وخوار کردے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا کا نتیجہ یوں ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] پر ایک پہاڑی بکرے کو مسلط فرمادیا، وہ بکرا اس کو مسلسل سینگ مارتا رہا، یہاں تک کہ اس نے ابن قمیئہ [illegible] ٹکڑے کردیئے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت حدیث کے اس جملے میں ہے: "وكان علي يختلف بالماء في المجن"(۲) کہ اس میں مجن کا ذکر موجود ہے، جو ترجمہ کا پہلا جز ہے۔

۲۷۴۸ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(۳) قَالَ : كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خاصَّةً ، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ ، ثُمَّ يَجْعَلُ ما بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ ، عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ . [۲۹۲۷ ، ۳۸۰۹ ، ٤٦٠٣ ، ٥٠٤٢ ، ٥٠٤٣ ، ٦٣٤٧ ، ٦٨٧٥]

تراجم رجال

ا۔ علی بن عبداللہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث، ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مفصل تذکرہ "کتاب

---

(۱) حوالہ بالا، وعمدة القاري (ج ١٤ ص ١٨٤)، وسيرة ابن هشام (ج ٣ ص ٨٧)۔

(۲) فتح الباري (ج ٦ ص ٩٤)، وعمدة القاري (ج ٤ ص ١٨٤)۔

(۳) قوله: "عن عمر رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم (٣٠٩٤)، وفي المغازي، باب حديث بني النضير..." رقم (٤٠٣٣)، وكتاب التفسير، سورة الحشر، باب قوله تعالى: ﴿ماأفاء =

العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

ایک اہم تنبیہ

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں رواۃ سند کا مختصر تعارف لکھا ہے وہاں علی بن عبداللہ کو مسندی قرار دیا ہے۔(۲) حالانکہ علی بن عبداللہ سے مراد یہاں ابن المدینی ہیں، کیونکہ رجال بخاری میں علی بن عبداللہ نام کے کوئی راوی نہیں ہیں، جن کی نسبت المسندی ہو۔

۲۔سفیان

یہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" (۳) کی پہلی حدیث کے ضمن میں مختصراً اور "کتاب العلم، باب قول المحدث: أخبرنا ......" کے تحت تفصیلاً گذر چکے ہیں۔(۴)

۳۔عمرو

یہ ابومحمد عمرو بن دینار مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۴۔زہری

یہ امام ابوبکر محمد بن مسلم زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(۶)

= الله على رسوله ﷺ، رقم (٤٨٨٥)، وكتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله، ......، رقم (٥٣٥٧ و ٥٣٥٨)، وكتاب الفرائض، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لانورث ......، رقم (٦٧٢٨)، وكتاب الأعتصام، باب مايكره من التعمق والتنازع في العلم، والغلو في الدين والبدع، رقم (٧٣٠٥)، ومسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء، رقم (٤٥٧٥)، وأبو داود، أبواب الخراج والإمارة، باب في صفايا رسول الله صلى الله عليه وسلم من الأموال، رقم (٢٩٦٣- ٢٩٦٥)، والترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في تركة رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم (١٦١٠)، وأبواب الجهاد، باب ما جاء في الفيء، رقم (١٧١٩)، والنسائي، أول كتاب قسم الفيء، رقم (٤١٤٥) و(٤١٥٣)۔

(١) كشف الباري (ج٣ص٢٩٧)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٨٥)۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٢٣٨)۔

(٤) كشف الباري (ج٣ص١٠٢)۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل۔

(٦) كشف الباري (ج١ص٣٢٦)۔

۵۔ مالک بن اوس بن الحدثان

یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مالک بن اوس بن الحدثان رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

۶۔عمر رضی اللہ عنہ

یہ ثانی الخلفاء، ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل عدوی رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه" کے تحت آ چکا ہے۔(۲)

قال: کانت أموال بني النضیر ......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنونضیر کے اموال کی حیثیت ایسی تھی جو اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں بغیر کسی جنگ کے دے دی تھی، اس کے حصول کے لئے مسلمانوں نے کوئی گھوڑا دوڑایا، نہ اس پر سواری کی، چنانچہ یہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نگرانی میں تھے، جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو سالانہ خرچہ دیتے اور جو باقی بچ رہتا اس کو ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی کے لئے اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کے لئے بھی خرچ فرماتے۔

تنبیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا ہے۔یہی حدیث مکمل تفصیل کے ساتھ کتاب المغازی میں آ چکی ہے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: "ثم یجعل ما بقي في السلاح

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب البیوع، باب مایذکر في بیع الطعام والحکرة۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص ٤٧٤)۔

(۳) کشف الباري، کتاب المغازي (ص۱۸٦ – ۱۹۱)۔

والكراع عدة في سبيل الله"(۱) کیونکہ مجن بھی اسلحے میں سے ہے۔

چنانچہ سعید بن منصور نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کے پاس ایک ڈھال تھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لو لا أن عمر قال لي: احبس سلاحك لأعطيت هذه الدرقة لبعض أولادي"۔ (۲) کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگر مجھ سے یہ نہ کہا ہوتا کہ اسلحہ اپنے پاس رکھو تو میں ضرور یہ ڈھال اپنی کسی اولاد کو دے دیتا۔" معلوم ہوا کہ مجن اسلحے میں داخل ہے۔

٢٧٤٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ قالَ : حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ عَلِيٍّ .

حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا (۳) رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : ما رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُفَدِّي رَجُلاً بَعْدَ سَعْدٍ ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ : (اَرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . [٣٨٣٢ ، ٣٨٣٣ ، ٥٨٣٠]

تراجم رجال

۱۔ قبیصہ

یہ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد السوائی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکے ہیں۔ (۴)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص١٨٥)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ ص٩٤)۔

(٣) قوله: "سمعت عليا رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضاً، كتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا......﴾، رقم (٤٠٥٨، ٤٠٥٩)، وكتاب الأدب، باب قول الرجل: أبي وأمي، رقم (٦١٨٤)، ومسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، رقم (٦٢٣٣)، والترمذي، أبواب المناقب، باب: ارم فداك أبي وأمي، رقم (٣٧٥٣، ٣٧٥٥)، وأبواب الأدب، باب ما جاء في فداك أبي وأمي، رقم (٢٨٢٨، ٢٨٢٩)، وابن ماجه، كتاب السنة، باب في فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم (١٢٩)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ ص٢٧٥)۔

۲۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث، تبع تابعی ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے ذیل میں آچکے ہیں۔(۱)

۳۔سعد بن ابراہیم

یہ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔عبداللہ بن شداد

یہ ابوالولید عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔علی رضی اللہ عنہ

یہ رابع الخلفاء، ابوالحسن حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

حدثنا قبيصة حدثنا سفيان

حافظ ابونعیم اور مذکورہ سند

اس سند میں قبیصہ سے مراد ابن عقبہ اور سفیان سے ابن سعید الثوری رحمہما اللہ ہیں۔لیکن ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستخرج" میں یہ کہا ہے کہ یہاں قبیصہ کا لفظ مدونین بخاری کی طرف سے تصحیف ہے اور صحیح الفاظ "حدثنا قتيبة" ہیں۔

چنانچہ اس صورت میں سفیان سے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوں گے، کیونکہ قتیبہ نے سفیان ثوری سے حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۲۷۸)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب الرجل يوضيء صاحبه۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۵) فتح الباري (ج٦ ص٩٤)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٦)۔

گویا ابونعیم حدیث میں یہ علت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سفیان سے ثوری مراد ہیں اور قتیبہ کا سماع چونکہ ثوری سے ثابت نہیں، اس لئے یہ روایت معلل ہے۔(۱)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابونعیم کے اس انکار کے کوئی معنی معلوم نہیں، کیونکہ اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ یہ حدیث سفیانین (ابن عیینہ وثوری رحمہما اللہ) سے مروی ہو۔ چناں چہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو "کتاب الأدب" (۲) میں "يحيى القطان عن سفيان الثوري" کے طریق سے نقل کیا ہے، پھر نسفی کے نسخے میں بھی یہی روایت ہمارے پیش نظر باب (۳) میں "عن مسدد عن يحيى عن سفيان" کے طریق سے مروی ہے۔(۴)

اب خلاصۂ بحث یہ ہوا چونکہ یہ حدیث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے، اس لئے اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ قبیصہ کی جگہ قتیبہ اور سفیان سے ابن عیینہ مراد لیا جائے، نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے کہ مدونین بخاری کی طرف غلطی کی نسبت کی جائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی تشریح کتاب المغازي (۵) اور کتاب الأدب (۶) میں آ چکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہاں باب کے تحت لانا غیر ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں نہ تو مجن کا ذکر ہے، نہ ہی مجن اور ترس کے ذریعے دشمن کے تیروں سے بچنے کا؟

پھر حافظ صاحب نے خود اس اشکال کا جواب بھی دیا کہ ابن شبویہ کے نسخے میں اس روایت سے پہلے

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٨٦)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول الرجل: أبي وأمي، رقم (٦١٨٤)۔

(۳) النكت الظراف على الأطراف (ج٧ص٤٠٩)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٩٤)۔

(٥) كشف الباري، كتاب المغازي (ص٢٣٠)۔

(٦) كشف الباري، كتاب الأدب (ص٦٠٣-٦٠٥)۔

"باب" بغیر ترجمہ کا ذکر ہے، (ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اسی طرح ہے) اور اس باب بلا ترجمہ کی مناسبت ماقبل کے باب سے بایں معنی ہے کہ تیرانداز اس امر سے مستغنی نہیں رہ سکتا کہ وہ دشمن کے تیروں سے بچنے کے لئے کسی چیز کا استعمال نہ کرے، اس لئے وہ کسی ایسی چیز کا استعمال کرتا ہے جو دشمن کے تیروں کو روک سکے۔(۱)

لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ کا یہ قول تکلف وتعسف سے خالی نہیں، بہتر یہ ہے یوں کہا جائے کہ اس حدیث میں رمی کا ذکر ہے، اسی طرح گذشتہ باب کی پہلی حدیث میں بھی رمی کا ذکر تھا اور مناسبت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔(۲)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ گذشتہ باب کی پہلی حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تیراندازی کررہے تھے اور نبی علیہ السلام نے ڈھال پکڑ رکھی تھی تاکہ دونوں مخالفین کے تیروں سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح یہاں بھی یہ آیا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیراندازی کررہے تھے اور نبی علیہ السلام ان کو تیر اٹھا اٹھا کر دے رہے تھے۔ (۳) ظاہری بات ہے یہ اسی لئے تھا کہ وہ دونوں دشمن کے تیروں سے محفوظ رہیں، کیونکہ جب اس طرف سے مسلسل تیراندازی ہوگی تو دوسری طرف والوں کو تیراندازی کا موقع نہیں ملے گا۔

۸۰ – باب : اَلدَّرَقِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈھال کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس کا استعمال مشروع اور جائز ہے۔(۴)

لیکن اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ تو تکرار فی الترجمہ ہوا، کیونکہ باب سابق جو مجن اور ترس کے بارے میں تھا اس میں بھی مجن اور ترس کے معنی ڈھال ہی کے ہیں؟

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص ٩٤)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص ١٨٦)۔

(۳) دیکھئے صحیح البخاري، کتاب المغازي، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا......﴾، رقم (٤٠٥٥)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص ١٨٦)، وفتح الباري (ج٦ص ٩٥)۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے کہ مجن اور ترس کے معنی مطلقاً ڈھال کے ہیں، جب کہ درق اس ڈھال کو کہتے ہیں جو چمڑے کی بنی ہوئی ہو، اس میں لکڑی اور پٹھا نہ ہو۔ اب چونکہ معنوی فرق ہوگیا ہے اس لئے کوئی اعتراض نہیں رہا۔(۱)

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سابق باب میں ترجمۃ الباب سے مقصود "ومن یتترس بترس صاحبه" کا جملہ ہے، مجن کا ذکر مقصود نہیں، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب ہذا میں ڈھال کا بھی ذکر کردیا۔(۲)

لیکن جواب ثانی دل کو نہیں لگتا، کیونکہ یہ دعوی کہ مقصود ترجمے کا جزء ثانی ہے درست نہیں، اس لئے کہ سابق باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو احادیث ذکر کیں، ان میں سے بعض ترجمے کے جزء اول اور بعض جزء ثانی کے ساتھ منطبق تھیں، جیسا کہ ماقبل میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔

پھر اگر اس دعوی کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ باب سابق میں ترجمے کا جزء ثانی مراد ہے تو اس میں بھی ترس یعنی ڈھال کا ذکر ہے، چنانچہ وہی تکرار فی الترجمہ کا اعتراض دوبارہ لوٹ آتا ہے۔

۲۷۵۰ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ : قالَ عَمْرٌو : حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا(۳): دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَعِنْدِي جارِيَتانِ تُغَنِّيانِ بِغِناءِ بُعَاثَ ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقالَ : مِزْمارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ . فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (دَعْهُمَا) . فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا . قالَتْ : وَكانَ يَوْمَ عِيدٍ ، يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَإِمَّا قالَ : (تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ) . فَقَالَتْ : نَعَمْ ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ ، وَيَقُولُ : (دُونَكُمْ بَنِي أَرْفِدَةَ) . حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ ، قالَ : (حَسْبُكِ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (فَاذْهَبِي) . قالَ أَحْمَدُ ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ : فَلَمَّا غَفَلَ . [ر : ٤٤٣]

---

(۱) الأبواب والتراجم للكاندهلوي (ج۱ ص۱۹۸)، قال العلامة طاهر الفتني رحمه الله: "وفي الدستور: الدرقة – بفتحتين-وقاف: الحجفة، وأراد بها الترس من جلود ليس فيه خشب ولا عصب". (ج۲ ص۱٦۷)، مادة "درق".

(۲) الأبواب والتراجم (ج۱٤ ص۱۹۸).

(۳) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها": الحديث، مر تخريجه في كتاب الصلاة، باب الحراب في المسجد، وكتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد.

تراجم رجال

ا۔اسماعیل

یہ اسماعیل بن ابی اویس بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱) ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۲۔ابن وهب

یہ مشہور امام حدیث ابومحمد عبداللہ بن وهب بن مسلم قرشی فہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" کے تحت آچکا ہے۔(۳)

۳۔عمرو

یہ عمرو بن الحارث مصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۴۔ابوالاسود

یہ ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۵۔عروه

یہ مشہور تابعی، حضرت ابوعبداللہ عروہ بن الزبیر قرشی اسدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله أدومه" کے تحت آچکا ہے۔(۶)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٩٥)۔

(۲) كشف الباري (ج٢ ص١١٣)۔

(۳) كشف الباري (ج٣ ص٢٧٧)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام۔

(۶) كشف الباري (ج٢ ص٤٣٦)۔

۶۔ عائشہ

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے حالات "بدء الوحي" کی "الحديث الثاني" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

قالت: دخل عليَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم......

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو دو لڑکیاں میرے پاس جنگ بعاث کے اشعار گا رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور چہرہ انور دوسری جانب کرلیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے مجھے جھڑکا کہ یہ شیطانی گانا، وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں! چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انہیں گانے دو۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توجہ ہٹ گئی تو میں نے دونوں لڑکیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ عید کے دن حبشی لوگ ڈھال اور حراب کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا خود آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا، میرا رخسار آپ کے رخسار کے قریب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے اے بنی ارفدہ! خوب، بہت اچھا۔ یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس۔ میں نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب جاؤ۔

تنبیہ

حدیث باب کی مکمل تشریح انشاء اللہ "كتاب الصلاة" (۲) و "كتاب العيدين" (۳) میں آئے گی۔

قال أحمد: "فلما غفل"۔

احمد سے مراد ابن صالح ہیں۔(۴)

---

(۱) كشف الباري (ج۱ ص۲۹۱)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الحراب في المسجد، رقم (٤٥٤)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد، رقم (٩٤٩)۔

(٤) فتح الباري (ج۲ ص٤٤٠)، حيث قال الحافظ رحمه الله: "وهو مقتضى إطلاق أبي علي بن السكن حيث قال: كل ما في البخاري: "حدثنا أحمد" غير منسوب، فهو ابن صالح"۔

تعلیق کا مقصد

اور مقصود اس تعلیق کا یہ ہے کہ احمد بن صالح کی روایت میں "فلما عمل" (جیسا کہ ہمارے ہندوستانی نسخوں میں ہے) کی بجائے "فلما غفل" ہے، دونوں صورتوں میں فاعل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور معنی بھی تقریباً قریب قریب ہے، چنانچہ "فلما عمل" کا مطلب تو یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی دوسری جانب مشغول ہوگئے اور "فلما غفل" کا مطلب ہے جب وہ غافل ہوئے۔

مذکورہ تعلیق کی تخریج

امام بخاری نے اپنے شیخ احمد بن صالح کی اس تعلیق کو موصولا "کتاب العیدین" میں نقل فرمایا ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جملے میں ہے: "وکان یوم عید، یلعب السودان بالدرق والحراب ......"۔(۲)

فائدہ

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ درق ان آلات حرب میں سے ہے، جن کا استعمال مجاہدین کو کرنا چاہئے اور اس کے ذریعہ دشمن کے اسلحے وغیرہ سے بچنا چاہئے اور نبی علیہ السلام کے اصحاب نے بھی ان آلات کو استعمال کیا ہے۔(۳)

ہمارے زمانے میں ڈھال وغیرہ کی جگہ بلٹ پروف جیکٹیں استعمال کی جاتی ہیں، جن پر گولی کا اثر نہیں ہوتا، چنانچہ سابقہ عہد میں ڈھال کا جو حکم تھا وہی آج کے زمانے میں بلٹ پروف جیکٹوں کا ہے۔

(۱) تغليق التعليق (ج۲:۴۴۵)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۸۷)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ ص۹۸)۔

۸۱ – باب : الحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ .

حمائل کے معنی

حمائل – بفتح الحاء والميم– حِمالة اور حَميلة کی جمع ہے، جب کہ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حمائل کا اس کے لفظ سے کوئی واحد (مفرد) نہیں ہے، بلکہ اس کا واحد محمل ہے۔(۱)

بہرحال اس کا مفرد حمالہ ہو حمیلہ، یا محمل، اس کے معنی پر تلے کے ہیں، اسے پٹی بھی کہتے ہیں، جس میں تلوار لٹکاتے ہیں۔(۲)

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کا مقصد و فائدہ یہ ہے کہ تلواروں کو گلے میں لٹکانا چاہئے، برخلاف اس شخص کے جو اس بات کا قائل ہے کہ تلوار کو پر گلے میں لٹکایا نہ جائے، بلکہ سینہ پر باندھا جائے، لیکن ظاہر سی بات ہے کہ خواہ تلوار گلے میں لٹکائی جائے یا سینے پر باندھی جائے ایک ہی بات ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔(۳)

اور علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصود ان تراجم سے سلف صالحین کے طریقۂ کار کو بتلانا ہے، جو وہ ہتھیاروں کے سلسلے میں اختیار کرتے تھے۔ اور یہ بتلانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زریں میں کن کن ہتھیاروں کا استعمال ہوتا تھا، تاکہ وہ طیب نفس کا سبب بنے اور بدعت سے دوری کا باعث ہو۔(۴)

۲۷۵۱ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(۵) قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً ، فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ ، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ ، وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ ، وَهُوَ يَقُولُ : (لَمْ تُرَاعُوا ، لَمْ تُرَاعُوا) . ثُمَّ قَالَ : (وَجَدْنَاهُ بَحْرًا) . أَوْ قالَ : (إِنَّهُ لَبَحْرٌ) . [ر : ۲٤۸٤]

---

(۲) حوالہ بالا، فتح الباري (ج٦ص٩٥)، ولسان العرب (ج١١ص١٧٨)، (مادة ح، م، ل)۔

(۳) القاموس الوحيد (ص٣٧٨) مادة "حمل"۔

(۱) شرح ابن بطال (ج٥ص٩٩)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص٩٥)۔

(۳) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الهبة، باب من استعار من الناس الفرس۔

تراجم رجال

ا۔سلیمان بن حرب

یہ ابوایوب سلیمان بن حرب ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر......" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

۲۔حماد بن زید

یہ حماد بن زید بن درہم ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا ......﴾" کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۲)

۳۔ثابت

یہ مشہور تابعی، حضرت ابومحمد ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

۴۔انس

یہ مشہور صحابی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه" کے تحت آچکے ہیں۔(۴)

تنبیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث باب کی تشریح پیچھے کتاب الجہاد ہی میں مختلف مقامات میں گذر چکی ہے، البتہ بعض پہلی مرتبہ آنے والے جملوں کی تشریح وتوضیح یہاں ذکر کی جاتی ہے۔

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۰۵)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲۱۹)۔

(۳) كشف الباري (ج۳ص۱۸۳)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص٤)۔

وقد استبرأ الخبر ......

درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خبر کی تحقیق کر آئے تھے۔

استبرأ کے معنی یہاں تحقیق وتفتیش کے ہیں۔(۱)

وهو يقول: لم تراعوا، لم تراعوا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے تم لوگ نہیں ڈرے، تم لوگ نہیں ڈرے۔

علامہ خطابی اوران کی اتباع کرتے ہوئے علامہ کرمانی اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کلمہ "لم" یہاں "لا" ناہیہ کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ مت ڈرو۔ چنانچہ عرب کے لوگ کلمہ "لم" کو اسی طرح استعمال کرتے ہیں کہ "لم" کو "لا" کی جگہ بولتے ہیں۔(۲)

لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "لم تراعوا" میں سرے سے خوف کی نفی ہے اور اس جملے میں وہ مبالغہ پایا جاتا ہے جو "لا تراعوا" میں نہیں پایا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی اور نفی میں فرق ہے، چنانچہ نہی اپنے موجب کے وجود کا متقاضی ہوتا ہے، برخلاف نفی کے کہ نفی میں اس کے موجب کے وجود کا ہونا ضروری نہیں۔(۳)

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے "لم تراعوا" کا مطلب یہ ہوا کہ اے صحابہ کرام! تم خوف زدہ نہیں ہوئے۔ چنانچہ سرے سے خوف کی نفی ہوگئی۔

اور جو یہ کہا گیا ہے کہ اہل عرب کلمہ "لم" کو کلمہ "لا" ناہیہ کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں یہ اپنے موضع میں واقع نہیں ہے(۴)۔ یعنی یہ استعمال کہیں اور ہوتا ہو تو ہو، لیکن یہاں کلمہ "لم" کلمہ "لا" کی جگہ استعمال نہیں ہوا ہے، جیسا

---

(۱) شرح الكرماني (ج١٢ ص١٦٨)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٧)۔

(٢) أعلام الحديث (ج٢ ص١٣٩٩)، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٦٩)، وعمدة القاري (ج١٤ ص٧٧)۔ قال العلامة الخطابي رحمه الله: "وقوله: "لم تراعوا" يريد: لا تخافوا، والعرب تتكلم بهذة الكلمة هكذا؛ تضع كلمة "لم" موضع "لا"۔ وقال (أبو عراش) الهذلي:

رفوني وقالوا: يا خالد لم ترعْ

وانظر لسان العرب مادة "ر، ف، أ" (ج١ ص٨٧)۔

(٣) نور الأنوار مبحث النهي (ص٦٣)۔

(٤) لامع الدراري (ج٧ ص٢٣٨)۔

کہ علامہ خطابی وغیرہ نے دعوی کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اس توجیہ کو پسند فرمایا اور اسے راجح قرار دیا ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: "وفي عنقه السيف" چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ تلوار کو گلے میں لٹکانا جائز ہے۔(۲)

لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں تو حمائل کا ذکر ہی نہیں ہے اور ترجمہ میں تو حمائل کا بھی ذکر ہے۔

تو جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ حمائل تلوار کا حصہ ہے اور تلوار کا ذکر کرنا حمائل کے موجود ہونے پر خود بخود دلالت کررہا ہے، اس لئے الگ سے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(۳)

۸۲ - باب : حِلْيَةِ السُّيُوفِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حِلية زیور کو کہتے ہیں خواہ سونے کا ہو یا چاندی کا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے یہ بتلانا ہے کہ تلوار میں سونا یا چاندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟(۴) لیکن اس مسئلے میں چونکہ اختلاف ہے، اس لئے تفصیل ہم آگے حدیث کی تشریح کے تحت ذکر کریں گے۔

---

(۱) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲۳۸)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۸۷)، وفتح الباري (ج٦ص۹۵)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۸۷)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۸۸)۔

۲۷۵۲ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : سَمِعْتُ سُلَيْمانَ بْنَ حَبِيبٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمامَةَ(۱) يَقُولُ : لَقَدْ فَتحَ الْفُتُوحَ قَوْمٌ ، ما كانَتْ حِلْيَةُ سُيُوفِهِمِ ٱلذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ ، إِنَّمَا كانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالآنُكَ وَالحَدِيدَ .

تراجم رجال

ا۔احمد بن محمد

یہ ابوالعباس احمد بن محمد بن موسیٰ المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۲۔عبداللہ

یہ امام عبداللہ بن مبارک الحنظلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" میں گذر چکا۔(۳)

۳۔الاوزاعی

یہ ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن ابی عمرو یحمد اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب العلم، باب الخروج في طلب العلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

۴۔سلیمان بن حبیب

یہ امام قاضی سلیمان بن حبیب الحاربی الدارانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ابوایوب،ابوبکر یا ابوثابت ان کی کنیت ہے۔(۵)

یہ تیس سال تک مختلف خلفاء مثلاً عمر بن عبدالعزیز، یزید، ولید، ہشام بن عبدالملک بن مروان، ولید بن یزید بن عبدالملک وغیرہ کی طرف سے دمشق کے قاضی کے مرتبہ پر فائز رہے۔(۶)

---

(۱) قوله: "سمعت أبا أمامة رضي الله عنه": الحديث أخرجه الإمام ابن ماجة غير الإمام البخاري في كتاب الجهاد، باب السلاح، رقم (۲۸۰۷)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب مايقع من النجاسات في السمن والماء۔

(۳) كشف الباري (ج۱ص۴۶۲)۔

(۴) كشف الباري (ج۳ص۴۰۸)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۱۱ص۳۸۲)، وسير أعلام النبلاء (ج۵ص۳۰۹)۔

(۶) حوالہ بالا۔

قاضی سلیمان بن حبیب حضرت ابوامامہ الباہلی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت معاویہ، حضرت انس رضی اللہ عنہم، عامر بن لُدین اشعری اور ولید بن عبادہ بن الصامت رحمہم اللہ تعالی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام زہری، عمر بن عبدالعزیز (یہ دونوں) ان کے اقران میں سے ہیں، عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، عثمان بن ابی العاتکہ، ابوکعب، ایوب بن موسی السعدی، عبدالوہاب بن بخت وغیرہ شامل ہیں۔(۱)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۲)

امام عجلی اور امام نسائی رحمہما اللہ تعالی سے بھی ان کی توثیق مروی ہے۔(۳)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس به بأس، تابعي مستقيم"۔(۴)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابو داود اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالی نے بھی ان سے روایت لی ہے۔(۸) اور بخاری شریف میں ان سے مروی ایک ہی حدیث یعنی حدیث باب ہے۔(۶)

علامہ واقدی، ابن سعد، ابن حبان اور علی بن عبداللہ تمیمی رحمہم اللہ تعالی کے بقول ان کا انتقال ۱۲۶ھ میں ہوا۔ یہی صحیح بھی ہے۔(۷)

۵۔ ابوامامہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابوامامہ صُدَیّ –بضم المهملة الأولى وفتح الثانية وتشديد الياء–(۸) ابن عجلان الباہلی ہیں۔(۹)

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۱۱ ص۳۸۳)۔

(۲) تاريخ عثمان الدارمي (ص۱۲۹)، رقم (۴۰۸)۔

(۳) تهذيب تاريخ ابن عساكر (ج۶ ص۲۴۸)۔

(۴) الكاشف (ج۱ ص۴۵۸)، رقم (۲۰۷۸)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص۳۸۴)، وحوالہ بالا۔

(۶) فتح الباري (ج۶ ص۹۵)، وعمدة القاري (ج۱۴ ص۱۸۸)۔

(۷) طبقات ابن سعد (ج۷ ص۴۵۶)، وتهذيب الكمال (ج۱۱ ص۳۸۴)۔

(۸) عمدة القاري (ج۱۴ ص۱۸۸)۔

(۹) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحرث والمزارعة، باب مايحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع ......۔

......يقول: لقد فتح الفتوح قوم ما كانت حلية سيوفهم الذهب والفضة۔

قاضی سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ تمام فتوحات ان لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے کئے ہیں، جن کی تلواروں کی زینت وآرائش سونے سے ہوئی تھی نہ چاندی سے۔

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ہاتھوں یہ بے شمار فتوحات انجام پائیں، ان کی تلواروں پر سونے کا کام ہوا تھا نہ چاندی کا، اس فرمان اور قول کا سبب ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے کہ اس روایت میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے:

"قال (أي سليمان بن حبيب): دخلنا على أبي أمامة: فرأى في سيوفنا شيئا من حلية فضة، فغضب، وقال: لقد فتح ......"۔(۱)

"قاضی سلیمان بن حبیب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے تو انہوں نے ہماری تلواروں پر کچھ چاندی دیکھی، چنانچہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا......"۔

امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوامامہ کے ہاں داخل ہونے کا یہ واقعہ حمص کا ہے۔(۲) طبرانی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی سلیمان بن حبیب کے ساتھ ان کے دیگر ہمراہیوں میں عبداللہ بن ابی زکریا اور مکحول رحمہما اللہ بھی تھے۔(۳)

إنما كانت حليتهم العلابي والآنك والحديث۔

بلکہ اونٹ کی گردن کا لمبا پٹھا، سیسہ (رانگ) اور لوہا ان کی تلواروں کے زیور تھے۔

مذکورہ جملے کا مطلب

مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے ہاتھوں یہ بڑی بڑی اور عظیم الشان

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب السلاح، رقم (۲۸۰۷)۔

(۲) فتح الباري (ج۱٤ ص۹۵)۔

(۳) المعجم الكبير للطبراني (ج۸ص۱۰۰)، رقم (۷٤۹۳)۔

فتوحات انجام پائیں، اس عیش وعشرت میں نہیں تھے، جس میں آج تم لوگ مبتلا ہو، چنانچہ تمہاری تلواروں کی زینت اور زیور سونا اور چاندی ہے، جب کہ ان کی تلواروں کا زیور یہ معمولی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔(۱)

لفظ "علابی" کی تحقیق

العلابی –بفتح العین المھملة وتخفیف اللام وکسر الباء الموحدة– (۲) عِلباء کی جمع ہے، علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق گردن کے پٹھے کو کہتے ہیں اور ہر گردن میں دو علباء ہوتے ہیں اور اونٹ کے تمام پٹھوں میں یہ مضبوط تر ہوتا ہے۔(۳)

اب علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق العلابي سے یہاں اونٹ کی گردن کے پٹھے مراد ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوتا یہ تھا کہ اونٹ کی گردن کے پٹھے کو پہلے چیرا جاتا، پھر تلوار کی نیام کے نچلے اور اوپری حصے میں اسے باندھا اور لپیٹا جاتا اور اسے بطور زینت یا زیور کے اختیار کیا جاتا تھا۔(۴)

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی "المستخرج" میں جو روایت ہے، اس میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے علابی کی تفسیر ان الفاظ سے کی ہے "الجلود الخام التي لیست بمدبوغة" یعنی "وہ خام کھالیں جن کی دباغت نہیں کی گئی"۔(۵)

اور علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ علابی رصاص (سیسے) ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ قزاز کی "شرح غریب الجامع" کے حوالہ سے یہ بتایا ہے کہ داؤدی کا یہ خیال غلط ہے۔(۶)

بہرحال اکثر اہل لغت نے اونٹ کی گردن کے پٹھے کو علابی قرار دیا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(۷)

---

(۱) فیض الباري (ج۳ص۴۳٦)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۸۸)، وفتح الباري (ج٦ص۹٦)۔

(۳) أعلام الحدیث (ج۲ص۱٤۰۰)، والقاموس الوحید (ص۱۱۱۳) مادة "علب"۔

(٤) شرح القسطلاني (ج٥ص۹۸)، وتعلیقات اللامع (ج۷ص۲۳۹)۔

(٥) حوالہ بالا، وفتح الباري (ج٦ص۹٦)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۸۸)۔

(٦) فتح الباري (ج٦ص۹٦)۔

(۷) تاج العروس (ج۱ص۳۹۸) مادة "علب"۔

الآنك کی تحقیق

الآنك- بالمد وضم النون بعدها کاف- سیسے کو کہتے ہیں، یہ ایسا واحد (مفرد) لفظ ہے، جس کی کوئی جمع نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنك اسم جنس ہے اور اس کے ایک ٹکڑے کو آنکة کہتے ہیں۔ (۱)

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آنك خالص سیسے کو کہتے ہیں۔ (۲)

جب کہ علامہ داودی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آنک رانگ کو کہتے ہیں۔ (۳) اور رانگ ایک معدنی چیز ہے جس سے جڑائی اور قلعی کا کام لیا جاتا ہے۔ (۴)

اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ آنک قلعی سیسے کو کہتے ہیں اور القلَعة- بفتح اللام- ایک کان کا نام ہے، جس کی طرف عمدہ رانگ کو اہل عرب منسوب کرتے تھے۔ (۵)

تلوار پر سونا چاندی لگانے کا حکم

حضرات احناف وشوافع رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک تلوار پر سونا چاندی لگانے کا حکم یہ ہے کہ سونے کی تو قطعا اجازت نہیں ہے، البتہ چاندی بطور زینت استعمال کی جاسکتی ہے۔ (٦)

ان حضرات کی دلیل ابوداود ترمذی اور نسائی کی یہ روایت ہے: "كانت قبيعة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم من فضة"۔ (۷) (اللفظ للنسائي)

---

(١) فتح الباري (ج٦ ص٩٦)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٨)، وشرح القسطلاني (ج٥ ص٩٨)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ ص٩٦)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٨)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) مصباح اللغات (ص ٦٨٤) مادة "قصد"۔

(۵) حوالہ بالا (ص ٧٠٣) مادة "قلع"۔

(٦) المجموع شرح المهذب للنووي (ج٤ ص٤٤٤)، وإعلاء السنن (ج١٧ ص٣٢١)، كتاب الحظر والإباحة، وبذل المجهود (ج١٢ ص٨٣)۔

(٧) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في السيف يحلّى، رقم (٢٥٨٣)، وسنن النسائي، كتاب الزينة، باب حلية السيف، رقم (٥٣٧٥)، والجامع للترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في السيوف وحليتها، رقم (١٦٩١)، والشمائل المحمدية للترمذي مع شرحه جمع الوسائل (ج١ ص١٩٤)، باب ماجاء في صفة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

جب کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں قسم کی روایتیں مروی ہیں، ایک قول تو وہی صرف چاندی کے جواز کا ہے۔(۱) دوسرا قول یہ ہے کہ سونا بھی تلوار میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔(۲)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے دلائل اوران کے جوابات

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سونے (ذہب) کے جواز پر مندرجہ ذیل احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے۔

۱۔حضرت عثمان بن حنیف کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی تلوار کی کیل (میخ) سونے کی تھی۔(۳)

۲۔اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس ایک تلوار تھی، جس کے ڈلے یا ٹکڑے سونے کے تھے۔(۴)

۳۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ مزیدۃ العصری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے تو آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگی ہوئی تھی۔حدیث کے ایک راوی طالب بن جحیر کہتے ہیں: "فسألته عن الفضة، فقال: كانت قبيعة السيف فضة"۔کہ میں نے ان سے پھر چاندی کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تلوار کے قبضے کی گرہ چاندی کی تھی۔(۵)

لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث مختلف وجوہ کی وجہ سے معلول ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔اور ظاہر بات ہے کہ حدیث غریب ان صحیح احادیث مبارکہ کا معارضہ کیونکر کرسکتی ہے جن میں صراحت کے ساتھ ذہب کے استعمال کی مردوں کے لئے ممانعت وارد ہوئی ہے؟!

---

(۱) المغني لابن قدامة (ج۲ ص ۳۲۵)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) المغنی لابن قدامة (ج۲ ص ۳۲۵)، وإعلاء السنن (ج۱۷ ص ۳۲٤)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) الجامع للترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في السيوف وحليتها، رقم (۱٦۹۰)، وقال الترمذي: "وهذا حديث حسن غريب" والشمائل المحمدية له مع جمع الوسائل (ج۱ ص ۱۹٤)، باب ماجاء في صفة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جمع الوسائل شرح الشمائل میں لکھتے ہیں:

”لا يعارض هذا ما تقرر من حرمته بالذهب؛ لأن هذا الحديث ضعيف، ولا يصح الجواب بأن هذا قبل ورود النهي عن تحريم الذهب؛ لأن تحريمه كان قبلِ الفتح على ما نقل، ولعله على تقدير صحته أنه كانت فضته مموهة بالذهب،......، ويشير إليه حيث ما سأل الراوي عن الذهب۔ (لأنه كان عالما بحرمته وأنه لم يكن إلا تمويها)۔ (۱)

یعنی ”یہ حدیث ذہب کے حرمت کی جو بات مقرر ہوگئی ہے اس کا معارضہ نہیں کرسکتی، اس لئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ جواب بھی درست نہیں ہوسکتا کہ یہ حدیث ذہب کی حرمت کی نہی وارد ہونے سے پہلے کی ہے، اس لئے کہ ذہب کی حرمت فتح مکہ سے پہلے کی ہے، جیسا کہ منقول ہے۔ اور اگر حدیث کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے تو شاید تلوار کی چاندی پر سونا کا پانی چڑھا ہوا تھا، اس بات کی طرف راوی کا فعل بھی اشارہ کر رہا ہے کہ انہوں نے ذہب (سونا) کی بابت سوال نہیں کیا (بلکہ چاندی کے بارے سوال کیا اس لئے کہ راوی کو خود بھی حرمت ذہب کا علم تھا اور یہ کہ اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا)“۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہود بن عبداللہ ہیں، جن کو ابن قطان رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول قرار دیا ہے۔ (۲)

اسی طرح علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”هذا الحديث لا تقوم به حجة؛ إذ ليس له سند يعتد به“۔ (۳)

”یعنی اس حدیث سے حجت تام نہیں ہوسکتی، اس لئے اس حدیث کی سند اس درجے کی نہیں ہے کہ اس پر اعتبار و بھروسہ کیا جاسکے“۔

نیز دیگر بعض حضرات محدثین وائمہ رجال نے بھی اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ليس إسناده بالقوي“۔ (۴) اور ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو عندي

---

(۱) المواهب اللدنية للبيجوري (ص۹٦)، وجمع الوسائل في شرح الشمائل (ج۱ ص۱۹٤)۔

(۲) تهذيب التهذيب (ج۱۱ ص۷٤)۔

(۳) انظر كتاب الميسر في شرح مصابيح السنة (ج۳ ص۸۹۰)، وجمع الوسائل (ج۱ ص۱۹٤)۔

(٤) حواله بالا، والاستيعاب بهامش الإصابة (ج۳ ص۵۲٦)۔

ضعیف لا حسن" اور ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذا منكر" اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدق ابن القطان"۔(۱)

حضرت عثمان بن حنیف کے بارے جو مروی ہے کہ ان کی تلوار کی میخ سونے کی تھی تو اس سے احناف کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولا بأس بمسامير الذهب والفضة"۔(۲)

جہاں تک تعلق ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کا کہ اس میں سونے کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے تو اس میں دو احتمال ہیں:

۱۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس تلوار کو استعمال کرتے تھے تو یہ اثر تمویہ پر محمول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس تلوار کے مذکورہ ٹکڑوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔(۳)

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تلوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس غنیمت میں آئی ہو اور انہوں نے اپنے پاس رکھ لی ہو اور اسے استعمال نہ کیا ہو اور یہ تو واضح ہے کہ مردوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال منع ہے اس کا رکھنا منع نہیں۔ اور اس لئے اپنے پاس رکھ لی ہو کہ اللہ تعالی نے ان کو جن نعمتوں سے نوازا کہ ان کو مشرکین پر، ان کے اموال واسلحے پر غلبہ عطا فرمایا اس کا شکریہ ادا کیا جا سکے۔(۴)

تلوار میں زیور کا استعمال اور حدیث باب

حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے حدیث باب کے مضمون کے مطابق تلوار میں سونے چاندی کے زیورات استعمال کرنے پر تنقید فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے زیورات کا استعمال تلوار میں جائز نہیں ہے۔ جب کہ احناف وشوافع چاندی کو بطور زینت اختیار کرنے کو جائز کہتے ہیں؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے چاندی کو زیور کے طور پر استعمال کرنے کی نفی ہوتی ہو، چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اسی میں منہمک ہو گئے ہیں تو انہوں نے تنقید فرمائی، تا کہ لوگ اس قسم کے افعال سے اجتناب

---

(۱) انظر جمع الوسائل في شرح الشمائل وبهامشه شرح المناوي (ج۱ ص۱۹٤)۔

(۲) فتاوى قاضي خان بهامش الفتاوى العالمكيرية (الهندية) (ج۳ ص٤۱۳)۔

(۳) اعلاء السنن (ج۱۷ ص۳۲٤)۔

(٤) حوالہ بالا۔

برتیں۔ ورنہ خود بخاری شریف میں یہ روایت آئی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی سے مزین تھی (۱)، اسی طرح حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آیا ہے کہ ان کی تلوار میں چاندی لگی ہوئی تھی۔ (۲)، یہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ صحابہ کرام کی تلواریں سونا چاندی سے مزین نہیں ہوتی تھیں اغلب پر مبنی ہے اور اس میں جواز کی نفی نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا منشا یہی تھا کہ لوگ تلواروں کو مزین کرنے میں منہمک نہ ہوں اور اس بات کی تنبیہ کرنی تھی کہ فتح وکامرانی کا مدار اس پر نہیں کہ تلوار کو بہر حال مزین کیا جائے۔ (۳)

٨٣ – باب : مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ اگر فرصت اور فراغت کا وقت ہو، آدمی آرام اور قیلولہ کر رہا ہو، اس دوران اپنی تلوار کسی درخت یا کھونٹی وغیرہ پر لٹکا دے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کی اصل سنت میں موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح درخت پر تلوار لٹکائی تھی۔

اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس ترجمے کا فائدہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، اللہ پر ان کے توکل، صدق یقین کو بیان کیا جائے۔ (۴)

٢٧٥٣ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَ : أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ، وَنِمْنَا نَوْمَةً ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُونَا ، وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ ، فَقَالَ : (إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا ، فَقَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ فَقُلْتُ : اللّٰهُ – ثَلَاثًا) . وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ .

[٢٧٥٦ ، ٣٨٩٨ ، ٣٩٠٥ ، ٣٩٠٦ ، ٣٩٠٨]

(۱) الصحيح للبخاري (ج٢ ص٥٦٦)، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل، رقم (٣٩٧٤)۔=

تراجم رجال

ا۔ابوالیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔شعیب

یہ ابوبشر شعیب بن ابی حمزۃ قرشی اموی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "بدء الوحي" کی چھٹی حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔الزہری

یہ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات بھی اجمالا "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے تحت آ چکے ہیں۔(۲)

۴۔سنان بن ابی سنان الدؤلی

یہ سنان بن ابوسنان یزید بن امیہ الدؤلی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

یہ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حسین بن علی بن ابی طالب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور ابو واقد اللیثی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔

= (۲) حوالہ بالا۔

(۳) إعلاء السنن (ج۱۷ ص۳۲۱)۔

(٤) الأبواب والتراجم (ج۱ ص۱۹۸)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٩)۔

(٥) قوله: "جابر بن عبد الله رضي الله عنهما": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الجهاد، باب تفرق الناس عن الإمام عند القائلة، والاستظلال بالشجر، رقم (٢٩١٣)، وكتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، رقم (٣٤، ٣٥، ٤١٣٦)، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، رقم (١٩٤٩)، والنسائي في سننه، كتاب صلاة الخوف، رقم (١٥٥٣ و١٥٥٥)۔

(۱) كشف الباري (ج۱ ص٤٧٩، ٤٨٠)۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص٣٢٦)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج٢٢ ص١٥١)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٩)۔

اوران سے زید بن اسلم اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔(۱)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مدني تابعي ثقة"۔(۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۳)

امام ابوحاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو "کتاب الثقات" میں ذکر کیا ہے۔(۴)

امام بخاری کے علاہ امام مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ تعالی نے بھی ان سے روایات لی ہیں۔(۵)

یحیی بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیاسی سال کی عمر میں ۱۰۵ھ کو ان کا انتقال ہوا۔(۶)

رحمه الله رحمة واسعة

۵۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن

یہ مشہور تابعی محدث حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب صوم رمضان احتساباً من الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۷)

۶۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔(۸)

أخبر أنه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد، فلما قفل ......

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو خبر دی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوے میں شریک تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی

(۱) تهذيب الكمال (ج۱۲ ص۱۵۲)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) الكاشف للذهبي (ج۱ ص۴٦۸)، رقم (۲۱۵٦)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۱۲ ص۱۵۲)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) حوالہ بالا، وطبقات ابن سعد (ج۵ ص۲٤۹)، والكاشف (ج۱ ص٤٦۸)۔

(۷) كشف الباري (ج۲ ص۳۲۳)۔

(۸) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين، من القبل والدبر۔

لوٹے۔ تو قیلولہ کے وقت نے ان کو ایسی وادی میں پایا جس میں بڑے بڑے کانٹے دار درخت تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے اور لوگ بھی ان درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کی غرض سے پھیل گئے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی۔ ہم سب سوئے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا، ہم آئے تو دیکھا کہ ایک بدو آپ کے پاس تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے میری ہی تلوار مجھ پر سونت لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے کہا: مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے تین مرتبہ اللہ کہا تو تلوار بدو کے ہاتھ سے گر گئی اور آپ نے اس کو اٹھا لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی۔

تنبیہ

حدیث باب کی مکمل تشریح چونکہ کتاب المغازی (۱) میں آچکی ہے، اس لئے ہم نے یہاں صرف ترجمے پر اکتفا کیا ہے، البتہ بعض فوائد، جو حدیث باب سے مستنبط ہوتے ہیں، کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

حدیث باب سے مستنبط فوائد

۱۔ درخت وغیرہ پر تلوار یا اسلحہ حفاظت کی غرض سے لٹکانا درست ہے اور یہ امر معمول بہ ہے۔ چنانچہ سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔ (۲)

۲۔ رات کو اور قیلولے کے وقت امام اور سلطان کی حفاظت لوگوں پر واجب وضروری ہے اور اس بات کا خیال نہ رکھنا غلطی اور امر قبیح ہے۔ (۳)

۳۔ حدیث باب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و برداشت کا پتا چلتا ہے کہ باوصف اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اعرابی سے فوراً بدلہ لینے کی قوت حاصل تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔ یہی طریقہ جہال کے ساتھ اختیار کیا جانا چاہئے۔ (۴)

---

(۱) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۳۲۲-۳۲۶)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ص۱۰۰)۔

(۳) شرح ابن بطال (ج۵ص۱۰۱)۔

(۴) حوالہ بالا۔

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث باب کا واقعہ آیت کریمہ ﴿واللہ یعصمك من الناس﴾ (۱) کے نزول کا سبب بنا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنا إذا نزلنا طلبنا للنبي صلى الله عليه وسلم أعظم شجرة وظلها، قال: فنزلنا تحت شجرة، فجاء رجل، وأخذ سيفه، فقال: يا محمد، من يمنعك مني؟ قال: الله، فأنزل الله: ﴿والله يعصمك من الناس﴾"۔ (۲)

"یعنی جب ہم کسی جگہ اترتے تو نبی علیہ السلام کے لئے کوئی بڑا درخت اور اس کا سایہ تلاش کرتے۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) ہم ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے تو ایک آدمی آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اٹھالی اور کہا اے محمد! مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ! چنانچہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿واللہ یعصمك من الناس﴾۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حراست وحفاظت کے سلسلے میں مفصل بحث پیچھے گذر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: "فنزل تحت شجرة، وعلق بها سيفه" (۳) کہ اس سے معلوم ہوا کہ درخت پر تلوار لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٨٤ – باب : لُبْسِ الْبَيْضَةِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

البیضۃ خود کو کہتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سر پر خود پہننے کی مشروعیت اور جواز کو بتلایا ہے کہ

(۱) المائدة /٦٧۔

(۲) شرح ابن بطال (ج۵ ص ۱۰۰)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص٦)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٨٩)۔

اس کا استعمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ توکل علی اللہ کے خلاف نہیں ہے۔(۱)

٢٧٥٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ(۲) : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقَالَ : جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ ، وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ ، فَكَانَتْ فاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ ٱلدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ ٱلدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً ، أَخَذَتْ حَصِيرًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتَّى صَارَ رَمادًا ، ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ ، فَاسْتَمْسَكَ ٱلدَّمُ . [ر : ٢٤٠]

تراجم رجال

۱۔عبداللہ بن مسلمہ

یہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن سلمہ بن قعنب قعنبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ اجمالاً "كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

۲۔عبدالعزیز

یہ عبدالعزیز بن ابی حازم سلمۃ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۳۔ أبيه

"أب" سے مراد ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۴۔سہل

یہ مشہور صحابی، حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۶)

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٠)، ولامع الدراري (ج٧ص٢٤٠)۔

(۲) قوله: "عن سهل رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم ......

(۳) كشف الباري (ج٢ص٨٠)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلوة، باب نوم الرجال في المسجد۔

(۵) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أبا الدم عن وجهه۔

(۶) حوالہ بالا۔

تنبیہ

حدیث باب کی تشریح پیچھے کتاب الوضوء (۱) میں اور کتاب المغازی (۲) اور کتاب الطب (۳) میں بھی آچکی ہے۔ اور یہی حدیث ابھی ماقبل میں کچھ ابواب پہلے بھی گذری ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت اس جملے میں ہے: "وهشمت البيضة على رأسه" (۴) کہ وہ خود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تھا وہ ٹوٹ گیا۔ اس سے لبس بیضہ ثابت ہو گیا ہے جو کہ مدعا تھا۔

٨٥ - باب : مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ المَوْتِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اہل جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ ان میں سے کوئی بہادر مر جاتا تو اس کے ہتھیاروں کو لوگ توڑ دیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اب ان کو استعمال کرنے والا ہی باقی نہیں رہا تو یہ کیا رہیں گے اور کبھی کبھار مرنے والا خود وعدہ لے کر جاتا تھا کہ اس کا اسلحہ توڑ دیا جائے۔

تو اس کی تردید یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ یہ اہل جاہلیت کا عمل وفعل ہے، اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ (۵)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غالباً یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جعفر

---

(١) صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه۔

(٢) كشف الباري، كتاب المغازي (ص٢٤٧)۔

(٣) كشف الباري، كتاب الطب (ص٣٤)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٩٧)، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٩٠)۔

(٥) فيض الباري (ج٣ص٤٣٦)، وفتح الباري (ج٦ص٩٧)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩١)، وإرشاد الساري (ج٥ص١٠٠)۔

طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واقعے کی طرف اشارہ کیا ہو، چنانچہ غزوہ موتہ میں جب وہ شہید ہونے لگے تو انہوں نے اپنے ہتھیاروں (نیزے وتلوار) کو توڑ دیا تھا اور اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں، تاکہ دشمن ان کو مال غنیمت کے طور پر ہتھیا نہ سکے۔

تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ یہ حضرت جعفر کا ذاتی فعل اور ان کا اجتہاد تھا، باقی اس طرح ہتھیار نہیں توڑنے چاہئیں، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مال کا اتلاف جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"ولعل المصنف لمح بذلك إلى ما نقل عنه أنه كسر رمحه عند الاصطدام حتى لا يغنمه العدو؛ أن لو قتل، وكسر جفن سيفه وضرب بسيفه حتى قتل؛ كما جاء نحو ذلك عن جعفر بن أبي طالب في غزوة مؤتة (١)، فأشار إلى أن هذا شيء فعله جعفر وغيره عن اجتهاد، والأصل عدم جواز إتلاف المال؛ لأنه يفعل شيئا محققا في أمرٍ غير محقق"۔ (٢)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

اوپر آپ نے دیگر شراح مثلاً حضرت کشمیری، حافظ صاحب، علامہ عینی وعلامہ قسطلانی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ کی رائے ترجمۃ الباب کے مقصد کے بارے میں ملاحظہ کی ہے۔

اور حضرت فقیہ النفس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری بات ترجمۃ الباب کے مقصد کے طور پر ارشاد فرمائی ہے، وہ یہ کہ اگر اسلحے وغیرہ توڑنے کا کوئی فائدہ ہو تو اسلحہ توڑنا جائز ہے، ورنہ وہ اسرافِ منہی عنہ میں داخل ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات حسرت آیات کے وقت اپنے اسلحے کو تلف اور ضائع نہیں کیا تھا، کیونکہ وہ اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا، ہاں! اگر اسلحے وغیرہ کو توڑنے میں کوئی متعدی منفعت ہو، مثلاً اسلحے کے دشمن کے ہاتھ لگنے کا اندیشہ ہو، یا اس کی وجہ سے اپنے آپ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، یا کسی دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، مثلاً کوئی بچہ ہو یا مجنون کہ اس کے ہاتھ وہ اسلحہ لگ جائے تو اپنے کو ضرر پہنچائے گا، یا اسلحے کو اپنے پاس

(١) انظر سنن أبي داود، أبواب الجهاد، باب في الدابة تعرقب في الحرب، رقم (٢٥٧٣)، وقال أبوداود: "هذا الحديث ليس بالقوي"۔ والسيرة الحلبية (ج٣ص٦٧)۔

(٢) فتح الباري (ج٦ص٩٧)، وانظر لتفصيل مباحث غزوة مؤتة: كشف الباري، كتاب المغازي (ص٧٧)۔

رکھنے سے تہمت یا برائی کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہوا کہ جس کے ہاں سے بھی اسلحہ برآمد ہوتا اس کو حکومت ہند نقصان پہنچاتی تھی تو ان سب صورتوں میں اسلحہ توڑنا جائز ہے، کیونکہ یہ ساری صورتیں کسی نہ کسی فائدے کو متضمن ہیں۔(۱)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ترجیح دی ہے۔(۲)

۲۷۵۵ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ (۳) قَالَ : ما تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سِلَاحَهُ ، وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً . [ر : ۲۵۸۸]

تراجم رجال

۱۔عمرو بن عباس

یہ ابوعثمان عمرو بن عباس البصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۲۔عبدالرحمٰن

یہ عبدالرحمٰن بن حسان عنبری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۵)

۳۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث، تبع تابعی ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۶)

---

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲٤۱)۔

(۲) الأبواب والتراجم (ج۱ص۱۹۸)۔

(۳) قوله: "عن عمرو بن الحارث رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوصايا، باب الوصايا۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) كشف الباري (ج۲ص۲۷۸)۔

۴۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان" میں گذر چکا ہے۔(۱)

۵۔عمرو بن الحارث

یہ مشہور صحابی، ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن الحارث ہیں۔(۲)

قال: ماترك النبي صلى الله عليه وسلم إلا سلاحه و بغلة بيضاء وعرضا۔

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اپنے اسلحے، ایک سفید خچر اور خیبر میں ایک زمین جس کو آپ نے صدقہ کردیا تھا کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔

یہ حدیث "كتاب الوصايا" کے اوائل میں آچکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت بایں معنی ہے کہ اہل جاہلیت مرنے والے کے جو اسلحہ توڑ ڈالتے اور جانوروں کی کونچیں کاٹ ڈالتے تھے، اس فعل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور جو کچھ آپ نے ترکے میں چھوڑا، اس کے متعلق کسی قسم کی کوئی وصیت نہ فرمائی، سوائے خیبر کی زمین کے، اس کو اللہ کے راستے میں صدقہ کردیا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا فعل سے ثابت ہوا کہ اگر واقعی اسلحہ توڑنے کی رسم درست ہوتی تو نبی علیہ السلام ضرور اس کی وصیت فرماتے۔

چنانچہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وخالف صلى الله عليه وسلم أهل الجاهلية فيما كانوا يوصون به من كسر السلاح، وعقر الدواب، وحرق المتاع، من ترك بغلته وسلاحه وأرضه من غير إيصاء في ذلك بشيء إلا صدقة في سبيل الله"۔ (۳)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۳۷۰)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر۔

(۳) شرح القسطلاني (ج۵ص۱۰۰)، وانظر أيضا شرح ابن بطال (ج۵ص۱۰۲)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۱)۔

کسرِ سلاح سے ممانعت کی حکمت

شریعت اسلامیہ نے جو اسلحے وغیرہ کو تلف نہ کرنے اور نہ توڑنے کی بابت فرمایا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ اسلحہ وغیرہ مسلمانوں کے ذکر خیر کی بقا کا ذریعہ اور جن اعمال صالحہ کی بنیاد اس نے ڈالی اور جن خصال حمیدہ پر اس نے لوگوں کو ابھارا ہے ان کی زیادتی ونمو کا سبب ہے۔ برخلاف اہل جاہلیت کے، چنانچہ ان کے کسر سلاح کے فعل میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کے اعمال منقطع اور ان کے آثار خیر ضائع ونا پید ہوں گے۔

چنانچہ علامہ ابن المنیر اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفي إبقاء السلاح عنوان للمسلم على إبقاء ذكره، واستمناء أعماله الحسنة التي سنها للناس، وعادته الجميلة التي حمل عليها العباد، بخلاف أهل الجاهلية؛ ففي فعلهم ذلك إشارة إلى انقطاع أعمالهم وذهاب آثارهم"۔ (۲)

٨٦ - باب : تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْاسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ مجاہدین اسلام اگر جہاد کا وقت نہ ہو اور وقت فارغ ہو تو وہ ادھر ادھر ستانے کے لئے منتشر ہو جائیں، جب کہ اچانک حملہ وغیرہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شراح میں سے کسی نے بھی اس ترجمے کے مقصد وغرض کی طرف توجہ نہیں دی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر توجیہ یہاں یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعے اس وہم کے دفعیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو سنن ابو داود کی روایت سے پیدا ہوتا ہے۔ (۲)

چنانچہ ابو داود میں حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

---

(۱) شرح القسطلاني (ج٥ص١٠٠)، وتعليقات لامع الدراري (ج٧ص٢٤٢)۔

(۲) الأبواب والتراجم (ج١ص١٩٨)۔

"كان الناس إذا نزلوا منزلا - وقال عمرو: وكان الناس إذا نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم منزلا - تفرقوا في الشعاب والأودية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن تفرقكم في هذه الشعاب والأودية إنما ذلكم من الشيطان" ولم ينزل بعد ذلك منزلا إلا انضم بعضهم إلى بعض حتى يقال: لو يبسط عليهم ثوب لعمّهم". (١)

"یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی منزل پر اترتے اور امام ابوداود کے شیخ عمرو فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منزل پر اترتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جاتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جانا بے شک شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد جب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو سب لوگ آپس میں مل جاتے، یہاں تک کہ کہا جاتا کہ اگر ایک کپڑا ان سب پر پھیلا دیا جائے تو وہ کپڑا ان سب کو ڈھانپ لے"۔

چنانچہ اس روایت سے تو معلوم یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام کا فراغت کے وقت ادھر ادھر منتشر ہونا اور پھیل جانا جائز نہیں ہے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں روایت باب کو ذکر کرکے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔

ایک تعارض اور اس کا حل

آپ نے ابھی ملاحظہ کیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو اس کے قائل ہیں کہ لشکر کا فرصت کے وقت آرام کی غرض سے ادھر ادھر منتشر ہونا جائز ہے اور امام ابوداود اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ اب صحیح بخاری اور سنن ابی داود کے تراجم باب میں تعارض واقع ہو رہا ہے، حتی کہ دونوں کی روایتیں بھی باہم متعارض ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت جواز کی طرف اشارہ کر رہی ہے تو سنن ابی داود کی روایت میں ممانعت ہے۔

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں کا محمل الگ الگ ہے، ابوداود شریف کی روایت، جس میں ادھر ادھر منتشر ہونے کی ممانعت ہے، کا تعلق کسی جگہ اترنے کے ابتدائی اوقات سے ہے، مطلب یہ ہے کہ کہیں جب لشکری پڑاؤ ڈالیں تو فوراً ادھر ادھر نہ ہونا چاہئے، بلکہ قریب ہی رہنا چاہئے کہ سلطان یا قائد کو نگرانی اور مشورے

(١) سنن أبي داود، أبواب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته، رقم (٢٦٢٨)۔

میں دشواری پیش نہ ہو۔

جہاں تک پھیل جانے اور منتشر ہوجانے کی اجازت کا تعلق ہے جیسا کہ روایت باب اس پر واضح دلالت کر رہی ہے تو اس کا تعلق پڑاؤ ڈالنے کے بعد کے اوقات سے ہے، مثلاً قیلولہ یا دیگر حاجات کے لئے ایک ہی وقت تمام لوگ مشغول ہوجائیں۔ غالباً اسی کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ترجمے میں یہ الفاظ بھی ہیں: عند القائلة والاستظلال بالشجر۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تعارض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فيمكن أن يجاب عنه بأن المنع عن التفرق إنما هو عند ابتداء النزول لمصالح تقضيه؛ كأن يكون جميع العسكر بمرأى من الإمام؛ ليراقبهم ويشاورهم ونحو ذلك من الفوائد، وأما جواز التفرق؛ فالمراد به التفرق بعد النزول مجتمعا في وقت آخر للقيلولة وغيرها من الحاجات، ولعل الإمام البخاري إليه أشار بقوله في الترجمة: عندالقائلة والاستظلال بالشجر"۔ (۱)

جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ سنن ابوداود کی روایت کا تعلق کسی جگہ پر اترنے کے فوراً بعد سے ہے اور روایت باب میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ بعد کے اوقات کا ہے۔

۲۷۵۶ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنَا سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ وَأَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ جابِرًا أَخْبَرَهُ .

حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ : أَنَّ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ (۲) : أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ، ثُمَّ نَامَ . فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي ، فَقَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ ؟ قُلْتُ : اللهُ . فَشَامَ السَّيْفَ ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ) . ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ . [ر : ۲۷۵۳]

(۱) الأبواب والتراجم (ج۱ ص۱۹۸)۔

(۲) قوله: "أن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما": الحديث، مر تخريجه آنفا قبل بابين۔

تنبیہ

حدیث باب کو یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، ایک تو بعینہ وہی سند ہے جو ابھی "باب من علق سیفه بالشجر ......" کے تحت گذری۔ دوسری سند میں بھی صرف دو ایسے افراد ہیں جو پہلی سند میں نہیں ہیں ایک موسی بن اسماعیل، دوسرے ابراہیم بن سعد۔

موسی بن اسماعیل سے مراد تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث میں گذر چکے ہیں۔(۱)

اور ابراہیم بن سعد سے مراد ابواسحاق ابن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإیمان فی الأعمال" میں گذر چکا ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے جو اس جملے میں ہے: "فتفرق الناس في العضاه یستظلون بالشجر"۔(۳)

٨٧ - باب : ما قِيلَ فِي الرِّماحِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں رماح کے استعمال اور اسے اپنے ساتھ رکھنے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔(۴)

اور حضرت فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا

---

(١) كشف الباري (ج١ص٤٣٣)۔

(٢) كشف الباري (ج٢ص١٠٧)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٩١)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص٩٨)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩١)، وشرح ابن بطال (ج٥ص١٠٣)۔

مقصد یہ بیان کرنا ہو کہ نیزے کا استعمال اور اسے رکھنا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے کما مر قوله في لبس البيضة۔ (۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ترجیح دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے تحت دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی، دوسری حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے تو درست ہوسکتا ہے، لیکن حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں، کیونکہ اس میں فضیلت وغیرہ کا سرے سے کوئی ذکر ہے، نہ اس پر کوئی دلالت ہے۔ اس لئے بہتر توجیہ یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ مقصود بیان جواز ہے، نہ کہ بیان فضیلت۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"قال الحافظ: ((باب ما قيل في الرماح)) أي في اتخاذها واستعمالها من الفضل، وهكذا قال العيني وغيره، فحملوا الترجمة على الفضل، لكنه لايظهر إلا من حديث واحد......"۔ (۲)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي ، وَجُعِلَ ٱلذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي) .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا رزق میرے نیزے کے سایے کے نیچے مقرر کیا گیا ہے اور جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس پر ذلت ورسوائی مقرر کی گئی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ تعلیق کی تخریج

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں (۳) اور حافظ ابوبکر

---

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲٤۲)۔

(۲) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲٤۲)، والأبواب والتراجم (ج۱ص۱۹۸)۔

(۳) مسند الإمام أحمد (ج۲ص۵۰)۔

بن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' (۱) میں موصولاً نقل فرمایا ہے۔ (۲)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک حصے کو تعلیقاً نقل کیا ہے، جب کہ پوری حدیث اس طرح ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقوم فهو منهم"۔ (۳)

اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کے صرف آخری حصے یعنی "ومن تشبه بقوم فهو منهم" کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۴)

مذکورہ تعلیق کی تشریح ومطلب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیق دو جملوں پر مشتمل ہے: ۱۔ جعل رزقي تحت ظل رمحي۔ ۲۔ وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري۔

پہلے جملے میں مختلف امور کی طرف اشارہ ہے مثلاً اس میں نیزے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نیز یہ بتلایا گیا ہے کہ غنائم کی حلت اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ مسلم شریف و جامع ترمذی (۵) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وأحلت لي الغنائم ......"۔

نیز یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق نیزے سے وابستہ کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے افضل ترین کمائی غنیمت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ''شرح المواہب'' میں ہے:

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبة (ج٤ص٢٢٢)، كتاب الجهاد، باب ماذكر في فضل الجهاد، رقم (١٩٤٣٠)۔

(۲) تغليق التعليق (ج٣ص٤٤٥)۔

(۳) مسند الإمام أحمد (ج٢ص٥٠)۔

(٤) سنن أبي داود، أبواب اللباس، باب في لبس الشهرة، رقم (٤٠٣١)۔

(٥) الحديث أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، رقم (١١٦٧)، والترمذي في جامعه، أبواب السير، باب ما جاء في الغنيمة، رقم (١٥٥٣)۔

"أفضله (أي الكسب) الجهاد، ثم التجارة، ثم الحراثة، ثم الصناعة"۔(۱)

صرف نیزے کو ذکر کرنے میں حکمت

پھر آپ یہاں دیکھ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نیزے کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے نیچے میرا رزق مقرر کا کیا گیا ہے، دیگر آلات حرب مثلاً تلوار وغیرہ کے متعلق نہیں فرمایا کہ میرا رزق اس کے نیچے مقرر کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کی معروف عادت تھی کہ وہ نیزے کی انی میں جنگی جھنڈے لگایا کرتے تھے۔ چونکہ نیزے پر جھنڈا لگانے سے اس کا سایہ پھیل جاتا ہے تو اس لئے رزق کی نسبت اس کی طرف کرنا زیادہ مناسب ہوا۔ کیونکہ جہاد کی وجہ سے حاصل کردہ مال (غنیمت) بھی زیادہ ہوتا ہے۔(۲)

البتہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں تلوار کے سائے کا بھی ذکر ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "الجنة تحت ظلال السيوف"۔(۳) چنانچہ رزق کی نسبت تو نیزے کے سائے کی طرف کی گئی، جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا کہ نیزے سے مراد جھنڈا ہے، جب کہ جنت کی نسبت تلوار کے سائے کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ شہادت کا سبب اکثر تلوار ہی بنتی ہے۔(۴)

تعلیق کے دوسرے جملے کی تشریح

تعلیق ابن عمر رضی اللہ عنہما کا دوسرا جملہ "وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري" ہے، صغار کے معنی جزیہ کی ادائیگی کے ہیں۔(۵)

اور مطلب یہ ہے کہ جو میرے لائے ہوئے احکامات کو نہیں مانے گا، ان سے اعراض اور روگردانی کرے گا، اس پر ذلت مسلط کردی جائے گی اور اس پر جزیے کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص٩٨)، والدر المختار (ج٥ ص٣٢٨)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص٩٨)۔

(۳) الحديث أخرجه البخاري، كتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف، رقم (٢٨١٨)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ ص٩٨)۔

(۵) حواله بالا، وعمدة القاري (ج١٤ ص١٩٢)، وشرح القسطلاني (ج٥ ص١٠٠)۔

تعلیق کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا تعلیق کی مناسبت ترجمۃ کے ساتھ اس جملے میں ہے "جعل رزقي تحت ظل رمحي" خواہ فضیلت رماح کی مراد لی جائے یا جواز کما مر الآن في غرض ترجمة الباب۔

٢٧٥٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي ٱلنَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ ٱلْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ[1] : أَنَّهُ كانَ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، حَتَّى إِذَا كانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ ، تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ ، وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا ، فَٱسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ . فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا ، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا ، فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى ٱلْحِمَارِ فَقَتَلَهُ ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ ٱلنَّبِيِّ ﷺ وَأَبَى بَعْضٌ ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ ، قالَ : (إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا ٱللهُ) .

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : فِي ٱلْحِمَارِ ٱلْوَحْشِيِّ ، مِثْلُ حَدِيثِ أَبِي ٱلنَّضْرِ ، قالَ : (هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ) . [ر : ١٧٢٥]

تراجم رجال

۱۔ عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ مالک

یہ امام مالک بن انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" کی پہلی حدیث میں آچکا ہے۔(۲)

---

(۱) قوله: "عن أبي قتادة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب جزاء الصيد، باب إذا صاد الحلال فأهدى......۔

(۲) كشف الباري (ج۱ ص۲۸۹، ۲۹۰) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مزید حالات کے لئے دیکھئے، كشف الباري (ج۲ ص۸۰)۔

۳۔ابوالنضر

یہ ابوالنضر سالم بن ابی امیہ مولی عمر بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۴۔نافع

یہ ابومحمد نافع بن عباس مولی ابی قتادہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۵۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث باب کی تشریح کتاب جزاء الصید (۴)، نیز کتاب الذبائح والصید (۵) میں گذر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما نے تو یہ فرمایا ہے کہ حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت "فسألهم رمحه فأبوا" میں ہے(۶)۔لیکن جیسا کہ ہم ابتدائے باب میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بیان کر آئے ہیں کہ ان دو حضرات نے ترجمۃ الباب کا جو مقصد بیان کیا ہے، اس کے اعتبار سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت صحیح نہیں بیٹھتی۔

البتہ اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو مدنظر رکھا جائے تو ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت بالکل واضح ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نیزے کے استعمال کے جواز کو بتلایا ہے، جو حدیث سے واضح ہے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب المسح علی الخفین۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب جزاء الصید، باب: لا یعین المحرم الحلال في قتل الصید۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب النهي عن الاستنجاء بالیمین۔

(٤) صحیح البخاري، کتاب جزاء الصید، باب إذا صاد الحلال فأهدی للمحرم الصید أکله۔

(٥) کشف الباري، کتاب الذبائح والصید (ص۲٤۲)۔

[illegible] (ج٦ص٩٩)، وعمدة القاري (ج ١٣ص١٩٢)۔

وعن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي قتادة في الحمار الوحشي مثل حديث أبي النضر قال: "هل معكم من لحمه شيء"۔

مذکوہ بالا تعلیق کی تخریج

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کوموصولا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الذبائح" (۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحج (۲) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں کتاب الحج (۳) میں ذکر فرمایا ہے۔(۴)

۸۸ - باب: ما قِيلَ في دِرْعِ النَّبيِّ ﷺ وَالْقَمِيصِ في الحَرْبِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمۃ الباب دو اجزاء پر مشتمل ہے، ایک تو ماقيل في درع النبي صلى الله عليه وسلم ہے اور دوسرا والقميص في الحرب ہے۔

حافظ صاحب، علامہ عینی اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی اور محشی بخاری حضرت سہارنپوری رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ پہلے جزء کا مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ رسول اللہ کی جوزرہ تھی وہ کس چیز کی بنی ہوئی تھی۔(۵)

اور دوسرے جزء کا مقصد جنگ میں قمیص اور اس کے پہننے کا حکم بیان کرنا ہے، ظاہری بات ہے کہ یہ جائز ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب ماجاء في الصيد، رقم(٥٤٩١)۔

(۲) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد......، رقم (٢٨٥٣)۔

(۳) مؤطا الإمام مالك، كتاب الحج، باب مايجوز للمحرم أكله من الصيد، رقم (٧٨)۔

(٤) تغليق التعليق (ج٢ص٤٤٦)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٢)۔

(٥) فتح الباري (ج٦ص٩٩)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٢)، وإرشاد الساري (ج٥ص١٠١)، وحاشية السهارنفوري على البخاري (ج١ص٤٠٨)۔

لیکن ان حضرات علماء کا بیان کردہ مقصدِ ترجمہ بقول حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الحدیث رحمہما اللہ اشکال سے خالی نہیں، کیونکہ اس بات کا ذکر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کس چیز کی تھی اس کا پہلی روایت میں سرے سے کوئی ذکر نہیں ہے، اس لئے ان کے اس قول کی وجہ نہیں معلوم۔ البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ زرہ لوہے کی تھی تو دوسری روایات کو اس پر محمول کیا جائے گا، اور یہ کہا جائے گا، کہ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نبی علیہ السلام کی زرہ کا لوہے سے بنا ہونا مذکور ہے تو دیگر روایات باب جن میں درع کا لفظ آیا ہے وہاں بھی لوہے کی زرہ مراد ہوگی۔

اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ذکر کرنا ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس زرہ تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"الظاهر أن المراد بذلك إثبات أن النبي صلى الله عليه وسلم كان له درع، وبذلك تنطبق الروايات، و ما قال المحشي: إن المقصود بيان أن درعه مم كانت؟ فلا يدرى وجهه؛ إذ لا يناسبه الرواية الأولى، إلا أن يقال: إثبات أنها كانت من حديث يكفي ولو في رواية، ثم تحمل بقية الروايات عليه، وإن لم تذكر فيها مم كانت؟۔" (۱)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ باب کی تمام روایات کو دیکھنے کے بعد یہی بات متعین معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زرہیں تھیں اور ان کا استعمال خلافِ توکل نہیں ہے۔ (۲)

اور آپ ترجمۃ الباب کے مقصد میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو زرہ اپنے پاس رکھنی چاہیے، تا کہ میدان جنگ میں وہ کام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کمال توکل کے باوصف زرہ کو استعمال کیا ہے تو ہمیں بھی آپ کی سنت کی اتباع کرنی چاہیے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمَّا خالِدٌ فَقَدِ ٱحْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ في سَبِيلِ ٱللهِ) . [ر : ۱۳۹۹]

---

(۱) لامع الدراري (ج۷ص۲٤۲)۔

(۲) تعليقات لامع الدراري (ج۷ص۲٤۲)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہے خالد تو انہوں نے اپنی زر ہیں اللہ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔

مذکورہ بالا تعلیق کی تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو تعلیق ذکر کی ہے، یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً "کتاب الزکاۃ" میں ذکر فرمایا ہے۔

ان کے علاوہ اصحاب ستہ میں سے امام مسلم، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کو کتاب الزکاۃ ہی میں موصولاً نقل فرمایا ہے۔ (۱)

تعلیق مذکور کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد

مصنف علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تعلیق یہاں ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جیسے زرہ زیب تن فرمائی ہے، اسی طرح زرہ کا ذکر بھی اپنی زبان مبارک سے کیا ہے اور اس کی نسبت اپنے بعض بہادر صحابہ کرام کی طرف کی ہے مثلاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ زرہ کا پہننا مشروع ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ (۲)

۲۷۵۸ : حدَّثني محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ[۳] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ : (اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ) . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ : حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ : «سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ

(۱) انظر الصحيح للبخاري، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالى: ﴿وفي الرقاب والغارمين﴾، رقم (۱٤٦۸)، وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في تقديم الزكاة ومنعها، رقم (۲۲۷۷)، وسنن أبي داود، أبواب الزكاة، باب في تعجيل الزكاة، رقم (۱٦۲۳)، وسنن النسائي، كتاب الزكاة، باب إعطاء السيد المال بغير اختيار المصدق، رقم (۲٤٦٦)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص۹۹)۔

(۳) قوله: "عن ابن عباس رضي الله عنهما": الحديث أخرجه البخاري أيضا، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى: ﴿إذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم أني ممدكم بألف من الملائكة......﴾، رقم (۳۹۵۳)، وكتاب التفسير، باب قوله: ﴿سيهزم الجمع﴾، رقم (٤۸۷٥)، وباب قوله: ﴿بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر﴾، رقم (٤۸۷۷)۔

اَلدُّبُرَ . بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ » . وَقَالَ وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : يَوْمَ بَدْرٍ .
[٣٧٣٧ ، ٤٥٩٤ ، ٤٥٩٦]

تراجم رجال

۱۔محمد بن المثنی

یہ ابوموسی محمد بن المثنی بن عبید عنزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔عبدالوہاب

یہ ابومحمد عبدالوہاب بن عبدالمجید بن الصلت ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دوحضرات کا تذکرۂ اجمالی "کتاب الإیمان، باب حلاوة الإیمان" میں آ چکا ہے۔(۱)

۳۔خالد

یہ مشہور محدث ابوالمنازل خالد بن مہران حذاء بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴۔عکرمہ

یہ مشہور امام حدیث وتفسیر ابوعبداللہ عکرمہ مولی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان دونوں حضرات کے حالات "کتاب العلم، باب قول النبي صلی اللہ علیه وسلم: "اللهم علمه الکتاب" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

۵۔ابن عباس

یہ مشہور صحابی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے ذیل میں اور "کتاب الإیمان، باب کفران العشیر......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۲۵ و ۲۶)۔

(۲) کشف الباري (ج۳ص۳۶۱ – ۳۷۰)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص۴۳۵)، و(ج۲ص۲۰۵)۔

حدیث کا ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ ایک قبے کے اندر تھے فرمایا: اے اللہ! آپ نے جو وعدہ اور عہد کیا ہے میں آپ سے اس کے پورا ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ زمین میں آج کے بعد آپ کی عبادت نہ ہو (تو پھر ٹھیک ہے کہ یہ تھوڑے سے مسلمان بھی ختم ہو جائیں)۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ! اسی قدر دعا آپ کو کافی ہے۔ بے شک آپ نے اپنے پروردگار سے بہت آہ وزاری کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زرہ میں تھے، چنانچہ آپ یہ کہتے ہوئے قبے سے نکلے: عنقریب یہ جماعت بھگا دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر لیں گے، بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بہت سخت اور تلخ چیز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ذکر کردہ واقعہ "غزوۂ بدر" سے متعلق ہے، اس کی تشریح بھی "غزوہ بدر" کے تحت آچکی ہے۔ (۱)

حدیث سے مستنبط فوائد

البتہ چند فوائد جو حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

۱۔ علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث سے زرہ کے رکھنے اور اس میں قتال کرنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔ (۲)

۲۔ حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ نفوس بشریہ سے بیک وقت اور دفعۃً خوف دور نہیں ہوتا، دیکھئے! یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا وعدہ ہے اور اسی وعدے کو پورا کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخواست بھی کر رہے ہیں، چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے کفار کی تعداد اور لاؤلشکر کو دیکھا تو آپ کو طبعی خوف لاحق ہوا اور یہ منافی نبوت نہیں ہے۔ اسی طرح کا واقعہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی مذکور ہے کہ جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں تو انہوں نے خوف محسوس کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلایا کہ وہ

---

(۱) کشف الباري، كتاب المغازي (ص ٦٤)۔

(۲) شرح ابن بطال (ج ٥ ص ١٠٣)۔

آپ کے مددگار ہیں اور انہیں کے ساتھ سن اور دیکھ رہے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿فأوجس في نفسه خيفة موسى﴾ (۱) دراصل یہ شیطان کی طرف سے وساوس ہوتے ہیں، جو بندوں پر وہ ڈالتا ہے، خاص طور پر اللہ تعالی کے خاص بندوں پر، لیکن اللہ عزوجل ان کو دنیا و آخرت میں کلمے کی برکت سے ثابت قدم رکھتے ہیں اور ان کے قدم شیطانی وساوس سے نہیں ڈگمگاتے۔ (۲)

وقال وهيب: حدثنا خالد يوم بدر۔

تعلیق مذکور کی تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وہیب بن خالد کی اس تعلیق کو کتاب التفسیر میں موصولاً نقل فرمایا ہے۔ (۳)

مذکورہ بالا تعلیق کا مقصد

وهیب بن خالد کی اس تعلیق میں خالد سے مراد ابن مہران الحذاء ہیں۔ خالد الحذاء سے اس روایت فی الباب کو دو حضرات عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی اور وھیب روایت کرتے ہیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس تعلیق سے یہ ہے کہ وھیب کی روایت میں "وهو في قبة" کے بعد "يوم بدر" کا اضافہ بھی ہے۔ (۴)

غالباً حدیث باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محمد بن المثنی سے ذھول ہوگیا ہے، کیونکہ محمد بن المثنی کے شیخ عبدالوہاب سے اس روایت کو اور بھی دو حضرات محمد بن عبداللہ بن حوشب (۵) اور اسحاق بن راھویہ (۶) نے روایت کیا ہے، ان دو حضرات کی روایت میں بھی "يوم بدر" کا اضافہ مروی ہے۔ (۷)

---

(۱) طه /٦٧۔

(۲) شرح ابن بطال (ج٥ص ١٠٤)، وكشف الباري (ج١ص ٣٩١)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿سيهزم الجمع﴾، رقم (٤٨٧٥)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص ١٠٠)۔

(۵) دیکھئے صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى: ﴿إذ تستغيثون ربكم ...... ﴾، رقم (٣٩٥٣)۔

(٦) دیکھئے صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿بل الساعة موعدهم ...... ﴾، رقم (٤٨٧٧)۔

(٧) فتح الباري (ج٦ص ١٠٠)۔

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے، کیونکہ اس موقع (غزوۂ بدر) پر وہ حاضر نہیں تھے، اس وقت ان کی عمر یہی چار پانچ برس ہوگی، اس لئے خود سننے کا تو کوئی احتمال ہی نہیں۔ غالبًا انہوں نے یہ روایت حضرت عمر یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنی ہوگی، چنانچہ مسلم شریف میں ابوزمیل عن ابن عباس کے طریق سے روایت ہے، (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حدثني عمر: لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المشركين وهم ألف، وأصحابه ثلثمائة وتسعة عشرة رجلاً، فاستقبل القبلة، ثم مد يديه، فلم يزل يهتف بربه حتى سقط رداؤه عن منكبيه......"۔ (۲)

"یعنی مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بدر والے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا کہ وہ ایک ہزار ہیں اور آپ کے ساتھ صرف تین سو انیس (۳۱۹) ہیں تو آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، پھر اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں پھیلا دیئے اور مسلسل اپنے رب کو پکارتے اور بلاتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر دوش مبارک سے گر گئی"۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عادت یہی ہے کہ وہ اکثر واسطے کو درمیان سے حذف کر دیتے ہیں اور ان کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ (۳)

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے:

"وهو في الدرع"۔ (۴)

---

(۱) فتح الباري (ج۷ص۲۸۸)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۳)۔

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر، وإباحة الغنائم، رقم (٤٥٨٨)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۳)۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۳)۔

٢٧٥٩ : حدّثنا محمّد بن كثير[1] : أخبرنا سفيان ، عن الأعمش ، عن إبراهيم ، عن الأسود ، عن عائشة رضي الله عنها قالت : توفّي رسول الله ﷺ ودرعه مرهونة عند يهوديّ ، بثلاثين صاعًا من شعير .

تراجم رجال

ا۔محمد بن کثیر

یہ ابوعبداللہ محمد بن کثیر عبدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب العلم، باب الغضب والموعظة في التعليم إذا رأى......" میں گذر چکا ہے۔(۲)

۲۔سفیان

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ان کے حالات "بدء الوحي" کی "الحديث الأول" اور "کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۳۔الأعمش

یہ ابومحمد سلیمان بن مہران اسدی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اعمش سے معروف ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم" کے ذیل میں آچکا ہے۔(۴)

۴۔ابراہیم

یہ ابوعمران ابراہیم بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ بھی "کتاب الإيمان" کے مذکورہ باب میں آچکا۔(۵)

---

(١) قوله: "عن عائشة رضي الله عنها" : الحديث، مر تخريجه في كتاب البيوع، باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٢٣٨) و(ج٣ص٥٣٦)۔

(٣) كشف الباري (ج٣ص١٠٢)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص٢٥١)۔

(٥) كشف الباري (ج٢ص٢٥٣)۔

۵۔ الاسود

یہ مشہور فقیہ اسود بن یزید بن قیس نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۶۔ عائشہ

یہ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کا تذکرہ "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی تشریح کتاب البیوع (۳) میں اور کتاب المغازی (۴) میں آ چکی ہے۔

وَقَالَ يَعْلَى : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : دِرْعٌ مِنْ حَدِيدٍ . وَقَالَ مُعَلًّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ وَقَالَ : رَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ . [ر : ١٩٦٢]

یعلی سے مراد ابن عبید بن ابی عبید ابو یوسف الطنافسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔اور معلّی سے ابن اسد مراد ہیں۔(۵)

مذکورہ دونوں تعلیقات کی تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر دو تعلیقات ذکر کی ہیں ایک یعلی کی، دوسری معلّی کی۔پہلی تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً کتاب العلم (۶) میں اور دوسری کو کتاب الاستقراض (۷) میں ذکر فرمایا ہے۔(۸)

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب العلم، باب من ترك بعض الإختيار مخافة أن يقصر......۔

(٢) كشف الباري (ج١ص٢٩١)۔

(٣) صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة۔

(٤) كشف الباري، كتاب المغازي (ص٦٩٠)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٤)۔

(٦) صحيح البخاري، كتاب السلم، باب الكفيل في السلم، رقم (٢٢٥١)۔

(٧) صحيح البخاري، كتاب الاستقراض......، باب من اشترى بالدين وليس عنده ثمنه، رقم (٢٣٨٦)۔

(٨) تغليق التعليق (ج٣ص٤٤٧)۔

دونوں تعلیقات کے ذکر کا مقصد

ان دونوں تعلیقات کے ذکر کرنے کا مقصد واضح ہے کہ اوپر جو مسند روایت گذری ہے اس میں درع کا ذکر تھا اور ان تعلیقات کو ذکر کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ وہ زرہ جو یہودی کے پاس رہن رکھوائی گئی تھی لوہے کی تھی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت "ودرعه مرهونة......" میں ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زرہ تھی اور وہ لوہے کی تھی۔(۱)

٢٧٦٠ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ،(٢) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ ، قَدِ اضْطَرَّتْ أَيْدِيَهُمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا ، فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتَّى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ ، وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلَى صَاحِبَتِهَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ ، وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلَى تَرَاقِيهِ - فَسَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ - فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ) . [ر : ١٣٧٥]

تراجم رجال

ا۔ موسی بن اسماعیل

یہ موسی بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا اجمالی تذکرہ "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث کے تحت آچکا ہے۔(۳)

---

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٤)۔

(٢) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الزكاة، باب مثل البخيل والمتصدق۔

(٣) كشف الباري (ج١ص٤٣٣)۔

۲۔ وهیب

یہ وہیب بن خالد بن عجلان باہلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے اجمالی حالات "کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإیمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۳۔ ابن طاوس

یہ عبداللہ بن طاوس بن کیسان الیمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔ أبیه

أبیه سے مراد طاوس بن کیسان یمانی جندی حمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۵۔ ابو ہریرہ

یہ مشہور صحابی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۴)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی مکمل تشریح کتاب الطلاق (۵) اور کتاب اللباس میں آچکی ہے۔(٦)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت "علیهما جبتان من حدید" میں ہے۔

---

(۱) کشف الباري (ج۲ ص۱۱۸)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الحیض، باب المرأة تحیض بعد الإفاضة۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین من القبل والدبر۔

(٤) کشف الباري (ج۱ ص٦٥٩)۔

(٥) کشف الباري، کتاب الطلاق (ص٥١٩)۔

(٦) کشف الباري، کتاب اللباس (ص١٥٨-١٦١)۔

وہ اس طرح کہ " جبتان " میں دو روایتیں ہیں، ایک تو باء کے ساتھ یعنی "جبتان "تو یہ "جبة" کی تثنیہ ہے اور اس کی مناسبت ترجمۃ کے جزء ثانی یعنی القمیص فی الحرب کے ساتھ ہے۔

اور یہ لفظ نون کے ساتھ جنتان بھی مروی ہے، جو جنۃ کی تثنیہ ہے، اس کے معنی ڈھال کے ہیں اور ڈھال (سپر) جس طرح انسان کو دشمن کے داؤ سے بچاتی ہے اسی طرح زرہ بھی بچاتی ہے تو مناسبت ترجمہ کے جزء اول کے ساتھ بایں معنی حاصل ہے۔(۱)

۸۹ - باب : الجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالحَرْبِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اس ترجمۃ الباب کے تحت یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سفر اور جنگ کے موقع پر جبہ پہننا جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲۷٦۱ : حدَّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى مُسْلِمٍ ، هُوَ ابْنُ صُبَيْحٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ[۲] قَالَ : انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ ، فَلَقِيتُهُ بِمَاءٍ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ، وَعَلَى خُفَّيْهِ . [ر : ۱۸۰]

تراجم رجال

۱۔ موسی بن اسماعیل

یہ موسی بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات اجمالاً "بدء الوحي" کی چوتھی حدیث

(۱) فتح الباري (ج ٦ ص ١٠)۔

(۲) قوله: "المغيرة بن شعبة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب الرجل يوضيء صاحبه۔

کے تحت بیان کئے جا چکے ہیں۔(۱)

۲۔عبدالواحد

یہ ابو بشر عبدالواحد بن زیاد بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مفصل تذکرہ "کتاب الإیمان، باب الجهاد من الإیمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۳۔الأعمش

یہ ابو محمد سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم" میں آ چکے ہیں۔(۳)

۴۔ابوالضحی مسلم بن صبیح

یہ ابوالضحی مسلم بن صبیح العطار الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔مسروق

یہ امام ابو عائشہ مسروق بن اجدع بن مالک ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت گذر چکا ہے۔(۵)

۶۔المغیرۃ بن شعبہ

یہ مشہور صحابی، حضرت مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔(۶)

حدیث باب کی تشریح پیچھے مختلف مقامات پر گذر چکی ہے اور اس کی کچھ تشریح "کتاب اللباس" میں بھی آئی ہے۔(۷)

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۴۳۳)۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص۳۰۱)۔

(۳) کشف الباري (ج۲ص۲۵۱)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ في الجبة الشامیة۔

(۵) کشف الباري (ج۲ص۲۸۱)۔

(۶) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب الرجل یوضیٔ صاحبه۔

(۷) کشف الباري کتاب اللباس (ص۱۶۲و۱۶۳)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے "وعليه جبة شامية" ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سفر کا ہے اور غزوے کا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ زیب تن فرمایا ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ سفر میں اور غزوے میں جبہ پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

۹۰ - باب : الحَرِيرِ في الحَرْبِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال جنگ کی حالت میں درست ہے۔(۲)

۲۷٦٤/۲۷٦۲ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ المِقْدَامِ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا (۳) حَدَّثَهُمْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ في قَمِيصٍ مِنْ حَرِيرٍ ، مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا .

تراجم رجال

۱۔ احمد بن المقدام

یہ احمد بن المقدام بن سلیمان بن اشعث بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٩٥)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "أنس رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً، كتاب الجهاد، باب الحرير في الحرب، رقم (۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲)، وكتاب اللباس، باب ما يرخص للرجال من الحرير للحكة، رقم (۵۸۳۹)، ومسلم، كتاب اللباس، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كانت به حكة أونحوها، رقم (۵٤۲۹)، وأبوداود، أبواب اللباس، باب في لبس الحرير لعذر، رقم (۱۷۲۲)، والنسائي، كتاب الزينة، باب الرخصة في لبس الحرير، رقم (۵۳۱۲)، وابن ماجه، كتاب اللباس، باب من رخص له في لبس الحرير، رقم (۳۵۹۲)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب البيوع، باب من لم ير الوساوس ونحوها من المشبهات۔

۲۔خالد

یہ خالد بن حارث بن سلیم ہجیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۳۔سعید

یہ ابوالنصر سعید بن ابی عروبہ یشکری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔قتادہ

یہ قتادہ بن دعامہ سدوسی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۵۔انس

یہ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان دو حضرات کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه مايحب لنفسه......" کے تحت آچکا۔(۳)

أن النبي صلى الله عليه وسلم رخص لعبدالرحمن والزبير في قميص من حرير من حكة كانت بهما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشمی قمیص پہننے کی اجازت دی تھی۔

تنبیہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب اس مقصد کے لئے قائم کیا تھا کہ جنگ میں ریشمی لباس کا استعمال جائز ہے اور اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بطور دلیل پیش کی تھی۔ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے کہ بیماری، جنگ اور سفر وغیرہ میں خالص ریشم کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جمہور ائمہ بشمول صاحبین اس کے جواز کے قائل ہیں اور امام مالک اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عدم جواز کے۔

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد، ......۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۴۰۳)۔

اس مسئلے کی تفصیل کتاب اللباس میں آچکی ہے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت حدیث کے اس حصے میں ہے "في قميص من حرير من حكة" اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو حضرات صحابہ کو ریشم پہننے کی اجازت دی تھی جو جواز کی دلیل ہے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہاں حرب وغیرہ کا تو کوئی ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی اگلی روایت میں اس بات کی تصریح آرہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود فرمارہے ہیں کہ ایک غزوے میں ان دونوں حضرات کو میں نے دیکھا کہ وہ قمیص ان کے جسم پر تھی "فرأيته عليهما في غزاة"۔

(۲۷۶۳) : حدَّثنا أبو الوَليدِ : حدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنسٍ[۲]

حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ : شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يَعْنِي الْقَمْلَ - فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الحَرِيرِ ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ .

تراجم رجال

۱۔ ابوالولید

یہ ابوالولید ھشام بن عبدالملک طیالسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب علامة الإيمان حب الأنصار" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

۲۔ ھمام

یہ ابوعبداللہ ھمام بن یحیی بن دینار بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

---

(۱) مسئلہ کی تفصیل اور فریقین کے دلائل کے لئے دیکھئے، کشف الباري، كتاب اللباس (ص ۱۹۱)۔

(۲) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الحديث السابق۔

(۳) كشف الباري (ج۲ ص۳۸)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب مواقيت الصلاة، باب من نسي صلاة، فليصل إذا ذكر، ......۔

۳۔ محمد بن سنان

یہ محمد بن سنان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل فی حدیثه ......" میں آچکا ہے۔(۱)

حضرت قتادہ اور انس رضی اللہ عنہما کے لئے سابقہ سند دیکھئے۔

أن عبد الرحمن بن عوف والزبير شكوا إلى النبي صلى الله عليه وسلم – يعني القمل –

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی۔

کلمہ "شکوا" میں نسخوں کا اختلاف

اوپر حدیث میں "شکوا" کا لفظ مروی ہے، جب کہ ابوذر اور اصیلی کے نسخوں میں "شکیا" صیغۂ تثنیہ کے ساتھ ہے، علامہ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اول کو درست قرار دیا ہے کیونکہ اس فعل کا لام کلمہ واو ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس قول ﴿دَعَوَا اللّٰه رَبَّهُمَا﴾(۲) میں ہے۔(۳)

لیکن یہاں ایک نسخے کو درست اور دیگر کو غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ کلمہ واو اور یاء دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے "شکیتُ وشکوتُ"۔(۴)

يعني القمل: یہ کسی راوی کا تفسیری جملہ ہے اور بتانا یہ ہے کہ ان دو حضرات صحابہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا تھا اس کا سبب جوئیں تھیں۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۵۳)۔

(۲) الأعراف /۱۸۹۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٣)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: "فرأیته علیهما في غزاة" کہ اس قمیص کو میں نے ایک غزوے میں ان کے جسم پر دیکھا۔(۱)

(٢٧٦٤) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ : أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ : أَنَّ أَنَسًا(٢) حَدَّثَهُمْ قالَ : رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي حَرِيرٍ .

تراجم رجال

۱۔ مسدد

یہ مسدد بن مسرہد بن مسربل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ یحیی

یہ ابوسعید یحیی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کا اجمالی تذکرہ "کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ......" کے تحت آچکا ہے۔(۳)

۳۔ شعبہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج عتکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے تحت آچکا ہے۔(۴)

حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ(٥) : رَخَّصَ ، أَوْ رُخِّصَ لِحِكَّةٍ بِهِمَا . [٥٥٠١]

---

(۱) حوالہ بالا۔

(٢) قوله: "أن أنسا": الحديث، مر تخريجه آنفا في أول الباب۔

(٣) كشف الباري (ج٢ ص٣٠٢)۔

(٤) كشف الباري (ج١ ص٦٧٨)۔

(٥) قوله: "عن أنس رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه آنفا۔

تراجم رجال

۱۔محمد بن بشار

یہ مشہور امام حدیث، محمد بن بشار بن عثمان عبدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة ......" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

۲۔غندر

یہ ابوعبداللہ محمد بن جعفر ہذلی غندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۲)

رَخَّص أو رُخِّص لهما لحكة بهما۔

کلمہ "أو" شک کے لئے ہے اور یہاں راوی کو شک ہو رہا ہے کہ رخص صیغہ معلوم کے ساتھ ہے یا مجہول کے ساتھ۔(۳)

البتہ یہی روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غندر سے روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔(۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شک محمد بن بشار کو ہوا ہے اور صحیح لفظ رخص صیغہ معلوم کے ساتھ ہے۔

نیز یہی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب اللباس" میں بھی "عن وكيع عن شعبة" کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں بھی صیغہ معلوم کا ہے۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۳ص۲۵۸)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲۵۰)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۷)، وفتح الباري (ج٦ص۱۰۱)۔

(٤) مسند الإمام أحمد (ج۳ص۲۵۵)، رقم (۱۳۷۱۷)۔

(٥) صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما يرخص للرجال من الحرير للحكة، رقم (۵۸۳۹)۔

ریشمی لباس کی اجازت کا سبب کیا تھا؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کو پانچ مختلف طرق سے نقل کیا ہے، ان سب کا مجموعی مضمون اور حاصل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس اجازت کا سبب کیا تھا۔ آیا خارش اس اجازت کے لئے سبب بنی تھی، جیسا کہ باب کے پہلے اور آخری طریق میں آیا ہے۔ (حکۃ خارش کو کہتے ہیں) یا اس کا سبب جوئیں تھیں، جیسا کہ باب کے تیسرے طریق میں ہے۔(۱)

اس سوال کا مختلف حضراتِ محدثین نے جواب دیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے حکہ یعنی خارش والی روایت کو راجح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ شاید کسی راوی نے اس کی تفسیر کی ہوگی، یوں ان سے غلطی ہوگئی۔ (۲)

۲۔ علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قسم کی روایات کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ایک صاحب کے ساتھ ایک علت ہو، دوسرے کے ساتھ دوسری۔ (۳)

۳۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لامنافاۃ بینهما ولا منع لجمعهما"۔ (۴)
یعنی دونوں علتوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور نہ ہی دونوں کے ایک ہی شخص میں جمع ہونے میں کوئی ممانعت ہے۔

۴۔ کبھی کبھار خارش کا سبب جوئیں بھی ہوتی ہیں، جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق یوں بھی ممکن ہے کہ خارش کا سبب جوئیں تھی، چنانچہ کبھی تو سبب کی

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص١٠١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٣)، ومثله عن ابن العربي حيث قال: "قد ورد أنه أرخص لكل منهما، فالإفراد يقتضي أن لكل حكمة"۔

(۴) شرح الكرماني (ج٥ص١٧٦)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)۔

طرف علت کی نسبت کردی گئی اور کبھی مسبب کی طرف۔ فرماتے ہیں:

"قلت: ويمكن بأن الحكة حصلت من القمل؛ فنسبت العلة تارة إلى السبب، وتارة إلى سبب السبب"۔ (١)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ کرمانی کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (٢)

٩١ - باب : ما يُذْكَرُ فِي السِّكِّينِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر جہاد و قتال کے موقع پر چاقو ساتھ رکھا جائے تو جائز ہے۔ (٣)

ظاہر ہے کہ چاقو فائدے کی چیز ہے اور وقت پر کام آتا ہے، میدان جہاد میں بہت سے مراحل ایسے بھی پیش آتے ہیں جب دیگر اسلحوں کا استعمال ممکن نہیں رہتا، اس وقت چاقو کام دیتا ہے۔

٢٧٦٥ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ ، عَنْ أَبِيهِ[٤] قالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا ، ثُمَّ دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، وَزَادَ : فَأَلْقَى السِّكِّينَ . [ر : ٢٠٥]

---

(١) فتح الباري (ج٦ص١٠١)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)، وإرشاد الساري (ج٥ص١٠٣)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٦)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٧)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٤)۔

(٤) قوله: "عن أبيه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق۔

تراجم رجال

۱۔عبدالعزیز بن عبداللہ

یہ ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحیی قرشی اویسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔ابراہیم بن سعد

یہ ابواسحاق ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۳۔ابن شہاب

یہ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے اجمالی حالات "بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

۴۔جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری

یہ جعفر بن عمرو بن امیہ بن خویلد المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔أبیه

"أب" سے مراد حضرت عمرو بن امیہ بن خویلد الضمری المدنی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

اس سند کے تمام رجال کا تعلق مدینہ منورہ میں سے ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذا الإسناد

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص ۱۲۰)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص ۳۲۶)۔

(٤) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم یتوضأ من لحم الشاة والسویق۔

(٥) حوالہ بالا۔

كله مدنيون"۔(٦)

قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يأكل من كتف يحتز منها، ثم دعي إلى الصلاة فصلى ولم يتوضأ۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ شانے کا گوشت کھا رہے تھے کہ اسے کاٹتے جاتے تھے، پھر آپ کو نماز کے لئے بلایا گیا تو آپ نے نماز پڑھی اور (نئے سرے سے) وضو نہیں فرمایا۔

تنبیہ

حدیث باب سے دو مشہور مسائل متعلق ہیں ایک الوضوء مما مست النار اور اس کی تفصیل کا مقام کتاب الوضوء ہے۔

دوسرا مسئلہ چھری کانٹے سے کھانے کا حکم ہے، اس کی تفصیل کتاب الأطعمة میں ہے۔(۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی میں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شانے کو کاٹ کاٹ کر کھانا، ظاہر ہے چھری کے ساتھ ہی تھا اور اس پر آنے والا طریق دلالت کر رہا ہے جس میں "فألقى السكين" آیا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو جہاد کے ابواب میں اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ چاقو بھی اسلحے کی قسم ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مطابقته للترجمة تؤخذ من معنى الحديث؛ لأن احتزازه صلى الله عليه وسلم

(٣) عمدة القاري (ج١٤ ص١٩٧)۔

(٤) كشف الباري، كتاب الأطعمة (ص١١١)۔

من كتف الشاة كان بالسكين، و يشهد له الطريق الآخر الذي يأتي، وفيه: فألقى السكين، ووجه إدخال هذا الباب بين أبواب الجهاد من حيث إن السكين أيضا من أنواع السلاح"۔ (١)

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهري وزاد: فألقى السكين۔

یہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک دوسرا طریق ہے اور اس طریق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ترجمہ اور حدیث میں مطابقت ہو جائے کہ اس میں صراحت کے ساتھ سکین کا لفظ موجود ہے، جب کہ سابقہ روایت میں اس کی صراحت نہیں تھی۔ (٢)

اور زاد کا جو فعل ہے اس میں یہ تینوں احتمالات ہیں کہ اس کا فاعل زہری ہوں، جعفر بن عمرو ہوں یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ابوالیمان۔ (٣)

٩٢ - باب: ما قِيلَ في قِتَالِ الرُّومِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمۃ الباب کے تحت اہل روم کے خلاف جہاد کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (٤)

اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمے سے ان اقوام کو

(١) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٧)۔

(٢) حوالہ بالا، وإرشاد الساري (ج٥ص١٠٤)۔

(٣) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٧)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٧)، وفتح الباري (ج٦ص١٠٢)۔

بیان کرنا ہے کہ جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (یا آپ کی امت) نے قتال کیا ہے۔(۱)

رومیوں کی نسل کی تحقیق

علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل روم، روم بن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔(۲)

اور علامہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن لیطا بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔(۳)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل روم اپنے جد اعلی رومی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسے روماس سے بھی پکارا جاتا تھا اور یہی شخص مشہور شہر روم کا بانی ہے۔(۴)

جب کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا یہ ہے کہ روم دراصل مشہور ملک اٹلی کا لقب تھا، جب ان میں پھوٹ پڑگئی اور وہ اختلافات کا شکار ہوگئے تو کچھ لوگ اٹلی سے ترک وطن کر کے قسطنطنیہ جا بسے، تو رومی نصاری ہی ہیں۔(۵)

٢٧٦٦ : حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ يَزِيدَ ٱلدِّمَشْقِيُّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ : أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ، وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ ، وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ ، وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ ، قَالَ عُمَيْرٌ : فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ[٦] : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا) . قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ أَنَا فِيهِمْ ؟ قَالَ : (أَنْتِ فِيهِمْ) . ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ) . فَقُلْتُ : أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قَالَ : (لَا) . [ر : ٢٦٣٦]

---

(۱) فيض الباري (ج٣ص٤٣٧)۔

(۲) حوالہ بالا۔وحاشية الجمل على الجلالين (ج٦ص٨٦)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٧)، وفتح الباري (ج٦ص١٠٢)۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) فيض الباري (ج٣ص٤٣٧)۔

(٦) قوله: "أم حرام": الحديث، مر تخريجه في أوائل الجهاد، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء۔

تراجم رجال

۱۔اسحاق بن یزید الدمشقی

یہ ابوالنصر اسحاق بن ابراہیم بن یزید فرادیسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔اکثر دادا کی طرف منسوب ہوکر اسحاق بن یزید کہلاتے ہیں۔(۱)

۲۔یحیی بن حمزۃ

یہ ابوعبدالرحمٰن یحیی بن حمزہ بن واقد حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔ثور بن یزید

یہ ابوخالد ثور بن یزید کلاعی حمصی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۴۔خالد بن معدان

یہ ابوعبداللہ خالد بن معدان حمصی کلاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

۵۔عمیر بن الاسود العنسي

یہ شام کے مشہور عابد وزاہد، مخضرم تابعی حضرت عمیر بن الاسود، شامی، دمشقی، حمصی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور ابوعیاض ہے۔اور یہی عمرو بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔(۵)

یہ حضرت عمر، ابن مسعود، معاذ بن جبل، عبادۃ بن صامت، عرباض بن ساریہ، معاویہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص، جنادہ بن امیہ، ابوہریرہ، ام المومنین عائشہ اور ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے ان کے صاحبزادے حکیم بن عمیر، مجاہد، خالد بن معدان، شرحبیل بن عبید، کثیر بن ابی کثیر، نصر بن

---

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الزکاۃ، باب ما أدي زکاته فلیس بکنز۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الجنائز، باب ماینهی من الحلق عند المصیبة۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده۔

(۴) حوالہ بالا۔

(۵) تهذیب الکمال (ج۲۱ ص۵٤٣)، وسیر أعلام النبلاء (ج٤ ص٧٩)۔

علقمہ، ابراہیم بن مسلم ہجری اور زیاد بن فیاض رحمہم اللہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔(۱)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان قليل الحديث، ثقة"۔(۲)

عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شامي تابعي ثقة"۔(۳)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا "من عباد أهل الشام وزُهّادهم"۔(۴)

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أجمعوا على أنه كان من العلماء الثقات"۔(۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة عابد"۔(۶)

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا: "من سرّه أن ينظر إلى هدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلينظر إلى هدي عمرو بن الأسود"۔(۷)

''یعنی جو اس بات میں خوشی محسوس کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھے تو وہ عمرو بن الاسود کے اخلاق اور سیرت دیکھے۔'' یعنی ان کے اخلاق کریمہ اور سیرت بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وسیرت کے مطابق تھے۔ وہ رسول اللہ کے اخلاق کا پرتو تھے۔

عبدالرحمٰن بن جبیر فرماتے ہیں کہ عمرو بن الاسود حج کے بعد، جب مدینہ منورہ پہنچے تو نماز پڑھتے ہوئے ان پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نظر پڑی، دریافت فرمایا کہ کون ہیں؟ بتلایا گیا کہ شام کے رہنے والے ہیں، عمرو بن الاسود نام ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ما رأيت أحداً أشبه صلاةً، ولا هدياً، ولا خشوعاً، ولا لبسةً برسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الرجل"۔ (۸)

---

(۱) شیوخ وتلامذہ کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۲۱ ص۵٤٤)۔

(۲) طبقات ابن سعد (ج۷ ص٤٤۲)۔

(۳) تعليقات تهذيب الكمال (ج۲۱ ص٥٤٥)۔

(٤) الثقات لابن حبان (ج٥ ص۱۷۱)۔

(٥) تهذيب التهذيب (ج۸ ص٥)۔

(٦) التقريب (ص٤۱۸)، رقم (٤۹۸۹)۔

(۷) مسند الإمام أحمد (ج۱ ص۱۸)، حلية الأولياء (ج٥ ص۱٥٦)، والكاشف (ج۲ ص۷۲)۔

(۸) سير أعلام النبلاء (ج٤ ص۷۹)۔

یعنی ''نماز، اخلاق وسیرت، خشوع اور لباس میں اس آدمی سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی اصحاب اصول ستہ نے ان سے روایات لی ہیں۔(١) اور بخاری شریف میں ان سے صرف ایک ہی حدیث یعنی حدیث باب مروی ہے۔(٢)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔(٣)

رحمه الله تعالى رحمة واسعة

تنبیہ

ابوموسی المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی عاصم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمیر بن الاسود صحابی تھے، لیکن یہ صحابی نہیں ہے، بلکہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ ابوموسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وليس بصحابي، إنما يروي عن الصحابة"۔ (٤)

أنه أتى عبادة بن الصامت، وهو نازل في ساحة حمص، وهو في بناء، ومعه أم حرام۔

عمیر بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب کہ وہ ساحل حمص میں اپنے ایک محل میں تھے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حالات کتاب الإیمان میں (٥) اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کتاب الجہاد کے اوائل میں آچکا ہے۔(٦)

ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم۔ فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا۔

---

(١) الكاشف (ج٢ ص٧٢)، وتهذيب الكمال (ج٢١ ص٥٤٥)۔

(٢) عمدة القاري (ج١٤ ص١٩٨)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٢)۔

(٣) تهذيب الكمال (ج٢١ ص٥٤٥)، وسير أعلام النبلاء (ج٤ ص٨١)۔

(٤) تهذيب التهذيب (ج٨ ص٥)۔

(٥) كشف الباري (ج٢ ص٤٨)۔

(٦) كتاب الجهاد، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے پایۂ تخت میں جہاد کریں گے، ان کی مغفرت کردی گئی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں ان میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا! نہیں۔

حدیث باب میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے، جو قیصر کا دارالخلافہ اور پایۂ تخت تھا۔(۱)

اور حدیث میں امت محمدیہ کے اس لشکر کے لئے مغفرت کا وعدہ اور بشارت دی گئی ہے جو اس پر پہلی بار حملہ آور ہوگا اور وہاں جنگ کرے گا۔

کونسا غزوہ مراد ہے؟

جمہور شراح کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قسطنطنیہ کا پہلا غزوہ مراد ہے اور اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ پہلا غزوہ جو قیصر کے خلاف لڑا گیا، اس کی قیادت یزید بن معاویہ نے کی تھی اور یہ باون ہجری کا واقعہ ہے۔(۲) اور اس غزوے میں اجلاء صحابہ مثلاً حضرت ابوایوب انصاری، ابن عباس، ابن عمر، ابن الزبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔(۳)

حدیث باب سے یزید کی فضیلت پر استدلال

اس سے علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن معاویہ کی فضیلت ونجات پر استدلال کیا ہے، اس لئے کہ وہ اس لشکر کے امیر تھے، جس نے قیصر کے پایۂ تخت پر قبضے کے لئے پہلی لڑائی لڑی۔(۴)

لیکن مؤرخین کے اس قول کو بہت سے علماء نے رد کیا ہے، جس کی مختلف وجوہ درج ذیل ہیں:

۱۔ قیصر کے خلاف جنگ کرنے والے لشکر کی تعیین میں روایات مختلف ہیں۔ کیونکہ قسطنطنیہ پر قبضے کی لڑائی

(۱) فتح الباري (ج٦ص١٠٢)۔

(٢) قاله العيني وعزاه إلى صاحب المرأة، انظر عمدة القاري (ج١٤ص١٩٨)، وقال ابن الأثير: في سنة تسع وأربعين (٤٩) وقيل: سنة خمسين۔ انظر الكامل (ج٣ص٢٢٧)۔

(٣) الكامل (ج٣ص٢٢٧)، وتكملة فتح الملهم (ج٣ص٤٥٦)۔

(٤) شرح ابن بطال (ج٥ص١٠٧)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کئی مرتبہ لڑی گئی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ بعض لڑائیوں میں یزید بن معاویہ امیر تھے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلے لشکر کے بھی امیر ہوں۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں قیصر کے پایۂ تخت کی طرف بھیجا تھا، جو رومیوں کے شہروں میں اندر تک گھس گیا تھا اور اس لشکر میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن الزبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ بھی تھے۔ (۱)

مزید فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ تمام حضرات صحابہ سفیان کے ساتھ تھے، نہ کہ یزید بن معاویہ کے ہمراہ، اس لئے کہ یزید بن معاویہ اس قابل نہیں تھا کہ ان جیسے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم یزید کی ماتحتی میں ہوتے۔ (۲)

۲۔ بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان بن عوف کو بھیجا تھا، پھر پیچھے پیچھے یزید کو بھی روانہ کر دیا، جیسا کہ ابن الأثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تاریخ ''الکامل'' میں ذکر کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٩٨)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قال ابن الأثير الجزري رحمه الله: "في هذه السنة(٤٩) سيَّر معاوية جيشا كثيفاً إلى بلاد الروم للغزاة، وجعل عليهم سفيان بن عوف، وأمر ابنه يزيد بالغزاة معهم، فتثاقل واعتل، فأمسك عنه أبوه، فأصاب الناسَ في غزاتهم جوعٌ ومرض شديد، فأنشا يزيد يقول:

ما إن أبالي بما لاقت جموعُهم ... بالغذ قدونة من حمى ومن موم

إذا اتكأتُ على الأنماط مرتفقا ... بدير مرَّان عندي أم كلثوم

وأم كلثوم امرأته ..... فبلغ معاويةَ شعرُه، فأقسم عليه ليلحقنَّ بسفيان في أرض الروم ليصيبه ما أصاب الناسَ، فسار ومعه جمع كثير، أضافهم إليه أبوه، وكان في هذا الجيش ابن عباس، وابن عمر، وابن الزبير، وأبو أيوب الأنصاري، وغيرهم ..... فأوغلوا في بلاد الروم حتى بلغوا القسطنطينية، فاقتتل المسلمون والروم .....إلخ"۔ الكامل (ج٣ ص٢٢٧) وانظر أيضاً معجم البلدان للحموي (ج٢ ص٥٣٤)، كلمة'دير مران" و (ج٤ ص١٨٨)، كلمة غذ قدونة"۔

علامہ ابن الأثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی سال یعنی انچاس ہجری کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غزوے کے لئے ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور سفیان بن عوف کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان لوگوں کے ساتھ غزوے میں شریک ہونے کا حکم دیا، لیکن یزید نے سستی اختیار کی اور حیلے بہانے تلاش کئے، چنانچہ یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس غزوے میں لوگوں کو بھوک اور شدید مرض لاحق ہوا تو یزید یہ اشعار کہنے لگا۔

مقام غذقدونہ پر ان کے لشکر کو بخار وغیرہ سے جو پریشانی لاحق ہوئی ہے اس کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

کیونکہ دیر مران مقام پر میں مزے سے قالین پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں، میرے پاس ام کلثوم ہے۔ =

اگر یہ روایت صحیح اور درست ہے تو یہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ پہلا آدمی جو قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا وہ سفیان بن عوف ہے، پھر بعد میں یزید بن معاویہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ تو اب یہ کہا جائے گا کہ یزید کی اولیت و تقدم ثابت نہیں ہوا، بلکہ سفیان بن عوف اور ان کے ہمراہیوں کو اولیت کا مرتبہ حاصل ہوا۔(۱)

۳۔ علامہ ابن التین اور ابن المنیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل کی بنا پر اس عموم سے باہر بھی نہ ہو سکیں۔ کیونکہ اس باب میں تو اہل علم میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "مغفور لھم" ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ لوگ مغفرت کے اہل و قابل بھی ہوں، چنانچہ اگر کوئی آدمی اس غزوے میں شریک ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو سب کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ وہ اس عموم کے تحت داخل نہیں ہوگا، لہذا معلوم ہوا کہ مغفور سے مراد یہ ہے کہ اس میں مغفرت کی شرط بھی پائی جاتی ہو۔(۲)

یہ تین وجوہات ہوئیں جن کی بنا پر اکثر علماء نے علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کیا ہے۔

لیکن روایات اگرچہ اس بارے میں مختلف ہیں کہ قسطنطنیہ پر پہلا لشکر کونسا حملہ آور ہوا تھا اور ان میں بہت سے احتمالات کی گنجائش بھی ہے، مگر ان میں سے اکثر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے لشکر کی قیادت یزید کے ہاتھ میں تھی، جس کی تائید مسند احمد (۳) طبقات ابن سعد (۴) اور البدایۃ والنہایۃ (۵) کی روایات سے ہوتی ہے۔

= اور ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام ہے۔

......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک جب یزید کے یہ اشعار پہنچے تو انہوں نے یزید سے قسم لی کہ وہ روم کی سرزمین میں سفیان بن عوف سے جاملیں گے۔ تو وہ ایک لشکر جرار اپنے ساتھ لے کر چلے جس کو ان کے والد نے کمک کے طور پر ان کے ساتھ کر دیا تھا اور اس لشکر میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن الزبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی شامل تھے...... چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں اندر تک گھستے چلے گئے، یہاں تک کہ قسطنطنیہ پہنچ گئے تو مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان لڑائی ہوئی......

(۱) تکملة فتح الملهم (ج۳ص ٤٥٧)۔

(۲) حوالہ بالا، فتح الباري (ج٦ص ١٠٢)، وعمدة القاري (ج١٤ص ١٩٩)، وأوجز المسالك (ج٨ص ٣٨٢)، وتعليقات لامع الدراري (ج٧ص ٢٤٤)۔

(۳) أخرج الإمام أحمد في مسنده (ج٥ص ٤٢٣) بسنده عن أبي ظبيان قال: "غزا أبو أيوب مع يزيد بن معاوية ......"۔

(٤) أخرج ابن سعد في طبقاته (ج٣ص ٤٨٥) بسنده عن محمد قال: "شهد أبو أيوب بدراً ......،...... قال: فمرض، وعلى الجيش يزيد بن معاوية، فأتاه يعوده ......"۔

اس روایت میں مرض سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مرض الموت ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ کے موقع پر ہوئی ہے۔

(٥) البداية والنهاية (ج٨ص ٥٨، ٥٩)۔

یزید بن معاویہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "مغفور لهم" کے عموم کے تحت داخل ہونے یا نہ ہونے پر سب سے بہترین اور معتدل قول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، فرماتے ہیں:

"قوله: "مغفور لهم" تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجاة يزيد؛ لأنه كان من جملة هذا الجيش الثاني، بل كان رأسهم ورئيسهم على مايشهد به التواريخ، والصحيح أنه لايثبت بهذا الحديث إلا كونه مغفورا له ما تقدم من ذنبه على هذه الغزوة؛ لأن الجهاد من الكفارات، وشأن الكفارات إزالة آثار الذنوب السابقة عليها، لا الواقعة بعدها، نعم، لو كان مع هذا الكلام أنه مغفور له إلى يوم القيامة يدل على نجاته، وإذ ليس فليس، بل أمره مفوَّض إلى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة؛ من قتل الحسين رضي الله عنه، وتخريب المدينة، والإصرار على شرب الخمر، إن شاء عفا عنه، وإن شاء عذبه، كما هو مطرد في حق سائر العصاة....."۔(۱)

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "مغفور لهم" سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر کا ایک حصہ تھے، بلکہ لشکر کے سرکردہ شخص اور قائد تھے، جیسا کہ کتب تاریخ اس پر شاہد و گواہ ہیں۔ مگر درست بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ اس غزوے میں شریک ہونے سے قبل کے جو ان کے گناہ تھے ان کی مغفرت کر دی گئی ہے، کیونکہ جہاد از قبیل کفارات ہے اور کفارات کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان سے پہلے جو گناہ ہوئے ان کو مٹا دیں، نہ کہ بعد میں واقع ہونے والے گناہوں کو زائل کریں۔ ہاں! اگر اس کلام کے ساتھ یہ بھی ہوتا کہ قیامت تک کے لئے ان کی مغفرت کر دی گئی ہے تو یہ حدیث یزید کی نجات پر دلالت کرتی، اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (یعنی جب قیامت تک کے لئے مغفرت کا ذکر نہیں ہے تو یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہے) بلکہ یزید نے اس غزوے کے بعد جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے، ان کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت، مدینہ منورہ میں تخریب کاری اور توڑ پھوڑ اور شراب پینے پر اصرار وغیرہ، اگر خدا نے چاہا ان کو معاف کر دے گا یا سزا دے گا، جیسا کہ دیگر تمام گناہگاروں کے بارے میں حکم ہے"۔

(۱) رسالة شرح تراجم أبواب البخاري المطبوع مع صحيح البخاري (ص ۳۱)۔

خلیفہ یزید بن معاویہ پرلعنت کرنے کا حکم

خلیفہ یزید بن معاویہ پرلعنت کرنا جائز ہے یا نہیں، مشہور اختلافی مسئلہ ہے، جس میں امت کے افراد افراط وتفریط کا شکار رہے ہیں، ایک طبقہ تو وہ ہے جو یزید کو لعنت کا مستحق گردانتا ہے، جب کہ ایک دوسرا طبقہ ان کے بعض فضائل ومناقب کا قائل ہے اوران پرلعنت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتا۔

ہم یہاں اس مسئلے کو واضح کرنے کے لئے حضرت فقیہ النفس رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کے مجموعے ''فتاوی رشیدیہ'' سے ایک طویل اقتباس نقل کئے دیتے ہیں جو سوال وجواب کی صورت میں ہے جس سے اس مسئلے کی حقیقت اور حکم کو سمجھنے میں مدد ملے گی:

سوال: یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا، وہ قابل لعن ہے یا نہیں؟ گو کہ لعن میں احتیاط کرے۔ بہت اکابردین درباب لعن یزید تحریر فرما چکے ہیں، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سنی کہ کوئی کہتا تھا، شعر

أيهـا القـاتـلون جهلا حسينـا بشـروا بـالـعـذاب والتذليل

قـد لُـعـنتـم عـلـى لسـان ابن داود ومـوسـى وحـامـل الإنـجيـل

كـذا فـي تـحـريـر الشـهـادتين (۱) (وصواعق محرقة) اورامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں: "قـال صـلـى الله عـلـيه وسلم: "من أخاف أهل المدينة أخافه الله، وعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين"۔ (رواه مسلم)(۲)

وكان سبب خلع أهل المدينة له أن يزيد أسرف في المعاصي"۔(۳)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: "فـقـتـل وجـيء بـرأسه في طست حتى وضع بين يدي ابن زياد، لعن الله قـاتـلـه وابن زياد، ومعه يزيد ......"۔ (۴) اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵) اور ملا سعد

---

(۱) دلائل النبوة للأصبهاني (ج۲ص۵۵۳)، رقم (۴۹۲)، الصواعق المحرقة (ص۲۱۸)۔

(۲) الحديث أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب الحج، باب من أراد أهل المدينة بسوء ......، رقم (۱۳۸۷-۱۳۸۸)۔

(۳) تاريخ الخلفاء للإمام السيوطي (ص۲۰۹)۔

(۴) حوالہ بالا (ص۲۰۷)۔

(۵) النبراس شرح شرح العقائد (ص۳۳۱)۔

الدین تفتازانی (۱) وغیرہ رحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہیں، چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:

''وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابویعلی در کتاب خود ''معتمد الأصول'' بسند خود از صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر! مردم گمان می برند کہ ما مردم یزید را دوست می داریم۔ احمد گفت کہ اے پسر! کسے کہ ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد او را دوستی یزید چگونہ روا باشد؟ و چرا لعنت نہ کردہ شود بر کسیکہ خدا بروئے در کتاب خود لعنت کردہ؟ گفتم در قرآن کجا بر یزید لعنت کردہ است؟ احمد گفت ﴿فهل عسيتم إن توليتم إلخ﴾۔'' (۲) اور نیز مکتوب...... میں ہے:

غرض کہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود، پس او مستحق لعن است، اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست، لیکن الحب فی اللہ والبغض (۳) مقتضی آنست۔ واللہ أعلم۔

ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے بھی قائل تھے اور بعض حضرات اکابر دین لعن کو جائز نہیں فرماتے ہیں۔ اس واسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہیں۔ پس وہ قابل لعن نہیں، لہذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمائیں۔

---

(۱) قال العلامة سعد الدين التفتازاني في شرح العقائد (ص۱۱٦): "وانما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة وغيره أنه لاينبغي اللعن عليه ولا على الحجاج؛ لأن النبي عليه السلام نهى عن لعن المصلين، ومن كان من أهل القبلة، ومانقل من النبي عليه السلام من اللعن لبعض من أهل القبلة فلما أنه يعلم من أحوال الناس مالايعلمه غيره، وبعضهم أطلق اللعن عليه؛ لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين، واتفقوا على جواز اللعن على من قتله أو أمر به، أو أجازه، ورضي به، والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستشاره بذلك وإهانة أهل بيت النبي عليه السلام مما تواتر معناه، وإن كان تفاصيله أحاداً، فنحن لانتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه"۔

یہ تو علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ٹھہرا، لیکن علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اتحاف میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف پر رد فرمایا ہے، چنانچہ وہ تفتازانی کی عبارت مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"انظر هذا الكلام من هذا المحقق، مع أنه من كبار أئمة الشافعية، وقواعد مذهبه تقتضي عدم اللعن ۔"

إتحاف السادة المتقين (ج۹ ص۲۰٦)، كتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة: اللعن۔

(۲) الصواعق المحرقة (ص۲۲۰)۔

(۳) أخرج الإمام أبو داود في سننه عن أبي ذر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "أفضل الأعمال الحب في الله والبغض في الله"۔ كتاب السنة، باب مجانبة أهل الأهواء، وبغضهم، رقم (٤٥٩٩)۔

جواب: حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے۔ اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے، ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع ہوتی ہے۔(۱)

پس جب تک کسی کا کفر پر ہونا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے، لہذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں، مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی وخوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا، اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحق تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا، تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جواز وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے، کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں (بھی) کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب، محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ فقط واللہ اعلم (۲)

خلاصۂ بحث

یزید کے بارے میں اس سوال وجواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس مسئلے میں علمائے امت کے تین موقف ہیں:

۱۔ لعنت بر یزید، ۲۔ عدم لعنت، ۳۔ توقف وسکوت۔

چنانچہ بعض علماء تو یزید پر لعنت کے قائل ہیں، جیسے امام احمد، علامہ ابن الجوزی، علامہ تفتازانی، قاضی ابویعلی موصلی، کیا الہراسی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ۔(۳)

اور بعض حضرات علماء کا کہنا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، جیسے امام غزالی (۴)، علامہ ابن تیمیہ، حافظ

---

(۱) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "إن العبد إذا لعن شيئا صعدت اللعنة إلى السماء، ......، ......، فإذا لم تجد مساغا رجعت إلى الذي لُعِن، فإن كان لذلك، وإلا رجعت إلى أهلها"۔ انظر سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في اللعن، رقم (۴۹۰۵)۔

(۲) فتاوی رشيديه مبوب (ص۷۶-۷۸) وتاليفات رشيديه (ص۸۳-۸۴)۔

(۳) حوالہ بالا، البداية والنهاية (ج۸ص ۲۲۳)، شہید کربلا اور یزید (ص ۱۴۱)، والنبراس (ص ۳۳۱)، وحياة الحيوان (ج۲ص ۱۵۷)، باب الفاء، كلمة "الفهد"۔

(۴) إحياء علوم الدين (ج۳ص ۱۲۵)۔

ابن حجر ہیثمی اور حافظ ابن الصلاح رحمہم اللہ وغیرہ۔(۱) بلکہ بعض لوگ تو ان کے بعض فضائل ومناقب کے بھی قائل ہیں، جیسا کہ علامہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ابھی کچھ پہلے گذرا۔

جب کہ جمہور محققین نے تیسرے موقف کو ترجیح دی ہے کہ اس مسئلے میں سکوت اختیار کیا جائے، چنانچہ متقدمین میں علامہ مصطفیٰ بن ابراہیم تونسی حنفی، امام قاسم بن قطلو بغا(۲)، علامہ زبیدی (۳) رحمہم اللہ متاخرین میں مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی، حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا، (۴) حکیم الاسلام مولانا محمد طیب (۵)، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (۶) رحمہم اللہ اور دیگر علمائے دیوبند کا مسلک بھی یہی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملے "أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم" میں ہے کہ یہاں رومیوں کے ساتھ جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور "مدینہ قیصر" سے قسطنطنیہ مراد ہے جو آج کل استنبول کے نام سے معروف ہے۔

٩٥ - باب : قِتَالِ الَّذِينَ يَنْتَعِلُونَ الشَّعَرَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہود سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی کو بیان

(١) إتحاف السادة المتقين (ج٩ص ٢٠٥)۔

(۲) حوالہ بالا (ص ۲۰۷)۔

(٣) قال الإمام الزبيدي رحمه الله: "وهناك قول ثالث، و هو : التوقف، وتفويض أمره إلى الله، ......"۔ حوالہ بالا (ص ٢٠٦)۔

(٤) تعليقات لامع الدراري (ج٧ص ٣٤٦)، وذكر الشيخ عبد الحي في فتاواه (مجموعة الفتاوى (ج١ص ٦١) عن المسامرة وشرحه "أن الطريقة الثابتة القديمة في شأن يزيد التوقف، ورجع أمره إلى الله"۔

(۵) شہید کربلا اور یزید (ص ۱۴۶)۔

(٦) إمداد الفتاوى (ج١ص ٤٢٦)، وأيضاً انظر لهذه المسألة الصواعق المحرقة (ص ٢١٨-٢٢١)۔

کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان یہود سے جنگ کریں گے اور یہ بھی نبی علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جس کا ظہور انشاء اللہ آئندہ زمانے میں ہوگا۔(۱)

۲۷۶۷ : حدّثنا إسحٰق بْنُ مُحمَّدٍ الْفَرْوِيُّ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا (۲) : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (تُقَاتِلُونَ الْيَهُودَ ، حَتَّى يَخْتَبِيءَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ ، فَيَقُولُ : يَا عَبْدَ ٱللهِ ، هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ) . [۳۳۹۸]

تراجم رجال

۱۔اسحاق بن محمد الفروی

یہ ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابی فروہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ اپنے پردادا ابوفروہ کی طرف منسوب ہوکر فروی کہلاتے ہیں۔(۳)

ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے کے ساتھ بھی روایت کی ہے۔(۴)

انہی سے ملتے جلتے نام کے ایک اور راوی بھی ہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ، جو ضعیف ہیں اور یہ (ابن عبد اللہ) اسحاق بن محمد کے والد کے چچا ہیں۔(۵) اس لئے اشتباہ سے بچنا چاہئے۔(۶)

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۹)۔

(۲) قوله: "عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما": الحديث، أخرجه البخاري أيضا، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم (۳۵۹۳)، ومسلم، كتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، فيتمنى أن يكون مكان الميت من البلاء، رقم (۷۳۳۵)، والترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة الدجال، رقم (۲۲۳٦)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۹)، وفتح الباري (ج٦ص۱۰۳)۔

(٤) فتح الباري (ج٦ص۱۰۳)۔

(۵) حوالہ بالا۔

(٦) اسحاق بن محمد الفروی ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلح، باب قول الإمام لأصحابه:......۔

۲۔ مالک

یہ مشہور امام، فقیہ مدینہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت گذر چکا ہے۔(۱)

۳۔ نافع

یہ مشہور تابعی، حضرت نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الإیمان، وقول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: بني الإسلام علی خمس" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: تقاتلون الیهود

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہود کے ساتھ قتال و جہاد کرو گے۔

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ سامنے بیٹھے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب فرمایا ہے، لیکن مراد دیگر امتی ہیں۔ کیونکہ حدیث میں مذکور واقعہ حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے تشریف آوری کے بعد رونما ہوگا اور مسلمان ان کے ہمراہ ہوں گے، جب کہ یہودی (لعنۃ اللہ علیہم) دجال (أعاذنا اللہ الجمیع من فتنته) کا ساتھ دیں گے۔(۴)

حتی یختبیء أحدهم وراء الحجر فیقول: یا عبد اللہ، هذا یهودي ورائي فاقتله۔

حتی کہ ان یہود میں سے کوئی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر کہے گا اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے، اسے قتل کردو۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان یہودیوں کو چن چن کر قتل کریں گے تو یہود چھپنے کے لئے پتھروں کا سہارا لیں گے،

---

(۱) کشف الباري (ج۱ ص ۲۹۰)، نیز دیکھئے، کشف الباري (ج۲ ص ۸۰)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب ذکر العلم والفتیا في المسجد۔

(۳) کشف الباري (ج۱ ص ۶۳۷)۔

(۴) عمدۃ القاري (ج۱۴ ص ۹۹)، وفتح الباري (ج۶ ص ۱۰۳)، وإرشاد الساري (ج۵ ص ۱۰۵)۔

لیکن وہاں بھی بچ نہ پائیں گے، کیونکہ وہی پتھر جن کے پیچھے انہوں نے پناہ لی ہوگی وہ مسلمانوں کو بلا کر نشان دہی کریں گے کہ یہاں میرے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو قتل کردو اور یہ صورتحال اس وقت پیش آئے گی جب حضرت عیسی علیہ السلام دجال ملعون کو قتل کر چکے ہوں گے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی روایت میں حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں یہ تفصیل بھی مروی ہے:

"......قال عيسى عليه السلام: افتحوا الباب، فيفتح، وورا، ه الدجال، معه سبعون ألف يهودي، كلهم ذو سيف محلى وساج، فإذا نظر إليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء، وينطلق هاربا، ويقول عيسى عليه السلام: إن لي فيك ضربة لن تسبقني بها، فيدركه عند باب اللد الشرقي فيقتله، فيهزم الله اليهود، فلا يبقى شيء مما خلق الله عزوجل يتوارى به يهودي إلا أنطق الله ذلك الشيء، لاحجر، ولا شجر، ولاحائط، ولا دابة إلا الغرقدة، فإنها من شجرهم، لاتنطق، إلا قال: يا عبد الله المسلم، هذا يهودي، فتعال، اقتله"۔ (۱)

''......حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں گے کہ دروازہ کھولو! تو دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس کے پیچھے دجال ہوگا، جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، سب کے پاس مزین تلواریں اور سبز چادریں ہوں گی۔ جب دجال انہیں دیکھے گا تو یوں پگھل جائے گا، جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور بھاگنے لگے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں گے میں تم پر ایک ایسا وار کروں گا جس میں تم مجھ سے پہل نہیں کرسکو گے، چنانچہ آپ علیہ السلام دجال کو مقام لد کے مشرقی دروازے کے پاس جالیں گے، اسے قتل کردیں گے، اللہ تعالی یہود کو شکست دے دیں گے، چنانچہ مخلوقات خداوندی میں سے ایسی کوئی بھی چیز نہ ہوگی کہ جس کے پیچھے کوئی یہودی چھپ رہا ہو الا یہ کہ اللہ عزوجل اس چیز کو قوت گویائی عطا فرمائیں گے، نہ پتھر، نہ درخت، نہ کوئی جانور، نہ کوئی دیوار، سوائے غرقدہ کے کیونکہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے جو نہیں بولے گا، البتہ ہر چیز یہ کہے گی اے اللہ کے مسلمان بندے! یہ یہودی ہے تو آؤ! اسے قتل کرو''۔

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الفتن باب فتنة الدجال وخروج عيسى بن مريم وخروج يأجوج ......، رقم (۴۰۷۷)۔

سنن ابن ماجہ کی مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود کو کوئی بھی چیز پناہ نہیں دے گی، سوائے غرقد (۱) درخت کے، شنید ہے کہ مقبوضہ فلسطین (اسرائیل) میں مقیم غاصب یہودیوں نے غرقد کی کاشت میں بے پناہ اضافہ کردیا ہے، تاکہ اس موقع پر جب انہیں کوئی بھی شیء پناہ دینے کو تیار نہ ہوگی اس کی کثرت کام آئے۔

پتھر کی نشاندہی کا مطلب

جیسا کہ ابھی گذرا کہ پتھر اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودیوں کی نشاندہی کریں گے اور کہیں گے: "یا عبد اللہ، هذا يهودي ورائي، فاقتله"۔ تو اس میں دو احتمالات ہیں:

۱۔ یہ کلام حقیقت پر محمول ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ اللہ تعالی ان میں قوت گویائی ودیعت فرمادیں اور پتھر بولنے لگیں "وهو على كل شيء قدير"۔ (۲)

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام مجاز پر محمول ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہود کی جڑ کاٹ دی جائے گی اور وہ بالکل ختم کردیئے جائیں گے۔ (۳)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ تو واضح ہے کہ اللہ جل شانہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ جمادات کو قوت گویائی عطا فرمادے۔ (۴)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: "تقاتلون اليهود"۔ (۵) کہ اس میں مستقبل سے متعلق ایک خبر دی گئی ہے کہ مسلمانو! تم یہود سے جہاد وقتال کروگے، جس میں آخر کار فتح تمہارا مقدر ٹھہرے گی۔

---

(۱) غرقد یہ قسم کا کانٹے دار درخت ہے، علامہ طیبی فرماتے ہیں: "هو ضرب من شجر العضاه وشجر الشوك، والغرقدة واحدة"۔ انظر الكاشف عن حقائق السنن (ج۱۰ص۷۵)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۹)، وشرح الأبي على مسلم (ج۷ص۲۵۷)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ص۱۹۹)۔

(۵) حوالہ بالا۔

حدیث باب کی ایک خصوصیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرویات امام مالک میں سے ہے، لیکن موطا میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ یہ ان احادیث میں سے ہے، جن کی تحدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا سے باہر کی ہے۔

اور اسحاق بن محمد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کی روایت میں متفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت ابن وہب، معن بن عیسی، سعید بن داود اور ولید بن مسلم نے کی ہے، ان تمام متابعات کی تخریج امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "غرائب مالک" میں کی ہے، جب کہ اسماعیلی نے صرف ابن وہب کے طریق کو ذکر کیا ہے۔(۱)

٢٧٦٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ[(٢)] ، عَنْ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ : (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا الْيَهُودَ ، حَتَّى يَقُولَ الحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُودِيُّ : يَا مُسْلِمُ ، هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ) .

تراجم رجال

ا۔ اسحٰق بن ابراہیم

یہ اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ابن راہویہ سے معروف ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

۲۔ جریر

یہ ابوعبداللہ جریر بن عبدالحمید بن قرط رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة" کے ذیل میں آچکا۔(۴)

---

(١) فتح الباري (ج٦ ص١٠٣)۔

(٢) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى أن يكون مكان الميت، من البلاء، رقم (٧٣٣٩)۔

(٣) كشف الباري (ج٣ ص٤٢٨)۔

(٤) كشف الباري (ج٣ ص٢٦٨)۔

۴۔ عمارة بن القعقاع

یہ عمارة بن القعقاع بن شُبرمہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۵۔ ابوزرعہ

یہ مشہور محدث حضرت ابوزرعہ عمرو بن جریر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات بھی "كتاب الإيمان" کے مذکورہ بالا باب کے تحت آچکے۔(۲)

۶۔ ابوہریرہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۳)

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لاتقوم الساعة ......

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم یہود سے قتال نہ کرو، یہاں تک کہ وہ پتھر جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہوگا کہے گا: اے مسلمان! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے، اس کو قتل کردو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مفہوم ومضمون وہی ہے جو گذشتہ حدیث کا تھا۔ البتہ یہاں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دونوں حدیثوں میں یہود کے ساتھ قتال کا جو ذکر ہے وہ قرب قیامت کے وقت ہوگا اور قیامت کے وقوع کے لئے بطور علامت ہوگا۔

اسلام نزول عیسی علیہ السلام تک باقی رہے گا

احادیث باب میں اس جانب اشارہ ہے کہ دین اسلام حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول تک باقی رہے گا،

---

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۳۰۳)۔

(۲) حوالہ بالا (ص۳۰۴)۔

(۳) كشف الباري (ج۱ ص۶۵۹)۔

کیونکہ وہی دجال سے قتال کریں گے اور یہود جو کہ دجال کے متبعین ہوں گے ان کی وہ جڑ کاٹیں گے۔(۱)

اس سلسلے میں مزید تفصیل انشاءاللہ کتاب المناقب میں "باب علامة النبوة" کے تحت آئے گی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور وہ حدیث کے اس جملے میں ہے: "لاتقوم الساعة حتى تقاتلوا اليهود ......"۔(۲)

۹٤ - باب : قِتَالِ التُّرْكِ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس میں آتا ہے: "اتركوا الترك ماتركوكم" یا "اتركوا الترك ماودعوكم"۔(۳) یعنی "جب تک ترک تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی ان سے تعرض نہ کرو۔"

اس روایت سے چونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کے ساتھ قتال نہیں کرنا چاہئے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتلا رہے ہیں کہ نہیں! اگر موقع آجائے تو ان کے ساتھ بھی قتال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ

(۱) شرح ابن بطال (ج٥ص١٠٧)، وفتح الباري (ج٦ص١٠٣)، وعمدة القاري (ج١٤ص١٩٩)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص١٩٩)۔

(۳) الحديث أخرجه أبو داود في سننه، أبواب الملاحم، باب في النهي عن تهييج الترك والحبشة، رقم (٤٣٠٢)، والنسائي فى الصغرى، أبواب الجهاد، باب غزوة الترك والحبشة، رقم (٣١٧٨)، والبيهقي في سننه الكبرى (ج٩ص١٧٦)، كتاب السير، باب ماجاء في النهي عن تهييج الترك والحبشة، والسيوطي في اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة (ج١ص٨) بقية المناقب، وقال: "موضوع" والكناني في تنزيه الشريعة المرفوعة (ج٢ص٣٢)، باب في مناقب ومثالب متفرقة، و(ج٢ص٢١٣)، كتاب النكاح، الفصل الثالث، وابن الجوزي في الموضوعات (ج٢ص٢٣٥)، كتاب الجهاد، باب في السبي، والطبراني في الكبير (ج١٩ص٣٧٥)، رقم (٨٨٢)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود علامات قیامت میں اس کا ذکر کیا ہے کہ آئندہ زمانے میں قیامت کے قریب ترکوں کے ساتھ بھی جہاد وقتال ہوگا۔

ترکوں کی نسل کے بارے میں تحقیق

ترکوں کے اصل میں اختلاف ہے کہ یہ کس کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک باندی ''قنطوراء'' کی نسل سے ہیں، اس باندی کی بہت سی اولاد ہوئی، انہی کے نسل سے ترک بھی ہیں۔(۱)

اور علامہ کراع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترک وہی لوگ ہیں جنہیں ''دیلم'' کہا جاتا ہے لیکن اس قول پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ دیلم ترکوں کی ایک قسم ہے۔(۲)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترک یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ چنانچہ ان میں شہر والے بھی ہیں اور قلعوں کے رہائشی بھی، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سکونت اختیار کرنے والے بھی ہیں اور صحراؤں کے بادیہ نشین بھی۔(۳)

اور حافظ وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ترک یاجوج ماجوج کے چچیرے بھائی ہیں۔ ہوا یوں کہ جب حضرت ذوالقرنین نے سد سکندری بنوائی تو یاجوج ماجوج کے کچھ افراد غائب تھے، چنانچہ وہ باہر ہی چھوڑ دیئے گئے، اسی لئے وہ ترک سے موسوم ہیں۔(۴)

۲۷۶۹ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ قالَ : سَمِعْتُ الحَسَنَ يَقُولُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ(۵) قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا يَنْتَعِلُونَ نِعَالَ الشَّعَرِ ، وَإِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوهِ ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ) . [۳۳۹۷]

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص١٩٩)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٤)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٠)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٤)۔

(٥) قوله: "عن عمرو بن تغلب رضي الله عنه": الحديث أخرجه البخاري أيضا في المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم (٣٥٩٢)، وابن ماجه، أبواب الفتن، باب الترك، رقم (٤٠٩٨)۔

تراجم رجال

۱۔ابوالنعمان

یہ ابوالنعمان محمد بن الفضل سدوسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة ......" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

۲۔جریر بن حازم

یہ ابوالنضر جریر بن حازم بن زید ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۳۔حسن

یہ مشہور تابعی، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا......﴾" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

۴۔عمرو بن تغلب

یہ عمرو بن تغلب عبدی ضمری رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن من أشراط الساعة أن تقاتلوا قوما ينتعلون نعال الشعر۔

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ تم ایسی قوم کے ساتھ قتال کرو جو بال کے جوتے پہنتے ہوں گے۔

بال کے جوتے پہننے کا مطلب

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے جملے "ينتعلون نعال الشعر" کے دو مطالب بیان کئے ہیں:

(۱) كشف الباري (ج۲ ص۷٦۸)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد۔

(۳) كشف الباري (ج۲ ص۲۲۰)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء: أما بعد۔

ا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بالوں سے رسیاں پھر ان رسیوں سے جوتے بناتے ہوں گے۔

۲۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے سر کے بال بہت گھنے اور لمبے ہوتے ہیں، چنانچہ جب وہ بالوں کو لٹکا دیتے ہیں تو وہ لباس کی طرح ہوتے ہیں، جو ان کے پاؤں تک پہنچتے ہیں جوتوں کی طرح۔(۱)

بالوں کے یا ایسی کھالیں جن پر بال لگے ہوئے ہوں کہ جوتے وہ اس لئے استعمال کرتے ہوں گے کہ ان کے علاقوں میں ایسی شدید برف باری ہوتی ہے جو دوسرے علاقوں میں نہیں ہوتی، تا کہ پاؤں کو برف باری کی شدت اور نقصان سے بچایا جاسکے۔

وإن من أشراط الساعة أن تقاتلوا قوما عراض الوجوه، كأن وجوههم المجان المطرقة۔

اور بے شک علامات قیامت میں سے (یہ بھی ہے کہ) تم ایک ایسی قوم کے ساتھ قتال کروگے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، گویا کہ وہ چوڑی ڈھالیں ہیں۔

"المجان المطرقة" کے معنی

المجان جمع مجن کی ہے، معنی اس کے ڈھال کے ہیں۔

اور "المطرقة" کی راء میں دو احتمالات ہیں، تخفیف کے ساتھ مُطرَقة ہے یا تشدید کے ساتھ مطرَّقة ہے۔(۲)

اگر تشدید کے ساتھ ہو تو المجان المطرقة کے معنی ہیں وہ ڈھالیں جو ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی اور تہہ بہ تہہ ہوں۔ ابن قرقول نے اس قول کو بعض لوگوں کی طرف منسوب کیا ہے۔(۳)

اور اگر مطرقة بدون تشدید ہے تو علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی یہ بیان کئے کہ وہ ڈھال جن پر لوہا چڑھایا گیا ہو۔(۴) ہوتا یہ ہے کہ لوہے کو چوڑا کر کے اس کو ڈھال وغیرہ پر منڈھ دیتے ہیں۔ تا کہ تیر وغیرہ ان پر اثر نہ کریں۔

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٠)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٠)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) أعلام الحديث (ج٢ص٤٠٥)، وحوالہ بالا۔

یہی معنی زیادہ واضح ہیں۔ چنانچہ اکثر حضرات شراح نے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

تشبیہ کس چیز میں ہے؟

حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک قوم کے چہروں کی چوڑائی کو اس ڈھال سے تشبیہ دی ہے، جس پر لوہا منڈھ دیا گیا ہو۔ تو علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ڈھال ابھری ہوئی ہوتی ہے، اسی طرح ان کے چہرے چوڑے اور گال ابھرے ہوئے ہوں گے۔(۱)

اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان کے چہروں کو ڈھال سے تشبیہ دی ہے جو پھیلی ہوئی اور گول ہوتی ہے اور یہ تشبیہ چہروں کی مضبوطی اور گوشت کی کثرت میں ہے۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت معنی حدیث میں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "عراض الوجوه، كأن وجوههم المجان المطرقة" ترکوں کی صفت ہے(۳) جیسا کہ باب کی اگلی حدیث میں صراحت کے ساتھ آرہا ہے۔

۲۷۷۰ : حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(٤) : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ ، صِغَارَ الْأَعْيُنِ ، حُمْرَ الْوُجُوهِ ، ذُلْفَ الْأُنُوفِ ، كَأَنَّ وُجُوهَهُم الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ) . [۲۷۷۱ ، ۳۳۹٤-۳۳۹٦]

---

(۱) حوالہ بالا۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٠)، وفتح الباري (ج٦ص١٠٤)، وشرح الكرماني (ج١٢ص١٨٠)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٠)۔

(٤) قوله: "أبو هريرة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا، كتاب الجهاد، باب قتال الذين ينتعلون الشعر، رقم (٢٩٢٩)، وكتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم (٣٥٨٧، ٣٥٩٠، ٣٥٩١)، ومسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر ......، رقم (٧٣١٠)، وأبو داود، أبواب الملاحم، باب في قتال الترك، رقم (٤٣٠٣)، والترمذي، أبواب الفتن، باب ماجاء في قتال الترك، رقم (٢٢١٦)، والنسائي، كتاب الجهاد، باب غزوة الترك والحبشة، رقم (٣١٧٩)، وابن ماجه، أبواب الفتن، باب الترك، رقم (٤٠٩٦، ٤٠٩٧)۔

تراجم رجال

۱۔سعید بن محمد

یہ امام سعید بن محمد بن سعید جرمی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ابو محمد یا ابو عبید اللہ ان کی کنیت ہے۔(۱)

یہ عبدالرحمٰن بن عبد الملک بن ابجر، ابوتمیلہ یحیی بن واضح، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ابواسامۃ، مطلب بن زیاد، ابوعبیدہ الحداد، حاتم بن اسماعیل، یحیی بن سعید الاموی اور امام ابو یوسف القاضی رحمۃ اللہ علیہم سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

اور ان سے امام بخاری، امام مسلم، ذھلی، ابوزرعہ، عبداللہ بن احمد، عبدالاعلی بن واصل، ابن ابی الدنیا، عباس دوری رحمہم اللہ اور ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہیں۔(۲)

امام ابوداود اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالی نے ان سے بواسطہ امام ذھلی روایت لی ہے۔(۳)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق"۔(۴)

امام ابوزرعہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألت ابن نمير وابن أبي شيبة عنه، فأثنيا عليه، وذاكرت أحمد بن حنبل عنه بأحاديث، فعرفه، وأثنى عليه، وقال: صدوق، كان يطلب معنا الحديث"۔(۵) یعنی "ابن نمیر اور ابن ابی شیبہ سے میں نے ان کی بابت پوچھا تو ان دونوں نے سعید بن محمد کی تعریف کی۔ اور ان سے مروی بعض احادیث کے بارے، میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مذاکرہ کیا تو وہ ان کو پہچان گئے، ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ وہ صدوق ہیں، وہ ہمارے ساتھ ساتھ حدیث طلب کیا کرتے تھے"۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة"۔(۶)

---

(۱) سير أعلام النبلاء (ج۱۰ ص۶۳۷)، وتهذيب الكمال (ج۱۱ ص۴۵)، تاريخ بغداد (ج۹ ص۸۷)۔

(۲) شیوخ وتلامذہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے، تهذيب الكمال (ج۱۱ ص۴۵-۴۶)۔

(۳) تهذيب التهذيب (ج۴ ص۷۶)۔

(۴) تاريخ بغداد (ج۹ ص۸۸)، وتهذيب الكمال (ج۱۱ ص۴۶)۔

(۵) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص۴۶)، وسير أعلام النبلاء (ج۱۰ ص۶۳۸)۔

(۶) تاريخ بغداد (ج۹ ص۸۸)، وحوالہ بالا۔

علاوہ ازیں ابوحاتم (۱)، علامہ ذہبی (۲) اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ (۳)

لیکن ان پر کچھ کچھ تشیع کا بھی غلبہ تھا (۴)، مگر چونکہ بہت سے ائمہ رجال حدیث نے ان کی توثیق کی ہے، اس لئے یہ چنداں مضر نہیں۔ (۵)

امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالی نے بھی ان سے روایات لی ہیں۔ (۶)

۲۳۰ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ (۷) رحمه الله تعالى رحمة واسعة

۲۔ یعقوب

یہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "كتاب العلم، باب ماذكر في ذهاب موسى صلى الله عليه وسلم ......" کے تحت گذر چکا ہے۔ (۸)

۳۔ أبي

یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ "كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان ......" (۹) کے تحت اور مفصل تذکرہ "كتاب العلم" کے مذکورہ باب کے تحت آ چکا۔ (۱۰)

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٦)، وتهذيب التهذيب (ج٤ ص٧٧)۔

(۲) الكاشف (ج۱ ص٤٤٣)، وميزان الاعتدال (ج۲ ص١٥٧)، وسير أعلام النبلاء (ج١٠ ص٦٣٧)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٦)، وتهذيب التهذيب (ج٤ ص٧٧)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٦)، وتهذيب التهذيب (ج٤ ص٧٧)، وتعليقات تهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٧)۔

(٥) قال إبراهيم بن عبدالله بن إبراهيم المخزومي: "كان سعيد الجرمي إذا قدم بغداد نزل على أبي، وكان أبو زرعة الرازي يجيء كل يوم ينتقي عليه ومعه نصف رغيف، وكان إذا حدث فجاء ذكر النبي صلى الله عليه وسلم سكت، وإذا جاء ذكر علي بن أبي طالب، قال: صلى الله عليه وسلم"۔ انظر تاريخ بغداد (ج٩ ص٨٨)، وتهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٦)، وكشف الباري، كتاب العلم (ج٣ ص١٣٧)۔

(٦) تهذيب الكمال (ج۱۱ ص٤٥)، والكاشف (ج۱ ص٤٤٣)۔

(٧) سير أعلام النبلاء (ج١٠ ص٦٣٨)۔

(٨) كشف الباري (ج٣ ص٣٣١)۔

(٩) كشف الباري (ج٢ ص١٢٠)۔

(١٠) كشف الباري (ج٣ ص٣٣٣)۔

۴۔صالح

یہ ابومحمد صالح بن کیسان مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإیمان في الأعمال" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۵۔الاعرج

یہ ابوداود عبدالرحمٰن بن ھرمز مدنی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم من الإیمان" میں آچکا ہے۔(۲)

۶۔ابو ہریرہ

یہ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت آچکے ہیں۔(۳)

قال أبو هريرة رضي الله عنه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا الترك صغار الأعين، حمر الوجوه، ذلف الأنوف، كأن وجوههم المجان المطرقة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک کہ تم چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں اور ہموار ناکوں والے ترکوں کے ساتھ قتال نہ کرو، گویا کہ ان کے چہرے چوڑی ڈھالیں ہیں۔

یہاں اس حدیث میں اس بات کی تصریح آگئی ہے کہ گذشتہ حدیث میں جو قوماً آیا تھا اس سے مرد ترک ہیں۔

پھر ترکوں کی مزید کچھ صفات کا ذکر ہے کہ وہ چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے۔سرخ چہرے والے ہوں گے اور ان کی ناکیں ہموار ہوں گی۔

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص۱۲۱)۔

(۲) کشف الباري (ج۲ص۱۱)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

ذلف الأنوف کی تحقیق

ذلف ذال معجمہ کے ضمہ کے ساتھ أذلف کی جمع ہے اور الأذلف کے معنی چھوٹی اور ہموار ناک والے کے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں چپٹی ناک والا بھی کہہ سکتے ہیں۔(۱)

اور أنوف جمع أنف کی ہے، جیسے فلس کی جمع فلوس ہے، اس کے معنی ناک کے ہیں۔ ناک کو انف اس لئے کہتے ہیں کہ چہرے پر سب سے نمایاں اور آگے بڑھی ہوئی چیز ناک ہی ہوتی ہے کیونکہ ہر اول اور آگے کو بڑھی ہوئی چیز انف کہلاتی ہے۔(۲)

ولا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوماً نعالهم الشعر۔

اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم کے ساتھ قتال نہ کرو جن کے جوتے بال کے ہوں گے۔

اس جملے کی تشریح ماقبل کی حدیث میں آچکی ہے۔

حدیث میں مذکور صفات کا تعلق کس قوم سے ہے؟

حضرت عمرو بن تغلب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم جن کے چہرے چوڑی ڈھالوں کی طرح ہوں گے اور جس قوم کے جوتے بال کے ہوں گے میں فرق ہے اور دونوں کا مصداق الگ الگ قومیں ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قوموں کو الگ الگ مستقلاً ذکر فرمایا ہے، چنانچہ حدیث کے دو جزء ہیں "إن من أشراف الساعة أن تقاتلوا قوما ينتعلون نعال الشعر" اور "وإن من أشراط الساعة أن تقاتلوا قوما عراض الوجوه؛ كأن وجوههم المجان المطرقة"۔ كما في حديث عمرو بن تغلب رضي الله عنه۔

چنانچہ حافظ ابن حجر اور بعض دیگر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو مختلف جماعتوں یا قوموں کی طرف اشارہ ہے، حدیث کا پہلا جملہ تو ترکوں سے متعلق ہے، جس کی تصریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود بھی ہے، جب کہ دوسرے جملے کا تعلق بابک خرمی کے فرقے سے ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠١)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٥)، وشرح الأبي والسنوسي على مسلم (ج٧ ص٢٥٢)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠١)، قال الخليل: "أنف اللحية طرفها، وأنف كل شيء أوله، ......، وأنف الجبل أوله وما بدا لك منه"۔ انظر معجم مقاييس اللغة، مادة "أنف" (ج١ ص١٤٧)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ ص١٠٤)، وعمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٠)۔

بابک الخرمی اور اس کا فرقہ

خلیفہ مامون الرشید کے عہد حکومت میں ایک آدمی گذرا ہے، جس کا نام بابک تھا اور خرمی- بضم أوله وتشدید ثانیه- (۱) سے معروف تھا، یہ ایک زندیق قسم کے فرقے کا بانی تھا، جس میں محرمات حلال تھیں، مامون کے دور میں اس فرقے نے خوب غلبہ وقوت حاصل کی اور بہت سے بلادِ عجم مثلاً طبرستان اور ری وغیرہ پر قابض ہوگیا، آخرکار ۲۲۲ھ کو خلیفہ معتصم کے زمانے میں یہ جہنم رسید ہوا۔(۲)

امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عباد کے طریق سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ بابک کے ساتھیوں کے جوتے بال کے تھے۔(۳)

اسماعیلی کے اس طریق سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا قول پیش کیا ہے۔

جب کہ علامہ عینی اور حافظ قسطلانی رحمہما اللہ کا میلان اس جانب ہے کہ ان دونوں جملوں کا مصداق ایک ہی قوم یعنی ترک ہیں۔(۴)

مسلم شریف کی بعض روایات سے بھی علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے رائے کی تائید ہوتی ہے، خصوصا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو سهيل عن أبيه کے طریق سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون الترك؛ قوما وجوههم كالمجان المطرقة، يلبسون الشعر، ويمشون في الشعر"۔(۵)

دیکھئے! اس روایت میں ترکوں کی صفت یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ بال پہنتے ہیں اور بالوں میں وہ چلتے ہیں۔ یعنی ان کے جسموں پر بال کے لباس اور پاؤں میں بال کے جوتے ہوں گے۔

البتہ دونوں قسم کی روایات کے درمیان تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ بالوں کا پہننا ترک اور غیر ترک کے درمیان

---

(۱) قال الإمام ياقوت الحموي: "خُرَّم ...... وهو رستاق بأردبيل؛ قال نصر: وأظن الخرَّمية الذين كان منهم بابك الخرَّمي نسبوا إليه، وقيل: الخرمية فارسي، معناه: الذين يتبعون الشهوات ويستبيحونها۔" معجم البلدان (ج۲ ص۳۶۲)۔

(۲) فتح الباري (ج۶ ص۱۰٤)، وعمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۱)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(٤) عمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۰)، وإرشاد الساري (ج۵ ص۱۰٦)۔

(۵) صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر أخيه......، رقم (۷۳۱۳)۔

مشترکہ چیز ہے، چنانچہ کبھی ترکوں کی علامت کے طور پر ذکر کردیا گیا اور کبھی دوسرے اقوام کی علامت کے طور پر لبس شعر کوذکر کردیا گیا۔(۱)

اس لئے روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں اور نہ ہی کسی کوراجح، دوسرے کومرجوح قرار دینے کی ضرورت ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت باب کی حدیث سابق کے مقابلے میں زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ وہاں ''ترک'' کی تصریح نہیں تھی، جب کہ یہاں ''ترک'' کی تصریح بھی موجود ہے۔(۲)

باب کی دونوں روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکوں کے ساتھ قتال کرنے کا ذکر فرمایا ہے، لہذا اگر موقع آجائے تو ان کے ساتھ قتال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ترکوں سے متعلقہ احادیث کے بارے میں ایک وضاحت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں ترکوں کی واضح الفاظ میں مذمت فرمائی اوران کے ساتھ قتال کی فضیلت بتلائی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس وقت کفر وشرک کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، لیکن آج معاملہ اور کچھ ہے کہ وہ سب کے سب مسلمان ہو چکے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ان سے اس بدنامی کی علامت کو دور کیا جائے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی قوم کے متعلق یہ علم نہیں کہ وہ پوری کی پوری مسلمان ہوگئی ہو، سوائے عربوں، ترکوں اور افغانیوں کے، چنانچہ ان میں سے جس نے بھی کفر اختیار کیا اسلام قبول کرنے کے بعد ہی کیا، یعنی ابتداءً وہ مسلمان ہی تھا۔ فیض الباری میں ہے:

"وإنما وردت الأحاديث في ذمهم لكونهم كفاراً إذ ذاك، أما اليوم فإنهم أسلموا جميعاً، فينبغي أن يرتفع عنهم ميسم السوء، ولا أعرف قوما أسلموا كلهم إلا العرب والترك والأفغان، فإنه لم يكفر منهم من كفر منهم إلا بعد إسلامه"۔(۳)

---

(۱) تكملة فتح الملهم (ج٦ ص٢٢٧)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠١)۔

(۳) فيض الباري (ج٣ ص٤٣٨)۔

۹۵ - باب : قِتَالِ الَّذِينَ يَنْتَعِلُونَ الشَّعَرَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

ابھی گذشتہ باب میں یہ بات آ چکی ہے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس امر کے قائل ہیں کہ وہ لوگ جو بالوں کے جوتے پہنتے ہیں علاوہ ترک کے اور کوئی قوم ہے۔

اس صورت میں ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہوگا کہ گذشتہ باب تو ترکوں کے ساتھ قتال کے بارے میں تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم ترکوں کے ساتھ قتال کروگے اور یہ اشراط الساعۃ (علامات قیامت) میں سے ہوگا۔

اب یہاں یہ ترجمہ قائم کر کے اس بات کو ذکر فرمایا ہے کہ علامات قیامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان بالوں کے جوتے پہننے والوں کے ساتھ قتال کریں گے۔

علامہ عینی اور حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہما کی رائے چونکہ یہ تھی کہ گذشتہ باب میں ذکر کی گئیں صفات ایک ہی قوم یعنی ترکوں کی ہیں تو موجودہ باب اشکال سے خالی نہیں، کیونکہ اس طرح ترجمہ مکرر ہو جائے گا۔ ظاہری بات ہے جب ترک اور بال کے جوتے پہننے والے ایک ہی قوم کے لوگ ہیں تو نئے سرے سے ترجمہ قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ (۱)

اس اشکال (تکرار ترجمہ) کو ختم کرنے کی کوشش تو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کی ہے لیکن فائدہ اس کا کچھ بھی نہیں، مثلاً فرماتے ہیں:

”أي هذا باب في بيان قتال القوم الذين ينتعلون الشعر، وهم أيضا من الترك كما ذكرناه، ولكن لما روى الحديث المذكور في الباب السابق عن أبي هريرة رضي الله عنه من وجه آخر عقد له هذه الترجمة؛ لأن لفظ أبي هريرة في الحديث الماضي ”لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوماً نعالهم الشعر“ وقع في آخر الحديث، وهو في هذا الحديث وقع في صدره“۔ (۲)

(۱) الأبواب والتراجم (ج۱ ص۱۹۹)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۲)۔

یعنی ''یہ باب ان لوگوں کے ساتھ قتال کرنے بارے میں ہے جو بال کے جوتے پہنتے ہوں گے اور وہ بھی ترکوں میں سے ہیں، جیسے ہم نے ذکر کیا ہے، لیکن جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی باب سابق میں ذکر کردہ حدیث کو یہاں ذکر فرمایا ہے تو اس کے لئے الگ سے یہ ترجمہ قائم فرمایا، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے یہ الفاظ ''لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوماً نعالهم الشعر'' گذشتہ باب کی حدیث کے آخر میں آئے تھے اور یہی الفاظ حدیثِ باب کی ابتدا میں آئے ہیں۔''

دیکھئے! اس بات کا کوئی فائدہ بظاہر تو نظر نہیں آتا کہ کسی حدیث کے ایک طریق میں کوئی جملہ ابتدائے حدیث میں ہو اور وہی جملہ دوسرے طریق میں آخر میں آیا ہو تو اس کے لئے الگ سے باب قائم کرنے کی ضرورت پڑے، اسی لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وهذا كما ترى لايجدي شيئا''۔(۱)

حضرت کاندھلوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ بہتر یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مستقل ترجمہ اس بات کی طرف اشارہ کے لئے قائم فرمایا ہے کہ بال کے جوتے پہننے والوں کے مصداق میں اختلاف ہے۔ جیسے گذشتہ باب میں اس کی تھوڑی بہت تفصیل آ چکی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خوارج سے تعلق رکھنے والی ایک قوم ہے۔(۲)

یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو ترجمہ قائم کیا ہے، یہ ترک کے ترجمے سے عام ہے، یعنی ایک تو ترک بھی اس طرح کے جوتے پہنتے ہیں جن کے اوپر بال ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اگر ایسے ہوں تو ان کے ساتھ بھی قتال کیا جائے گا۔

۲۷۷۱ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ[۳] ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ) .

---

(۱) الأبواب والتراجم (ج۱ ص۱۹۹)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه آنفا في الباب السابق۔

تراجم رجال

۱۔علی بن عبداللہ

یہ امام علی بن عبداللہ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب العلم، باب الفهم في العلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔سفیان

یہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان کے حالات "بدء الوحي" میں پہلی حدیث کے ضمن میں مختصرا (۲)اور"کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا ......" کے ذیل میں تفصیلا آ چکے ہیں۔(۳)

۳۔زہری

یہ مشہور امام حدیث،ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ"بدء الوحي" کی تیسری حدیث کے ذیل میں اجمالا آ چکا ہے۔(۴)

۴۔سعید بن المسیب

یہ امام التابعین حضرت سعید بن المسیب قرشی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب من قال: إن الإیمان هو العمل" کے تحت گذر چکا ہے۔(۵)

۵۔ابی ہریرۃ

سابقہ سند دیکھئے۔(٦)

حدیث کی مکمل تشریح ابھی گذشتہ باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

---

(۱) کشف الباري (ج۳ص۲۹۷)۔

(۲) کشف الباري (ج۱ص۲۳۸)۔

(۳) کشف الباري (ج۳ص۱۰۲)۔

(٤) کشف الباري (ج۱ص۳۲٦)۔

(٥) کشف الباري (ج۲ص۱۵۹)۔

(٦) کشف الباري (ج۱ص٦٥٩)۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمے کے ساتھ مطابقت واضح ہے جو اس جملے میں ہے "لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما نعالهم الشعر"۔

قالَ سُفْيَانُ : وَزَادَ فِيهِ أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً : (صِغَارَ الْأَعْيُنِ ، ذُلْفَ الْأُنُوفِ ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ) . [ر : ٢٧٧٠]

مذکورہ عبارت کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس عبارت سے یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو دو طرق سے نقل کیا ہے۔ ایک طریق تو وہ ہے جو باب کے شروع میں گذرا اور دوسرا طریق ابوالزناد عن الاعرج کا ہے اور اس دوسرے طریق میں ابوالزناد سے یہ اضافہ بھی مروی ہے "صغار الأعين، ذلف الأنوف؛ كأن وجوههم المجان المطرقة" کہ "ان کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چپٹی ہوگی، گویا کہ ان کے چہرے چوڑی چوڑی ڈھالیں ہیں"۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعلیق نہیں ہے جیسا کہ صاحب التلویح علامہ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مغالطہ لگا ہے، بلکہ سند سابق کے ساتھ موصول ہے۔(۱)

روایةً کا مطلب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "رواية" "عن النبي صلى الله عليه وسلم" کے عوض میں ہے، چنانچہ اسماعیلی نے اس روایت کو "محمد بن عبادة عن سفيان" کے طریق سے بایں الفاظ نقل کیا ہے: "عن النبي صلى الله عليه وسلم" اسی طرح گذشتہ باب کی دوسری حدیث جو کہ الاعرج سے مروی ہے، اس میں بھی "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔(۲)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ ص ١٠٥)، وتغليق التعليق (ج٣ ص ٤٤٧)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص ١٠٥) نیز دیکھئے فتح المغيث بشرح ألفية الحديث (ج١ ص ١٤٤)، النوع الرابع من الفروع السبعة۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو ان الفاظ "صغار الأعين، ذلف الأنوف، كأن وجوههم المجان المطرقة" کا اضافہ فرمایا ہے، یہ اضافہ اپنی طرف سے نہیں فرمایا اور یہ ان کا اپنا قول نہیں ہے، بلکہ یہ الفاظ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور آپ سے مرفوعاً نقل کر رہے ہیں، حاصل یہ ہے کہ "روایۃ" کا لفظ حدیث کے مرفوع ہونے کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کی تشریح دوسرے انداز میں ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"قوله: "رواية" بالنصب، أي زاد على سبيل الرواية، لا على طريق المذاكرة، أي قاله عند النقل والتحمل، لا عند القال والقيل"۔ (۱)

"یعنی "روایۃ" کا لفظ منصوب ہے اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ زیادتی باقاعدہ روایت کرتے ہوئے نقل کی ہے، صرف مذاکرۂ حدیث کے طور پر نہیں، یعنی انہوں نے یہ اضافہ نقل واداءِ حدیث کے وقت ارشاد فرمایا۔"

البتہ گذشتہ باب کی اور ہمارے پیش نظر باب کی روایت میں فرق یہ ہے کہ اس میں "حمر الوجوه" کی زیادتی مروی ہے، جب کہ "صغار الأعين" کے الفاظ اس میں نہیں ہیں، جس کا اضافہ ہمارے پیش نظر باب میں موجود ہے۔ (۲)

٩٦ – باب: مَنْ صَفَّ أَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيمَةِ، وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ وَاسْتَنْصَرَ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ اگر آدمی ہزیمت وشکست کے وقت اپنے ان

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٢)، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٧٩)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ ص١٠٥)۔

اصحاب کی جو پسپا نہیں ہوئے، نئی سرے سے صف بندی کرے، سواری سے اتر آئے اور اللہ تبارک وتعالی سے دشمن کے مقابلے میں مدد مانگے تو اس کی اصل سنت میں موجود ہے۔اور باب کے تحت مصنف علیہ الرحمۃ نے غزوۂ حنین کا مشہور واقعہ بیان کیا ہے۔(۱)

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو صورت یہاں بیان کی ہے، یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ بہر حال ایسا ہی کیا جائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں کیا تھا۔ بلکہ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس طرح ہزیمت کے بعد اگر دوبارہ حملہ کرنے کا اہتمام ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی اصل سنت میں چونکہ موجود ہے، اس لئے اس کی بھی گنجائش ہے۔

۲۷۷۲ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ (۲)، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ : أَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا أَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ قالَ : لَا وَٱللّٰهِ ، ما وَلَّى رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَلٰكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَأَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً ، جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَصْرٍ ، ما يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ ، فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا ما يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ ، وَٱبْنُ عَمِّهِ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُودُ بِهِ ، فَنَزَلَ وَٱسْتَنْصَرَ ، ثُمَّ قالَ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، أَنَا ٱبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) . ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ .
[ر : ۲۷۰۹]

تراجم رجال

حدیث باب کی یہ سند بعینہ ان افراد پر مشتمل "كتاب الإيمان، باب الصلاة من الإيمان" میں بھی گذر چکی ہے، وہیں تمام رجال سند کے حالات بھی آچکے ہیں۔(۳)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص١٠٥)، وعمدة القاري (ج١٤ص٢٠٢)۔

(۲) قوله: "البراء رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الجهاد، باب من قاد دابة غيره في الحرب۔

(۳) كشف الباري (ج٢ص٣٢٦-٣٧٦)۔

تنبیہ

حدیث باب میں ذکر کردہ واقعے کی تفصیل کتاب المغازی میں ''غزوۂ حنین'' (۱) کے تحت آچکی ہے، اسی طرح حدیث کے بعض جمل اور اجزاء کی تشریحات پیچھے کتاب الجہاد ہی میں "باب من قاد دابة غيره في الحرب" کے تحت ذکر کی جاچکی ہیں، البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں کچھ اور جملوں کا بھی اضافہ ہے، جن کی تشریح ہم ذیل میں بیان کئے دیتے ہیں۔

قال: لا، والله، ما ولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولكنه خرج شبان أصحابه وخفافهم حسرا، ليس بسلاح۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری، لیکن آپ کے نوعمر اصحاب جن کے پاس ہتھیار نہیں تھے وہ ساتھ چلے آئے تھے۔ وہ چلے گئے۔

"خفافهم" کی تحقیق

ہمارے ہندی نسخوں میں "ولكنه خرج شبان أصحابه" کے بعد "وأخفافهم" کا لفظ وارد ہوا ہے اور اخفاف جمع ہے "خفيف" کی۔ (۲)

پھر جو دیگر نسخے ہیں ان میں دو لفظ وارد ہوئے ہیں اخفاء اور خِفاف چنانچہ اکثر نسخوں میں تو اُخفاء ہے، جو جمع ہے "خِفٌّ" کی اور یہ خفیف کے معنی میں ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو خالی ہاتھ تھے اور ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا، یعنی "حسرا ليس معهم سلاح"۔ (۳)

جب کہ ابوذر، مستملی اور حموی کے نسخوں میں خفافہم وارد ہوا ہے۔ (۴) اور جو خفیف کی جمع ہے اور مراد وہی ہے جو ابھی اوپر ذکر ہوا کہ وہ لوگ جن کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تین طرح کے نسخوں میں تین قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن میں سے ایک ''أخفافهم'' ہے۔

---

(۱) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۵۳۳-۵۳۵)۔

(۲) دیکھئے صحیح بخاری (ج۱ص۴۱۰) طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٣)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٦)۔

(٤) حوالہ بالا، أعلام الحديث (ج٢ص١٤٠٧)، النهاية في غريب الحديث (ج٢ص٥٤) و تاج العروس (ج٦ص٩٢، ٩٣)، فصل الخاء من باب الفاء۔

كما في النسخ الهندية- جب کہ اکثر نسخوں میں دو الفاظ یعنی "أخفاؤهم" ہے اور بعض میں اور "خفافهم" آیا ہے۔

حسرا کی تحقیق

"حسّر"، جمع "حاسر" کی ہے اور "حاسر"، مشتق "حسر" سے ہے، جس کے معنی کھلنے اور کھولنے کے ہیں(۱)، لیکن مراد یہاں پر "حسرا" سے خالی ہاتھ ہونا ہے، یعنی ان کے پاس اسلحہ وغیرہ نہیں تھا۔(۲)

نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ حاسر کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص جس کے پاس زرہ اور خود نہ ہو۔(۳)

اور یہ لفظ حالیت کی بناء پر منصوب ہے اور اس کا ذوالحال "شبان أصحابه" ہے۔(۴)

ليس بسلاح جملے کی نحوی تحقیق

حدیث کے جملے "ليس بسلاح" میں دو روایتیں ہیں اور دونوں روایتوں کے اعتبار سے ترکیب نحوی بھی مختلف ہو جاتی ہے:-

۱۔ اکثر نسخوں اور روایات میں "ليس بسلاح" باء کے ساتھ ہے، تو اس صورت میں لیس کا اسم محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے: "ليس أحدهم متلبسا بسلاح"۔(۵)

۲۔ بعض روایات میں "ليس سلاح" مروی ہے یعنی بغیر باء کے اور سلاح کے رفع کے ساتھ، تو یہ لیس کا اسم ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی "ليس سلاح لهم"۔(۶)

فأتوا قوما رماة جمع هوازن وبني نصر مايكاد يسقط لهم سهم۔

چنانچہ وہ قبیلہ ہوازن اور بنو نصر کے سامنے آ گئے (وہ ایسے مشاق تیرانداز تھے کہ) ان کا کوئی تیر خالی نہ جاتا تھا۔

---

(۱) مصباح اللغات مادة "حسر"۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٣)، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٨٠)، وأعلام الحديث للخطابي (ج٢ ص١٤٠٧)۔

(۳) حوالہ بالا۔

(۴) حوالہ بالا، وشرح القسطلاني (ج٥ ص١٠٦)۔

(۵) حوالہ بالا، وشرح الكرماني (ج٢ ص١٨٠)۔

(٦) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٣)، وشرح الكرماني (ج١٢ ص١٨٠)۔

مذکورہ بالا عبارت میں "رماۃ" کا جو لفظ وارد ہوا ہے وہ "رام" کی جمع ہے، جس کے معنی پھینکنے والے کے ہیں اور یہ لفظ چونکہ "قوما" کی صفت واقع ہورہی ہے، اس لیے منصوب ہے اور قوما کے نصب کی وجہ مفعولیت ہے۔(۱)

اور جمع هوازن و بني نصر میں دو احتمال ہیں:-

۱۔ یہ دونوں علی سبیل البدلیۃ منصوب ہوں اور قوما مبدل منہ ہو۔

۲۔ یہ دونوں لفظ مرفوع ہوں اور مبتدائے محذوف کی خبر واقع ہوں یعنی "هم جمع هوازن وجمع بني نصر" بہرحال دونوں صورتیں جائز ہیں۔(۲)

فرشقوهم رشقا مايكادون يخطئون۔

رشق باب نصر سے ہے، اس کے معنی تیر مارنے اور پھینکنے کے ہیں اور علامہ داودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب حدیث کے اس جملے کا یہ ہے کہ وہ سب یکبارگی مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے اور تیروں کا مینہ برسانے لگے۔(۳)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقتِ حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے فنزل واستنصر (۴) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری (سفید خچری) سے اترے اور اللہ تعالی سے فتح ونصرت طلب فرمائی۔ جب کہ ابتدائے حرب میں ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مقصود تھا۔

۹۷ - باب : اَلدُّعاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْهَزِيمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ.

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ امام وقت اگر جنگ کے موقع پر مشرکین کی ہزیمت اور

(۱) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٣)، وإرشاد الساري (ج٥ ص١٠٦)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٣)، وأعلام الحديث للخطابي (ج٢ ص١٤٠٧)۔

(٤) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٣)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٥)۔

ان کے متزلزل ہو جانے کی دعا کرے اور ان کے خلاف بد دعا کرے تو یہ فعل جائز ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(۱)

اور اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، جیسا کہ ابھی آپ کے سامنے آئیں گی۔

۲۷۷۳ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عِيسٰى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ(۲) قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ ، قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (مَلَأَ ٱللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نارًا ، شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غابَتِ الشَّمْسُ) .

[۳۸۸۵ ، ٤۲٥۹ ، ٦۰۳۳]

تراجم رجال

۱۔ابراہیم بن موسیٰ

یہ ابو اسحاق الفراء ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الرازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

۲۔عیسیٰ

یہ ابو عمرو عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۴)

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٣)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٧)۔

(۲) قوله: "عن علي رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً في كتاب المغازي، باب غزوة الخندق، رقم (٤١١١)، وكتاب التفسير، سورة البقرة، باب حافظوا على الصلوات ......، رقم (٤٥٣٣)، وكتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين، رقم (٦٣٩٦)، ومسلم، كتاب الصلاة، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، رقم (١٤٢٠)، والترمذي، أبواب التفسير، باب ومن سورة البقرة، رقم (٢٩٨٧)، وأبوداود، أبواب الصلاة، باب وقت صلاة العصر، رقم (٤٠٩)، والنسائي، كتاب الصلاة، باب المحافظة على صلاة العصر، رقم (٤٧٤)، وابن ماجه، أبواب الصلاة، باب المحافظة على صلاة العصر، رقم (٦٨٤)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، كتاب الأذان، باب من صلى بالناس فذكر حاجة فتخطّاهم۔

۳۔ھشام

یہاں ھشام سے کون مراد ہیں؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں یہ وہم ہوا کہ انہوں نے یہ فرمادیا کہ ہشام سے دستوائی مراد ہیں اور پھر امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ پر رد کیا ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہشام سے ابن حسان مراد ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

"وزعم الأصيلي أنه ابن حسان، ورام بذلك تضعيف الحديث فأخطأ من وجهين ......" (۱)

یعنی ''اصیلی کا گمان یہ ہے کہ وہ ابن حسان ہیں اور اصیلی کا مقصود اس سے حدیث کو ضعیف ثابت کرنا ہے تو انہوں نے دوطرح سے غلطی کی''۔

مطلب یہ ہوا بقول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہ ایک غلطی تو اصیلی سے یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہشام سے ابن حسان مراد ہیں، دوسری غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے اس طرح حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرمانی نے یہ جسارت کی کہ یہ کہہ دیا کہ ہشام سے ابن عروہ مراد ہیں۔ (۲)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تنقید دونوں حضرات محدثین (یعنی اصیلی اور کرمانی) کے بارے میں درست نہیں، یہاں وہم اور مغالطہ خود انہیں کو ہوا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب کو یہاں آڑے ہاتھوں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ جسارت تو خود حافظ نے کی ہے کہ ہشام کو یہاں دستوائی قرار دے دیا ہے، جب کہ وہ دستوائی نہیں، بلکہ ابن حسان ہیں جیسا کہ اصیلی نے کہا تھا، چنانچہ حافظ جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفۃ الاشراف'' (۳) میں دو مرتبہ (۴) اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہشام سے مراد ابن حسان ہیں۔ (۵)

---

(۱) فتح الباري (ج٦ص١٠٦)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) انظر تحفة الأشراف (ج٧ص٤٢٩)۔

(٤) قال العيني رحمه الله في العمدة (ج١٤ص٢٠٣): "وكذا نص عليه الحافظ المزي في الأطراف في موضعين كما نذكره عن قريب"۔ إلا أن المزي رحمه الله صرح بـ "ابن حسان" في ثلاثة مواضع۔ انظر تحفة الأشراف (ج٧ص٤٢٩و٤٣٠)۔

(٥) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٣)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٧)۔

نیز علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جزم کے ساتھ یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہشام سے ابن عروہ ہی مراد ہیں، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں:

"الظاهر أنه ابن حسان، لكن المناسب لما مر في باب شهادة الأعمى هشام بن عروة"۔(۱)

بقول علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ دراصل علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مغالطہ اور دھوکا اس لئے ہوا کہ کتاب الشہادات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت "عيسى بن يونس عن هشام عن أبيه عروة" (۲) کے طریق سے نقل کی ہے، چنانچہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ یہی سمجھے کہ یہاں بھی ہشام سے ابن عروہ ہی مراد ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور اس سے بقول علامہ عینی علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی جسارت ظاہر نہیں ہوتی، چنانچہ فرماتے ہیں:

"ولم يظهر منه تجاسر؛ لأنه لم يجزم أنه هشام بن عروة؛ وإنما غرَّته رواية عيسى بن يونس عن هشام عن أبيه عروة في الباب المذكور، فظن أنه ههنا أيضا كذلك"۔ (۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا تنبہ

ہم نے اوپر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کو ہشام بن حسان کے متعلق وہم پیش آیا ہے کہ انہوں نے ہشام کو دستوائی قرار دے دیا، یہ معاملہ تو کتاب الجہاد سے متعلق ہے، لیکن جب وہ کتاب المغازی میں پہنچے تب ان کو تنبہ ہوا، یہ تسلیم کیا اور اس بات کی تصریح کی کہ یہ ہشام بن حسان ہی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"هشام: كنت ذكرت في الجهاد أنه الدستوائي، لكن جزم المزي في الأطراف بأنه ابن حسان، ثم وجدته مصرحا به في عدة طرق، فهذا المعتمد"۔(٤)

اسی طرح کتاب الدعوات میں بھی انہوں نے یہاں ذکر کردہ موقف سے اپنا رجوع بیان کیا ہے۔(۵)

---

(۱) شرح الكرماني (ج۱۲ ص۱۸۱)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب شهادة الأعمى ......، رقم (۲٦٥٥)۔

(۳) عمدة القاري (ج١٤ ص۲۰۳)۔

(٤) فتح الباري (ج۷ ص٤٠٥)۔

(٥) فتح الباري (ج۱۱ ص۱۹٥)۔

کیا ہشام بن حسان ضعیف راوی ہیں؟

اوپر ہم نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف نقل کیا تھا کہ انہوں نے حدیث باب کو ہشام بن حسان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے تو امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کا جواب حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن حسان کے حفظ کے بارے اگرچہ بعض حضرات نے کلام فرمایا ہے، لیکن کسی نے بھی صرف حفظ کی وجہ سے ان کو مطلقا ضعیف قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے بعض شیوخ میں ان کو ضعیف کہا ہے، پھر ان سب ائمہ رجال ومحدثین کا اس بات میں اتفاق ہے کہ حدیث باب میں ان کے جو شیخ ہیں یعنی محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے یہ ثبت ہیں، چنانچہ سعید بن ابی عروبہ (۱) فرماتے ہیں کہ ابن سیرین سے روایت میں ان کے تلامذہ میں ہشام سے زیادہ کوئی احفظ نہیں تھے۔ اور یحیی القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن حسان محمد بن سیرین کے بارے ثقہ تھے۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ وہ ابن سیرین کے بارے میرے نزدیک عاصم الاحول اور خالد الحذاء سے بہتر و پسندیدہ ہیں۔ (۲) اور امام علی ابن المدینی (۳) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام یحیی القطان ہشام بن حسان کی امام عطاء سے روایت کردہ احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے، لیکن ہمارے اصحاب ان کو ثبت کہتے تھے۔ مزید فرماتے ہیں کہ رہی وہ احادیث جو وہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں تو وہ صحیح ہیں اور یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن حسان کی ان احادیث کا انکار کیا جاتا تھا جو وہ عطاء، عکرمہ اور حسن بصری سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا قول کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام احمد تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ ان کی کسی بھی چیز (روایت) کا انکار کریں تو یہ پائیں گے کہ یا تو ایوب نے اسے روایت کیا ہوگا یا عوف نے (۵)، یعنی ان کی متابعت کسی نہ کسی نے ضرور کی ہوگی۔ اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث مستقیم ہیں، میں نے ان میں کوئی منکر شی نہیں دیکھی۔ (۶)

---

(۱) تهذيب الكمال (ج۳۰ص۱۸٤)۔

(۲) تهذيب الكمال (ج۳۰ص۱۸٦)، وفتح الباري (ج۱۱ص۱۹٥)۔

(۳) تهذيب الكمال (ج۳۰ص۱۸۷)، والضعفاء الكبير للعقيلي (ج٤ص۳۳٥)۔

(٤) تهذيب الكمال (ج۳۰ص۱۸۹)۔

(٥) فتح الباري (ج۱۱ص۱۹٥)۔

(٦) الكامل لابن عدي (ج۷ص۱۱٤)۔

اور رہے حضرت عطاء تو صحیحین میں عطاء سے ان کی کوئی روایت نہیں ہے، البتہ عکرمہ سے صحیح بخاری میں ان کی روایات ہیں، لیکن وہ بہت کم ہیں اور ان پر متابعت بھی کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔(۱)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس طویل جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو ہشام بن حسان مطلقا سیء الحفظ اور ضعیف راوی نہیں اور ثانیا صرف اس بنیاد پر ان کی روایات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصا جب کہ وہ محمد بن سیرین سے روایت میں ثقہ اور ثبت ہوں۔ کما صرح بہ ائمۃ الرجال وحفاظ الحدیث۔

۴۔محمد

یہ امام، شیخ الاسلام، ابوبکر محمد بن سیرین انصاری بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب اتباع الجنائز من الإیمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۲)

۴۔عبیدہ

یہ ابومسلم عبیدة - بفتح العین المهملة و کسر الباء الموحدة- بن عمرو کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۳)

٦۔علی

یہ مشہور صحابی، داماد رسول، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔(۴)

قال: لما كان يوم الأحزاب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ملأ الله بيوتهم......

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالی ان مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلاۃ الوسطی سے مشغول اور محروم کر دیا ہے۔ جب کہ سورج غروب ہو گیا۔

---

(۱) فتح الباري (ج ۱۱ ص ۱۹۵)، حافظ علیہ الرحمۃ نے فتح الباری (ج ۷ ص ۴۰۵)، کتاب المغازی میں تو یہ فرمایا تھا کہ اصیلی کا حدیث باب کے متعلق جو خیال ہے، اس کے بارے میں، میں کتاب التفسیر میں کلام کروں گا، لیکن معلوم نہیں ان سے کیسے ذہول ہو گیا کہ فتح الباری کی کتاب التفسیر میں اس بابت انہوں نے کوئی بحث نہیں چھیڑی، بلکہ ہمیں تو یہ بحث بہت تلاش کے بعد کتاب الدعوات میں ملی۔

(۲) کشف الباري (ج ۲ ص ۵۲٤)۔

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم۔

تنبیہ

حدیث باب میں ذکر کردہ واقعے کی تفصیل کتاب المغازی (۱) میں اور صلاۃ الوسطی سے متعلق مکمل بحث کتاب التفسیر (۲) میں آچکی ہے۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت حدیث

حدیث میں اس بات کی بد دعاء تو بہرحال ہے کہ اللہ تعالی ان مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھردے، لیکن شکست کی بددعا نہیں ہے، جب کہ ترجمہ اسی کا تھا۔

تو حافظ صاحب اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ حدیث کی مناسبت ترجمے کے ساتھ زلزلہ کے لفظ میں ہے، وہ اس طرح کہ ان کے گھروں کو جلانا ان کے نفوس کو زبردست متزلزل کرنے اور ہلانے کا سبب ہے، جو شکست کے مرادف ہے۔ اس طرح ترجمے اور حدیث میں مطابقت ہوجائے گی۔ (۳)

۲۷۷٤ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ ذَكْوَانَ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ (٤) قَالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو فِي الْقُنُوتِ : (اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، اللَّهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ، اللَّهُمَّ ٱشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ ، اللَّهُمَّ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ) . [ر : ٩٦١]

تراجم رجال

ا۔ قبیصہ

یہ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد بن سفیان کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

---

(۱) كشف الباري، كتاب المغازي (ص۲۷۷)۔

(۲) كشف الباري، كتاب التفسير (ص)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص١٠٦)، وعمدة القاري (ج١٤ص٢٠٣)۔

(٤) قوله: "عن أبي هريرة رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في الأذان، باب بلا ترجمة، بعد باب فضل اللهم ربنا لك۔

۲۔ سفیان

یہ مشہور امام حدیث، ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب علامة المنافق" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

علامہ عینی اور قسطلانی کا تسامح

یہاں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ (۲) اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (۳) سے یہ تسامح ہوگیا ہے کہ ان دو حضرات نے سند میں مذکور سفیان کو ابن عیینہ قرار دیا ہے، جب کہ یہ سفیان بن سعید ثوری ہیں۔ کیونکہ قبیصہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے تو روایت کرتے ہیں، لیکن ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں، چنانچہ ائمہ رجال مثلاً حافظ مزی (۴)، علامہ ذہبی (۵) اور حافظ ابن حجر (۶) رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کے شیوخ میں ابن عیینہ کو کہیں بھی ذکر نہیں کیا اور ہر جگہ ثوری کی تصریح کی ہے۔ جس سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہاں بھی سفیان سے ثوری ہی مراد ہیں، نہ کہ ابن عیینہ۔

۳۔ ابن ذکوان

یہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن ذکوان مدنی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی الله علیه وسلم من الإیمان" کے تحت گذر چکا ہے۔(۷)

۴۔ الاعرج

یہ ابوداود عبدالرحمن بن ہرمز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی اختصار کے ساتھ "کتاب الإیمان" کے مذکورہ بالا باب کے تحت گذر چکا ہے۔(۸)

---

(۱) کشف الباري (ج۲ص ۲۷۵-۲۸۰)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱٤ص ۲۰٤)۔

(۳) إرشاد الساري (ج٥ص ۱۰۷)۔

(٤) تهذیب الکمال (ج۲۳ص ٤۸۲)۔

(٥) سیر أعلام النبلاء (ج۱۰ص ۱۳۱)۔

(٦) تهذیب التهذیب (ج۸ص ۳٤۷)۔

(۷) کشف الباري (ج۲ص ۱۰)۔

(۸) کشف الباري (ج۲ص ۱۱)۔

۵۔ ابو ہریرہ

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان" کے تحت آچکا ہے۔(۱)

حدیث کا ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ! سلمہ بن ہشام کونجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کونجات دے، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کونجات دے، اے اللہ! کمزور مسلمانوں کونجات دے، اے اللہ! قبیلۂ مضر کے کفار پر سختی کر، اے اللہ! اسی طرح کے قحط میں مبتلا کر جس طرح تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالیوں میں لوگوں کو مبتلا کیا تھا۔

ہم نے یہاں صرف ترجمۂ حدیث پر اکتفا کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کی تشریح اور اس میں مذکور اعلام کے حالات "کتاب الأذان" میں مذکور ہیں۔(۲)

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے "اللهم اشدد وطأتك علی....." کیونکہ شدت وطأت (پکڑ) اس بات سے اعم ہے کہ وہ ہزیمت یا زلزلے کے ساتھ متصف ہو یا اس کے علاوہ دیگر مشکلات وتکالیف پر بھی مشتمل ہو، مثلاً سخت گرانی یا ذلت کی موت وغیرہ۔(۳)

٢٧٧٥ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا(٤) يَقُولُ : دَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، سَرِيعَ الْحِسَابِ ، اللَّهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ) . [٣٨٨٩ ، ٦٠٢٩ ، ٧٠٥١ . وانظر : ٢٦٦٣]

---

(۱) کشف الباري (ج۱ص۶۵۹)۔

(۲) صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب يهوي بالتكبير حين يسجد، رقم (۸۰۴)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱۴ص۲۰۴)، ومثله للحافظ في الفتح (ج۶ص۱۰۶)۔

(۴) قوله: "عبد الله بن أبي أوفى رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضا في كتاب الجهاد، باب كان النبي صلى الله

تراجم رجال

۱۔احمد بن محمد

یہ ابوالعباس احمد بن محمد بن موسی المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۱)

۲۔عبداللہ

یہ مشہور امام، حضرت عبداللہ بن مبارک حنظلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ "بدء الوحي" میں گذر چکا ہے۔(۲)

۳۔اسماعیل بن ابی خالد

یہ اسماعیل بن ابی خالد احمسی بجلی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا اجمالی تذکرہ "کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کے تحت آچکا ہے۔(۳)

۴۔عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما

یہ مشہور صحابی رسول، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہما ہیں۔(۴)

علیه وسلم إذا لم یقاتل أول النهار ......، رقم (۲۹۶۵ و ۲۹۶٦)، وباب لاتتمنوا لقاء العدو، رقم (۳۰۲٤و۳۰۲۵)، وکتاب المغازي، باب غزوة الخندق ......، رقم (٤۱۱۵)، وکتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، رقم (٦۳۹۲)، وکتاب التوحید، باب قول الله تعالی: ﴿أنزله بعلمه والملائکة یشهدون﴾، رقم (۷٤۸۹)، ومسلم، کتاب الجهاد، باب کراهیة تمني لقاء العدو، والأمر بالصبر عند اللقاء، رقم (٤۵٤۲)، وباب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، رقم (٤۵٤۳)، والترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في الدعاء عند القتال، رقم (۱٦۷۸)، وابن ماجه، کتاب الجهاد، باب القتال في سبیل الله سبحانه تعالی، رقم (۲۷۹٦)۔

(۱) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب مایقع من النجات في السمن۔

(۲) کشف الباري (ج۱ ص٤٦۲)۔

(۳) کشف الباري (ج۱ ص٦۷۹)۔

(۴) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین: من القبل والدبر۔

یقول: دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یوم الأحزاب علی المشرکین۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب (خندق) کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف بددعا فرمائی۔

یہاں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے خلاف ایک بددعا کو ذکر فرمایا ہے، جس کے الفاظ آگے حدیث میں آرہے ہیں۔

فقال: اللهم منزل الکتاب، سریع الحساب۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے۔

کتاب سے مراد تو قرآن کریم ہی ہے اور سریع الحساب کے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں:-

۱۔ یہ مطلب ہے کہ "أنه سریعٌ حسابه ومجيء وقته" کہ اللہ تعالی کا حساب اور اس کا وقت جلد آنے والا ہے۔

۲۔ "أو أنه سریع في الحساب" یا یہ کہ وہ حساب و کتاب میں تیز ہیں اور جلد ہی گرفت کرتے ہیں۔(۱)

پہلی صورت میں "سریع" حساب کی صفت ہوگی اور دوسری صورت میں حق تعالی جل شانہ کی صفت ہوگی۔

اللهم اهزم الأحزاب، اللهم اهزمهم وزلزلهم۔

اے اللہ! جماعتوں کو شکست سے دوچار کیجئے، یا اللہ! انہیں شکست دیجئے اور ہلا دیجئے۔

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دیجئے اور ان کی جمعیت کو تتر بتر اور متفرق کر دیجئے، تاکہ انہیں کہیں بھی قرار و سکون میسر نہ ہو اور وہ کہیں بھی جم نہ سکیں۔(۲)

اور علامہ داودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود و مطلوب یہ تھا کہ ان کی عقلیں زائل ہو جائیں اور جنگ کے دوران ان کے قدم ڈگمگا جائیں۔(۳)

---

(۱) الکواکب الدراري (ج۱۲ص۱۸۲)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۲۰٤)، وشرح القسطلاني (ج٥ص۱۰۸)۔

(۲) فتح الباري (ج٦ص۱۰٦)، وعمدة القاري (ج۱٤ص۲۰٤)، وشرح القسطلاني (ج٥ص۱۰۸)۔

(۳) حوالہ بالا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا کا نتیجہ بھی جلد ہی ظاہر ہوا اور اللہ جل شانہ نے ایک تیز آندھی بھیجی، جس نے لشکر کفار کے تمام خیمے اکھاڑ دیئے، ان کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں اور دیگر ساز وسامان بکھر گیا، جس کی وجہ سے کفار بدحواس ہوئے، گھبرا گئے اور بالآخر سب فرار ہو گئے۔(۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حدیث کی ترجمے کی ساتھ مناسبت "اللهم اهزم الأحزاب، اللهم اهزمهم و زلزلهم" میں ہے۔(۲) کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر بددعا فرمائی ہے اور یہی مقصود ترجمہ بھی تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعاء میں ایک حکمت

یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کے خلاف بددعا تو فرمائی ہے کہ انہیں شکست سے دوچار کیا جائے، لیکن ان کی ہلاکت اور بیخ کنی کی بددعا نہیں فرمائی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہزیمت اور شکست کی صورت میں ان کی جانوں کا اتلاف نہیں ہے، بلکہ سلامتی ہے اور یہی سلامتی وعدم اتلاف اس امر کی امید بن سکتی ہے کہ وہ آئندہ جا کر شرک وکفر سے توبہ کریں اور دل وجان سے اسلام میں داخل ہو جائیں اور مقصد صحیح کو ہلاکت نفوس کی بددعا ختم کر دیتا ہے، یعنی اگر ہلاکت کی بددعا کی جاتی تو یہ عظیم اور صحیح مقصد حاصل نہ ہو پاتا، چنانچہ اس کے بعد کی تاریخ بھی یہی گواہی دیتی ہے کہ اس غزوۂ احزاب کے موقع پر بچ نکلنے والے بہت سے مشرکین مشرف باسلام ہوئے اور انہیں صحابیت کا عظیم شرف حاصل ہوا، جیسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی حکمت کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وإنما خص الدعاء عليهم بالهزيمة والزلزلة دون أن يدعو عليهم بالهلاك؛ لأن الهزيمة فيها سلامة نفوسهم، وقد يكون ذلك رجاء أن يتوبوا من الشرك، ويدخلوا في الإسلام، والإهلاك الماحق لهم مفوّت لهذا المقصد الصحيح"۔ (۳)

---

(۱) مذکورہ بالا غزوے کی تفصیل کے لئے دیکھئے، كشف الباري، كتاب المغازي (ص ۲۷۵)۔

(۲) عمدة القاري (ج ١٤ ص ٢٠٤)۔

(۳) شرح القسطلاني (ج ٥ ص ١٠٨)۔

٢٧٧٦ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ (١) : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَنُحِرَتْ جَزُورٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ ، فَأَرْسَلُوا فَجَاؤُوا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوهُ عَلَيْهِ ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ ، فَقَالَ : (اللّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ) . لِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ . قَالَ عَبْدُ ٱللهِ : فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِي قَلِيبِ بَدْرٍ قَتْلَى . قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ : وَنَسِيتُ السَّابِعَ . وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ إِسْحٰقَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ . وَقَالَ شُعْبَةُ : أُمَيَّةُ أَوْ أُبَيٌّ . وَالصَّحِيحُ أُمَيَّةُ . [ر : ٢٣٧]

تراجم رجال

ا۔عبداللہ بن ابی شیبہ

یہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۲۔جعفر بن عون

یہ ابوعون جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث قرشی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب زیادۃ الإیمان ونقصانہ" میں تفصیل سے آچکا ہے۔(۳)

۳۔سفیان

یہ مشہور امام حدیث، ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "کتاب الإیمان، باب علامۃ المنافق" کے تحت گذر چکا ہے۔(۴)

---

(١) قوله: "عن عبد الله رضي الله عنه": الحديث، مر تخريجه في كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر..... ـ

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب العمل في الصلاة، باب لا یرد السلام في الصلاة۔

(٣) كشف الباري (ج٢ص٤٦٩)۔

(٤) كشف الباري (ج٢ص٢٧٨)۔

۴۔ابواسحاق

یہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید سبیعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "کتاب الإیمان، باب الصلاۃ من الإیمان" کے تحت آ چکے ہیں۔(۱)

۵۔عمرو بن میمون

یہ مخضرمی تابعی، حضرت ابویحییٰ عمرو بن میمون ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(۲)

۶۔عبداللہ

یہ مشہور صحابی، حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے مفصل حالات "کتاب الإیمان، باب ظلم دون ظلم" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۳)

قال: کان النبي صلی اللّٰه علیه وسلم یصلي في ظل الکعبة۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایے میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سرداران قریش مکہ کی طرف سے روا رکھے جانے والے مظالم، زیادتیوں اور شرارتوں میں سے ایک کا بیان ہے، واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل اور اس کے ہمراہیوں اور چیلوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو ابوجہل نے کہا کہ مکہ مکرمہ کے فلاں گھرانے میں اونٹ نحر کئے گئے ہیں، ان کی اوجھڑی کون لے کر آئے گا کہ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن پر ڈال دے؟ چنانچہ قوم کا ایک بدبخت اٹھا اور جا کر اوجھڑی لے آیا اور وہ آپ کی گردن مبارک پر ڈال دی، جب کہ آپ سجدہ میں تھے۔کتاب الوضوء کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا معاملہ میں دیکھ رہا تھا، مگر کچھ نہ کر سکتا تھا، کاش کہ میرے پاس اتنی قوت ہوتی۔(۴) اور مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور

---

(۱) کشف الباري (ج۲ ص ۳۷۰)۔

(۲) ان کے حالات کے لئے دیکھئے، کتاب الوضوء، باب إذا ألقي علی ظهر المصلي قذر ......۔

(۳) کشف الباري (ج۲ ص ۲۵۷)۔

(٤) الصحیح للبخاري، کتاب الوضوء، باب إذا ألقي علی ظهر المصلي قذر أو جیفة ......، رقم (۲٤۰)۔

ٹھٹھا کرنے لگے، یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اوجھڑی آپ کی گردن سے ہٹائی تو اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکین مکہ کے خلاف بددعا فرمائی، جس کے الفاظ حدیث باب میں مذکور ہیں۔

فقال: أبو جهل وناس من قريش، ونحرت جزور بناحية مكة۔

چنانچہ ابوجہل اور قریش کے کچھ لوگوں نے کہا، درآنحالیکہ مکہ مکرمہ کے کسی کونے میں اونٹ نحر کئے گئے تھے۔

یہاں باب کی روایت میں یہ تو مذکور ہے کہ ابوجہل اور کچھ قریشیوں نے کہا، لیکن کیا کہا (یعنی مقولہ) محذوف ہے اور وہ محذوف مقولہ یہ ہے: "هاتوا من سلا الجزور التي نحرت" (۱) اور اس حذف پر دلیل کتاب الوضوء وغیرہ کی روایت ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: "إذ قال بعضهم لبعض: أيكم يجيء بسلى جزور بني فلان ......؟" (۲)

اور "ونحرت جزور بناحية مكة" کا جملہ، جملہ معترضہ حالیہ ہے۔ (۳)

فأرسلوا فجاؤا من سلاها۔

تو انہوں نے آدمی بھیجا تو وہ اس کی اوجھڑی لے آئے۔

مطلب یہ ہے کہ ابوجہل اور اس کے ہمراہیوں و روساء نے مکہ مکرمہ کے کسی کنارے پر ذبح کئے گئے اونٹوں کی اوجھڑی لانے کے لئے آدمی بھیجا، جو اوجھڑی جا کر لے آیا۔

اوجھڑی لانے کے لئے جانے والا اور اسے لانے والا آدمی ایک ہی تھا، لیکن چونکہ سب اس عمل میں شریک اور راضی تھے اس لئے سب کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔ چنانچہ کتاب الوضوء کی روایت میں الفاظ حدیث یہ وارد ہوئے ہیں: "فانبعث أشقى القوم، فجاء به ......" (۴) کہ قوم کا بدبخت ترین فرد گیا اور اوجھڑی لے آیا۔

"السلى" اس جھلی کو کہتے ہیں جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اور اگر یہ جھلی پیٹ میں ٹوٹ جاتی ہے تو بچہ اور ماں دونوں مر جاتے ہیں۔ (۵)

قال عبد الله: فلقد رأيتهم في قليب بدرٍ قتلى۔

---

(۱) عمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۵)۔

(۲) الصحيح للبخاري، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة ......، رقم (۲٤۰)۔

(۳) عمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۵)۔

(٤) صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة......، رقم (۲٤۰)۔

(۵) عمدة القاري (ج۱٤ ص۲۰۵)، وإرشاد الساري (ج۵ ص۱۰۸)، وجامع الأصول (ج۱۱ ص۳٦٦)، ومصباح اللغات مادة "سلي"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان کو بدر کے کنویں میں مقتول دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن روسائے قریش کے خلاف مکہ مکرمہ میں بددعا فرمائی تھی، اس کا نتیجہ غزوۂ بدر میں ظاہر ہوا، چنانچہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان ساتوں افراد کو دیکھا کہ وہ سب کے سب بدر کے کنویں میں مرے پڑے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی لاج رکھ لی۔

"قَلیب" — بکسر اللام — اس کنویں کو کہتے ہیں جس کا من (منڈیر) نہ ہو، یہ مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی جمع قُلب، قُلُب اور أقلبۃ آتی ہے۔(۱)

اور "قتلی "قتیل کی جمع ہے اور بمعنی مقتول کے ہے اور ترکیب میں یہ رأیت کا مفعول ثانی واقع ہو رہا ہے۔(۲)

قال أبو إسحاق: ونسيت السابع۔

ابواسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور میں ساتویں کو بھول گیا۔

مذکورہ بالا عبارت کا مقصد

حدیث باب میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن افراد کے خلاف بددعا فرمائی تھی ان میں سے چھ کے نام مذکور ہیں جب کہ ساتواں نام نہیں ہے، چنانچہ ابواسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ ساتواں نام میں بھول گیا ہوں۔ گویا کہ جب ابواسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث حضرت سفیان ثوری کو سنائی تو انہوں نے ساتویں کا نام ذکر نہیں کیا اور نسیان کی تصریح کردی۔(۳)

اب سوال یہ ہے کہ یہ ساتواں شخص کون ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص عمارۃ بن ولید ہے اور اس کی تصریح کتاب الصلاۃ (۴) میں اسرائیل سے مروی روایت میں موجود ہے اور اسرائیل کا سماع ابواسحاق سے نہایت اعلی درجے پر ہے، کیونکہ ابواسحاق اسرائیل کے دادا ہیں اور یہ ہر وقت انہیں کے ساتھ رہتے تھے، اسرائیل خود فرماتے ہیں: "کنت

---

(۱) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٥)، وإرشاد الساري (ج٥ص١٠٨)، وجامع الأصول (ج١١ص٣٦٦)، ومصباح اللغات مادة "قلب"۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٥)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٨)۔

(۳) فتح الباري (ج٦ص١٠٧)، وعمدة القاري (ج١٤ص٢٠٥)، وشرح القسطلاني (ج٥ص١٠٨)۔

(٤) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب المرأة تطرح عن المصلي شيئا من الأذى، رقم (٥٢٠)۔

أحفظ حديث أبي إسحاق كما أحفظ سورة الحمد"۔(۱)

قال: أبو عبدالله: قال يوسف بن إسحاق عن أبي إسحاق: أمية بن خلف...... وقال شعبة: أمية أو أبي، والصحيح: أمية۔

مذکورہ تعلیق کا مقصد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس تعلیق سے یہ ہے کہ ابو اسحاق سبیعی سے اس روایت کو یوسف بن اسحاق نے بھی روایت کیا ہے، جس میں امیہ بن خلف ہے اور شعبہ نے بھی روایت کیا ہے، جس میں امیہ یا ابی ہے، یعنی شعبہ کو اس میں شک ہوا ہے، جب کہ باب کی روایت جو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، اس میں ابی ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ صحیح امیہ ہے، نہ کہ ابی، کیونکہ ابی بن خلف کو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں اپنے ہاتھوں سے جہنم رسید کیا تھا، وہ اگر بدر میں مرچکا ہوتا تو غزوہ احد میں مارے جانے کا کیا مطلب نکلے گا؟!(۲)

دونوں تعلیقات کی تخریج

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں دو تعلیقات ذکر کی ہیں، ایک یوسف بن اسحاق کی، دوسری شعبہ کی۔

چنانچہ یوسف بن اسحاق کی تعلیق تو موصولا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوضوء میں ذکر کی ہے۔(۳)

جب کہ شعبہ کی تعلیق کو موصولا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجزیۃ والموادعۃ اور کتاب مناقب الأنصار میں روایت کیا ہے(۴)۔اس کے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شعبہ کی روایت کو موصولا نقل کیا ہے۔(۵)

اور حدیث کی بقیہ تشریحات ان شاء اللہ کتاب الوضوء میں آئیں گی۔(۶)

---

(۱) فتح الباري (ج۱ ص۳۵۱)۔

(۲) عمدة القاري (ج۱۴ ص۲۰۵)، وإرشاد الساري (ج۵ ص۱۰۸)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة ......۔

(٤) صحيح البخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب طرح جيف المشركين في البئر ......، رقم (۳۱۸۵)، وكتاب مناقب الأنصار، باب ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه من المشركين بمكة، رقم (۳۸۵٤)۔

تنبیه: حافظ صاحب نے فتح الباري (ج٦ ص۱۰۷) اور تعليق التعليق (ج۳ ص٤٤۸)، علامہ عینی نے عمدة القاري

ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت حدیث

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے "اللھم علیك بقریش" اوراس میں وہی تقریر ہے جو باب کی دوسری حدیث میں آ چکی ہے کہ اللہ کی پکڑ عام ہے، خواہ شکست کے ذریعے ہو، زلزلے کے ذریعے، یا اور قسم کی تکالیف ومشکلات کے ذریعے۔ (۱) چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں بھی کفار قریش کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا قبول ہوئی اور من جانب اللہ ان کی سخت گرفت کی گئی۔

فائدہ

اس حدیث کی سند کے تمام رجال کوفی ہیں۔ پھر اس میں تابعی کی تابعی سے روایت ہے، چنانچہ ابو اسحاق سبیعی تابعی ہیں اور عمرو بن میمون بھی مخضرم تابعی ہیں جو صحابی سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۲۷۷۷ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا (۳) : أَنَّ ٱلْيَهُودَ دَخَلُوا عَلَى ٱلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا : السَّامُ عَلَيْكَ ، فَلَعَنْتُهُمْ ، فَقَالَ : (ما لَكِ) . قُلْتُ : أَوَ لَمْ تَسْمَعْ ما قالُوا ؟ قالَ : (فَلَمْ تَسْمَعِي ما قُلْتُ : وَعَلَيْكُمْ) .

[٥٦٧٨ ، ٥٦٨٣ ، ٥٩٠١ ، ٦٠٣٢ ، ٦٠٣٨ ، ٦٥٢٨]

= (ج١٤ ص٢٠٥) اوران دوحضرات کی اتباع کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے إرشاد الساري (ج٥ ص١٠٨) میں یہ کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ کی تعلیق کو موصولاً "کتاب المبعث" میں نقل کیا ہے، لیکن ان تمام حضرات سے یہاں غالباً تسامح ہوا ہے، کیونکہ اولاً تو صحیح بخاری میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جس کا نام "کتاب المبعث" ہو کہ اس کی طرف تعلیق کی نسبت کی جائے۔ اور ثانیاً جیسا کہ ہم نے تخریج میں ذکر کیا اس تعلیق کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مقامات پر موصولاً ذکر کیا ہے اوران دونوں مقامات میں شعبہ کے شک کی تصریح موجود ہے۔

(۳) صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم من أذى المشركين والمنافقين، رقم (٤٦٥٠)۔

(١) عمدة القاري (ج١٤ ص٢٠٥)، وفتح الباري (ج٦ ص١٠٦)۔

(٢) شرح القسطلاني (ج٥ ص١٠٨)۔

(٣) قوله: "عن عائشة رضي الله عنه": الحديث، أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب الرفق في الأمر كله، رقم (٦٠٢٤)، وباب لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فاحشا و لا متفحشا، رقم (٦٠٣٠)، وكتاب الاستئذان، باب كيف يرد على أهل الذمة والسلام، رقم (٦٢٥٦)، وكتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين، رقم (٦٣٩٥)، وباب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يستجاب لنا في اليهود، ولا يستجاب لهم فينا"، رقم (٦٤٠١)، وكتاب استتابة المرتدين، باب إذا عرض الذمي وغيره بسب النبي صلى الله عليه وسلم، ولم يصرح، ......، رقم (٦٩٢٧)، ومسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام، وكيف يرد عليهم؟ رقم (٥٦٥٦)، والترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم على أهل الذمة، رقم (٢٧٠١)۔

تراجم رجال

۱۔سلیمان بن حرب

یہ ابوایوب سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات اجمالاً "كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر ......" کے تحت گذر چکے ہیں۔(۱)

۲۔حماد

یہ ابواسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا ......﴾" کے تحت آچکا ہے۔(۲)

۳۔ایوب

یہ ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کے حالات "كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان" میں آچکے ہیں۔(۳)

۴۔ابن ابی ملیکہ

یہ ابوبکر عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ تیمی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا تذکرہ "كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله ......" کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(۴)

۵۔عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ ام المؤمنین، حبیبۃ الرسول، حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں، ان کے حالات "بدء الوحي" کی دوسری حدیث کے تحت گذر چکے ہیں۔(۵)

---

(۱) كشف الباري (ج۲ص۱۰۵)۔

(۲) كشف الباري (ج۲ص۲۱۹)۔

(۳) كشف الباري (ج۲ص۲٦)۔

(٤) كشف الباري (ج۲ص٥٤٨)۔

(٥) كشف الباري (ج۱ص۲۹۱)۔

أن اليهود دخلوا ......

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہود ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ تم پر موت آئے تو میں نے ان پر لعنت ملامت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے عائشہ!) تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میں نے کہا آپ نے نہیں سنا جو ان لوگوں نے کہا؟ فرمایا تم نہیں سنا کہ میں نے کہہ دیا وعلیکم یعنی تم پر موت ہو۔

وعلیکم کے واو کے متعلق ایک بحث

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عامۃ المحدثین کی روایت تو یہی ہے کہ واو باقی رہے، لیکن ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اس "علیکم" کے کلمے کو بدون واو کے روایت کرتے تھے اور یہی صحیح بھی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واو کو حذف کر دیا جائے تو ان کا مذکورہ بالا قول بعینہ ان پر لوٹے گا اور واو کو داخل کرنے کی صورت میں موت کی صفت اور بددعا میں اشتراک ثابت ہوگا، یعنی جس طرح ان یہود کے لئے بددعا ہوگی اسی طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہوگی (العیاذ باللہ) کیونکہ واو حرف عطف ہے اور دو چیزوں کے اجتماع و اشتراک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۱)

اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واو یہاں زائدہ ہے، زائدہ ہونے کی صورت میں کوئی اشکال نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ استئنافیہ ہے اور واو استئنافیہ کا چونکہ ماقبل سے ربط و تعلق نہیں ہوتا تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ موت تم ہی پر ہو۔ اور اس صورت میں اشتراک بین الأمرین نہیں۔ ان کی بھی رائے یہی ہے کہ واو کا حذف معنوی اعتبار سے احسن ہے جب کہ اس کا اثبات اصح اور مشہور روایت ہے۔(۲)

جب کہ علامہ ابومحمد المنذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں موت اور تھکاوٹ، چنانچہ جن حضرات نے سام کی تفسیر موت سے کی ہے ان کے نزدیک واو کے اثبات میں کوئی حرج نہیں ہے اور جن حضرات نے اس کی تفسیر سآمہ (ملال اور تھکاوٹ) سے کی ہے تو ان کے نزدیک واو کا حذف ہی بہتر ہے۔(۳)

---

(۱) عمدة القاري (ج ١٤ ص ٢٠٦)۔

(۲) حوالہ بالا۔

(۳) حوالہ بالا۔

حدیث باب کی مزید تشریح انشاء اللہ کتاب الادب (۱) اور کتاب الاستئذان میں آئے گی۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت "وعلیکم" سے حاصل ہوگی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم پر بھی موت ہو اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان یہودیوں کے خلاف بددعا تھی۔ (۲)

اور اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے "یستجاب لنا فیهم، ولا یستجاب لهم فینا" (۳) کہ "ہماری دعائیں تو ان کے خلاف قبول کی جاتی ہیں لیکن ان کی دعائیں ہمارے خلاف قبول نہیں کی جاتیں"۔ چنانچہ اس طریق سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کے خلاف بددعا کرنی جائز ہے، اگرچہ بددعا کرنے والے (داعی) کو یہ خوف ہو کہ وہ بھی اس کے خلاف بددعا کریں گے۔ (۴)

وهذا آخر ما أردنا إيراده هنا من شرح أحاديث كتاب الجهاد والسير من صحيح البخاري، رحمه الله تعالى، للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته بصحةٍ وعافيةٍ، وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادته النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الثلثاء ٢٠ جمادى الأولى ١٤٢٦ھ الموافق ٢٨ يونيو ٢٠٠٥م، والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات، وصلى الله على النبى الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه مادامت الأرض والسموات، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه حبيب الله محمد زكريا عضو قسم التحقيق والتصنيف والأستاذ بالجامعة الفاروقية، ووفقه الله تعالى لاتمام باقى الكتب كما يحبه ويرضاه و هو على كل شيء قدير، ولاحول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم، ويليه إن شاء الله **"باب هل يرشد المسلم أهل الكتاب أو يعلمهم الكتاب؟"**۔

---

(۱) كشف الباري، كتاب الأدب (ص٣٩٣ و ٣٩٩)۔

(۲) عمدة القاري (ج١٤ص٢٠٦)۔

(۳) صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: يستجاب لنا في اليهود، ......، رقم (٦٤٠١)، ومسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ......، رقم (٥٦٦٠)، غير أنه من رواية جابر بن عبد الله رضي الله عنهما۔

(۴) فتح الباري (ج٦ص١٠٧)۔

مصادر ومراجع

القرآن الكريم

١- الأبواب والتراجم لصحيح البخاري-حضرت شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحب الكاندهلوي رحمه الله تعالى، متوفى ١٤٠٢ھ/ ١٩٨٢ء-ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى-

٢-إتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين- علامه سيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي المشهور بمرتضى، رحمه الله تعالى، متوفى ١٢٠٥ھ- دارالكتب العلمية بيروت-

٣-الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان- إمام أبو حاتم محمد بن حبان بستي، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٥٤ھ- مؤسة الرسالة بيروت-

٤- أحكام القرآن- إمام أبو بكر أحمد بن على رازى جصاص، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٧٠ھ- دار الكتاب العربى بيروت-

٥- إحياء علوم الدين- إمام محمد بن محمد الغزالى رحمه الله، متوفى ٥٠٥ھ-دار إحياء التراث العربي-

٦- الأدب المفرد مع شرح فضل الله الصمد- أمير المؤمنين في الحديث محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالى، المتوفى ٢٥٦ھ، مكتبة الإيمان، المدينة المنورة-

٧-إرشاد الساري شرح صحيح البخاري- أبو العباس شهاب الدين أحمد القسطلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٩٢٣ھ-المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ١٣٠٤ھ-

٨-الأستاذ المودودي وشيء من حياته وأفكاره- الأستاذ العلامة السيد محمد يوسف البنوري، رحمه الله، المتوفي ١٣٩٧ھ، المكتبة البنورية كراتشي-

٩- الإستيعاب في أسماء الأصحاب (بهامش الإصابة)-أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبد البر، رحمه الله تعالى، متوفى ٤٦٣ھ-دارالفكر بيروت-

١٠-أسد الغابة في معرفة الصحابة- عز الدين أبو الحسين علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦٣٠ھ، دارالكتب العلمية، بيروت-

١١-الإصابة فى تمييز الصحابة-شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢ھ- دارالفكر بيروت-

١٢-أعلام الحديث- إمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٨٨ھ- مركز إحياء التراث الإ سلامى جامعة أم القرى مكه مكرمه-

۱۳۔إعلاء السنن۔ علامه ظفر أحمد عثمانی، رحمه اللّٰه تعالیٰ' متوفی ۱۳۹٤ھ۔إدارة القرآن کراچی۔
۱٤۔إکمال إکمال المعلم شرح صحیح مسلم۔ أبو عبداللّٰه محمد بن خلفة الوشناني الأبي المالکي، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۸۲۷ھ۔ یا۸۲۸ھ۔دار الکتب العلمیة بیروت۔
۱۵۔إمدادالفتاوی، حکیم الأمت أشرف علی بن السید عبدالحق العمروي التهانوي، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۱۳٦۲ھ مکتبه دار العلوم کراچی۔
۱٦۔ الأنساب۔ أبو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعاني، رحمه اللّٰه تعالی،متوفی ۵٦۲ھ۔ دارالجنان بیروت'طبع اول ۱٤۰۸ھ /۱۹۸۸ء۔
۱۷۔ أوجز المسالك إلى مؤطا مالك۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندهلوی، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی۱٤۰۲ھ مطابق۱۹۸۲ء۔ ادارۂ تا لیفات أشرفیه ملتان۔
۱۸۔بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ملك العلماء علاء الدین أبو بکر بن مسعود الکاساني، رحمه اللّٰه‌تعالی، متوفی ۵۸۷ھ۔ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
۱۹۔بدایة المجتهد۔ علامه قاضي أبوالولید محمد بن أحمد بن رشد قرطبی، متوفی ۵۹۵ھ مصر طبع خاص۔
۲۰۔البدایة والنهایة۔حافظ عماد الدین أبو الفداء اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۷۷٤ھ۔مکتبة المعارف بیروت، طبع ثانی۱۹۷۷م۔
۲۱۔البدر الساري حاشیة فیض الباري۔حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی صاحب، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی۱۳۸۵ھ۔ربانی بکڈپو دهلی ۱۹۸۰ء۔
۲۲۔بذل المجهود فی حل أبی داود۔ علامه خلیل احمد سهارنپوری رحمه اللّٰه تعالی ، متوفی ۱۳٤٦ھ– مطبعة ندوة العلماء لکهنؤ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳م۔
۲۳۔البنایة شرح الهدایة۔ العلامة بدر الدین عیني محمود بن أحمد، رحمه اللّٰه، متوفی ۸۵۵ھ مکتبه رشیدیه، کوئٹه۔
۲٤۔بیان القرآن۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تهانوی رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۱۳۲٦ھ۔شیخ غلام علی اینڈ سنز لاهور۔
۲۵۔تاج العروس من جواهر القاموس۔ أبو الفیض سید محمد بن محمد المعروف بالمرتضی الزبیدي، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۱۲۰۵ھ۔ دارمکتبة الحیاة، بیروت۔
۲٦۔تاریخ بغداد أو مدینة السلام۔حافظ أحمد بن علي المعروف بالخطیب البغدادي، رحمه اللّٰه‌تعالی، متوفی٤٦۳ھ۔ دار الکتاب العربی بیروت۔

٢٧ـتاريخ الخلفاء ـ للإمام السيوطي، بتحقيق محيى الدين عبد الحميد، رحمه الله، منشورات الشريف الرضي ـ

٢٨ـتاريخ عثمان بن سعيد الدارمي، المتوفي ٢٨٠هـ عن أبى زكريا يحيى بن معين، المتوفى ٢٢٣هـ، دار المامون للتراث، ١٤٠٠هـ ـ

٢٩ـالتاريخ الصغير ـ امير المؤمنين فى الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٥٦هـ ـ المكتبة الأثرية، شيخوپوره ـ

٣٠ـالتاريخ الكبير ـ أمير المؤمنين فى الحديث محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالى متوفى ٢٥٦هـ ـ دار الكتب العلمية بيروت ـ

٣١ـ تاليفات رشيديه ـ الامام الربانى رشيد احمد گنگوهى قدس سره المتوفى ١٣٢٣هـ، اداره اسلاميات ـ

٣٢ـتحفة الأحوذي ـ الشيخ عبد الرحمن المباركفوري، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٣٥٢هـ، نشر السنة ملتان ـ

٣٣ـتحفة الأشراف بمعرفة الأطراف ـ أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي، رحمه الله تعالى' متوفى ٧٤٢هـ ـ المكتب الإسلامى بيروت، ضبع دوم ١٤٠٣هـ / ١٩٨٣م ـ

٣٤ـتدريب الراوي بشرح تقريب النواوي ـ حافظ جلال الدين عبدالرحمن سيوطي، رحمه الله تعالى، متوفى ٩١١هـ ـ المكتبة العلمية مدينة منورة ـ

٣٥ـتذكره الحفاظ ـ حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن عثمان ذهبى، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـ ـ دائرة المعارف العثمانية، الهند ـ

٣٦ـالترغيب والترهيب ـ إمام عبد العليم بن عبد القوي المنذري، رحمه الله، المتوفي ٦٥٦هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٣٨٨هـ/١٩٦٨م ـ

٣٧ـتعليقات على بذل المجهود ـ شيخ الحديث محمد زكريا كاندهلوي رحمه الله تعالى، المتوفي ١٤٠٢هـ، المكتبة التجارية، ندوة العلماء لكهنؤ، الطبعة الثالثة، ١٣٩٣هـ/١٩٧٣م ـ

٣٨ـتعليقات على تهذيب التهذيب، المطبوع بذيل تهذيب التهذيب ـ

٣٩ـتعليقات على تهذيب الكمال ـ دكتور بشار عواد معروف، حفظ الله تعالى، مؤسسة الرسالة، طبع أول ١٤١٣هـ ـ

٤٠ـتعليقات على الكاشف للذهبي ـ شيخ محمد عوامة / شيخ أحمد محمد نمر الخطيب حفظهما الله ـ مؤسة دار القبلة/مؤسسة علوم القرآن، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ ـ

٤١ـتعليقات على الكوكب الدري ـ مولانا شيخ الحديث محمد زكريا الكاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفي ١٤٠٢هـ ـ

٤٢ـ تعليقات على لامع الدراري ـ شيخ الحديث مولانا محمد زكرياصاحب، رحمه الله تعالى، متوفى ١٤٠٢هـ / ١٩٨٢م ـ

٤٣ـ تعليقات على معجم الصحابة، جماعة من العلماء والمحققين، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة/ الرياض ـ

٤٤ـ تغليق التعليق ـ حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ ـ المكتب الإسلامي ودار عمار ـ

٤٥ـ تفسير الطبرى (جامع البيان) ـ إمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله تعالى، متوفى ٣١٠هـ، دار المعرفة، بيروت ـ

٤٦ـ تفسير القرآن العظيم ـ حافظ أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير دمشقى، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٧٤هـ، دار إحياء الكتب العربية ـ

٤٧ـ تفسير القرطبى (الجامع لأحكام القرآن) ـ إمام أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٧١هـ ـ دار الفكر بيروت ـ

٤٨ـ تفهيم القرآن ـ السيد أبوالأعلى المودودي، ادارهٔ ترجمان القرآن، لاهور ـ

٤٩ـ تقريب التهذيب ـ حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ ـ دار الرشيد حلب ١٤٠٦هـ ـ

٥٠ـ تقرير الجنجوهي على الصحيحين ـ

٥١ـ تكلمة فتح الملهم ـ حضرت مولانا محمد تقى عثمانى صاحب، مد ظلهم ـ مكتبه دارالعلوم كراچى ـ

٥٢ـ التلخيص الحبير فى تخريج أحاديث الرافعي الكبير ـ حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ ـ دار نشر الكتب الإسلامية، لاهور ـ

٥٣ـ تلخيص المستدرك (مع المستدرك) ـ حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبى، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـ، دار الفكر، بيروت ـ

٥٤ـ التمهيد لما فى الموطا من المعانى والأسانيد ـ حافظ أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد عبدالبر مالكي، رحمه الله تعالى، متوفى ٤٦٣هـ ـ المكتبة التجارية مكة المكرمة ـ

٥٥ـ تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة ـ الإمام أبوالحسن علي بن محمد بن عراق الكناني، رحمه الله، المتوفى ٩٦٣هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠١هـ ـ

٥٦ـ تنظيم الأشتات في حل عويصات المشكوة ـ مولانا العلام ابوالحسن رحمه الله تعالى، مير محمد كتب خانه كراچى ـ

٥٧ـ تهذيب الأسماء واللغات ـ إمام محيي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٧٦هـ ـ ادارة الطباعة المنيرية ـ

٥٨ـ تهذيب تاريخ دمشق الكبير ـ الإمام الحافظ أبو القاسم علي المعروف بابن عساكر الشافعي، رحمه الله، المتوفى ٥٧١هـ، دار المسيرة، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ/١٩٧٩م۔

٥٩ـ تهذيب التهذيب ـ حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ ـ دائرة المعارف النظامية حيدر آباد الدكن ١٣٢٥هـ۔

٦٠ـ تهذيب الكمال ـ حافظ جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبدالرحمن مزى، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٢هـ ـ مؤسة الرسالة، طبع اول ١٤١٣هـ۔

٦١ـ الثقات لابن حبان ـ حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بستى، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٥٤هـ دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد ١٣٩٣هـ۔

٦٢ـ جامع الأصول من حديث الرسول ـ علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن الأثير الجزرى، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٠٦هـ دار الفكر بيروت۔

☆ـ جامع البيان (دیکھئے تفسير الطبرى)۔

٦٣ـ جامع الترمذى (سنن ترمذى) ـ إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذى، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٧٩هـ ـ ايچ ايم سعيد كمپنى/دار إحياء التراث العربى۔

☆ـ الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبى)۔

٦٤ـ الجرح والتعديل، الإمام الحافظ عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي، رحمه الله تعالى، المتوفي ٣٢٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م۔

٦٥ـ جمع الوسائل في شرح الشمائل ـ الإمام علي بن سلطان القاري، رحمه الله، متوفى ١٠١٤هـ، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان۔

☆ـ حاشية تهذيب الكمال ـ (دیکھئے تعليقات تهذيب الكمال)۔

٦٦ـ حاشية تفهيم البخاري ـ مولانا ظهور الباري، فاضل دار العلوم ديوبند۔

٦٧ـ حاشية الجمل على الجلالين (الفتوحات الإلهية) ـ الإمام العلام سليمن الجمل، رحمه الله تعالى، المتوفي ١٢٠٤هـ، قديمى كتب خانه كراتشي۔

٦٨ـ حاشية سبط ابن العجمي على الكاشف ـ إمام برهان الدين إبراهيم بن محمد سبط ابن العجمي الحلبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٤١هـ ـ شركة دار القبلة/مؤسسة علوم القرآن۔

٦٩ـ حاشية السندى على البخاري ـ إمام أبو الحسن نور الدين محمد بن عبد الهادي السندي، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٣٨هـ، دار المعرفة، بيروت۔

٧٠ـ حاشية السهارنفورى المطبوع مع صحيح البخاري ـ مولانا أحمد علي السهارنفوري، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٩٧هـ، طبع قديمى كتب خانه كراتشي۔

۷۱۔حلیة الأولیاء۔حافظ أبونعیم أحمد بن عبدالله بن أحمد الأصبهاني، رحمه الله تعالی، متوفی ۴۳۰ھ۔ دارالفکر بیروت۔

۷۲۔حیاة الحیوان۔ الإمام أبو البقاء کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی الدمیری، رحمه الله تعالی، المتوفي ۸۰۸ھ، شرکة مصطفی الحلبي بمصر، الطبعة الثالثة ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶م۔

۷۳۔الخصائص الکبری۔ الإمام جلال الدین سیوطی رحمه الله، المتوفی ۹۱۱ھ، دار الکتب العلمیة بیروت۔

۷۴۔خلاصة الخزرجي (خلاصة تذهیب تهذیب الکمال)۔علامة صفي الدین خزرجي، رحمه الله تعالی، متوفی ۹۲۳ھ کے بعد۔مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب۔

۷۵۔دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔اساتذہ جامعہ پنجاب، دانش گاہ پنجاب، لاہور، نقش ثانی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰م۔

۷۶۔الدر المختار۔علامة علاء الدین محمد بن علي بن محمد الحصکفي، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۰۸۸ھ۔ مکتبة عارفین، پاکستان چوك کراچی۔

۷۷۔دلائل النبوة۔ الحافظ أبو بکر أحمد بن الحسین بن علي البیهقي، رحمه الله، متوفی ۴۵۸ھ مکتبه أثریه لاهور۔

۷۸۔ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الحدیث۔ العلامة عبدالغني بن إسماعیل بن عبدالغني النابلسي، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۳۴۳ھ۔دارالمعرفة بیروت۔

۷۹۔ ردالمحتار۔علامه محمد أمین بن عمربن عبدالعزیزعابدین شامي، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۲۵۲ھ۔مکتبةرشیدیة کوئٹه۔

۸۰۔ رسالة شرح تراجم أبواب البخاري (مطبوعه مع صحیح بخاري)۔حضرت مولانا شاہ ولي الله، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۱۷۶ھ۔قدیمی کتب خانه کراچی۔

۸۱۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔أبو الفضل شهاب الدین سید محمود آلوسي بغدادی، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۲۷۰ھ۔مکتبةامدادیه ملتان۔

۸۲۔ریاض الصالحین۔ الإمام یحیی بن شرف الدین النووي الدمشقي رحمه الله تعالی، المتوفی ۶۷۶ھ۔ قدیمی کتب خانه کراتشي۔

۸۳۔ زادالمعاد من هدی خیر العباد۔حافظ شمس الدین أبو عبدالله محمد بن أبی بکر المعروف بابن القیم، رحمه الله تعالی، متوفی ۷۵۱ھ۔مؤسسةالرسالة۔

۸۴۔ سنن ابن ماجه۔إمام أبو عبدالله محمد بن یزید بن ماجه رحمه الله تعالی متوفی ۲۷۳ھ۔قدیمی کتب خانه کراچی/ دارالکتاب المصری قاهره۔

۸۵ـ سنن أبی داود ـ إمام أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، رحمه الله تعالی، متوفی ۲۷۵ھـ ایچ ایم سید کمپنی/دار احیاء السنة النبویة۔

۸۶ـ سنن الدارقطنی ـ حافظ أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله تعالی، متوفی ۳۸۵ھـ دار نشر الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ/۲۰۰۲م۔

۸۷ـ سنن الدارمي ـ إمام أبو محمد عبدالله بن عبد الرحمن الدارمي، رحمه الله تعالی، متوفی ۲۵۵ھـ قدیمی کتب خانه کراچی۔

۸۸ـ السنن الصغری للنسائي ـ إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائي، رحمه الله تعالی، متوفی ۳۰۳ھـ قدیمی کتب خانه کراچی/ دار السلام، ریاض۔

۸۹ـ السنن الکبری للنسائي ـ إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائي، رحمه الله تعالی، متوفی ۳۰۳ھـ نشر السنة ملتان۔

۹۰ـ السنن الکبری للبیهقي ـ إمام حافظ أبو بکر أحمد بن الحسین بن علي البیهقي، رحمه الله تعالی، متوفی ٤۵۸ھـ نشر السنة ملتان۔

۹۱ـ سیر أعلام النبلاء ـ حافظ أبو عبدالله شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی، رحمه الله تعالی، متوفی ۷٤۸ھـ مؤسسة الرسالة۔

۹۲ـ السیرة الحلبیة (أنسان العیون) ـ علامه علي بن برهان الدین الحلبي، رحمه الله تعالی، المتوفی ۱۰٤٤ھـ المکتبة الإسلامیة بیروت۔

۹۳ـ السیرة النبویة ـ الإمام أبو محمد عبدالملك بن هشام المعافري، رحمه الله تعالی، متوفی ۲۱۳ھـ مطبعة مصطفی البابي، الحلبي، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳٦م۔

۹٤ـ شرح ابن بطال، امام أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، المعروف بابن بطال، رحمه الله تعالی، متوفی ٤٤۹ھ، مکتبه الرشد، الریاض، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ/ ۲۰۰۰م۔

۹۵ـ شرح الزرقاني علی المؤطا ـ شیخ محمد بن عبدالباقي بن یوسف الزرقاني المصري، رحمه الله تعالی، متوفی ۱۱۲۲ھـ دار الفکر بیروت۔

☆ـ شرح الطیبي (دیکھئے الکاشف عن حقائق السنن)۔

۹٦ـ شرح العقائد النسفیة ـ علامه سعد الدین مسعود بن عمر التفتازاني، رحمه الله تعالی، متوفی ۷۹۱ھـ مکتبة حبیبیه کوئٹه۔

☆ـ شرح القسطلاني (دیکھئے إرشاد الساري)۔

۹۷ـ شرح الکرماني (الکواکب الدراري) ـ علامه شمس الدین محمد بن یوسف بن علي الکرماني، رحمه الله تعالی، متوفی ۷۸٦ھـ دار احیاء التراث العربی۔

٩٨ـ شرح المناوي بهامش جمع الوسائل ـ الإمام عبد الرؤف المناوي المصري، رحمه الله تعالى، إدارهٔ تاليفات اشرفيه، ملتان۔

٩٩ـ شرح النووی علی صحيح مسلم ـ إمام أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦٧٦هـ ـ قديمى كتب خانه كراچى۔

١٠٠ـ الشمائل المحمدية للترمذي بشرح المواهب اللدنية للبيجوري، إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي، المتوفى ٢٧٩هـ، فاروقى كتب خانه ملتان۔

۱۰۱ـ شہید کربلا اور یزید ـ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، رحمہ اللہ تعالی، ادارۂ اسلامیات، انارکلی، لاہور، کراچی الطبعۃ الاولی ۱۹۷۶م۔

۱۰۲ـ شیعیت کا اصلی روپ ـ غلام محمد، مطبع غلام محمد، حیدرآباد سندھ۔

١٠٣ـ الصحيح للبخاري ـ إمام أبو عبدالله محمد بن إسمعيل البخاري، رحمه الله تعالى، المتوفى ٢٥٢هـ ـ قديمى كتب خانه كراچى/ دار السلام رياض، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ۔

١٠٤ـ الصحيح لمسلم ـ إمام مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابوري، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٦١هـ ـ قديمى كتب خانه كراچى/ دار السلام الرياض۔

١٠٥ـ الصواعق المحرقة ـ علامه شهاب الدين أحمد بن محمد علي بن حجر الهيثمي المكي، رحمه الله تعالى، متوفى ٩٧٤هـ، مكتبة القاهرة، مصر۔

١٠٦ـ الطبقات الكبرى ـ إمام أبو محمد بن سعد، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٣٠هـ ـ دار صادر بيروت۔

١٠٧ـ طرح التثريب في شرح التقريب ـ إمام زين الدين، أبو الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي، المتوفى ٨٠٦هـ ـ وولده الحافظ أبو زرعة العراقي، المتوفى ٨٢٦هـ، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة۔

١٠٨ـ عمدة القاري ـ الإمام بدر الدين أبو محمد بن محمود أحمد العيني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٥هـ ـ ادارة الطباعة المنيرية۔

١٠٩ـ عون المعبود شرح سنن أبي داود ـ شمس الحق عظيم آبادي، دار الفكر بيروت، لبنان۔

١١٠ـ فتاوى رشيديه ـ الامام الربانى رشيد احمد گنگوهى قدس سره المتوفى ١٣٢٣هـ ايچ ايم سعيد۔

١١١ـ فتاوى قاضي خان بهامش الفتاوى الهندية (العالمكيرية) ـ الإمام فخر الدين حسن بن منصور الفرغاني، رحمه الله تعالى، المتوفى ٥٩٢هـ ـ نورانى كتب خانه پشاور۔

١١٢ـ الفتاوى الهندية (العالمكيرية) ـ العلامة الإمام الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند ـ نورانى كتب خانه پشاور۔

١١٣ـفتح الباري ـحافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ دار الفكر بيروت۔

١١٤ـفتح القدير ـإمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٦١هـمكتبة رشيديه كوئته۔

١١٥ـفتح المغيث شرح ألفية الحديث ـ إمام أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن السخاوي رحمه الله تعالى، المتوفى ٩٠٢هـ، دار الإمام الطبرى،الطبعة الثانية ١٤١٢هـ/١٩٩٢م۔

١١٦ـفيض الباري ـ إمام العصر علامه أنور شاه كشميرى، رحمه الله تعالى، متوفى ١٣٥٢هـربانى بكڈپو دهلى۔

١١٧ـالقاموس الوحيد ـ مولانا وحيد الزمان بن مسيح الزمان قاسمي كيرانوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤١٥هـ /١٩٩٥م، إداره اسلاميات لاهور، كراچى۔

١١٨ـقواعد في علوم الحديث ـ العلامة المحقق ظفر أحمد العثماني، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٣٩٤هـ، إدارة القرآن، كراتشي۔

١١٩ـالكاشف ـشمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـشركة دارالقبلة/مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٤١٣هـ/١٩٩٢م۔

١٢٠ـالكاشف عن حقائق السنن ـ(شرح الطيبي)إمام شرف الدين حسين بن محمد بن عبدالله الطيبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٣هـادارة القرآن كراچى۔

١٢١ـالكامل في التاريخ، علامه أبوالحسن عز الدين علي بن محمد ابن الأثير الجرزي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٣٠هـ، دارالكتب العربي، بيروت۔

١٢٢ـالكامل في ضعفاء الرجال ـ إمام حافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي جرجاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٢٥هـ دار الفكربيروت۔

١٢٣ـكتاب الأم ـإمام محمد بن ادريس الشافعي، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٠٤هـ، دارالمعرفة بيروت طبع ١٣٩٣هـ/١٩٧٣م۔

١٢٤ـكتاب الأمالي ـ إمام قالى، رحمه الله تعالى، دارالكتب العلمية، بيروت۔

١٢٥ـكتاب الخراج ـ الإمام أبو يوسف يعقوب القاضي، رحمه الله تعالى، المتوفي ١٨٢هـ۔

١٢٦ـكتاب الضعفاء الكبير ـأبو جعفر محمد بن عمر بن موسى بن حماد العقيلي المكي، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٢٢هـ دارالكتب العلمية، بيروت۔

١٢٧ـكتاب المبسوط ـ الإمام شمس الأئمة أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمه الله تعالى، المتوفي ٤٨٣هـ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ/١٩٧٨م۔

۱۲۸ ـ کتاب المغازي ـ الإمام محمد بن عمر الواقدي، رحمه الله تعالى، المتوفي ۲۰۷ھ، مؤسسة الأعلمي، بيروت ـ

۱۲۹ ـ كتاب الميسر في شرح مصابيح السنة ـ الإمام أبو عبد الله الحسن التوربشتي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦٦١ھ، مكتبة مصطفى نزار الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ/٢٠٠١م ـ

۱۳۰ ـ الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل ...... ـ الإمام جار الله محمود بن عمر الزمخشري، المتوفى ٥٢٨ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان ـ

۱۳۱ ـ کشف الباري ـ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلهم ـ مكتبة فاروقيه كراچی ـ

۱۳۲ ـ كشف الخفاء ومزيل الإلباس ـ شيخ إسماعيل بن محمد العجلوني، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٦٢ھ ـ دار إحياء التراث العربى، بيروت ـ

۱۳۳ ـ كنز العمال ـ علامه علاء الدين على المتقي بن حسام الدين الهندي، رحمه الله تعالى، متوفى ٩٧٥ھ ـ مكتبة الثراث الإسلامي، حلب ـ

۱۳٤ ـ الكوكب الدري ـ حضرت مولانا رشيد احمد گنگوهی، رحمه الله تعالى، متوفى ۱۳۲۳ھ ادارة القرآن کراچی ـ

☆ ـ الكواكب الدراري (دیکھئے شرح الكرماني) ـ

۱۳۵ ـ لامع الدراري ـ حضرت مولانا رشيد احمد گنگوهی، رحمه الله تعالى، متوفى ۱۳۲۳ھ ـ مكتبة امداديه مكه مكرمه ـ

۱۳٦ ـ لسان العرب ـ علامه أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور افريقي مصري، رحمه الله تعالى، متوفى ٧١١ھ ـ نشر ادب الجوزة قم ايران ١٤٠٥ھ ـ

۱۳۷ ـ المؤطا ـ الإمام مالك بن أنس رحمه الله تعالى، متوفى ١٧٩ھ ـ دار إحياء التراث العربى ـ

۱۳۸ ـ المتواري على تراجم أبواب البخاري ـ علامه ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الاسكندراني، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٨٣ھ ـ مظهری کتب خانه کراچی ـ

۱۳۹ ـ مجمع بحار الأنوار ـ علامه محمد بن طاهر پٹنی، رحمه الله، متوفى ٩٨٢ھ ـ دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد ١٣٩٥ھ ـ

۱٤٠ ـ مجمع الزوائد ـ إمام نور الدين على بن ابى بكر الهيثمي، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٠٧ھ ـ دار الفكر بيروت ـ

۱٤۱ ـ المجموع (شرح المهذب) ـ إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٧٦ھ شركة من علماء الازهر ـ

۱٤۲ ـ مجموعة الفتاوى ـ أبو الحسنات عبدالحي لكهنوي، متوفى ١٣٠٤ھ، ايچ ايم سعيد كمپنی ـ

١٤٣۔المحلی۔علامه أبو محمد علي أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه اللّٰه تعالى،متوفى ٤٥٦ھ۔ الكتب التجاري بيروت/دار الكتب العلمية بيروت۔

١٤٤۔مختار الصحاح۔إمام محمد بن أبى بكر بن عبد القادر الرازي، رحمه اللّٰه تعالى،متوفى ٦٦٦ھ کے بعد۔دار المعارف مصر۔

١٤٥۔المدونة الكبرى، الإمام مالك بن أنس، رحمه اللّٰه تعالى، المتوفي ١٧٩ھ دار صادر، بيروت۔

١٤٦۔مراح الأرواح۔ الإمام العلامة أحمد بن علي بن مسعود، رحمه اللّٰه، المتوفي مير محمد كراچی۔

١٤٧۔مرقاة المفاتيح (شرح مشكوة المصابيح)۔علامه نور الدين علي بن سلطان القاري، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ١٠١٤ھ۔ مكتبة امداديه ملتان۔

١٤٨۔المستدرك على الصحيحين۔حافظ أبو عبداللّٰه محمد بن عبداللّٰه الحاكم النيسابوري، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ٤٠٥ھ، دار الفكر بيروت۔

١٤٩۔ مسند أحمد۔إمام أحمد بن حنبل، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ٢٤١ھ۔المكتب الإسلامی/ دارصادر بيروت۔

١٥٠۔ مسند الحميدي۔إمام أبوبكر عبداللّٰه بن الزبير الحميدي، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ٢١٩ھ۔المكتبة السلفية مدينه منوره۔

١٥١۔مشكاة المصابيح۔شيخ أبو عبداللّٰه ولي الدين خطيب محمد بن عبداللّٰه، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ٧٣٧ھ کے بعد۔قدیمی کتب خانه کراچی۔

١٥٢۔مصباح اللغات۔ أبو الفضل مولانا عبدالحفيظ البلياوی، رحمه اللّٰه تعالى، المتوفى ١٣٩١ھ، مكتبة برهان، دهلی۔

١٥٣۔المصنف لابن أبي شيبة۔حافظ عبداللّٰه بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه اللّٰه تعالى،متوفى ٢٣٥ھ۔دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول ١٤١٦ھ۔

١٥٤۔المصنف لعبد الرزاق۔ الإمام عبدالرزاق بن همام صنعاني، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ٢١١ھ، مجلس علمی کراچی۔

١٥٥۔معارف الحديث۔ مولانا منظور نعمانی، رحمه اللّٰه تعالى، المتوفى ١٣٩٤ھ، دار الاشاعت كراچی۔

١٥٦۔معارف القرآن ۔علامه محمد ادريس كاندهلوي، رحمه اللّٰه، مكتبه عثمانيه لاهور، طبع دوم ١٩٨٢م۔

١٥٧۔معالم السنن۔ الإمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه اللّٰه تعالى، المتوفي ٣٨٨ھ، مطبعة أنصار السنة المحمدية، ١٩٤٨م/١٣٦٧ھ۔

۱۵۸ـمعجم البلدان ـعلامه أبوعبدالله یاقوت حموي رومي، رحمه الله، متوفی ۶۲۶هـ دار إحياء التراث العربی، بیروت۔

۱۵۹ـمعجم الصحابة ـ الإمام الحافظ أبوالحسين عبد الباقي بن قانع البغدادي، رحمه الله، المتوفی ۳۵۱ه، مکتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة/ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۸هـ۔

۱۶۰ـالمعجم الكبير ـإمام سليمان بن أحمد بن ايوب الطبراني، رحمه الله تعالى، متوفی ۳۶۰هـ دار الفكر، بیروت۔

۱۶۱ـالمعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي ـأ–وي–منسنك، وي–پ– منسنج، مطبعة بريلى في مدينة ليدن ۱۹۶۵م۔

۱۶۲ـمعجم مقاييس اللغة ـإمام أحمد بن فارس بن زكريا قزويني رازي، رحمه اللّٰه تعالى، متوفی ۳۹۵هـ دار الفكر، بیروت۔

۱۶۳ـالمعجم الوسيط ـ دكتور إبراهيم أنس، دكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد، مجمع اللغة العربية، دمشق۔

۱۶۴ـمعرفة الصحابة، الإمام الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني، رحمه الله تعالى، المتوفى ۴۳۰ه، دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ه/۲۰۰۲م

۱۶۵ـالمغرب ـ أبوالفتح ناصر الدين مطرزي، رحمه الله تعالى، المتوفي ۶۱۰ه، إدارة دعوة الإسلام۔

۱۶۶ـالمغني ـإمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة، رحمه الله تعالى، متوفی ۶۲۰هـ دار الفكر بیروت۔

☆ـمقدمة فتح الباري ـ(دیکھئے هدي الساري)۔

۱۶۷ـمقدمة لامع الدراري ـحضرت شيخ الحديث مولانا محمد زكرياصاحب كاندهلوی، رحمه اللّٰه تعالى، المتوفی ۱۴۰۲هـ مكتبة امداديه مكه مكرمه۔

۱۶۸ـ مقدمة مشارع الأشواق إلى مصارع العشاق لابن النحاس المتوفى ۸۱۴ه، ـ المحقق إدريس محمد على، دار البشائر الإسلامية، بیروت۔

۱۶۹ـمكتوبات شيخ الإسلام، مرتبه مولانا نجم الدين اصلاحی، مكتبه دينيه، ديوبند۔

۱۷۰ـمكمل إكمال الإكمال ـ الإمام أبو عبد الله محمد بن محمد بن يوسف السنوسي، رحمه الله تعالى، المتوفي ۸۹۵ه، دار الكتب العلمية، بیروت۔

۱۷۱ـالمنجد ـ لوئيس بن نقولا۔

۱۷۲ـ المواهب اللدنية المطبوع مع الشمائل المحمدية ـ الإمام الشيخ إبراهيم البيجوری، رحمه

اللّٰه تعالی، فاروقی کتب خانه، ملتان۔

۱۷۳۔الموضوعات۔ الإمام أبو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزي، رحمه اللّٰه تعالی، المتوفي ۵۹۷ھ، قرآن محل، اردو بازار، کراچی۔

۱۷٤۔موسوعة النحو والصرف والإعراب۔ الدكتور إميل بديع يعقوب، إنتشارات إستقلال للملايين، الطبعة الأولی ۱۹۸۸م، بيروت، لبنان/ دار العلم، إيران۔

۱۷۵۔ميزان الاعتدال في نقد الرجال۔حافظ شمس الدين محمد أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۷٤۸ھ۔دار إحياء الكتب العربية، مصر ۱۳۸۲ھ۔

۱۷٦۔الناقد الحديث في علوم الحديث۔ الشيخ محمد المبارك عبد اللّٰه، مطبعة محمد علي صبيح، مصر، الطبعة الأولی ۱۳۸۱ھ/۱۹٦۱م۔

۱۷۷۔النبراس شرح شرح العقائد۔علامه عبدالعزيز بن أحمد الفرهاري، رحمه اللّٰه تعالی،۱۲۳۹ھ۔کے بعد۔مکتبه حقانیه ملتان۔

۱۷۸۔نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض۔ الإمام شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الخفاجي، المتوفي ۱۰٦۹ھ، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعةالأولی ۱٤۲۱ھ/۲۰۰۱م۔

۱۷۹۔النكت الظراف على الأطراف، الإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، رحمه اللّٰه، متوفی ۸۵۲ھ۔ المكتب الإسلامي، بيروت۔

۱۸۰۔نور الأنوار شرح المنار۔ مولانا الشيخ أحمد المعروف بملا جيون الصديقي الحنفي، رحمه اللّٰه تعالی، المتوفي ۱۱۳۰ھ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

۱۸۱۔النهاية في غريب الحديث والأثر۔علامه مجدالدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ٦۰٦ھ۔دار إحياء التراث العربي بيروت۔

۱۸۲۔وفيات الأعيان۔ قاضي شمس الدين أحمد بن محمد المعروف بإبن خلكان، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ٦۸۱ھ۔دارصادر بيروت۔

۱۸۳۔الهداية۔برهان الدين أبوالحسن علي بن أبي بكرالمرغيناني، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی ۵۹۳ھ۔مکتبه شرکت علمیه، ملتان۔

۱۸٤۔هدى الساري (مقدمة فتح الباري)۔حافظ إبن حجر عسقلاني، رحمه اللّٰه تعالی، متوفی۵۹۳ھ۔ دار الفكر، بيروت۔